درسی تقریر

هداية النحو

استاذ العلماء شیخ الصرف والنحو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب حفظہ اللہ

کے درسی افادات پر مشتمل طلباء وطالبات کیلئے انمول تحفہ

تقاریظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد قاسم صاحب (شیرگڑھ)

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد قاسم صاحب تخت بھائی

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد سجاد الحجابی صاحب (مردان)

حضرت مولانا ابوایوب محمد یعقوب صاحب حفظہ اللہ تخت بھائی

حضرت مولانا محمد صدیق سواتی صاحب (سوات)

حضرت مولانا احسان اللہ صاحب حفظہ اللہ تخت بھائی

حضرت مولانا گل حسن صاحب حفظہ اللہ تخت بھائی

عبارت پر مکمل اعراب

بامحاورہ آسان ترجمہ

مختصر اور جامع تشریح

اشعار کی نحوی ترکیب

فوائد نافعہ

ضبط و ترتیب

ابومحمد مولانا بہار علی صوابی

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

استاذ مدرسہ ابن عباس تخت بھائی

مکتبہ ابن عباس تخت بھائی

اندرون مدرسہ ابن عباس تخت بھائی مردان 0330-9559130

درسی تقریر

هداية النحو

استاذ العلماء شیخ الصرف والنحو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب حفظہ اللہ

کے درسی افادات پر مشتمل طلباء و طالبات کیلئے انمول تحفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مدظلہ (شیرگڑھ)
استاذ العلماء حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مدظلہ تخت بھائی
استاذ العلماء حضرت مولانا محمد سجاد الحجابی صاحب مدظلہ (مردان)
حضرت مولانا ابو ایوب محمد یعقوب جان حفظہ اللہ تخت بھائی
حضرت مولانا محمد صدیق سواتی صاحب (سوات)
حضرت مولانا احسان اللہ صاحب حفظہ اللہ تخت بھائی
حضرت مولانا گل حسن صاحب حفظہ اللہ تخت بھائی

- عبارت پر مکمل اعراب
- بامحاورہ آسان ترجمہ
- مختصر اور جامع تشریح
- اشعار کی نحوی ترکیب
- فوائد نافعہ

ضبط و ترتیب

ابو محمد مولانا بہار علی صوابی
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
استاذ مدرسہ ابن عباس تخت بھائی

مکتبہ ابن عباس تخت بھائی

اندرون مدرسہ ابن عباسؓ تخت بھائی مردان 0336-9559130

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

نام کتاب : درسی تقریر ھدایۃ النحو

افادات : حضرت مولانا محمد قاسم صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

ترتیب : مولانا بہار علی صوابی سترالله عیوبہ وعافاہ

ناشر : مکتبۃ ابن عباسؓ تخت بھائی

سٹاکسٹ : مکتبۃ الاحرار نیواڈہ مردان

طبع اول : ربیع الاول 1437ھ بمطابق دسمبر 2015ء

رابطہ نمبر : 0312-9426326/0333-9426326

ای میل : abusauda81@gmail.com

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

ملنے کے پتے

مردان

مکتبہ الاحرار نیواڈہ مردان

مکتبہ نعیمیہ پار ہوتی مردان

مکتبہ حذیفہ بخشالی مردان

صوابی

مکی کتب خانہ شیوہ اڈہ صوابی

مدنی کتب خانہ صوابی شہر

اسلامی کتب خانہ صوابی شہر

مکتبہ محمودیہ ٹوپی

نوشہرہ

مکتبہ ادارۃ العلم نوشہرہ

مکتبہ حلیمیہ اکوڑہ خٹک

مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک

پشاور

امیرزادہ کتب خانہ محلہ جنگی پشاور

مکتبہ دار الاخلاص محلہ جنگی پشاور

چارسدہ

کتب خانہ رشیدیہ

مکتبۃ الاحسان اتمانزئی

شیرگڑھ

اسلامی کتب خانہ

مکتبہ ابوطلحہ سخاکوٹ

اسلامی کتب خانہ سخاکوٹ

دیر

مکتبہ عباسیہ تیمرگرہ

دینی کتب خانہ تیمرگرہ

مکتبہ محمودیہ واڑی بازار

مینگورہ

مکتبہ صدیقیہ مینگورہ

مکتبہ فاروقیہ مینگورہ

کوہاٹ

مکتبہ دیوبند کوہاٹ

فہرست کتاب

Scanned with CamScanner

فہرست کتاب

Scanned with CamScanner

فہرست کتاب

Scanned with CamScanner

فہرست کتاب

Scanned with CamScanner

کلمات

استاذ العلماء شیخ الصرف والنحو حضرت مولانا **محمد قاسم** صاحب دامت برکاتہم العالیہ

صدر المدرسین مدرسہ ابن عباس تخت بھائی (مردان)

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم امابعد!

مولوی بہار علی صاحب نے بندہ سے ارشاد الصرف، نحو میر،، ہدایۃ النحو، شرح جامی اور چند دیگر کتب پڑھیں۔ ماشاء اللہ بڑے ذہین تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی محنت کا ثمرہ عطاء کیا ہے اور اس وقت درس وتدریس کے میدان میں مشغول ہیں۔ اوران کی تیسری تصنیف درسی تقریر ھدایۃ النحو منظر عام پر آرہی ہے۔(۱) اللہ تعالیٰ مؤلف کی سعی کو قبول فرمائے اوراس کتاب کواس کیلئے صدقہ جاریہ بنائے۔

آمین ثم آمین

محمد قاسم

مدرسہ ابن عباس تخت بھائی مردان

دیگر تالیفات: (۱) توضیح النحو، جس میں استاذ محترم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی مشہور زمانہ کتاب درس ارشاد الصرف ونحو میر میں دئے گئے نحوی تمارین کی نحوی ترکیب کی گئی ہے۔

(۲) توضیح المنطق جس میں تیسیر المنطق کے اسباق کو کتاب کی ترتیب کو مدنظر رکھتے ہوئے آسان اور عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

(۳) اور بہار خوشنویسی کے نام سے ایک کتاب خوشخطی سیکھنے والوں کیلئے ترتیب دی گئی ہے جو اللہ کے فضل وکرم سے مکتبۃ الاحرار (مردان) کی طرف سے منظر عام پر آگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو قبولیت سے نوازے اور بندہ اور اساتذہ کرام کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین ثم آمین (مرتب)

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

نمونہ اسلاف، استاذ العلماء، شیخ الحدیث حضرت مولانا **محمد قاسم** صاحب دامت برکاتہم العالیہ

امیر جمعیت علمائے اسلام (مردان) شیخ الحدیث ومہتمم دار العلوم اسلامیہ عربیہ شیر گڑھ مردان

حضرت مولانا محمد قاسم مدظلہ مدرس مدرسہ ابن عباسؓ تخت بھائی کی ہدایۃ النحو کی شرح کا جا بجا مطالعہ کیا۔ یہ شرح ان کی درسی افادات ہیں جو طلبہ نے لکھے ہیں، اور حضرت مولانا بہار علی صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ نے پوری جانفشانی سے اس کو ترتیب دی ہے ماشاءاللہ یہ تقریر ہدایۃ النحو کے دوسرے شروح سے طالب کو مستغنی کرتا ہے۔

انداز بیان سہل ہے اور متعلقہ مباحث کا استیعاب کیا گیا ہے جس سے نحو کے قواعد سیکھنے میں کافی مدد ملتی ہے، پیچیدہ مباحث سے اصل قاعدہ اور مسئلہ سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ التماس ہے کہ مدرسین اور طلباء اس شرح سے مکمل استفادہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اس شرح کو طلباء اور علماء کیلئے مفید بنائے۔ آمین ثم آمین

محمد قاسم غفرلہ

دار العلوم شیر گڑھ

Scanned with CamScanner

تقریظ

استاذ العلماء محقق ومدقق حضرت مولانا محمد سجاد الحجابی حفظہ اللہ تعالیٰ

(دارالعلوم نرشک مردان)

الحمدلله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء المرسلين المعربين محمد و على آله الفصحاء الطيبين الطاهرين .وبعد

علم النحو کا بنیادی مقصد عربی زبان میں غلطی سے بچنا ہے اور بولنے میں لحن کو دور کرنا ہے، یہی وجہ تھی کہ فصحاء عرب کو علم النحو سیکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی اس کو سیکھے بغیر وہ درست عربی بول لیتے تھے لیکن اسلام نے چونکہ تمام علوم کی آبیاری کی ہے، تو جیسے جیسے اسلام عجمی ممالک میں فتوحات حاصل کرتا گیا ویسے ہی عجمیوں کے ساتھ تعلقات بڑھتے گئے، ظاہر ہے کہ عجمیوں کو عربی سیکھنے کی اشد ضرورت پڑی اس مقصد کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس علم کی پہلی بیج بوئی اور رفتہ رفتہ یہ علم مدون ہو گیا۔

خود صحابہ رضی اللہ عنہم عربی زبان میں صرفی نحوی غلطیوں سے لوگوں کو منع کیا کرتے تھے اور عربی کے درست تلفظ سیکھنے بلکہ علم النحو کو پڑھنے پر لوگوں کو ابھارتے تھے اس سلسلے میں کتابوں کے اندر بیشتر روایات منقول ہیں۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: لان اقرأ و اسقط احب الی من ان اقرأ و الحن (۱) (میں پڑھتے ہوئے گر پڑوں یہ بہتر ہے کہ میں قرأت کر کے غلطی کر بیٹھوں۔

بلکہ ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بیٹے جب عربی (صرف و نحو) میں غلطی کرتے تھے تو ان کو والدین کی طرف سے سزا ملتی تھی۔ (۲)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تو علم النحو کی شان کچھ یوں بیان کی ہے کہ: تعلموا العربية فانها تزيد في المروءة (۳)۔ (عربی سیکھو کیونکہ اس سے انسانیت میں اضافہ ہوتا ہے) عطاء کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے یہ بات پہنچی کہ ایک شخص دوران طواف فارسی زبان میں گفتگو کر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو جھاڑ پلاتے ہوئے فرمایا کہ: ابتغ الى العربية سبيلاً، عربی (صرف و نحو) سیکھو)۔ (۴)

---

(۱) اخبار النحویین: ۴۴۔ یہ حدیث اگرچہ متعدد صحابہ کرام سے منقول ہے لیکن اس کے تمام اسناد میں ایسے رواۃ ہیں جن کے بارے میں شدید جرح کی گئی ہے۔ لہذا یہ ضعیف جداً کے مرتبہ میں ہے علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس بارے میں تفصیلی کلام کیا ہے، (ملاحظہ ہو: الحاوی للفتاوی، ۱/۴۳۷)

(۲) اخبار فی النحو: ۵۴

(۳) کتاب اخبار فی النحو بروایۃ ابی طاهر (متوفی، ۳۴۹ھ) عن مشائخه، تحقیق: شیخ محمد احمد دالی ۲۴ صفحات کا نادر رسالہ شیخ الدالی نے اپنی تین جلد کتاب: الحصائل فی العلوم العربیة وتراثها: کی تیسری جلد میں شائع کیا ہے، ناشر دار النوادر۔

Scanned with CamScanner

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک اور عجیب روایت منقول ہے (جو کہ ضعیف ہے لیکن بطور تفنن قابل ذکر ہے) وہ فرماتے ہیں: من قرأ القرآن فاعربه ومات كان له عندالله يوم القيامة كاجر شهيد۔(۱)

اسی طرح دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی علم النحو و عربیت کے حوالے سے روایات منقول ہیں عرب تو صرف ونحو کی غلطی سے اہتمام کے ساتھ اجتناب برتتے تھے کہ مشہور خلیفہ عبد الملک بن مروان سے کسی نے ایک مرتبہ پوچھا: آپ جلد ہی بڑھاپے کی طرف چلے گئے؟ عبد الملک بن مروان نے برجستہ کہا کہ: شيبتني كثرة ارتقاء المنبر ومخافة اللحن ،(۲) یعنی خطبات کی کثرت اور ان میں نحوی غلطی کے خوف نے مجھے بوڑھا کر دیا۔

اس طرح کئی روایات علم النحو والصرف سیکھنے کے حوالے سے اسلاف نے اپنے کتابوں میں نقل کئے ہیں۔ علامہ ابو طاہر نے اپنی نادر کتاب اخبار فی النحو میں تقریباً پچیس روایات نقل کرتے ہوئے عربی ونحو کے بلند و بالا حیثیت کے حوالے سے عمدہ گفتگو کی ہے۔ مزید معلومات کیلئے اس کا مطالعہ مفید ہوگا۔

ہمارے محترم ساتھی مولانا بہار علی زید مجدھم نے اس علم کی ایک اہم کتاب ہدایۃ النحو کی تقریر کو اپنے استاذ گرامی شیخ الصرف والنحو حضرت علامہ قاسم صاحب لازالت شموس علمه بازغة علينا وعلى الطلبة سے بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے اور طلبہ کیلئے اس فنی کتاب کو آسان تر بنانے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے۔ احقر کو مسودہ کے جستہ جستہ مقامات کے مطالعے کا شرف حاصل ہوا امید ہے طلبہ کیلئے اس کا مطالعہ مہمیز ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ فاضل یگانہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب حفظہ اللہ اور ان کے مایہ ناز شاگرد رشید حضرت مولانا بہار علی صاحب کیلئے اس کاوش کو ذخیرہ آخرت بنائے۔

کتبه

سجاد الحجابی

خادم العلوم والفنون بدار العلوم نرشک مردان

یوم الجمعه ۱۷ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ

(۱) مراتب النحويين لابي الطيب اللغوي، ناشر: المكتبة العربية بيروت۔ اخبار في رواية ابي طاهر ضمن، حصائل في علوم العربية و تراثها: ۱/۴۵۔ لحن کہتے ہیں کلام کو اپنی طبعی کیفیت سے ہٹانا یوں کہ اس کی نحوی ترکیب میں رد و بدل کیا جائے یا تصحیف کیا جائے (تصحیف حروف کے نقطوں کے رد و بدل کا نام ہے۔)

(۲) اخبار فی النحو ۴۵

(۳) اخبار فی النحو: ۴۳

(۴) اخبار فی النحو روایة ابی طاهر عن مشائخه: ۴۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رائے گرامی مولانا مفتی محمد صدیق سواتی حفظہ اللہ تعالیٰ

فاضل ومتخصص جامعہ دارالعلوم کراچی

محترم المقام ابومحمد مولانا بہارعلی صاحب فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی مدرس مدرسہ ابن عباس تخت بھائی نے ہدایۃ النحو کی شرح اردو زبان میں تحریر کی ہے دراصل ان کی اس شرح کا ماخذ ان کے استاذ محترم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مدظلہ کے وہ درسی افادات ہیں جو مختلف اوقات میں ہدایۃ النحو کے درس کے دوران طلباء نے قلم بند کئے ہیں۔

سفر میں ہونے کی وجہ سے بندہ اس سے پوری طرح استفادہ تو نہیں کر سکا تاہم چیدہ چیدہ مقامات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوا کہ انہوں نے بڑی عرق ریزی ہے اور انتھک کوشش سے **ھدایۃ النحو** کے مباحث کو سہل انداز میں پیش کیا ہے۔ بندہ کے خیال میں یہ شرح صرف ہدایۃ النحو پڑھنے والے طلبہ کیلئے نہیں بلکہ پڑھانے والے اساتذہ کیلئے بھی بے حد مفید ہے۔

انہوں نے اس شرح میں درج ذیل امور کا التزام کیا ہے۔

(۱) اصل تقریر کو پشتو زبان سے اردو میں منتقل کیا ہے جس کی وجہ سے اس کی افادیت صرف پشتو زبان تک محدود نہیں رہی۔

(۲) عربی عبارت پر مکمل اعراب لگانے کا اہتمام کیا ہے۔

(۳) اصل عبارت کا ترجمہ اس انداز سے کیا ہے کہ ترجمہ پڑھتے ہی عبارت کا مطلب سمجھ میں آتا ہے۔

(۴) عربی، اردو رسم الخط کا امتیاز کیا ہے۔

الامر فوق الادب کے تحت بندہ نے چند سطور قلم بند کئے ہیں!

وگرنہ من ہماخاکم کہ ہستم

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی اس کاوش کو کو مقبولیت تامہ عطا فرما کر ان کیلئے اور ان کے والدین اور اساتذہ کیلئے دنیا میں کامیابی، ترقی اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔ (آمین)

بندہ محمد صدیق سواتی

فاضل ومتخصص جامعہ دارالعلوم کراچی

Scanned with CamScanner

کلمات

الشیخ العلامه الادیب الاریب مولانا احسان اللّٰہ ولی حفظه اللّٰہ تعالیٰ

المدرس بمدرسة ابن عباس رضی اللہ عنہما تخت بهائی (مردان)

احمدالله علی جزیل نعمائه واشکره شکر المعترف بمننه و آلائه، واصلی واسلم علی صفوة انبیائه وعلی آله وصحبه واولیائه وبعد!

فهذا کتاب المسمیٰ ب؛درسی تقریر هدایة النحو ؛احد تصانیف الفاضل الاخ الصالح الشیخ بهارعلی الصوابوی المدرس بمدرسة ابن عباس، انه کتاب طیب مبارک اثنی علیه کبار العلماء ثناء عظیماً،ولا شک ان هذالکتاب فیه الفوائد و سهولة الاسلوب ما یغنی الطالب بل المدرس عن النظر الی غیره وهو کما ستریٰ قد تناول توضیح المسائل النحویة مراعیاً فی ذالک طالب العلم المبتدی الذی لا یدری من علم النحو الاالقلیل .

فالرجاء من المتعلمین والمعلمین ان یستفیدوا منه.واسئل اللّٰہ تبارک وتعالیٰ ان یتقبل من المؤلف هذا العمل ویرزقه الاخلاص والاحتساب فیه و فی غیره من الاعمال وان یجعله نافعاًللناظرین ووسیلة للتقرب الی رب العلمین .

کتبه

احقر العباد ابو جریر احسان اللّٰہ ولی

المدرس بمدرسة ابن عباسؓ تخت بهائی مردان

۱ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ

رائے گرامی

استاذ النحو حضرت مولانا گل حسن صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

استاذ مدرسہ ابن عباس تخت بھائی مردان

بدایۃ النحو کی اہمیت اور مقبولیت ایک ایسی حقیقت ہے جس کے بارے میں اختلاف نہیں کیا جاسکتا۔ عالم اسلام کا شاید ہی کوئی ایسا مدرسہ ہو جہاں یہ کتاب داخل نصاب نہ ہو لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اردو زبان میں اس پر اس انداز سے کام نہیں ہوا تھا کہ مباحث ضروریہ کے ساتھ ساتھ عبارت پر مکمل اعراب، سلیس ترجمہ، عام فہم تشریح، اشعار کی مکمل نحوی ترکیب اور فوائد نافعہ پر مشتمل ہو، یہ خدمت عالی ہمت برادرم مولانا بہار علی صاحب حفظہ اللہ نے سرانجام دی جو استاذ محترم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب صانہ اللہ من شر حاسد اذا حسد کے افادات پر مشتمل ہے اور کتاب کے تمام پہلوؤں کو آسانی کے ساتھ سمجھانے والا ایک نیا تحفہ ہے۔ باقی ناظرین خود اندازہ لگالیں گے کیونکہ:

مشک آنست کہ خود ببوید　　نہ کہ عطار بگوید

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس شرح کو مؤلف کے لیے دنیا و آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔

فقط

بندہ گل حسن

مدرس مدرسہ ابن عباس تخت بھائی (مردان)

کلمات

جامع الفنون ابوایوب حضرت مولانا محمد یعقوب حقانی حفظہ اللہ

الحمدلله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين اما بعد!

ہمارے محترم رفیق درس مولانا بہارعلی صاحب صاحب ذوق آدمی ہیں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے تصنیف وتالیف کا ملکہ بھی عطا کیا ہے درسی تقریر ھدایۃ النحو سے پہلے بھی ان کی تین کتابیں منقع شہود پر آچکی ہیں جوالحمدللہ اہل علم کے ہاں متبول بھی ہوئیں، خوشخطی سکھانے کیلئے :بہارخوشنویسی: کے نام سے ایک کاپی کوترتیب دے چکے ہیں۔

اب انہوں نے درسی تقریر ھدایۃ النحو مرتب کیا ہے جوان کے استاذمحترم شیخ الصرف والنحو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے افادات ہیں۔

اس کتاب پر مجھ سے کچھ لکھنے کا تقاضا کیا بندہ تقریظ لکھنے کا اہل نہیں کیونکہ کسی کتاب پر تقریظ لکھنا اور اس کتاب پر جو کسی فن کے بارے میں لکھی گئی ہو ماہر فی الفن کا کام ہے جو کھرے کھوٹے کو پرکھ سکتے ہیں۔

بندہ معترف ہے کہ مجھ میں اتنی اہلیت نہیں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جن صاحب کے افادات ہیں وہ ماہر فن ہیں اوران کی شخصیت اہل علم کے ہاں تعارف کی محتاج نہیں توان کی افادات پربھی ٹھوس باتوں پر مشتمل ہوں گی۔اوراس کے ساتھ مولانا بہارعلی صاحب کے اضافات سے ان کی قیمت اور بھی بڑھ گئی۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہم سب کوتادم مرگ دین کی خدمت کی توفیق عطافرمائے۔

ایں دعاازمن واز جملہ جہاں آمیں باد

فقط

ابوایوب محمد یعقوب حقانی

مدرسہ ابن عباس تخت بھائی مردان

Scanned with CamScanner

حرف آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمدا لمن بيده زمام الامور يصرفها على النحو الذى يريده فهو فعال لما يريد، وصلاة وسلاماً على خاتم عبده محمد و على اخوانه من الانبياء والمرسلين وعلى من تبعهم باحسان الى يوم الدين امابعد!

علم النحو کی افادیت واہمیت اہل علم پر عیاں ہے اور علوم عربیہ کا ادنیٰ طالبعلم بھی اس کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتا۔ جب سے اس علم کی تدوین ہوئی ہے اس وقت سے تا حال اس علم کی خدمت کی جارہی ہے چاہے درس وتدریس کا میدان ہو یا تالیف وتصنیف کا میدان، ہر میدان میں شہسواروں نے گھوڑے دوڑائے ہیں۔

زیر نظر کتاب **درسی تقریر هداية النحو** اس سلسلے کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے۔ اصل میں یہ استاذ العلماء حضرت مولانا محمد قاسم صاحب صدر المدرسین مدرسہ ابن عباس تخت بھائی کی درسی افادات ہیں جن کو بندہ نے اپنی بساط کے مطابق ترتیب دی ہے۔ بندہ نے خود بھی یہ کتاب ہدایۃ النحو استاذ محترم سے پڑھی ہے اور پڑھانے کی بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے۔ عرصہ سے میں طلباء کو دیکھتا تھا کہ استاذ محترم سے ضبط کی ہوئی تقریر کی فوٹو کاپیاں بناتے اور اس سے استفادہ حاصل کرتے۔ چونکہ دوران درس لکھی ہوئی کاپی میں غلطیوں کی بھرمار ہوتی ہے اور خاص کر وہ جس کی تصحیح کا انتظام نہ کیا جائے تو کتاب کا مطلب سمجھنے میں طلباء کو کاپی دشواری پیش آتی ہے اس لئے کافی عرصہ سے اس کو منظم انداز میں پیش کرنے کی خواہش تھی۔

بندہ نے دوران تعلیم استاذ محترم کی تقریر کو ضبط کیا تھا اور اس میں چند صفحات پر استاذ محترم نے نظر ثانی بھی کی تھی۔ پچھلے سال بندہ نے اس تقریر کے مرتب انداز میں پیش کرنے کے بارے میں استاذ محترم سے مشورہ کیا اور ان سے باقاعدہ اجازت لی چونکہ آئندہ استاذ محترم کا مفصل شرح لکھنے کا ارادہ ہے اس لئے انہوں نے طلباء کی سہولت کے پیش نظر صرف تقریر کو مرتب کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

اجازت لینے کے بعد بھی بندہ کو کام شروع کرنے کی توفیق نہیں ملی۔ تعلیمی سال رواں کے اوائل میں ناچیز کے ایک عزیز القدر دوست مفتی فہیم شاہ چارسدوی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ (استاذ جامعہ عمر فاروق پشاور) کو اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے اس پر جلد از جلد کام شروع کرنے پر ابھارا، اللہ تعالیٰ موصوف کو دنیا وآخرت میں سرخرو رکھے کہ وہ اس تقریر کو آپ حضرات تک پہنچانے کا سبب بنے۔ ۲۵ شوال ۱۴۳۶ھ کو اس پر بسم اللہ کیا اور یہ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ کے آخر تک تقریر مکمل ہوئی۔ فللہ الحمد

Scanned with CamScanner

تصنیف وتالیف کے میدان میں کتنی رکاوٹیں اور مشکلات ہیں اس کا اندازہ اہل قلم حضرات کو ہی ہو سکتا ہے لیکن اس کے باوجود بندہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر گزار ہے کہ اس نے چھ مہینے کی قلیل مدت میں اس تقریر کو مرتب کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ وللہ الحمد ولہ المن والفضل۔

طلباء کی سہولت کے لئے ناچیز نے اس تقریر میں چند امور کا التزام کیا ہے۔

(۱) عبارت پر مکمل اعراب

(۲) بامحاورہ ترجمہ

(۳) واضح، عام فہم اور دلنشین تشریح

(۴) عربی اور اردو رسم الخط کا امتیاز

(۵) درس کے علاوہ مزید فوائد مفیدہ

(۶) اشعار کا محل استشہاد ترکیب نحوی

بندہ علم وادب سے عاری ہے لیکن اساتذہ کرام کی شفقت اور مخلص دوستوں کی دعاؤں اور ان کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس قابل بنادیا کہ آپ تک اپنے استاذ محترم کے علوم وفیوض کو پہنچا سکے۔

اس تقریر کی تیاری میں بندہ ان احباب کو نہیں بھلا سکتا جنہوں نے ہر لمحہ ساتھ دیا۔

ان میں سرفہرست میں استاذ محترم مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا شکر گزار ہوں جنہوں نے تقریر کو ترتیب دینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے ساتھ ساتھ استاذ محترم مولانا گل حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ، اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب حقانی دامت برکاتہم العالیہ (اساتذہ مدرسہ ابن عباس تخت بھائی مردان) کا تہہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے قدم بقدم حوصلہ افزائی کی، مفید مشوروں سے نوازا اور اس تقریر کو آپ تک پہنچانے میں مدد ومعاون بنے۔

اس کے ساتھ میں استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی سجاد الحجابی صاحب دامت برکاتہم العالیہ (دار العلوم نرشک مردان) کا ممنون ہوں جنہوں نے بندہ کا حوصلہ بڑھایا اور مفید مشوروں سے نوازا، یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اگر ان تینوں بزرگ اساتذہ کرام کی راہنمائی شامل حال نہ ہوتی تو ممکن ہے کہ استاذ محترم حفظہ اللہ تعالیٰ کی تقریر ھدایۃ النحو میں اور بھی کافی عرصہ لگتا۔ اللہ تعالیٰ ان تینوں حضرات کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کا سایہ طالبان دین پر ہمیشہ رکھے اور اللہ کرے کہ

Scanned with CamScanner

طلبائے علوم نبوت تا قیامت ان کے علوم وفیوض سے مستفید ہوں۔

اس کے ساتھ بڑی ناسپاسی ہوگی کہ اگر میں اپنے دست راست طالبعلم حفیظ الرحمٰن باجوڑی کا تذکرہ نہ کردں جنہوں نے اپنی فرصت کے اوقات میں دن رات ایک کرکے مسودہ پر نظر ثانی کی۔ اور اس کے ساتھ مولانا تشکیل حقانی صاحب صوابی اور طالبعلم شہزاد خان پیرسدوی کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے کمپوزنگ کے مرحلے میں بندہ کی دستگیری کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو علم نافع عطا فرمائے اور ان کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ ان حضرات کے علاوہ دیگر جن حضرات کی توجہ اور دعاؤں کی برکت سے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور دین ودنیا میں ترقی عطا فرمائے۔

یہ تقریر بندہ کی کوئی علمی کمال نہیں ہے بلکہ استاذ محترم کے افادات ہیں بندہ نے فقط اس کو ترتیب دی ہے لہذا اس میں قطعی امکان ہے کہ املاء کی غلطیاں ہوں گی کیونکہ بندہ خود نہ اردو داں ہے اور نہ اردو ادب سے واقف ہے اس لئے التجاء ہے کہ اردو قواعد وضوابط کی غلطیوں سے صرف نظر کرکے اصل مقصود پر نظر رکھیں۔

اس میں کوئی خوبی نظر آئے تو اس کو استاذ محترم کی طرف منسوب کریں اور کوئی خامی نظر آئے تو بندہ ناچیز کی طرف منسوب فرمائیں۔ اس کی تیاری میں حتی الوسع اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو اور عبارت کا مفہوم بالکل واضح ہو لیکن پھر بھی انسان سے خطا کا صادر ہونا ممکن ہے اس لئے جہاں کہیں بھی کوئی خامی نظر آئے تو فوراً بندہ کو مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہوسکے۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو اپنے دربار عالی میں قبولیت عطا فرمائے اور اس کو میرے، میرے والدین، استاذ محترم حفظہ اللہ اور دیگر اساتذہ کرام سب کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

آمین یا رب العلمین

ابو محمد بهار علی صوابی

مدرسہ ابن عباس تخت بھائی مردان

ربیع الاول ۱۴۳۷ھ

Scanned with CamScanner

علم نحو و صاحب ہدایۃ النحو

ہر علم کی کتاب شروع کرنے سے پہلے چند باتوں کا جاننا ضروری ہے۔(۱) اس علم تعریف (۲) علم کا موضوع (۳) علم کی غرض وغایت (۴) علم کی اہمیت (۵) حالات مصنف

یہ کتاب چونکہ نحو کے مشہور کتاب ھدایۃ النحو کی اردو شرح ہے اس لئے نحو کے بارے میں چند باتیں قابل ذکر ہیں۔

علم النحو کی تعریف: ھو علم بقوانین یعرف بھا احوال آواخر الکلم الثلاث من حیث الاعراب والبناء وکیفیۃ الترکیب بعضھا مع بعض۔ یعنی علم نحو جاننا ہے ان قوانین کا جن کے ذریعے تینوں کلموں کے آخر کے حالات معلوم ہوں معرب او مبنی ہونے کے اعتبار سے اور ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کے ساتھ ملانے کا طریقہ معلوم ہو۔

علم نحو کا موضوع: الکلمۃ والکلام یعنی اس کا موضوع کلمہ اور کلام ہے کیونکہ کلمہ اور کلام کے عوارض ذاتیہ سے اس علم میں بحث کی جاتی ہے۔

علم نحو کی غرض وغایت: صیانۃ الذھن عن الخطئ اللفظی فی کلام العرب یعنی ذہن کو کلام عرب میں لفظی غلطی سے بچانا۔

شرف علم نحو: صاحب مفتاح السعادۃ نے لکھا ہے کہ علم نحو کا سیکھنا فرض کفایہ ہے کیونکہ کلام اللہ اور سنت رسول کو سمجھنے میں اس کی اہمیت واضح ہے اس لئے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول منقول ہے کہ تعلموا النحو کما تعلمون السنن والفرائض (یعنی علم نحو سیکھ لیا کرو جیسا کہ آپ سنن اور فرائض سیکھتے ہو)۔

حالات مصنف: نام سراج الدین عثمان چشتی نظامی معروف باخی السراج اودھی۔

علوم ظاہری کی ابتداء: شیخ المشائخ نظام الدین محمد بدایونی دہلوی کے نمائندوں میں سے ایک یہ بھی تھے نوعمری میں ان کی خانقاہ میں آکر شریک ہو گئے تھے عنفوان شباب میں علوم دینیہ سے بالکل نا آشنا تھے۔ خانقاہ میں آکر ہی واردین کی خدمت میں ایسے لگ گئے کہ تحصیل علم کا موقعہ ہی نہیں ملا۔

جب سلطان المشائخ محمد بدایونی نے مختلف اطراف کی طرف اپنے نمائندے بھیجنے کا ارادہ کیا تو بنگال کیلئے نظر کرم ان

Scanned with CamScanner

پر پڑی۔ لیکن جب دیکھا کہ علوم ظاہری سے بالکل نا آشنا ہے تو فرمایا کہ جاہل آدمی شیطان کے ہاتھ میں کھلونا ہوتا ہے۔

اس مجلس میں مولانا فخر الدین زرادی رحمہ اللہ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے کہا کہ چھ ماہ میں مولوی بنا دوں گا۔ چنانچہ مولانا نے کبرسنی میں شیخ عثمان سراج کی تعلیم شروع کی اور چھ ماہ کا وعدہ کیا تھا اس لئے خود بھی کافی محنت کی اور ایک رسالہ علم صرف میں لکھا جس کا نام "عثمانی" رکھا۔ غالباً یہ وہ رسالہ ہے جو آج کل مدارس دینیہ میں "زرّادی" کے نام سے مشہور ہے۔

تعلیم نحو وفقہ: نحو وفقہ میں کافیہ، مفصل قدوری، مجمع البحرین وغیرہ کتابیں شیخ رکن الدین رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ اور چھ ماہ کی مدت میں اس مرتبہ تک پہنچے کہ کسی دانشمند کو آپ سے بحث ومباحثہ کی مجال نہ تھی۔

خلافت: علوم ظاہری کی تکمیل ابھی باقی تھی کہ شیخ فرید گنج شکر کا انتقال ہوا اور انہوں نے سلطان المشائخ کو خرقہ خلافت عطاء کرنے کا ارشاد فرمایا۔ علوم ظاہری کی تکمیل پر تین سال تک سلطان المشائخ سے تعلیم پائی اور اور اجازت وخلافت کی حصول کے بعد بنگال تشریف لائے اور بنگال کو علم ومعرفت کی نور سے منور کیا آج اگر بنگال میں علم وآگہی کی دولت ہے تو نظام الدین اولیاء کی خانقاہ میں پرورش پانے والے لڑکے کی برکت ہے۔ جس کا نام بعد میں اخی سراج الدین عثمان ہوا۔

وفات: آپ کی وفات ۷۵۸ھ میں ہوئی۔

تصانیف: آپ کی تصانیف میں میزان الصرف، پنج گنج، اور ہدایۃ النحو مشہور ہیں۔ ان تصانیف کی موصوف کی طرف نسبت کا مدار تعداد العلوم ہے کیونکہ ان کے حالات آئینہ، اودھ، نزہۃ الخواطر وغیرہ کتابوں میں مذکور ہیں لیکن کسی نے ان کی کوئی تصنیف کو ذکر نہیں کیا۔ (واللہ اعلم) (۱)

(۱) ملخصاً از ظفر المحصلین باحوال المصنفین یعنی حالات مصنفین درس نظامی (حضرت مولانا محمد حنیف گنگوہی دیوبند)

﴿ بسم اللہ الرحمن الرحیم ﴾

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلحَمدُ لِلّٰهِ رَبِّ العٰلَمِينَ ،وَالعَاقِبَةُ لِلمُتَّقِينَ.

ترجمہ:-تمام تعریفیں خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔اور بہترین انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

تشریح :-الحمد للہ۔الحمد میں الف لام کون سا ہے،اس کو سمجھنے سے پہلے الف لام کی قسمیں ذہن نشین کرلیں۔

الف لام کی دو قسمیں ہیں (۱) اسمی (۲) حرفی۔

الف لام اسمی وہ ہوتا ہے جو اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہو اور ساتھ معنی الذی کے ہو جیسے الضارب ساتھ معنی الذی ضَرَبَ کے ہے اور المضروب ساتھ معنی الذی ضُرِبَ کے ہے۔

(فائدہ) جب صیغہ اسم فاعل اور اسم مفعول تثنیہ یا جمع ہو تو اسم موصول بھی تثنیہ یا جمع ہوگا اور اس کے بعد والا اسم بھی اس کے موافق تثنیہ یا جمع ہوگا۔

الف لام حرفی وہ ہوتا ہے۔جو اسم فاعل اور اسم مفعول کے علاوہ اسماء پر داخل ہو۔

پھر الف لام حرفی کی دو قسمیں ہیں۔(۱) زائدہ (۲) غیر زائدہ۔

زائدہ وہ ہوتا ہے جس کا کوئی معنی نہ ہو،غیر زائدہ وہ ہوتا ہے جس کا کوئی معنی ہو۔

الف لام زائدہ کی قسمیں:

الف لام زائدہ کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) عوض لازم　(۲) عوض غیر لازم　(۳) غیر عوض لازم　(۴) غیر عوض غیر لازم۔

(۱) عوض لازم وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کے بدلے میں کسی کلمہ میں آیا ہو اور وہ اس کلمہ کو لازم ہو جیسے لفظ اللہ اصل میں اِلٰہٌ تھا،ہمزہ کو حذف کرکے اس کے بدلہ میں الف لام لے کر آئے اس کے ساتھ نون تنوین گر گیا پھر لام کو لام کلمہ میں مدغم کر دیا تو لفظ اَللّٰہ ہوگیا۔اس میں الف لام ہمزہ کے عوض میں آیا ہے اور کلمہ کو لازم ہے کیونکہ اس کے عدم وجود سے بطلان علمیت لازم آئے گا۔

(۲) عوض غیر لازم وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کے بدلے میں کسی کلمہ میں آیا ہو اور وہ اس کلمہ کو لازم نہ ہو جیسے اَلنَّاس میں الف لام عوض غیر لازم ہے اصل میں اُنَاسٌ تھا۔ہمزہ کو حذف کرکے اس کے بدلے میں الف لام لے کر آئے جس کی وجہ سے آخر

Scanned with CamScanner

سے تنوین گر گیا اور بن گیا اَلْــنَــاسُ حروف شمسی والے قاعدے کی رو سے بن گیا الــنّــاس اس میں الف لام اس کلمہ کو لازم نہیں کیونکہ اس کے بغیر اناس بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(۳) غیر عوض لازم وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کے بدلے میں تو نہ آیا ہو لیکن اس کلمہ کو لازم ہو جیسے الــنَّــجْم میں الف لام غیر عوض لازم ہے اصل میں نَجْمٌ تھا۔

(۴) غیر عوض غیر لازم وہ ہوتا ہے جو نہ کسی چیز کے بدلے میں کسی کلمہ میں آیا ہو اور نہ کسی کلمہ کو لازم ہو جیسے الــحســن اور الــحسین میں الف لام غیر عوض غیر لازم ہے اس میں الف لام کے چیز کے بدلے میں نہیں آیا اور نہ اس کو لازم ہے۔

الف لام غیر زائدہ کی قسمیں

الف لام غیر زائدہ کی بھی چار قسمیں ہیں۔

(۱) الف لام جنسی (۲) الف لام استغراقی (۳) الف لام عہدی خارجی (۴) الف لام عہد ذہنی۔

(۱) الف لام جنسی وہ ہوتا ہے، جس کے مدخول کی ماہیت مراد ہو قطع نظر افراد کے۔ جیسے اَلرَّجُلُ خَيْرٌ مِنَ الْمَرْأَةِ۔ جنس مرد جنس عورت سے بہتر ہے اس میں الرجل اور المراۃ میں الف لام جنسی ہے۔

(۲) الف لام استغراقی وہ ہوتا ہے جس کے مدخول کے تمام افراد مراد ہوں جیسے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ (بیشک سارے انسان خسارے میں ہیں)۔ اس میں الانسان پر الف لام استغراقی ہے۔

(۳) الف لام عہدی خارجی وہ ہوتا ہے جس کے مدخول کا کوئی فرد معین مراد ہو جیسے فَــعَــصَــىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ میں الرسول پر الف لام عہدی خارجی ہے اور ایک معہود پیغمبر مراد ہے جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے۔

(۴) الف لام عہد ذہنی وہ ہوتا ہے جس کے مدخول کا کوئی فرد غیر معین مراد ہو جیسے وَ اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ میں اَلذِّئْب پر الف لام عہد ذہنی ہے کیونکہ اس میں الذئب سے ایک غیر معین فرد مراد ہے۔

الحمد کا الف لام:

اس ساری تفصیل کے بعد الــحــمد کا الف لام جنسی یا استغراقی یا عہد خارجی ہے، جنسی کی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا جنس حمد ثابت ہے اللہ تعالیٰ کے لئے، اور استغراقی کی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا: حمد کے تمام افراد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں اور عہد خارجی کی صورت میں اس کا ترجمہ ہوگا کہ وہ معہود حمد ازل سے لے کر ابد تک ثابت ہے اللہ کے لئے جو اللہ تعالیٰ خود بیان

Scanned with CamScanner

کرتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللھم لا احصی ثناء علیک الا کما اثنیت علی نفسک۔

الحمد کی نحوی حیثیت: الحمد للہ یہ اصل میں جملہ فعلیہ تھا یعنی حمدت حمداللہ پھر حمدت کو حذف کیا تو حمداً للہ ہو گیا۔ پھر حمداً نکرہ ہے اور نکرہ مبتدا نہیں بن سکتا لہٰذا ہم نے نکرہ کو معرفہ بنانے کے لئے اس کے شروع میں الف لام لگا دیا تو بن گیا الحمد للہ، اس کو اسمیت جملہ کہتے ہیں اس نے دوام کا فائدہ دیا اور اس کا فاعل محذوف ہے، اس نے حامد کے عموم کا فائدہ دیا اور اس پر الف لام استغراقی وجنسی ہے اس نے حمد کے عموم کا فائدہ دیا اب اس کا ترجمہ یہ کریں گے ہر تعریف کرنے والے کی ہر تعریف ازل سے لے کر ابد تک اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے پہلی تعمیم (ہر تعریف کرنے والے کی) ترک فاعل کی وجہ سے ہے۔ دوسری تعمیم (ہر تعریف) الف لام کی وجہ سے ہے۔ تیسری تعمیم (ازل سے لے کر ابد تک) اسمیت جملہ کی وجہ سے ہے۔

لفظ اللہ کی تحقیق: هُوَ عَلَمٌ لِذَاتِ الْوَاجِبِ الْوُجُوْدِ اَلْمُسْتَجْمِعِ لِجَمِيْعِ الصِّفَاتِ الْكَمَالِ یعنی لفظ اللہ نام ہے اس ذات واجب الوجود کا جو تمام صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہو۔

لفظ اللہ کے بارے علمائے لغت کا اختلاف ہے کہ یہ اپنے اصل پر ہے یا کسی سے مشتق ہے تو جمہور کے قول کے مطابق یہ اپنے اصل پر ہے کسی سے مشتق نہیں یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات تغیر وتبدل سے پاک ہے اسی طرح لفظ اللہ بھی تغیر وتبدل سے پاک ہے البتہ بعض علماء کے ہاں یہ مشتق ہے لیکن اس کے مشتق منہ میں اختلاف ہے کہ اس کا مشتق منہ کیا ہے تو بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ باب فتح الہ یالہ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے عبادت کرنا تو اصل میں یہ تھا الالٰہ جو بمعنی مالوہ کے ہے یعنی وہ ذات جس کی عبادت کی جائے۔ ہمزہ کو حذف کر کے اس کی ابتداء میں الف لام تعریف کی لے کر آئے تو بن گیا اَللّٰہُ پھر دو لام جمع ہوئے پہلا ان میں ساکن ہے تو اس کو دوسرے لام میں مدغم کیا لفظ اللہ ہو گیا۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ مشتق ہے لیکن باب سمع اَلِہَ اِلٰہاً سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہے: حیران ہونا اور پناہ پکڑنا: دونوں صورتوں میں مشتق منہ کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ایسی ہے کہ اس کی صفات و مخلوقات میں انسان کی عقل حیران رہتی ہے اور وہی ذات ہے جو ہر مصیبت میں پناہ لینے کی جگہ ہے۔

حمد شکر اور مدح کی تعریف:

حمد: هُوَ الثَّنَاءُ بِاللِّسَانِ عَلَى الْجَمِيْلِ الْاِخْتِيَارِي سَوَاءٌ تَعَلَّقَ بِالنِّعْمَةِ اَوْعَلٰى غَيْرِهَا. یعنی زبان پر کسی کی

Scanned with CamScanner

اختیاری خوبی کی تعریف کرنا چاہے نعمت کے مقابلے میں ہو یا نعمت کے مقابلے میں نہ ہو

شکر :هُوَ فِعْلٌ يُنْبِئُ عَنْ تَعْظِيمِ الْمُنْعِمِ لِكَوْنِهِ مُنْعِماًسَواءٌ كَانَ بِاللِّسَانِ اَوْ بِالْجَنَانِ اَوْ بِالْاَرْكَانِ ۔

یعنی شکر وہ فعل ہے جو انعام کے تعظیم کرنے والے کی تعظیم کی خبر دیتا ہو اس کے منعم ہونے کی وجہ سے چاہے زبان سے ہو چاہے دل یا اعضاء و جوارح سے۔

مدح:هُوَ الثَّنَاءُ بِاللِّسَا نِ سَوَاءٌ عَلَى الْجَمِيلِ الْاِخْتِيَارِىْ اَوْغَيْرِه یعنی مدح کسی کی زبان سے تعریف کرنا ہے خواہ اختیاری خوبی پر ہو یا غیر اختیاری خوبی پر ہو۔

حمد اور شکر کے درمیان نسبت:

(۱) حمد مورد کے اعتبار سے خاص ہے یعنی زبان سے تعریف کرنے کو کہا جاتا ہے جبکہ شکر مورد کے اعتبار سے عام ہے زبان، اعضاء اور قلب تینوں سے صادر ہو سکتا ہے۔

(۲) متعلق کے اعتبار سے حمد عام ہے کہ وہ نعمت کے مقابلے میں ہو یا نعمت کے مقابے میں نہ ہو جبکہ شکر مورد کے اعتبار سے خاص ہے کہ وہ نعمت کے مقابلے میں ہوتا ہے اگر نعمت کے مقابلے میں نہ ہو تو شکر نہیں کہلائے گا۔

حمد اور مدح میں فرق: حمد خاص ہے اور مدح عام ہے جہاں حمد ہو وہاں مدح پائی جائے گی جہاں مدح پائی جائے وہاں حمد کا پایا جانا ضروری نہیں جیسے حمدت زیدا علی علمه کی جگہ مدحت زیدا علی علمه بھی کہہ سکتے ہیں علم کی خوبی زید کے اختیار میں ہے اور اختیاری خوبی کے لئے مدح کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے، لیکن مدحت زیدا علی حسنه تو کہہ سکتے ہیں لیکن حمدت زیدا علی حسنه نہیں کہہ سکتے کیونکہ حمد اختیاری خوبی پر ہوتی ہے اور حسن اختیاری خوبی نہیں۔

رب : کا لغوی معنی ہے مالک، تربیت کرنے والا، اور اصطلاح میں کہتے ہیں کسی چیز کو آہستہ آہستہ حد کمال تک پہنچانا۔

یہ باب نصر سے مصدر ہے رَبَّ يَرُبُّ رَبًّا بمعنی پرورش کرنا، یا یہ مصدر معنی للفاعل ہے بمعنی پرورش کرنے والا۔

اعراب کے اعتبار سے اگر کسرہ کے ساتھ پڑھیں تو یہ صفت ہوگی لفظ اللہ کے لئے اور ضمہ کے ساتھ پڑھیں تو یہ خبر بنے گی مبتداء محذوف کے لئے جو کہ ھو ہے۔

وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

ترجمہ:۔ اور درود نازل ہو اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کے سب آل واصحاب پر۔

Scanned with CamScanner

تشریح :- صلوٰۃ اصل میں صَلَوَۃٌ تھا، قال والے قاعدے سے صلوۃ ہو گیا۔

صلوۃ کے لغوی معنی ہیں (۱) دعا (۲) تحریک الصلوین (سرینوں کو ہلانا) ۳۔ عند البعض یہ مشترک لفظ ہے یعنی اس کو ابتداءً متعدد معانی کے لئے وضع کیا گیا ہے چنانچہ جب اس کی نسبت کی جائے اللہ تعالیٰ کی طرف تو اس سے رحمت مراد ہو گی۔ اور جب انسانوں کی طرف نسبت کی جائے تو اس سے دعا مراد ہو گی۔ اور جب فرشتوں کی طرف نسبت کی جائے تو استغفار مراد ہو گی اور جب پرندوں کی طرف نسبت کی جائے تو تسبیح وتہلیل مراد ہو گی۔

اصطلاح میں صلوۃ ارکان مخصوصہ یعنی قیام رکوع وغیر کو مخصوص طریقے سے ادا کرنے کو کہتے ہیں۔

العلمین: یہ عالم کی جمع ہے عالم کہتے ہیں ما یُعلَم به الشیئ یعنی وہ چیز جس کے ذریعہ کسی چیز کو پہچانا جاتا ہے۔

عالمین جمع لے کر آئے کیونکہ ایک روایت کے مطابق مشرق سے مغرب تک ایک عالم ہے اور کل چالیس ہزار عالم ہیں ایک روایت کے مطابق اسی ہزار عالم ہیں۔

والعاقبة للمتقین: واو اعتراضیہ ہے عاطفہ نہیں اور یہ جملہ معترضہ ہے اور الف لام عوضی ہے جو مضاف کے بدلے میں ہے اصل میں تھا حسن العاقبة کہ بہترین انجام صرف مؤمنین کے لئے ہے اور یہ اس لئے کہ ماقبل میں رب العلمین سے شبہ پیدا ہو رہا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا پرورش کرنے والا ہے تو کیا آخرت میں سب کے ساتھ معاملہ یکساں رہے گا تو اس شبہ کو دور کیا کہ نہیں، بہترین انجام صرف مومنوں کے لئے ہے۔

رسولہ :- رسول بروزن فعول یہ مبالغہ کا صیغہ ہے، لغت میں کہتے ہیں اَلْمُرْسَل یعنی بھیجا ہوا اور اصطلاح میں کہتے ہیں ھُو اِنْسَانٌ بَعَثَهُ اللّٰه اِلَى الْخَلْقِ لِتَبْلِيْغِ الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَمَعَهُ كِتَابٌ مُنَزَّلٌ عَلَيْهِ.

یعنی رسول وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہو مخلوق کی طرف احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لئے اور اس کے ساتھ کتاب ہو جو اس پر نازل ہوئی ہو۔

مُحَمَّد:- یہ باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اس کا لغت میں معنی ہے تعریف کیا ہوا اور اصطلاح میں وہ ہوتا ہے جس کے فضائل محمودہ کثیر ہوں۔

وَآلِهِ : اس میں کل تین باتیں ہیں (۱) آل کی تحقیق (۲) ال اور اہل میں فرق (۳) آل کا مصداق۔

پہلی بات: آل کی تحقیق، اس میں کل تین قول ہیں:

Scanned with CamScanner

(۱) بعض نحاۃ حضرات کہتے ہیں کہ کہ اصل میں اَوَلٌ قال اور باع والے قاعدے سے آلٌ بن گیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کی تصغیر آتی ہے اُوَیْلٌ اور تصغیر سے کلمے کا اصل معلوم ہوتا ہے۔

(۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ اصل میں تھا اَھْلٌ ھا کو ہمزہ سے تبدیل کر دیا بن گیا اَءْلٌ، پھر آمن والے قاعدے سے بن گیا آل۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ کہ اس کی تصغیر آتی ہے اُھَیْل اور تصغیر سے کسی کلمے کا اصل معلوم ہوتا ہے۔

(۳) امام کسائی فرماتے ہیں کہ دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے کیونکہ میں نے ایک اعرابی کو یہ کہتے ہوئے سنا آلٌ اُوَیْلٌ اَھْلٌ اُھَیْلٌ۔

دوسری بات: آل اور اھل میں فرق ان دونوں میں چار طرح کا فرق ہے۔

(۱) آل ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور اھل ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کے لئے آتا ہے۔

(۲) آل ذوی العقول میں مذکر کے لئے آتا ہے جبکہ اھل مذکر مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے۔

(۳) آل کا استعمال اشراف کے لئے ہوتا ہے جبکہ اھل کا استعمال اشراف اور غیر اشراف دونوں کے لئے ہوتا ہے۔

(۴) آل کی اضافت ضمیر کی طرف کثیر ہے جبکہ اھل کی اضافت ضمیر کی طرف نادر ہے۔

تیسری بات: آل کا مصداق

اس میں پانچ اقوال ہیں۔

(۱) اتباع یعنی تابعدار کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل نقی نقی فھو آلی (الحدیث) جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور تابعداری کرتا ہے وہ آل نبی ہے۔

(۲) آل سے مراد بنی ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں۔

(۳) آل سے مراد بنو ہاشم ہیں۔

(۴) آل سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات، بیٹیاں اور داماد مراد ہیں۔

(۵) پانچواں قول شیعہ کا ہے کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں اور داماد ہیں۔

واصحابہ: یہ جمع ہے لیکن کس چیز کی جمع ہے اس کے بارے میں چار اقوال ہیں۔

(۱) اَصْحَاب جمع ہے صَحْبٌ کی اور صَحْبٌ جمع ہے صَاحِب کی۔

(۲) اَصحاب جمع ہے صاحب کی جیسے اَشْھَاد جمع ہے شَاھِد کی۔

Scanned with CamScanner

(۳) اَصْحَاب جمع ہے صحب کی جیسے انھار جمع ہے نَھْرٌ کی۔

(۴) اَصْحَاب جمع ہے صحِبٌ کی جیسے اَنْمَار جمع ہے نَمِرٌ کی۔

اصطلاح میں صحابی وہ ہوتا ہے جس نے ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہو چاہے حقیقتاً جیسے بینا آدمی کا دیکھنا اور یا حکماً ہو جیسے نابینا کا دیکھنا اور اسی ایمان کی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہو۔

اجمعین: اجمعین ،اصحابہ سے تاکید ہے اس میں روافض اور خوارج پر رد ہے روافض پر اس لئے کہ وہ درود صرف حضرت علی حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنھم کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور خوارج پر اس لئے کہ وہ اہل بیت کے دشمن ہیں تو ان سب رد ہوا کہ درود وسلام ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے تمام آل واصحاب پر۔

اَمَّا بَعْدُ،فَهٰذَا مُخْتَصَرٌ مَّضْبُوطٌ فِي النَّحْوِ،جَمَعْتُ فِيهِ مُهِمَّاتِ النَّحْوِ عَلٰى تَرْتِيبِ((الْكَافِيَةِ))مُبَوَّبًا وَّمُفَصَّلاً،بِعِبَارَةٍ وَّاضِحَةٍ،مَّعَ اِيْرَادِ الْاَمْثِلَةِ فِي جَمِيْعِ مَسَائِلِهَا،مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِلْاَدِلَّةِ وَالْعِلَلِ،لِئَلَّايُشَوِّشَ ذِهْنُ الْمُبْتَدِئِ عَنْ فَهْمِ الْمَسَائِلِ.وَسَمَّيْتُهُ بِ هِدَايَةِ النَّحْوِ رَجَاءً اِلٰى اَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِ الطَّالِبِيْنَ.

ترجمہ:۔حمد وصلوۃ کے بعد یہ مختصر کتاب جو نحو میں ضبط کی گئی ہے، میں نے اس میں جمع کیا ہے نحو کے مقصودی مسائل کو کافیہ کی ترتیب پر، اس حال میں کہ میں باب بنانے والا ہوں اور فصل بنانے والا ہوں واضح عبارت کے ساتھ ،مثالوں کے لے آنے کے ساتھ ساتھ اس کے سب مسائل میں، دلائل اور علتوں کے چھیڑنے کے بغیر، تاکہ مبتدی طالب علم کا ذہن پریشان نہ ہو اس کے مسائل کو سمجھنے سے اور میں نے اس کا نام رکھا ہے هداية النحو اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے طلبہ کو ہدایت دے۔

تشریح: امابعد :۔اما کی دو قسمیں (۱) اما استینافیہ (۲) اما تفصیلیہ

اما استینافیہ وہ ہے جس کا ماقبل کلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

اما تفصیلیہ وہ ہے جو ماقبل اجمال کی تفصیل بیان کرے جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ اَمَّا زَيْدٌ فَاَكْرَمْتُهٗ وَاَمَّا عَمْرٌو فَاَعْرَضْتُ عَنْهُ ۔

اما کا اصل کیا ہے اس کے بارے میں تین قول ہیں۔

(۱) امام خلیل نحوی فرماتے ہیں کہ یہ اصل میں تھا مھما ،ھا کو ھمزہ سے تبدیل کر دیا مَئمَا ہوگیا پھر ہمزہ صدارت کلام چاہتی

تھی اس لئے ہمزہ کو شروع میں لے کر آئے اور میم کو میم میں مدغم کر دیا تو اَمَّا ہو گیا۔

(۲) امام سیبویہ کا کہنا ہے کہ یہ اما حرف ہے اپنی اصل پر ہے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔

(۳) بعض نحاۃ فرماتے ہیں کہ یہ اصل میں اِنْ تھا اس کے آخر میں مَا لگا دیا تو ان ما ہو گیا پھر نون کو میم سے تبدیل کر دیا اور میم کو میم میں مدغم کر دیا تو اِمَّا ہو گیا پھر ہمزہ کے کسرے کو فتحہ سے تبدیل کر دیا تا کہ اس کا التباس نہ آئے اِمّا عاطفہ کے ساتھ۔

اَمَّا بعد: اس میں دو باتیں ہیں۔

(۱) اس کی اصل کیا ہے؟ (۲) اعراب کے اعتبار سے کون سی حالت میں ہے؟

پہلی بات:۔ یہ اصل میں تھا مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْئٍ بَعْدَ الْبَسْمَلَةِ وَالْحَمْدَلَةِ وَالصَّلٰوة ، مهما کو حذف کر دیا اس کی جگہ اما لے کر آئے پھر یکن من شئی کو حذف کر دیا کیونکہ اما اس پر دلالت کرتی ہے تو بن گیا ما بعد البسملة والحمدله والصلوة پھر بعد مضاف ہے اور البسملة الخ مضاف الیہ ہے مضاف الیہ کو حذف کر دیا اور بعد کے فتحہ کو ضمے سے تبدیل کر دیا تو اما بعد ہو گیا۔

دوسری بات:۔ اس کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے یعنی لفظوں میں مذکور نہیں اور نیت میں مذکور ہے اس لئے اس صورت میں یہ مبنی ہے اور محلاً منصوب ہے بناء بر مفعول فیہ۔

فهذا:— میں فا جوابیہ ہے اصل عبارت یوں ہے فهذا كتاب الذی صنفته كتاب مختصرٌ۔

مختصر: یہ باب افتعال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے وہ کتاب جس کے الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوں۔

مضبوط اَیْ مَحْفُوظٌ مِنَ الْحَشْوِ وَالتَّطْوِيْلِ یعنی جو زیادتی اور طوالت سے محفوظ ہو۔

فی النحو:— یہ صفت ثانی ہے کتاب موصوف کے لئے۔

مهمات النحو:— مهمات جمع ہے مهمة کی بمعنی نحو کے مقاصد یعنی وہ مسائل جو ضروری ہیں۔

علی ترتیب الکافیة: مصنف نے فرمایا کہ یہ کتاب میں نے کافیہ کی ترتیب پر لکھی ہے تو یہاں پر ایک اشکال یہ ہے کہ کافیہ کی عبارت تو مغلق ہے تو آیا یہ ہدایۃ النحو بھی مغلق ہے اس کا جواب ماتن نے بعبارة واضحة سے دیا کہ اس کی عبارت واضح ہے۔

مبوبا و مفصلا:— یہ باب تفعیل سے اسم فاعل کا صیغہ بھی بن سکتا ہے اور اسم مفعول کا بھی اگر اسم فاعل کا صیغہ ہو تو اس صورت میں جمعتُ میں تُ ضمیر بارز سے حال ہو گا اور عبارت کا ترجمہ یوں ہو گا، کہ میں نے اس کتاب کو جمع کیا ہے کافیہ

Scanned with CamScanner

کی ترتیب پر اس حال میں کہ میں باب باب کرنے والا ہوں اور فصل فصل کرنے والا ہوں۔

اگر یہ صیغہ اسم مفعول ہو تو اس صورت میں یہ حال ہوگا فیہ میں ھا ضمیر سے اور فیہ میں ھا ضمیر کتاب کی طرف راجع ہے تو اس صورت میں عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے اس کتاب میں نحو کے مقاصد جمع کئے ہوئے ہیں کافیہ کی ترتیب پر اس حال میں کہ یہ مختصر کتاب باب باب اور فصل فصل کیا گیا ہے۔

مع ایراد الامثلۃ الخ :۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام مسائل میں مثالوں کے ذکر کرنے کے ساتھ، اس عبارت میں ماتن نے جو کہا ہے کہ جمیع مسائل میں مثالوں کے ذکر کرنے کے ساتھ تو اس سے اکثر مسائل مراد ہیں کل مسائل مراد نہیں۔

من غیر تعرض الخ :۔اس کا مطلب یہ ہے کہ دلائل اور علتوں کا ذکر نہیں کیا تا کہ طلبہ کا ذہن پریشان نہ ہو اس عبارت میں **یشوش** صیغہ معلوم کا بھی پڑھ سکتے ہیں اور مجہول کا بھی اگر معلوم کا صیغہ ہو تو اس صورت میں ذھن اس کے لئے مفعول بہ ہوگا اور معنی یہ ہوگا کہ دلائل اور علتوں ذکر نہیں کئے تا کہ یہ طالبعلم کے ذہن کو پریشان نہ کرے اور اگر مجہول کا صیغہ ہو تو اس صورت میں ذہن اس کے لئے نائب فاعل ہوگا اور معنی یہ ہوگا تا کہ طالبعلم کا ذہن پریشان نہ کیا جائے دلائل اور علتوں کے ذکر کرنے سے۔

و سمیتہ :۔یہ باب تفعیل کا صیغہ ہے بمعنی نام رکھنا اس کے آخر میں ضمیر منصوب متصل کتاب کی طرف راجع ہے۔

بھدایۃ النحو : اس میں باز ائدہ ہے اور یہ سمیت کے لئے مفعول بہ ثانی ہے کیونکہ سَمَّیْتُ یہ ان ابواب میں سے ہے جو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔

ھدایۃ :۔اس کے دو معنی ہیں (۱) اراءۃ الطریق یعنی راستہ دکھلانا (۲) ایصال الی المطلوب بمعنی مقصود تک پہنچانا۔ اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہدایت تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور یہاں ماتن نے کتاب کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہدایت تو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے لیکن کتاب ھدایت کو حاصل کرنے کا ذریعہ اور سبب ہے۔

رجاء ان یھدی اللہ الخ :۔رجاء مضاف ہے اور ان یھدی بہ الخ مضاف الیہ کے ساتھ مل کر مفعول لہ ہے معنی یہ ہوگا کہ میں نے اس کتاب کا نام ہدایۃ النحو رکھا اس امید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے علم کی ابتداء کرنے والوں کو ہدایت دے۔

وَرَتَّبْتُهٗ عَلٰی مُقَدِّمَةٍ وَّثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ وَّخَاتِمَةٍ بِتَوْفِيْقِ الْمَلِكِ الْعَزِيْزِ الْعَلَّامِ .اَمَّا الْمُقَدِّمَةُ فَفِيْ الْمَبَادِئِ الَّتِيْ يَجِبُ تَقْدِيْمُهَا لِتَوَقُّفِ الْمَسَائِلِ عَلَيْهَا .وَفِيْهَا فُصُوْلٌ ثَلَاثَةٌ.

ترجمہ:۔اور مرتب کیا ہے میں نے اس کو ایک مقدمہ اور تین اقسام پر اس بادشاہ کی توفیق سے جو غالب ہے بہت زیادہ علم والا

Scanned with CamScanner

ہے۔ بہر حال مقدمہ ہے پس وہ ان مبادیات میں ہے، جن کا مقدم کرنا ضروری ہے ان پر مسائل کے موقوف ہونے کی وجہ سے، اور اس مقدمہ میں تین فصلیں ہیں۔

تشریح : رتبتہ باب تفعیل سے فعل ماضی معلوم کا صیغہ ہے مصدر ہے ترتیب، ترتیب کا لغت میں معنی ہوتا ہے ہر چیز کو اپنے مقام پر رکھنا جیسے مختلف کتابیں ہیں تو سب سے اوپر قرآن کریم رکھنا اس کے نیچے مرتبہ احادیث کی کتابوں کا اور اس کے بعد فقہ کی کتابوں کو رکھنا یہ ترتیب ہے۔

اور اصطلاح میں ترتیب کہتے ہیں جَعْلُ الْاُمُوْرِ الْمُتَعَدَّدَةِ بِحَيْثُ يُطْلَقُ عَلَيْهَا اِسْمُ الْوَاحِدِ یعنی متعدد اور کئی چیزوں کو اس طرح رکھنا کہ اس کو ایک نام دیا جائے جیسے پانی، چائے کی پتی اور دودھ، چینی کو مخصوص طریقے سے ملایا جائے تو اس کو چائے کا نام دیا جاتا ہے۔

علی مقدمة:۔ اس سے مراد تعریف موضوع اور غرض غایت ہیں۔

وثلثة اقسام:۔ اس سے مراد اسم فعل حرف ہیں۔

بتوفیق الملک العزیز العلاّم :۔ یہاں مصنفؒ اپنی عاجزی کا اظہار کر رہا ہے، کہ یہ میں نے اپنی بساط کے مطابق جو کیا یہ میری کوئی طاقت نہیں بلکہ محض اس ذات کی توفیق سے کیا جو بادشاہ، غالب اور زیادہ جاننے والا ہے۔

امـا الـمقدمة:۔ مقدمہ صیغہ اسم فاعل بھی بن سکتا ہے اور صیغہ اسم مفعول کا بھی اگر صیغہ اسم فاعل کا ہو تو معنی ہوا آگے کرنے والا اس پر اعتراض ہوگا کہ اس کا مفعول بہ کیا ہوگا کس چیز کو آگے کرنے والا ہے جواب نمبر (۱) مقدمۃ صیغہ اسم فاعل باب تفعل سے صیغہ اسم فاعل متقدمۃ کے معنی ہے اور باب تفعل لازمی ہے مفعول بہ کا تقاضا نہیں کرتا اس صورت میں اس کا معنی ہوگا آگے ہونے والا۔ (۲) اگر اپنے معنی یعنی صیغہ اسم فاعل کا ہو تو اس صورت میں معنی ہوگا عالم کو جاہل پر آگے کرنے والا یعنی جو اس کو جاننے والا ہے وہ آگے ہوگا اور اس کو جاہل پر آگے بڑھائے گا (۳) اگر صیغہ اسم مفعول ہو تو اس صورت میں معنی ہوگا آگے کیا ہوا اور یہ بھی باقی کتاب پر آگے کیا گیا ہے۔

مقدمة :۔ مقدمہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مقدمۃ العلم (۲) مقدمۃ الکتاب

مقدمة العلم کہتے ہیں مَا يُتَوَقَّفُ بِهِ الشَّرُوْعِ فِي الْعِلْمِ یعنی جس پر شروع فی العلم موقوف ہو۔

مقدمة الكتاب کہتے ہیں هِيَ طَائِفَةُ الْكَلَامِ يُذْكَرُ اَمَامَ الْمَقْصُوْدِ لِارْتِبَاطِهَا بِهِ وَ نَفْعِهَا فِيْهِ یعنی یہ کلام کا وہ ٹکڑا

Scanned with CamScanner

ہوتا ہے جو مقصود سے پہلے ذکر کیا جائے کہ اس کا مقصود کے ساتھ ربط اور تعلق بھی ہے اور اس مقصود کے لئے نافع بھی ہے۔

اما المقدمۃ ففی المبادی :مقدمہ وہ ہوتا ہے جس میں تعریف موضوع غرض وغایت کا ذکر ہو اور مبادی سے بھی یہی مراد ہیں تو اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس سے تو ظرفیۃ الشئی لنفسہ لازم آتی ہے کہ جو ظرف ہے وہی مظروف بھی ہے۔

جواب یہ ہے کہ ظرفیۃ الشئی لنفسہ لازم نہیں آتی اس لئے کہ مقدمہ سے مراد معانی مخصوصہ ہیں اور مبادی سے مراد الفاظ مخصوصہ ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ مقدمۃ معانی مخصوصہ الفاظ مخصوصہ میں ہیں یا بالعکس مراد ہیں کہ مقدمہ سے مراد الفاظ مخصوصہ ہیں اور مبادی سے معانی مخصوصہ تو معنی یہ ہوگا کہ اما الالفاظ المخصوصۃ ففی المعانی المخصوصۃ یعنی الفاظ مخصوصہ معانی مخصوصہ کے بیان میں ہیں جن کا مقدم کرنا ضروری اس پر مسائل کے موقوف کرنے کے لئے۔

فصول ثلثۃ :۔مصنف فرماتے ہیں کہ اس میں تین فصلیں ہیں پہلی فصل میں تعریف، موضوع اور غرض کی بحث ہے۔ دوسری فصل میں کلمہ اس کے اقسام اور اس کے خواص کی بحث ہے اور تیسری فصل میں کلام کی بحث ہے۔

فَـصْـلٌ اَلـنَّـحْـوُ:عِـلْـمٌ بِـاُصُـوْلٍ يُـعْرَفُ بِهَا اَحْوَالُ اَوَاخِرِ الْكَلِمِ الثَّلاثِ مِنْ حَيْثُ الْإِعْرَابِ وَالْبِـنَـاءِ،وَ كَـيْـفِيَّةُ تَرْكِيْبِ بَعْضِهَا مَعَ بَعْضٍ.وَالْغَرَضُ مِنْهُ:صِيَانَةُ الذِّهْنِ عَنِ الْخَطَأِ اللَّفْظِيِّ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ.وَمَوْضُوْعُهٗ:اَلْكَلِمَةُ وَالْكَلَامُ.

ترجمہ:۔فصل:نحو جاننا ہے ان قوانین کا جن کے ذریعے سے تینوں کلموں کے آخر کے احوال معرب اور مبنی ہونے کے اعتبار سے معلوم کئے جائیں اور ان میں سے بعض کلموں کو بعض کلموں کے ساتھ ملانے کا طریقہ پہچانا جاتا ہے۔اور اس کی غرض کلام عرب میں ذہن کو لفظی غلطی سے بچانا ہے۔اور علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔

تشریح : فصل کا لغت میں معنی ہے جدا کرنا اور کاٹنا فَصَلْتُ الثِّيَابَ (میں نے کپڑے کو کاٹ دیا) اور اصطلاح میں فصل وہ ہے جو دو حکموں کے درمیان واقع ہو پھر یہ فصل معرب بھی پڑھ سکتے ہیں اور مبنی بر سکون بھی، جب یہ اکیلا پڑھا جائے تو پھر یہ مبنی ہوگا اور مبنی بر سکون ہوگا کیونکہ اصل بناء میں سکون ہے، اور یہ صرف دو چیزوں کے درمیان فصل کے لئے ذکر ہوگا ۔اور جب فصل مرکب تو یہ معرب ہوگا اور یہ مرفوع پڑھا جائے گا خبر ہونے کی بناء پر جیسے هٰذَا فَصْلٌ اَوَّلٌ۔

النحو :۔ یہاں سے مصنف علم نحو کی تعریف موضوع اور غرض وغایت بیان فرمار ہے ہیں۔

نحو کا لغوی واصطلاحی تعریف:۔نحو لغت میں کئی معانی کے لئے آتا ہے جن میں سے سات معانی اس شعر میں جمع ہیں۔

Scanned with CamScanner

نَحَوْنَا نَحْوَ نَحْوِکَ یَا حَبِیْبِیْ　نَحَوْنَا نَحْوَ اَلْفٍ مِنْ رَقِیْبٍ

وَجَدْنَاهُمْ مَرِیْضًا نَحْوَ قَلْبِیْ　تَمَنَّوْا مِنْکَ نَحْوًا مِنْ زَبِیْبٍ

ترجمہ:- ہم نے قصد کیا تیرے قبیلے کی طرف اے میرے دوست اور اس کے لئے ہم نے تقریباً ایک ہزار رقیبوں سے منہ پھیرلیا۔ ہم نے ان کو میرے دل جیسا مریض پایا، انہوں نے تمنا کی آپ سے کشمش کی ایک قسم کا۔

اس شعر میں سات معانی مذکور ہیں (۱) قصد کرنا ارادہ کرنا (۲) طرف (۳) قبیلہ (۴) اعراض کرنا (۵) اندازہ (۶) مثل (۷) قسم

اور اصطلاح میں:- اَلنَّحْوُ عِلْمٌ بِاُصُوْلٍ یُعْرَفُ بِهَا اَحْوَالُ اَوَاخِرِ الْکَلِمِ الثَّلَاثِ مِنْ حَیْثُ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ وَکَیْفِیَّةُ التَّرْکِیْبِ بَعْضِهَا مَعَ بَعْضٍ۔

یعنی نحو جاننا ہے ان قوانین کا جن کے ذریعے تینوں کلموں کے آخر کے حالات معرب اور مبنی ہونے کے اعتبار سے معلوم ہوتے ہیں، اور ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کے ساتھ ملانے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

نحو کی تعریف جاننے سے پہلے چند اصطلاحات جاننا ضروری ہیں۔

(۱) علم یہ باب عَلِمَ سے مصدر ہے بمعنی جاننا۔

(۲) اصول یہ اصل کی جمع ہے بمعنی ضابطہ اور قانون۔

(۳) یُعْرَفُ یہ باب ضرب سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے بمعنی جاننا۔

(۴) احوال یہ حال کی جمع ہے۔

(۵) الکلم یہ کلمۃ کی جمع ہے۔

(۶) الثلاث اس سے مراد اسم فعل اور حرف ہیں۔

من حیث الاعراب والبناء کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً زید ہے اس پر تینوں حرکتیں مع تنوین کے آسکتی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ معرب ہے اور ھؤلاء میں تینوں حرکتیں اور تنوین نہیں آسکتیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مبنی ہے۔

یعرف بھا میں ھا ضمیر کا مرجع اصول ہے تو اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اصول جمع مذکر ہے اور آپ اس کی طرف واحد مؤنث کی ضمیر لوٹاتے ہیں تو ضمیر اور مرجع کے درمیان مناسبت نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نحو کی تعریف میں اصول جمع مکسر ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ جمع مکسر یہ بتاویل جماعت مفرد مؤنث کے حکم

Scanned with CamScanner

میں ہوتی ہے اس لئے اس کی طرف واحد مؤنث کی ضمیر راجع ہے۔

قیودات کے فوائد: نحو کی تعریف میں علم جنس ہے یعنی علم الصرف، علم النحو، علم المعانی وغیرہ تمام علوم کو شامل ہے۔ **یعرف بها الاحوال اواخر الکلم الثلث** یہ پہلی فصل ہے اس سے علم فقہ اور علم صرف نکل گئے، علم فقہ اس لئے کہ اس میں مکلّف کے احوال سے بحث ہوتی ہے اور علم الصرف اس لئے کہ اس میں کلمہ کی ذات سے بحث ہوتی ہے اور علم معانی بھی نکل گیا، کیونکہ اس میں کلمہ کے معانی سے بحث ہوتی ہے، **من حیث الاعراب والبناء** یہ دوسری فصل ہے اس سے علم عروض اور علم قوافی نکل گئے کہ ان علوم میں کلمے کے آخر سے بحث ہوتی ہے لیکن **من حیث الوزن لا من حیث الاعراب** ۔اور **کیفیة الترکیب بعضها مع بعض** یہ تیسری فصل ہے اس سے علم حساب اور اور علم اشتقاق خارج ہوئے کیونکہ ان میں مفردات سے بحث ہوتی ہے۔

والغرض منه :۔علم نحو کی غرض وغایت ہے کلام عرب میں ذہن کو لفظی غلطی سے بچانا۔

اعتراض وارد ہوسکتا ہے کہ غلطی تو زبان سے صادر ہوتی ہے ذہن کی طرف نسبت کیسے ہوئی ؟اس کا جواب واضح ہے کہ ذہن کی طرف غلطی کی نسبت اس لئے ہوئی کہ غلطی دراصل ذہن ہی سے صادر ہوتی ہے زبان سے صرف اس کا اظہار ہوتا ہے۔ **عن الخطأ اللفظی** خطا کے ساتھ لفظی کی قید لگائی اس سے معنوی اور فکری غلطی نکل گئی کہ ان غلطیوں کی اصلاح علم نحو میں نہیں ہوتی۔

موضوعه :علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔موضوع میں کلمہ کو کلام پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ بمنزلہ جزء کے ہے اور کلام بمنزلہ کل کے اور قاعدہ یہ ہے کہ جزء کل پر طبعاً مقدم ہوتا ہے تو ماتن نے یہاں وضعاً بھی مقدم کیا تاکہ وضع اور طبع میں مطابقت پیدا ہو جائے۔

اس کے بعد ماتن فصل اول میں کلمہ کے تینوں قسموں کی تعریف کریں گے لیکن اس سے پہلے تین باتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

(۱) **معرِّف اور معرَّف** :معرَّف وہ ہوتا کہ جس کی تعریف بیان کی جائے اس کو محدود بھی کہتے ہیں۔ **معرِّف مَایُبَیِّنُ حَقِیْقَةَ الشَّیئِ** (جو کسی چیز کی حقیقت کو بیان کرے) مناطقہ کی اصطلاح میں حد کہتے ہیں ہر وہ تعریف جو کسی چیز کی ذاتیات پر مشتمل ہو۔جبکہ نحاۃ کی اصطلاح میں وہ تعریف جو جامع اور مانع ہو اس کو حد کہتے ہیں۔

(۲) **جامع اور مانع**:کسی بھی تعریف کے کامل ہونے کے لئے اس میں دو صفتوں کا پایا جانا ضروری ہے(۱) وہ تعریف جامع

Scanned with CamScanner

ہو(۲)مانع ہو۔

جامع کا مطلب یہ ہے کہ تعریف معرَّف کے تمام افراد پر صادق آئے کوئی فرد اس معرَّف کا تعریف سے خارج نہ ہو۔

مانع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تعریف صرف معرَّف کے افراد کو شامل ہو کوئی غیر اس تعریف میں داخل نہ ہو سکے۔

(۳)تعریف کا عموم وخصوص: جامع اور مانع ہونے کے لئے دو قسم کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں بعض بمنزلہ جنس کے ہوتے ہیں اور بعض بمنزلہ فصل کے ہوتے ہیں جنس میں عموم ہوتا ہے اس وجہ سے تعریف جامع ہوتی ہے اور فصل میں خصوص ہوتا ہے اس وجہ تعریف دخول غیر سے مانع ہوتی ہے۔

فَصْلٌ اَلْكَلِمَةُ: لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مُفْرَدٍ .

ترجمہ:-کلمہ وہ لفظ ہے جو ایک مفرد معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

تشریح:-کلمہ کا لغوی معنی ہے زخمی کرنا اور اصطلاح میں وہ ہوتا ہے جس کو مقرر کیا گیا ہو ایک معنی کے لئے۔

یہ مشتق ہے کَلْم سے بمعنی زخمی کرنا اور مشتق منہ کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے کہ بعض کلمات سے بھی تکلیف ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات تلوار سے بھی اس کا زخم شدید ہوتا ہے جس کو شاعر نے اپنی زبان میں بیان کیا ہے

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِئَامُ وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

یعنی تلوار کے زخم تو مندمل ہو جاتے ہیں لیکن زبان کا زخم ٹھیک نہیں ہوتا۔

کلمہ کی تعریف میں الکلمۃ، معرَّف ہے اور لفظٌ وُضعَ الخ یہ معرِّف ہے پھر لفظ جنس ہے یہ ہر قسم کے الفاظ کو شامل ہے مستعملہ وغیر مستعملہ، موضوعہ مہملہ مفردہ اور مرکبہ پھر مرکبہ میں کلامیہ وغیر کلامیہ وغیرہ۔

وُضِعَ یہ پہلی فصل ہے اس سے الفاظ غیر مستعملہ اور مہملہ جو کوئی معنی نہیں رکھتے اور وہ الفاظ نکل گئے جو طبعاً زبان سے نکلتے ہیں جیسے آہ آہ یہ الفاظ تکلیف کے وقت طبعاً منہ سے نکلتے ہیں۔

لِمَعْنًى :یہ دوسری فصل ہے اس سے کلمہ کی تعریف سے حروف تہجی نکل گئے کیونکہ حروف تہجی ترکیب کے لئے وضع کئے گئے ہیں معنی کے لئے نہیں۔

مفرد یہ تیسری فصل ہے اس مرکبات نکل گئے خواہ کلامیہ ہوں یا غیر کلامیہ۔

کلمہ کی تعریف میں الفاظ کی تفصیل: لَفْظ :-لفظ باب ضرب سے مصدر ہے اس کا لغت میں معنی ہے پھینکنا، ڈالنا چاہے وہ

Scanned with CamScanner

ذوی العقول سے ہو یا غیر ذوی العقول سے ذوی العقول سے مثال جیسے اَکَلْتُ التَّمْرَةَ وَلَفَظْتُ النَّوَاةَ (میں نے کھجور کھائی اور گٹھلی پھینک دی) تو یہاں پھینکنا انسان کی طرف سے ہے اور انسان ذوی العقول ہے اور غیر ذوی العقول کی مثال جیسے لَفَظَتِ الرَّحیٰ الدَّقِیْقَ (چکی نے آٹا پھینک دیا) اور اصطلاح میں لفظ کہتے ہیں ما یَتَلَفَّظُ بِہِ الاِنْسَانُ یعنی وہ چیز جس پر انسان تلفظ کر سکے۔ تو گویا لفظ بمعنی ملفوظ مستعمل ہے۔

وُضِعَ: یہ باب فتح سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے اس کا مصدر ہے وَضْعاً، وضع کا لغوی معنی ہے رکھنا اور اصطلاح میں تَخْصِیْصُ الشَّیْءِ بِالشَّیْءِ بِحَیْثُ مَتیٰ اُطْلِقَ اَوْ اُحِسَّ الشَّیْءُ الْاَوَّلُ فُہِمَ مِنْہُ الشَّیْءُ الثَّانِیْ یعنی کسی ایک چیز کو دوسری چیز کے لئے خاص کر دینا یا مقرر کر دینا اس طریقے سے کہ اگر پہلی چیز بولی جائے یا محسوس کی جائے تو اس سے دوسری چیز سمجھ میں آ جائے جیسے لفظ قلم لکھنے کے آلہ کے لئے وضع کیا گیا ہے تو جیسے ہی لفظ قلم بولا جائے گا اس سے وہ مخصوص لکھنے کا آلہ سمجھ میں آ جائے گا۔

پہلی چیز کو مخصَّص اور دوسری چیز کو مخصَّص لَہٗ یا پہلی چیز کو موضوع اور دوسری چیز کو موضوع لہ کہتے ہیں۔

معنی:- یہ عنایت سے مشتق ہے اس کا مصدری معنی ہے قصد کرنا، ارادہ کرنا اور اصطلاح میں کہتے ہیں المقصود من اللفظ یعنی وہ چیز جو لفظ سے مقصود ہو۔

مَعْنًی کونسا صیغہ ہے اور یہ اصل میں کیا تھا اس میں تین قول ہیں:

(۱) ایک قول یہ ہے کہ مصدر میمی ہے اور معنی ہے قصد کرنا۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ظرف کا صیغہ ہے بمعنی قصد کرنے کی جگہ یہ مصدر میمی ہو یا اسم ظرف دونوں صورتوں میں اس کی اصل ہے مَعْنَیٌ قال اور باع والے قاعدے سے ی کو الف سے تبدیل کر دیا تو مَعْنَانٌ ہو گیا پھر التقائے ساکنین آیا الف اور تنوین کے درمیان تو الف کو حذف کر دیا تو معنیً ہو گیا۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اصل میں تھا مَعْنُوْیٌ ، واؤ اور یاء اکھٹے آ گئے ایک کلمہ میں فُوَیْلٌ اور فُوَیْلَۃٌ والے قانون سے واؤ کو یاء سے تبدیل کر دیا اور یاء کو یاء میں مدغم کر دیا تو مَعْنُیٌّ ہو گیا پھر یاء واقع ہو گئی اسم متمکن کے آخر میں اور ماقبل اس کا مضموم تھا تو اس یاء کے ضمے کو دِعِیٌّ والے قاعدے سے کسرے کے ساتھ تبدیل کر دیا اور ایک یاء کو بغیر کسی قاعدے کے حذف کر دیا اور اس کے ماقبل کو فتحہ سے تبدیل کر دیا تو بن گیا مَعْنَیٌ، قال اور باع والے قاعدے سے ی کو الف سے

Scanned with CamScanner

تبدیل کردیا تو مَغنَانٌ ہوگیا پھر التقائے ساکنین آیا الف اور نون کے درمیان تو الف کو حذف کردیا تو مَغنیً ہوگیا۔

مفرد۔ اس پر تینوں اعراب پڑھ سکتے ہیں یعنی مفرداً مفردٍ مفردٌ۔

مجرور ہونے کی صورت میں معنی موصوف اور یہ مفرد اس کی صفت ہوگا اور معنی ہوگا کہ کلمہ وہ لفظ ہے جو مفرد معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

اگر یہ مرفوع ہو تو اس صورت میں یہ لفظ موصوف کے لئے صفت ثانی بنے گا اور معنی یہ ہوگا کہ کلمہ وہ مفرد لفظ ہے جو ایک معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

اشکال:۔ آپ نے کہا کہ یہ لفظ کے لئے صفت ہے تو اس صورت میں موصوف اور صفت کے درمیان فاصلہ آئے گا حالانکہ ان کے درمیان فاصلہ ممنوع ہے۔

جواب یہ ہے کہ موصوف اور صفت کے درمیان فاصلہ اس وقت ممنوع ہے جب کہ فاصلہ اجنبی ہو لیکن یہاں فاصلہ اجنبی نہیں کیونکہ وضع لمعنی یہ لفظ کے لئے پہلی صفت ہے اور مفرد دوسری صفت ہے۔

اگر یہ منصوب پڑھا جائے تو اس صورت میں یہ وُضِعَ میں ضمیر سے حال ہوگا یا معنی سے حال ہوگا ضمیر سے حال ہونے کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ کلمہ وہ لفظ ہے کہ جس کو تنہائی کی حالت میں وضع کیا گیا ہو معنی کے لئے۔ اور معنی سے حال ہونے کی صورت میں معنی ہوگا کہ کلمہ وہ لفظ ہے جس کو وضع کیا گیا ہو ایک معنی کے لئے اس حال میں کہ وہ معنی اکیلا ہو۔

مفرد منصوب کی صورت میں یہاں الف نہیں لکھا گیا کیونکہ الف اس وقت لکھا جاتا ہے جب چھ شرائط پائیں جائیں۔

(۱) اس کا منصوب ہونا یقینی ہو رفع یا جر کا احتمال نہ ہو احترازی مثال مفرد۔ (۱) منصوب معرّف باللام نہ ہو اگر ہوا تو بھی اس کے آخر میں الف نہیں لکھا جائے گا، احترازی مثال رایت الرَّجُلَ (۳) منصوب کے آخر میں تائے متحرکہ نہ ہو اگر تائے متحرکہ ہو تو بھی الف نہیں لکھا جائے گا احترازی مثال رایت جارِیَةً (۴) منصوب غیر منصرف نہ ہو اگر غیر منصرف ہوا تو الف نہیں لکھا جائے گا احترازی مثال رایت احمدَ (۵) منصوب مضاف نہ ہو اگر مضاف ہو تو الف نہیں لکھا جائے گا احترازی مثال رایت غلامَ زیدٍ (٦) منصوب کے آخر میں ایسا الف مقصورہ نہ ہو جو ی سے تبدیل ہوکر آیا ہو احترازی مثال جیسے رُخَا اصل میں تھا رُخَیٌ۔

اعتراض:۔ یہ وارد ہوتا ہے کہ حال تو وہ ہوتا ہے جو فاعل کی حالت کو بیان کرے یا مفعول کی حالت کو بیان کرے یہاں تو

Scanned with CamScanner

معنی نہ فاعل ہے اور نہ مفعول پھر کیسے یہ معنی سے حال واقع ہوا ہے؟

جواب یہ ہے کہ معنی مفعول بہ ہے لیکن مفعول کی دو قسمیں ہیں (۱) مفعول بہ صریح (۲) مفعول بہ غیر صریح

مفعول بہ صریح وہ ہوتا ہے جو بغیر کسی حرف جر کے واسطے سے مفعول بہ بنے جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا میں عمرًوا۔

مفعول بہ غیر صریح وہ ہوتا ہے جو حرف جر کے واسطہ سے مفعول بہ بنے جیسے مررتُ بزیدٍ میں زید حرف جر کے واسطہ سے

مفعول بہ ہے یہاں بھی لمعنی مفعول بہ غیر صریح ہے فلا اشکالَ۔

اعتراض: کسی نے کہا کہ مفرد کو معنی سے حال بنانا درست نہیں اس لئے کہ ذوالحال میں اصل معرفہ ہوتا ہے یہاں معنی نکرہ ہے۔

جواب یہ کہ اس کے بارے میں نحاۃ حضرات کے دو قول ہیں بعض حضرات کہتے ہیں کہ ذوالحال کے لئے معرفہ ہونا ضروری ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ذوالحال کے لئے معرفہ ہونا ضروری نہیں تو مصنف نے دوسرے قول کو اختیار کیا کہ ذوالحال کے لئے معرفہ ہونا ضروری نہیں۔ اس لئے مفرد کو معنی سے حال بنایا۔

اعتراض:۔ کسی معترض نے کہا کہ جب ذوالحال نکرہ ہو تو اس صورت میں حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے حالانکہ یہاں مفرد معنی ذوالحال پر مقدم نہیں۔

جواب یہ ہے کہ حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا اس وقت واجب ہے جب ذوالحال مجرور نہ ہو یہاں مجرور ہے۔

اعتراض: الکلمۃ لفظ یہ دونوں مبتداء اور خبر ہیں اس پر اعتراض ہوا کہ مبتداء اور خبر کے درمیان مطابقت ضروری ہے جبکہ یہاں مبتداء الکلمۃ مؤنث ہے اور خبر لفظ مذکر ہے اس میں مطابقت نہیں پائی جاتی؟

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مبتداء اور خبر کے درمیان مطابقت اس وقت ضروری ہے جب خبر مشتق ہو اور اس میں ایک ضمیر ہو جو راجع مبتداء کی طرف جبکہ یہاں مبتداء اسم مشتق نہیں بلکہ مصدر ہے اور نہ اس میں ضمیر ہے جو مبتداء کی طرف لوٹ رہی ہو، اس لئے مطابقت نہیں ہے۔

الکلمۃ کے الف لام کی بحث:

الکلمۃ میں الف لام کونسا ہے؟ اگر یہ کہیں کہ اسمی ہے تو الف لام اسمی وہ ہوتا ہے جو اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہو اور الکلمۃ نہ اسم فاعل ہے اور نہ اسم مفعول۔

اور اگر یہ کہیں کہ اسم میں الف لام حرفی ہے تو الف لام حرفی کی دو قسمیں ہیں (۱) زائدہ (۲) غیر زائدہ

Scanned with CamScanner

اگر زائدہ ہو تو زائدہ ہوتا ہے جس کا کلام میں ہونا اور نہ ہونا برابر ہے تو اگر ہم اس سے الف لام کو الگ کریں تو نکارت مبتداء والی خرابی لازم آئے گی اور نکرہ مبتداء نہیں بن سکتا، اور اگر الف لام غیر زائدہ ہو تو اس کی کونسی قسم ہوگی اگر جنسی یا استغراقی ہو تو یہ دونوں کثرت پر دلالت کرتے ہیں اور الکلمۃ کے آخر میں تائے وحدت ہے اور کثرت اور وحدت کے درمیان منافات ہے اگر عہد خارجی ہے تو عہد خارجی سے پہلے معہود ہونی چاہئے اور اس سے پہلے معہود نہیں اور اگر عہد ذہنی ہو تو وہ نکرہ پر دلالت کرتا ہے تو پھر اس میں نکارت مبتداء والی خراب پیدا ہو جاتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے الکلمۃ میں الف لام جنسی ہے اور رہی آپ کی یہ بات کہ الف لام جنسی کثرت پر دلالت کرتا ہے اور اس کے آخر میں تائے وحدت ہے تو جواب یہ ہے کہ وحدت کی چار قسمیں ہیں (۱) وحدت جنسی جیسے حیوان (۲) وحدت نوعی جیسے انسان (۳) وحدت صنفی جیسے رومی (۴) وحدت فردی جیسے زید۔

تو الف لام جنسی کے ساتھ وحدت فردی جمع نہیں ہو سکتا اس کے علاوہ وحدت کے تینوں اقسام جمع ہو سکتے ہیں جیسے الجنس واحد اور یا الواحد جنس۔ تو یہاں معنی یہ ہوگا کہ جنس کلمہ نحو یہ وہ ہے جو ایک مفرد معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

اور یا اس میں الف لام عہد خارجی ہے اور باقی آپ کا یہ کہنا کہ ماقبل میں معہود کا تقاضا کرتا ہے تو جواب یہ ہے کہ معہود کا مذکور ہونا ضروری نہیں بلکہ اس کا متعین کرنا ضروری ہے اور یہاں معہود متعین ہے اور وہ یہ ہے کہ کلمہ سے ہماری مراد کلمہ نحو یہ ہے کلمہ توحید مراد نہیں یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ کلمہ نحو یہ وہ لفظ ہے جو کہ ایک معنی کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔

وَهِيَ مُنْحَصِرَةٌ فِيْ ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ: اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَّحَرْفٌ، لِاَنَّهَا اِمَّا اَنْ لَاتَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا، وَهُوَ الْحَرْفُ. اَوْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا وَيَقْتَرِنُ مَعْنَاها بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ، وَهُوَ الْفِعْلُ. اَوْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا، وَلَمْ يَقْتَرِنْ مَعْنَاها بِهٖ، وَهُوَ الْاِسْمُ.

ترجمہ:- اور وہ تین قسموں پر منحصر ہے یعنی اسم اور فعل اور حرف میں، کیونکہ کلمہ یا تو دلالت نہیں کرے گا اپنی ذات میں کسی معنی پر، اور وہ حرف ہے، یا دلالت کرے گا اپنی ذات میں ایک معنی پر اور اس کا معنی تینوں زمانوں میں سے ایک زمانے کے ساتھ ملا ہوا ہوگا اور وہ فعل ہے۔ اور یا دلالت کرے گا اپنی ذات میں کسی معنی پر اور اس کا معنی ایک زمانے کے ساتھ ملا ہوا نہ ہوگا، اور وہ اسم ہے۔

تشریح:- یہاں سے کلمہ کی تقسیم بیان فرما رہے ہیں کلمہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے تین قسموں، اسم فعل حرف میں منحصر ہے۔

Scanned with CamScanner

اسم و فعل و حرف پر رفع ،نصب اور جر، تینوں اعراب پڑھ سکتے ہیں، مرفوع ہونے کی صورت میں یہ تینوں خبر بنیں گے مبتداء محذوف کے لئے اصل عبارت یوں ہوگی وھی منحصرۃ فی ثلثۃ اقسام احدھا اسمٌ وثانیھا فعلٌ وثالثھاحرف پہلا ان میں اسم ہے دوسرا ان میں فعل ہے اور تیسرا ان میں سے حرف ہے۔

اور جب یہ منصوب ہوں یعنی اِسماً وَ فِعلاً وَ حَرفاً تو اس صورت میں یہ تینوں مفعول بہ ہوں گے فعل محذوف اَعْنِیْ کے لئے اور عبارت یوں ہوگی اَعْنِیْ اِسْمًا وَفِعْلاً وَحرفاً یعنی میں اس سے مراد لیتا ہوں اسم، فعل اور حرف۔

اور جب یہ مجرور ہوں یعنی اسمٍ و فعلٍ و حرفٍ تو اس صورت میں یہ بدل بنیں گے اَقْسَامٍ مبدل منہ سے اور عبارت کا مطلب یہ ہوگا کلمہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے تین قسموں میں بند ہے جو کہ اسم ہے اور فعل ہے اور حرف ہے۔

وھی منحصرۃ الخ یہ دعوی ہے دلیل حصر اس کی یہ ہے کہ کلمہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہوگا یا نہیں اگر مستقل ہو اور کسی دوسرے کلمہ کا محتاج نہ ہو تو اس کی دو حالتیں ہیں یا تو یہ معنی تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ ملا ہوگا یا نہیں اگر تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقترن نہ ہو تو اسم ہے اور اگر کسی ایک زمانے کے ساتھ مقترن ہو تو فعل ہے، اور کلمہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل نہ ہو تو حرف ہے۔

اعتراض:۔ وھی منحصرۃ میں ھی ضمیر کا مرجع کیا ہے کلمۃ کے الفاظ ہیں یا الکلمۃ کا مفہوم ہے اگر کلمہ کے الفاظ ہوں تو کلمہ کے الفاظ اسم ہیں یعنی اس پر الف لام داخل ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ الاسم اسم و فعل و حرف اور اس میں تقسیم الشئ الی نفسہ والی غیرہ لازم آتا ہے اور یہ محال ہے اور اگر ھی ضمیر کا مرجع الکلمۃ کا مفہوم ہے تو معترض کہتا ہے کہ کلمہ کا مفہوم مذکر ہے اور ھی ضمیر مؤنث ہے تو اس میں مطابقت نہیں پائی جاتی؟

جواب:۔ ھی ضمیر کا مرجع کلمہ کا مفہوم ہے اور اور آپ کا یہ کہنا کہ ضمیر اور مرجع میں مطابقت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مفہوم لفظ کے تابع ہوتا ہے تذکیر و تانیث میں اور یہاں لفظ مؤنث ہے لہذا مفہوم بھی مؤنث ہے فلا اعتراض۔

اعتراض:۔ اس سے پہلے ماتن نے کہا کہ وھی منحصرۃ فی ثلاثۃ اقسام اسم و فعل و حرف یہ دعوی ہے اور لانھا اما ان تدل الخ یہ دلیل ہے تو معترض کہتا ہے کہ دعوی میں دلالت کا ذکر نہیں اور دلیل میں دلالت کا ذکر ہے تو دعوی اور دلیل میں موافقت نہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ انھا میں ھا ضمیر کلمۃ کی طرف راجع ہے اور کلمہ کی تعریف میں وضع کا ذکر ہے اور وضع دلالت کو مستلزم

ہے کیونکہ وضع اور دلالت میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، وضع خاص مطلق اور دلالت عام مطلق ہے اور وجود خاص مستلزم ہے وجود عام کو، لہٰذا دعویٰ میں دلالت پائی جاتی ہے۔

اعتراض:- لانھا الخ میں ھا ضمیر انَّ کے لئے اسم ہے اور ان لا تدل الخ بتاویل مصدر اس کے لئے خبر اور انّ کا خبر اس کے اسم پر حمل ہوتا ہے اور یہاں حمل صحیح نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انھا میں ھا ضمیر کلمۃ کی طرف راجع ہے اور کلمہ ذات ہے اور اَن لاتَدُلَّ مصدر ہے اور مصدر وصف ہوتا ہے اور وصف ذات پر حمل نہیں ہوتا۔

جواب:- اس کا یہ ہے کہ یہاں انَّ کی خبر ان لا تدل مصدر کی تاویل میں ہے لیکن اسم فاعل کے معنی میں ہے اسم فاعل ذات مع الوصف پر دلالت کرتا ہے لہٰذا ذات کی ذات پر حمل آ گئی اور یہ درست ہے۔

فَحَدُّ الْاِسْمِ: كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا غَيْرُ مُقْتَرِنٍ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ، اَعْنِي الْمَاضِيَ وَالْحَالَ وَالْاِسْتِقْبَالَ، كَـ (رَجُلٍ) وَّ (عِلْمٍ)

ترجمہ:- پس اسم کی تعریف یہ ہے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو بذات خود ایسے معنی پر دلالت کرے جو تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقترن نہ ہو، یعنی زمانہ ماضی، حال، استقبال جیسے رَجل اور عِلم۔

تشریح:- اس سے پہلے مصنف نے اسم کا ذکر بطریقہ حصر کیا اور وہ طبعاً اور التزاماً تھا اب یہاں مصنفؒ اسم کی بحث حقیقۃً اور اصلاً بیان فرما رہے ہیں۔

فحد الاسم:- اس میں فا فصیحیہ ہے فا فصیحیہ وہ ہوتی ہے جو شرط محذوف پر دلالت کرے یہاں شرط محذوف یہ ہے اذا بَيَّنَّا دَلِيْلَ الْحَصْرِ فَحَدُّ الْاِسْمِ كَلِمَةٌ الخ یعنی جب ہم نے دلیل حصر بیان کی تو اسم کی تعریف یہ ہے کہ اسم ایسا کلمہ ہے جو اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہو کسی دوسرے کلمے کا محتاج نہ ہو اور تینوں زمانوں میں سے کوئی ایک زمانہ اس کے اندر نہ پایا جائے تینوں زمانوں سے میں مراد ہے زمانہ ماضی زمانہ حال اور زمانہ استقبال۔

یہاں پر مصنف نے اسم کی دو مثالیں بیان کی ہیں یعنی رجل اور علمٌ اس میں رجل اسم جامد کی مثال ہے اور علم اسم مصدر کی مثال ہے۔ یہ دونوں اپنے معنی پر بذات خود دلالت کرتے ہیں۔

حد کی تعریف:- حد کا لغت میں معنی ہوتا ہے روکنا، اور اصطلاح میں حد کہتے ہیں کہ تعریف جامع اور مانع ہو۔

اب اسم کی تعریف میں قیودات کو سمجھیں کہ الاسم یہ معرَّف ہے کلمة تدل الخ یہ معرِّف ہے پھر کلمۃ جنس ہے اس سے

Scanned with CamScanner

اسم فعل اور حرف تینوں مراد ہوسکتے ہیں تدل علی معنی فی نفسھا یہ فصل اول ہے اس سے حرف نکل گیا غیر مقترن الخ یہ فصل ثانی اس سے اسم کی تعریف سے فعل خارج ہوا تینوں زمانوں میں سے ایک زمانہ بھی اس کے اندر نہیں پایا جاتا۔

اسم کی تعریف میں کلمہ موصوف، تدل علی معنی فی نفسھا صفت اور اس میں معنی موصوف اور فی نفسھا اس کی صفت ہے۔ غیر مقترن الخ یہ معنی کی دوسری صفت ہے۔

وَعَلَامَتُهٗ: صِحَّةُ الْإِخْبَارِ عَنْهُ، نَحْوُ (زَيْدٌ قَائِمٌ). وَالْإِضَافَةُ نَحْوُ (غُلَامُ زَيْدٍ) وَدُخُوْلُ لَامِ التَّعْرِيْفِ كَـ(الرَّجُلِ). وَالْجَرُّ وَالتَّنْوِيْنُ، نَحْوُ (بِزَيْدٍ) اَلتَّثْنِيَةُ وَالْجَمْعُ وَالنَّعْتُ وَالتَّصْغِيْرُ وَالنِّدَاءُ، فَإِنَّ كُلَّ هٰذِهٖ خَوَاصُّ الْاِسْمِ. وَمَعْنَى الْإِخْبَارِ عَنْهُ اَنْ يَكُوْنَ مَحْكُوْمًا عَلَيْهِ لِكَوْنِهٖ فَاعِلًا اَوْ مَفْعُوْلًا اَوْ مُبْتَدَأً.

ترجمہ:۔ اور اسم کی علامت یہ ہے کہ اس سے خبر دینا صحیح ہو جیسے زیدٌ قائمٌ، اور مضاف ہونا جیسے غلام زید، اور لام تعریف کا داخل ہونا جیسے الرجل، اور جر اور تنوین کا داخل ہونا جیسے بزید، اور تثنیہ ہونا، اور جمع ہونا، اور صفت ہونا، اور مصغر ہونا اور منادیٰ ہونا، پس یہ سب علامات اسم کے خاصے ہیں، اور اخبار عنہ کا معنی یہ ہے کہ وہ فاعل یا مفعول مالم یسم فاعلہ یا مبتداء ہونے کی وجہ سے محکوم علیہ بن سکے۔

تشریح:۔ اب تک مصنف نے اسم کی تعریف بیان کی اب یہاں سے اسم کے علامات بیان فرمارہے ہیں۔

علامتہ:۔ علامات اسم بیان کرتے ہوئے مصنف نے اس کے لئے علامۃ مفرد استعمال کیا ہے ہیں حالانکہ اسم کے علامات کل دس ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ علامت اسم جنس ہے اور اسم جنس کا اطلاق مفرد تثنیہ جمع سب کے لئے ہوتا ہے تو علامت سے مراد یہاں بھی جمع ہے۔

پھر مصنف فرماتے ہیں کہ اسم کے علامات کل دس ہیں پہلا ان میں سے مسند الیہ ہونا ہے جس کو ماتن نے صحۃ الاخبار عنہ سے تعبیر کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے خبر دینا صحیح ہو یعنی اس میں یہ لیاقت اور استعداد ہو کہ یہ مسند الیہ، محکوم علیہ اور مخبر عنہ بن سکے گر چہ فی الحال ترکیب میں واقع نہ ہو اس لئے ماتنؒ لفظ صحۃ لے کر آئے جیسے زید یہ اس وقت ترکیب میں واقع نہیں، لیکن اس میں صلاحیت اور استعداد ہے کہ مخبر بہ عنہ سکے۔

مسند الیہ کو اسم کا خاصہ اس لئے بنایا ہے فعل کو واضع نے مسند بننے کے لئے وضع کیا ہے اگر ہم مسند الیہ کو فعل کا خاصہ بنالیں تو وضع کے خلاف ہوگا۔ اور حرف نہ مسند بن سکتا ہے اور نہ مسند الیہ لہذا مسند الیہ کو اسم کا خاصہ بنایا گیا۔

Scanned with CamScanner

والاضافة :اسم کی دوسری علامت ہے مضاف ہونا۔ مضاف کس چیز کو کہتے ہیں کَونُ الشّیِ مضافابتقدیر حَرُف الجَرّ یعنی کسی چیز کا دوسری چیز کی طرف مضاف ہونا حرف جر کی تقدیر کے ساتھ جیسے غلام زید اصل میں تھاغلامٌ لزیدٍ یہاں لام مقدر ہے۔

مضاف اسم کا خاصہ ہے کیونکہ مضاف تعریف، تخصیص اور تخفیف کا فائدہ دیتا ہے اور یہ تینوں چیزیں اسم میں پائی جاتی ہیں اس لئے مضاف کا ہونا اسم کا خاصہ بنایا گیا۔

مضاف الیہ صرف اسم کا خاصہ ہے یا فعل اور جملہ بھی بن سکتا ہے اس میں دو قول ہیں

(ا) بعض نحو حضرات کہتے ہیں کہ مضاف الیہ صرف اسم کا خاصہ نہیں ہے بلکہ فعل اور جملہ بھی مضاف الیہ واقع ہو سکتے ہیں اور اس کی دلیل یہ قولہ تعالیٰ یوم ینفع الصدقین صدقھم اس میں یوم مضاف ہے اور ینفع الصدقین اس کا مضاف الیہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جملہ ہے۔

جب کہ بعض نحاۃ حضرات کہتے ہیں کہ مضاف الیہ اسم کا خاصہ ہے اور باقی آپ کا یہ کہنا کہ آیت میں یوم مضاف ہے اور ینفع الصّٰدِقِیْنَ مضاف الیہ اور فعل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں فعل مصدر کی تاویل میں ہے اور عبارت یوں ہے یوم نفعِ الصدقین صدقھم (واللہ اعلم)

ودخول لام : تیسرا خاصہ لام تعریف کا داخل ہونا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ کلمہ جس پر لام تعریف داخل ہو جائے وہ اسم ہے۔

یہاں پر کل تین باتیں ہیں۔

پہلی بات:- لام تعریف اسم کا خاصہ کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ لام تعریف، تعریف کا فائدہ دیتا ہے اور تعریف اسم کے ساتھ خاص ہے فعل اور حرف میں متصور نہیں ہوتی۔

دوسری بات:- جب ہم نے لام تعریف کہا تو اس سے لام تاکید، لام امر، لام جواب اور لام ابتداء نکل گئے وہ اسم کا خاصہ نہیں ہیں۔

تیسری بات:- لام تعریف میں کیا چیز تعریف کا فائدہ دیتی ہے اس میں نحاۃ حضرات کا اختلاف ہے، امام سیبویہ کہتے ہیں کہ اس میں حرف تعریف لام ہے اور اس کی ابتداء میں ہمزہ اس لئے لائے کہ ابتداء بالسکون مشکل تھا۔

امام خلیل کا کہنا ہے کہ ہمزہ اور لام دونوں کا مجموعہ اس میں حرف تعریف ہے۔

Scanned with CamScanner

اورامام مبرد فرماتے ہیں کہ اس میں حرف تعریف ہمزہ ہے اور اس کے بعد لام کو اس لئے لائے تا کہ اس کا التباس ہمزہ استفہام کے ساتھ نہ آئے۔

والجر :۔الجر کا عطف لام تعریف پر ہے اور لام تعریف یہ دخول کے لئے مضاف الیہ ہے اور دخول کلمہ کی ابتداء میں ہوتا ہے جیسے الف لام یہ کلمہ کی ابتداء میں آتا ہے اور جر کلمہ کے آخر میں ہوتا ہے تو یہاں دخول مجاز اُلحوق کے معنی میں لیں گے یعنی کلمے کے آخر میں جر کالاحق ہونا جیسے بزیدٍ۔

جر کا اسم کے خاصہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ **الجر اثر حرف الجر** یعنی جر یہ حرف جر کا اثر ہے اور حرف جر اسم کے ساتھ خاص ہے فعل اور حرف پر داخل نہیں ہوتا، اس وجہ سے یہ اسم کا خاصہ ہے۔

التنوین :۔اس کا عطف بھی **لام التعریف** پر ہے مطلب یہ ہوگا کہ تنوین کا داخل ہونا یہاں بھی **دخول لحوق** کے معنی میں ہوگا کہ نون تنوین کا اسم کے آخر میں لاحق ہونا جیسے **بزیدٍ**۔

نون تنوین صرف اسم کے ساتھ خاص ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تنوین کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) تنوین تمکن (۲) تنوین تنکیر (۳) تنوین عوض (۴) تنوین مقابلہ (۵) تنوین ترنم۔ان پانچ قسموں میں تنوین ترنم فعل کے آخر میں بھی آتی ہے باقی چاروں جن چیزوں کے لئے آتے ہیں وہ صرف اسم میں پائی جاتی ہیں اس لئے تنوین بھی اسم کا خاصہ ہوا۔

والتثنیة :۔علامت ششم تثنیہ کا ہونا ہے جیسے رَجُلانِ۔

والجمع :۔علامت ہفتم جمع کا ہونا جیسے **رجالٌ**۔

تثنیہ اور جمع دونوں اسم کے خاصے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں تعدّد پر دلالت کرتے ہیں اور فعل میں تعدّد نہیں ہوتا۔

کسی نے اعتراض کیا کہ فعل میں بھی تثنیہ اور جمع ہوتا ہے جیسے ضَرَبَا ضَرَبُوْا۔جواب یہ ہے کہ فعل میں تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا بلکہ فعل کا فاعل تثنیہ اور جمع ہے اور وہ فاعل اسم ہے۔

والنعت :۔علامت ہشتم نعت یعنی موصوف کا ہونا جیسے **جاء نی رجلٌ عالمٌ**۔

موصوف کا ہونا اسم کا خاصہ اس لئے ہے کہ یہ ایک امر زائد پر دلالت کرتا ہے اور زیادت اسم میں ہوتی ہے فعل اور حرف زیادت سے خالی ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

نحاۃ موصوف کو اسم کا خاصہ قرار دیتے ہیں کیونکہ صفت یہ فعل بھی بن سکتی ہے جیسے جاء نی رجل یَضرِبُ میں یَضرِبُ صفت ہے اور یہ جملہ ہے۔ لیکن ماتن اس طرف گئے ہیں کہ اسم کا خاصہ صفت ہونا ہے اور یہ کہنا کہ فعل بھی صفت بھی بن سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مصدر کی تاویل میں ہے جَاء نی رجلٌ ضاربٌ۔

والتصغیر : -علامت نہم تصغیر کا ہونا اسم کا خاصہ ہے جیسے رُجَیْلٌ ایک چھوٹا سا آدمی۔

تصغیر اسم کا خاصہ اس لئے ہے کہ تصغیر دلالت کرتا ہے حقارت اور قلت پر اور قلت وحقارت اسم میں پائی جاتی ہے فعل اور حرف میں نہیں ہوتی۔

والنداء : -علامت دہم نداء کا ہونا یہ اسم کا خاصہ اس لئے ہے کہ نداء اثر حرف نداء کا ہے اور حروف نداء اسم کے ساتھ خاص ہیں فعل اور حرف پر داخل نہیں ہوتے۔

فان کل ھذہ خواص الاسم:- فان میں فا فصیحیہ ہے۔ فا فصیحیہ وہ ہوتا ہے جو شرط محذوف پر دلالت کرے۔ تو یہاں شرط محذوف یہ ہے کہ اِذَا عَلِمْتَ اَنَّ ھٰذِہِ الْمَذْکُوْرَاتِ عَلَامَاتُ الْاِسْمِ فَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ کُلَّ ھٰذِہِ خَوَاصُّ الْاِسْمِ۔

ماتنؒ یہ عبارت ایک شبہ دور کرنے کے لئے لائے ہیں شبہ یہ پیدا ہو رہا تھا کہ ماتن نے کہا علامتہ تو علامت کسی چیز کی وہ ہوتی ہے جو کسی بھی وقت اس چیز سے جدا نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ علامات کبھی بھی اسم سے جدا نہ ہوں لیکن ہم بعض اسماء دیکھتے ہیں کہ ان میں کوئی علامت پائی نہیں جاتی جیسے اسمائے اشارات اسمائے اصوات اور ضمائر وغیرہ۔

جواب یہ ہے کہ علامت سے مراد خواص ہیں اور خواص جمع ہے خاصۃ کی خاصہ کسی چیز کا وہ ہوتا ہے جو اس کے اندر پایا جائے اور اس کے غیر کے اندر نہ پایا جائے تو یہ ٹھیک ہے کہ بعض اسماء میں یہ علامتیں نہیں پائی جاتیں لیکن ان میں سے کوئی علامت فعل اور حرف میں بھی نہیں۔

ومعنی الاخبار عنہ :- اس عبارت میں مصنف اخبار عنہ کا معنی بیان فرما رہے ہیں کہ مخبر عنہ بننے سے مراد محکوم علیہ ہونا ہے اور محکوم علیہ مبتداء فاعل اور نائب فاعل سب کو شامل ہوگا۔ فاعل کی مثال جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ میں زید فاعل ہے اور مسند الیہ واقع ہے اور نائب فاعل کی مثال جیسے ضُرِبَ زیدٌ میں زید نائب فاعل ہے اور مسند الیہ واقع ہے۔

وَیُسَمّٰی اِسْمًا،لِسُمُوِّہٖ عَلٰی قَسِیْمَیْہِ،لَالِکَوْنِہٖ وِسْمًا عَلَی الْمَعْنٰی.

ترجمہ:- اور اس کا نام اسم رکھا جاتا ہے اس کے اپنے دو قسیموں پر بلند ہونے کی وجہ سے، اس وجہ سے نہیں کہ وہ اپنے معنی پر

Scanned with CamScanner

علامت ہے۔

تشریح :- اس عبارت میں مصنفؒ اسم کی وجہ تسمیہ بیان فرما رہے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ کہ اسم کی اصل کیا ہے؟

بصریین حضرات فرماتے ہیں کہ اسم اصل میں تھا سِمْوٌ اس کے آخر سے واؤ کو حذف کر کے ابتداء میں ہمزہ مکسورہ لے کر آئے اور سین کو ساکن کر دیا تو بن گیا اِسْمٌ ۔ یہ مشتق ہے سَمَا یَسْمُوْ سُمُوًّا سے بمعنی؛ بلند ہونا؛ اور اسم بھی فعل اور حرف کے مقابلے میں بلند ہوتا ہے کیونکہ یہ مسند الیہ اور مسند دونوں بن سکتا ہے جبکہ فعل صرف مسند بن سکتا ہے اور حرف نہ مسند اور نہ مسند الیہ بن سکتا ہے۔

کوفیین حضرات کا کہنا ہے کہ یہ اصل میں تھا وِسْمٌ ابتداء سے واؤ مکسورہ کو حذف کر کے ہمزہ مکسورہ لے کر آئے تو بن گیا اِسْمٌ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وِسْم کا معنی ہے علامت اور اسم بھی اپنے مسمّٰی پر علامت ہوتی ہے۔

اکثر حضرات نے بصریین حضرات کے قول کو ترجیح دی ہے کیونکہ اسم کی جمع اَسْمَاءٌ اور تصغیر سُمَيٌّ آتی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جمع و تصغیر سے ہی کسی کلمے کا اصل معلوم ہو سکتا ہے۔ ماتنؒ کو بھی یہ قول پسند تھا اس لئے اپنی کتاب اس کو اختیار کیا۔

وَحَدُّ الْفِعْلِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِي نَفْسِهَا دَلَالَةً مُقْتَرِنَةً بِزَمَانٍ ذٰلِكَ الْمَعْنٰى، كَ(ضَرَبَ، يَضْرِبُ، اِضْرِبْ) وَعَلَامَتُهُ: اَنْ يَّصِحَّ الْاِخْبَارُ بِهٖ لَاعَنْهُ وَدُخُوْلُ (قَدْ) وَالسِّيْنِ وَسَوْفَ وَالْجَزْمِ، وَالتَّصْرِيْفُ اِلَى الْمَاضِيْ وَالْمُضَارِعِ، وَكَوْنُهٗ اَمْرًا اَوْ نَهْيًا، وَاِتِّصَالُ الضَّمَائِرِ الْبَارِزَةِ الْمَرْفُوْعَةِ، نَحْوُ (ضَرَبْتُ) وَتَاءِ التَّاْنِيْثِ السَّاكِنَةِ نَحْو: ضَرَبَتْ وَنُوْنَيِ التَّاكِيْد. فَاِنَّ كُلَّ هٰذِهٖ خَوَاصُّ الْفِعْلِ .

ترجمہ:- اور فعل کی تعریف یہ ہے کہ فعل وہ کلمہ ہے جو اپنی ذات میں اپنے معنی پر ایسی دلالت کرے جو اس معنی کے زمانہ کے ساتھ ملا ہوا ہو جیسے ضَرَبَ، یضْرِبُ، اِضْرِبْ۔ اور اس فعل کی علامت یہ ہے کہ اس کے ساتھ خبر دینا صحیح ہو نہ کہ اس سے۔ اور قد اور سین اور سوف اور جزم کا داخل ہونا، اور ماضی اور مضارع کی طرف پھیرنا، اور امر یا نہی ہونا، اور متصل ہونا ضمائر بارزہ مرفوعہ کا جیسے ضربت، اور تائے تانیث ساکنہ کا متصل ہونا جیسے ضربت، اور تاکید کے دونون (نون ثقیلہ اور خفیفہ کا متصل ہونا)۔ پس تحقیق یہ سب علامتیں فعل کے خاصے ہیں۔

تشریح :- یہاں سے ماتنؒ فعل کی تعریف بیان فرما رہے ہیں کہ فعل وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذات خود ایسی دلالت

کرے جو تینوں زمانوں میں سے ایک زمانہ کے ساتھ مقترن ہو جیسے ضَرَبَ ماضی کی مثال یَضْرِبُ حال اور استقبال کی مثال اور اِضْرِبْ صرف استقبال کی مثال۔

اَلْفِعْلُ یہ معرّف ہے اور کلمۃ الخ یہ معرِّف ہے اس میں کلمۃ جنس ہے تدل علی معنی فی نفسھا یہ فصل اول ہے اس سے حرف نکل گیا دلالۃ الخ یہ فصل ثانی ہے اس سے فعل کی تعریف سے اسم خارج ہوا۔

مزید وضاحت یہ ہے کہ فعل کی تعریف میں کہا کہ تینوں زمانوں میں سے ایک زمانہ اس کے اندر پایا جائے تو یہ زمانہ وضع کے اعتبار سے ہے۔ اب چونکہ افعال مقاربہ میں زمانہ وضع کے اعتبار سے ہے اگر چہ استعمال کے اعتبار سے نہیں اس لئے فعل کی تعریف میں داخل رہیں گے اور اسمائے افعال خارج رہیں گے اس لئے کہ ان کے اندر وضع کے اعتبار سے زمانہ موجود نہیں اگر چہ استعمال کے اعتبار سے ہے۔

وعلامته ان یصح الخ :- یہاں سے ماتن فعل کی علامات ذکر فرما رہے ہیں کہ!

ان یصح الاخبار به : فعل کا مخبر بہ اور مسند ہونا صحیح ہو فعل مخبر عنہ اور مسند الیہ ہونا درست نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ خبر دینا صحیح ہو جیسے ضَرَبَ زیدٌ میں ضرب مسند ہے اور یہ ضرب کی خبر دیتا ہے جو زید سے گزرے ہوئے زمانہ میں صادر ہوا ہے۔

مخبر بہ ہونا فعل کی علامت کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے فعل اعراض و احداث کے قبیل سے ہے اور اعراض مسند ہوتے ہیں۔

ودخول قد :۔ اس کا عطف ان یصح پر ہے یعنی فعل کی ابتداء میں حرف قد کا داخل ہونا جیسے قد ضرب۔

یہ فعل کا خاصہ اس لئے ہے کہ قد تین معانی کے لئے آتا ہے تقریب، تقلیل، اور تحقیق اور یہ یہ تینوں فعل کے ساتھ خاص ہیں۔

(۱) تقریب جس کا مطلب یہ ہے کہ ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے جیسے قَدْ ضَرَبَ (مارا اس مرد نے قریب گزرے ہوئے زمانہ میں)۔ (۲) تقلیل یعنی مضارع میں قلت پیدا کرنے کے لئے آتا ہے جیسے اِنَّ الْکَذُوْبَ قَدْ یَصْدُقُ (تحقیق جھوٹا کبھی کبھی سچ بولتا ہے) (۳) تحقیق اور کبھی تحقیق کے لئے آتا ہے جیسے قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْکُمْ (تحقیق اللہ تعالیٰ تم میں سے روکنے والوں کو جانتا ہے)۔

والسین وسوف :۔ سین اور سوف کا داخل ہونا یہ دونوں فعل کی علامات کیوں ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں زمانہ استقبال کے لئے آتے ہیں سین استقبال قریب کے لئے اور سوف استقبال بعید کے لئے اور زمانہ صرف فعل میں ہوتا ہے اس لئے یہ

Scanned with CamScanner

دونوں فعل کی علامات ہیں۔

والجزم: فعل کی علامات میں سے پانچویں علامت ہے فعل کا مجزوم ہونا جیسے لَمْ یَضْرِبْ۔

جزم فعل کا خاصہ کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جزم اثر ہے حروف جوازم کا اور یہ فعل کے ساتھ خاص ہیں۔

والتصریف الی الماضی:- اس کا عطف بھی ان یصح پر ہے اور التصریف میں الف لام مضاف الیہ کے بدلے میں آیا ہے ای تصریف الفعل الی الماضی والمضارع۔

یہ فعل کا خاصہ کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل کا ماضی اور مضارع کی طرف تقسیم ہونا زمانے پر مبنی ہے اور زمانہ فعل میں ہوتا ہے۔

وکونہ امراً او نہیاً الخ:۔ فعل کی ساتویں علامت امر کا ہونا اور آٹھویں علامت نہی کا ہونا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز امر یا نہی ہو وہ فعل ہے۔

امر و نہی فعل کا خاصہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں میں طلب پائی جاتی ہے امر میں طلب فعل اور نہی میں طلب ترکِ فعل۔ اور طلب کا معنی صرف فعل میں ہوتا ہے اسم اور حرف میں نہیں پایا جاتا اس لئے یہ دونوں فعل کی علامتیں ہوئیں۔

کسی نے اعتراض کیا کہ ماتنؒ نے ان دونوں کو ماقبل کے ساتھ کیوں ذکر نہیں کیا کہ اس طرح فرماتے کہ والتصریف الی الماضی والمضارع والی امر والی نہی الخ۔

جواب اس کا یہ ہے کہ چونکہ فعل کے اقسام میں اختلاف ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ فعل کے اقسام چار ہیں (۱) ماضی (۲) مضارع (۳) امر (۴) نہی۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ فعل کے اقسام تین ہیں۔ (۱) ماضی (۲) مضارع (۳) امر اور باقی نہی ہے تو یہ امر سے بنتی ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اقسام فعل دو ہیں ماضی اور مضارع اور یہ امر اور نہی یہ دونوں فعل مضارع سے بنتے ہیں تو ماتنؒ نے امر اور نہی کو ماضی و مضارع سے الگ ذکر کیا تاکہ سب اقوال کی رعایت ہو جائے۔

وتاء التانیث الساکنة نحو ضربتْ:۔ فعل کی دسویں علامت تائے ساکنہ کا کلمہ کے آخر میں آنا جیسے ضربتْ۔

یہ فعل کا خاصہ کیوں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تائے تانیث فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے اور فاعل فعل ہی کے لئے ہوتا ہے اسم اور حرف میں نہیں ہوتا۔

ونونی التاکید:- فعل کی گیارھویں علامت تاکید کے دونوں یعنی نون تاکید ثقیلہ اور نون تاکید خفیفہ کا ہونا جیسے لَیَضْرِبَنَّ

لَيَضْرِبَنْ -

نون تاکید ثقیلہ اور نون تاکید خفیفہ دونوں فعل کی علامت کیوں ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں طلب کی تاکید کے لئے آتے ہیں اور طلب کا معنیٰ فعل میں ہوتا ہے اسم اور حرف میں نہیں ہوتا۔

فان کل هذه خواص الفعل الخ:- اس عبارت سے مصنف ایک شبہ کا ازالہ فرمارہے ہیں، شبہ یہ پیدا ہوا کہ مصنف نے علامات فعل ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وعلامتہ الخ اب علامت کسی چیز کی وہ ہوتی ہے جو اس چیز سے کسی وقت جدا نہ ہو لیکن ہم بعض افعال دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر فعل کی تمام علامات نہیں پائی جاتیں جیسے ماضی اور حال کے اندر نون تاکید نہیں اور مضارع کے آخر میں تائے تانیث ساکنہ نہیں۔

ماتنؒ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں علامت سے مراد خواص ہیں اور خاصہ کسی چیز کا وہ ہوتا ہے جو اس کے اندر پایا جائے اور غیر کے اندر نہ پایا جائے اور فعل کے یہ علامات اگر چہ سب کسی فعل کے اندر نہیں پائے جاتے لیکن فعل کے علاوہ کسی اور چیز میں بھی نہیں پائے جاتے۔

وَمَعْنَى الْإِخْبَارِ بِهِ أَنْ يَّكُوْنَ مَحكُومًابِه وَيُسَمّٰى فِعْلاً بِاسْمِ أَصْلِهِ ،وَهُو الْمَصْدرُ ,لِاَنَّ الْمَصْدرَ هُوفِعْلُ الْفَاعِلِ حَقِيْقَةً.

ترجمہ:- اور اخبار بہ کا معنی یہ ہے کہ وہ فعل محکوم بہ ہو، اور اس کا نام فعل رکھا جاتا ہے اپنے اصل کے نام کے ساتھ اور وہ اصل مصدر ہے کیونکہ مصدر ہی حقیقت میں فاعل کا فعل ہے۔

تشریح:- اس سے پہلے مصنفؒ نے فعل کی علامات ذکر فرمائے پہلی علامت تھی کہ اس کے ذریعے سے خبر دینا صحیح ہو تو اس کی وضاحت کرتے ہوئے مصنف نے فرمایا کہ اس کا مخبر بہ بننے سے مراد یہ ہے کہ وہ محکوم بہ بن سکے اور یہ وضاحت اس لئے کی تاکہ ماضی اور مضارع امر اور نہی سب کو شامل ہو جائے اگر یہ وضاحت نہ کرتا تو یہ تعریف امر اور نہی کو شامل نہیں ہوتی کیونکہ امر و نہی انشاء کے قبیل سے ہیں اور مسند خبر کے قبیل سے ہے۔

ويسمى فعلاًباسم الخ:۔ اس عبارت میں ماتن فعل کی وجہ تسمیہ بیان فرمارہے ہیں کہ فعل کو اس کے اصل کا نام دیا گیا ہے اور اس کی اصل مصدر ہے اور مصدر کا نام فعل ہے اس وجہ اس کو اصل کا نام دیا گیا باقی یہ کہ اس کی اصل مصدر کا نام فعل کیوں تھا؟ تو اس وجہ ہے کہ فعل اصطلاحی تین چیزوں پر مشتمل ہے (۱) معنی مصدری (۲) نسبت الی الفاعل (۳) نسبت الی الزمان

Scanned with CamScanner

اس لئے فعل اصطلاحی کو اپنے ایک جزء یعنی مصدر کا نام دیا گیا تو یہ تسمیۃ الکل باسم الجزء کے قبیل سے ہے۔اور حقیقت میں فاعل کا فعل مصدر ہی ہوتا ہے جیسے ضرب زید میں زید کا فعل ضَرْبٌ ہے اور وہ مصدر ہے۔

وَحَدُّ الْحَرفِ: كَلِمَةٌ لا تَدُلُّ عَلىٰ مَعْنىً فِي نَفْسِهَا،بَل تَدُلُّ عَلىٰ مَعْنىً فِي غَيْرِهَا،نَحْوُ:(مِنْ)فَإنَّ مَعْنَاهُ الْإبْتِدَاءُ،وَهِيَ لَاتَدُلُّ عَلَيْهِ اِلَّا بَعْدَ ذِكْرِ مَا مِنْهُ الْإبْتِدَاءُ كَالْبَصْرَةِ وَالْكُوفَةِ مثلاً،تَقُولُ (سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوفَةِ)وَعَلامَتُهُ:اَنْ لَّا يَصِحَّ الْإِخْبَارُ عَنْهُ لَابِه،وَأنْ لَّا يَقْبَلَ عَلَامَاتِ الْاَسْمَاءِ وَلاَ عَلاَمَاتِ الْاَفْعَالِ.وَلِلْحَرْفِ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ فَوَائِدُ، كَالرَّبْطِ بَيْنَ الْإسْمَيْنِ نَحْوُ (زَيْدٌ فِي الدَّارِ)اَوِالْفِعْلَيْنِ :نَحْوُ (اُرِيْدُاَنْ تضرِبَ)أواسْمٍ وَفِعْلٍ ،كَ(ضَرَبْتُ بِالْخَشَبَةِ)اَوِ الْجُمْلَتَيْنِ،نَحْوُ:(اِنْ جَاءَ نِيْ زَيْدٌ اَكْرَمْتُهُ)وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الْفَوَائِدِ الَّتِيْ تَعْرِفُهَا فِي الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَاءَ اللّٰه تَعَالىٰ.

ترجمہ:-اور حرف کی تعریف یہ ہے کہ حرف وہ کلمہ ہے جو دلالت نہ کرے اپنے معنی پر بذات خود بلکہ اپنے معنی پر اپنے غیر کے ساتھ مل کر دلالت کرے،جیسے من بلا شبہ اس کا معنی ابتداء خاص ہے اور وہ لفظ من اس ابتدائے خاص پر دلالت نہیں کرتا مگر اس چیز کے ذکر کرنے کے بعد جس سے ابتداء ہو مثل بصرہ اور کوفہ کے،مثلاً تو کہے گا کہ سرت من البصرة الى الكوفة۔اور حرف کے کلام عرب میں بہت سے فائدے ہیں مثلاً دو اسموں میں ربط دینا جیسے زیدٌ فی الدار،یا دو فعلوں میں جیسے اُرِيدُ ان تَضْرِبَ یا اسم اور فعل میں جیسے ضربتُ بالخَشَبَةِ یا دو جملوں میں جیسے اِنْ جاء نی زیدٌ اَكْرَمْتُهٗ۔اور ان کے علاوہ بھی بہت سے فائدے ہیں جن کو تو قسم ثالث میں جان لے گا انشاءاللہ تعالیٰ۔

تشریح :-اس عبارت میں مصنفؒ حرف کی تعریف،علامات،فوائد اور اس کی وجہ تسمیہ بیان فرما رہے ہیں۔

حرف کی تعریف:۔حرف ایسا کلمہ ہے جو جو اپنے معنی پر بذات خود دلالت نہیں کرتا بلکہ اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس کے علاوہ ہو جیسے مِــن:اس کا معنی ہے ابتداء لیکن یہ اپنے ابتداء والے معنی پر دلالت تب کرے گی جب اس کے بعد وہ چیز ذکر کی جائے جس سے ابتداء ہوتی ہے مثلاً بصرہ کوفہ جیسے سِرْتُ من البصرة الى الكوفة تو یہاں بصرہ سے ابتداء ہوئی ہے۔

وعلامته الخ :-یہاں سے مصنفؒ حرف کی علامت ذکر فرما رہے ہیں کہ حرف کی علامت یہ ہے کہ اس کا مخبر عنہ اور مخبر بہ بننا درست نہ ہو۔اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے حرف کے اندر اسم اور فعل کی کوئی علامت نہ ہو۔

Scanned with CamScanner

4 وللحرف الخ سے مصنفؒ ایک شبہ دور فرمارہے ہیں جو ماقبل کلام سے پیدا ہوا وہ یہ کہ حرف کے علامات میں بیان ہوا کہ حرف نہ مسند بن سکتا ہے اور نہ مسند الیہ جب معاملہ یہ ہے تو پھر کلام عرب میں حرف کا فائدہ کیا ہے؟

اس کا جواب مصنفؒ نے دیا ہے کہ کلام عرب میں حرف کے بہت سے فائدے ہیں منجملہ ان میں سے ربط کا فائدہ دیتا ہے ربط کی مختلف صورتیں ہیں (ا) یا تو ربط کا فائدہ دے گا دو اسموں کے درمیان جیسے زید فی الدار (زید گھر میں ہے) یہاں فی حرف ہے اور ظرفیت کے لئے آتا ہے اس نے زید اور الدار کے درمیان ربط کا فائدہ دیا اگر یہ حرف نہ ہوتا تو کلام کا معنی باطل ہوتا۔

یا ربط کا فائدہ دے گا دو فعلوں کے درمیان جیسے اُرِیْدُ اَنْ تَضْرِبَ (میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ماروں) یہاں ان تضرب مفعول بہ ہے ارید فعل کے لئے اور ربط اس میں اَنْ نے پیدا کیا جو کہ حرف ہے۔

یا ربط کا فائدہ دے گا اسم اور فعل کے درمیان جیسے ضربت بالخشبة (میں نے لکڑی سے مارا) اس مثال میں با حرف جر ہے اور اس نے اسم اور فعل کے درمیان ربط پیدا کیا ہے کیونکہ یہاں خَشَبَة کو ضرب کے لئے واسطہ بنایا ہے اور یہ معنی بغیر حرف با کے ممکن نہیں۔

یا ربط پیدا کرے گا دو جملوں کے درمیان جیسے ان جاء نی زید اُکْرِمْهُ اس مثال میں ان نے تعلیق کا فائدہ دیا ہے اس کے بغیر تعلیق کا فائدہ حاصل نہ ہوتا۔

اس کے علاوہ اور بھی فوائد ہیں جن کی تفصیل انشاء اللہ قسم ثالث میں آئے گی۔

وَيُسَمّٰى حَرْفًا لِوُقُوْعِهٖ فِيْ الْكَلَامِ حَرْفًا اَىْ طَرَفًا اِذْ لَيْسَ مَقْصُوْدًا بِالذَّاتِ مِثْلُ الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَيْهِ

ترجمہ:- اور اس کا نام حرف رکھا جاتا ہے، اس کے کلام میں ایک طرف واقع ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ یہ حرف مسند اور مسند الیہ کی طرح مقصود بالذات نہیں ہوتا۔

تشریح:- اس عبارت میں مصنفؒ حرف کی وجہ تسمیہ ذکر فرمارہے ہیں کہ حرف کو حرف اس لئے کہتے ہیں کہ حرف کا معنی ہے طرف جیسے کہا جاتا ہے جَلَسْتُ حَرْفَ الْوَادِ اَىْ طَرْفَ الْوَادِیْ اور حرف کو بھی حرف اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اسم اور فعل سے ایک طرف میں واقع ہوتا ہے بالفاظ دیگر حرف مسند، مسند الیہ سے ایک طرف میں واقع ہوتا ہے۔ اور حرف اس لئے

Scanned with CamScanner

مسند، مسند الیہ سے ایک طرف میں واقع ہوتا ہے اس لئے کہ یہ کلام میں مقصود بالذات نہیں ہوتا۔

فَصْلٌ ، اَلْكَلَامُ: لَفْظٌ تَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ بِالْإِسْنَادِ. وَالْإِسْنَادُ نِسْبَةُ إِحْدَى الْكَلِمَتَيْنِ إِلَى الْأُخْرَى بِحَيْثُ تُفِيدُ الْمُخَاطَبَ فَائِدَةً تَامَّةً يَصِحُّ السُّكُوتُ عَلَيْهَا نَحْوُ: (زَيْدٌ قَائِمٌ وَقَامَ زَيْدٌ) وَيُسَمّٰى جُمْلَةً. فَعُلِمَ أَنَّ الْكَلَامَ لَا يَحْصُلُ إِلَّا مِنِ اسْمَيْنِ نَحْو: (زَيْدٌ قَائِمٌ) وَيُسَمّٰى جُمْلَةً اِسْمِيَّةً، أَوْ مِنْ فِعْلٍ وَاِسْمٍ ، نَحْوُ (قَامَ زَيْدٌ) وَيُسَمّٰى جُمْلَةً فِعْلِيَّةً، إِذْ لَا يُوْجَدُ الْمُسْنَدُ وَالْمُسْنَدُ إِلَيْهِ مَعاً فِيْ غَيْرِهِمَا وَلَابُدَّ لِلْكَلَامِ مِنْهُمَا.

ترجمہ:- کلام وہ لفظ ہے جو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ متضمن ہو اور اسناد نسبت کرنا ہے دو کلموں میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اس طور پر کہ مخاطب کو ایسا پورا فائدہ دے جس پر چپ رہنا صحیح جیسے زیدقائم یا قام زیدٌ اور اس کلام کا نام جملہ بھی رکھا جاتا ہے ۔ پس معلوم ہوا کہ بلاشبہ کلام حاصل نہیں ہوتا مگر دو اسموں سے جیسے زید قائم اور اس کا نام جملہ اسمیہ رکھا جاتا ہے، یا فعل و اسم سے جیسے قام زیدٌ اور اس کا نام جملہ فعلیہ رکھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ مسند اور مسند الیہ ایک ساتھ ان دونوں صورتوں کے علاوہ نہیں پائے جاتے حالانکہ کلام کے لئے ان دونوں کا ہونا ضروری ہے۔

تشریح :- اس سے پہلے مصنف ؒ نے کلمہ کے تینوں اقسام کی تعریفیں مع ان کے علامات بیان کیں اب یہاں سے مصنف ؒ کلام کی بحث بیان فرمارہے ہیں، تو سب سے پہلے کلام کی تعریف کی کہ اَلْكَلَامُ لَفْظٌ تَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ الخ

کلام کا لغوی معنی ہے مَا يُتَكَلَّمُ بِهِ قَلِيْلاً كَانَ أَوْ كَثِيْراً یعنی جس پر تکلم کیا جائے خواہ کم ہو یا زیادہ اور اصطلاح کلام وہ لفظ ہے جو دو کلموں کو متضمن ہو اسناد کے ساتھ اسناد کا مطلب یہ ہے کہ مرکب مفید ہو چاہے جملہ خبریہ ہو یا انشائیہ۔

اور بعض حضرات نے کلام کی تعریف کی ہے کہ اَلْكَلَامُ قَوْلٌ مُفِيدٌ یعنی کلام وہ قول ہے جو سننے والے کو فائدہ دیتا ہو۔ اور بعض حضرات نے تعریف کی ہے کہ هُوَ قَوْلٌ دَالٌّ عَلَى الْمَعْنٰى يَصِحُّ السُّكُوْتُ عَلَيْهِ یعنی کلام کہتے ہیں ایسا قول جو دلالت کرے ایسے معنی پر جس پر سکوت صحیح ہو۔ تعریفیں مختلف کی گئی ہیں لیکن مطلب سب کا ایک ہی ہے۔

کلام کی تعریف میں قیودات کے فوائد:۔ لفظ جنس ہے تَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ پہلی فصل ہے اس سے مفردات اور مہملات نکل گئے بِالْإِسْنَادِ یہ دوسری فصل ہے اس سے غیر کلامیہ الفاظ یعنی مرکب غیر مفید نکل گئے۔

کسی نے اعتراض کیا کہ مصنف نے فرمایا تھا کہ و موضوعه الكلمة و الكلام تو یہاں کلام کی بحث شروع کرتے ہوئے الکلام کہا تو (واؤ عاطفہ کے ساتھ) والکلام کیوں نہیں کہا۔

Scanned with CamScanner

جواب کو سمجھنے سے پہلے جاننا ضروری ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف میں اصل اور متبوع معطوف علیہ ہوتا ہے اور معطوف تابع ہوتا ہے تو اب سمجھیں کہ اگر والکلام ذکر کرتا تو اس میں الکلمۃ معطوف علیہ اور الکلام معطوف ہوتا اس صورت میں یہ ذہن میں آسکتا کہ علم نحو کا موضوع صرف کلمہ ہے اور کلام اس کے تابع ہے اس وہم کو دور کرنے کے لئے مصنفؒ نے کہا کہ الکلام تاکہ معلوم ہو کہ الکلمۃ اور الکلام دونوں اصل ہیں۔

کلام کی تعریف میں کہا کہ الکَلامُ ما تضمّن کَلِمتین الخ تو اس تعریف سے زیدٌ قائمٌ اَبوہُ خارج نہیں کہ یہ تو تین کلمے ہیں اس لئے کہ یہاں کلمتین سے مراد مافوق الواحد ہے۔

پھر یہ بھی نہیں کہنا چاہئے کہ ماتن نے تضمن کلمتین کیوں کہا ترکب کلمتین کیوں نہیں کہا جو کہ مشہور ہے؟ اس لئے کہ تضمن میں اختصار ہے اور ترکیب میں اطناب ہے کہ وہ صلہ من کی طرف محتاج ہے تو اگر تَرَکَّبَ کہتے تو ترکب من کلمتین کہنا پڑتا جس میں اطناب ہے۔ اس لئے تضمن کا لفظ اختیار کیا کیونکہ یہ ھدایۃ النحو متن ہے اور متون میں اختصار اولیٰ ہے۔

بالاسناد میں باسببیت کے لئے آتی ہے اور الصاق کے لئے بھی آتی ہے لیکن ان دونوں صورتوں میں یہ صفت ہوگی مفعول مطلق محذوف کے لئے، جب یہ سببیت کے لئے ہو تو اصل عبارت یوں ہوگی الکلام لفظ تضمن کلمتین تضمناً حاصلاً بسبب الاسناد اور جب یہ الصاق کے لئے ہو تو اس صورت میں عبارت یہ ہوگی الکلام لفظ تضمن کلمتین تضمناً ملصقاً بالاسناد۔

والاسناد نسبۃ الخ: -اس عبارت میں مصنفؒ اسناد کی تعریف بیان فرمارہے ہیں۔

اسناد نسبت ہے دو کلموں میں ایک کی دوسری کی طرف اس حیثیت کے ساتھ کہ مخاطب کو پورا فائدہ دے۔

فائدہ تامہ کا مطلب ہے کہ یصح السکوت علیہ یعنی جس پر سکوت صحیح ہو۔

اس تعریف میں الاسناد معرف ہے نسبۃ احدی الکلمتین الی الاخری یہ جنس ہے یہ نسبت مفیدہ اور غیر مفیدہ دونوں کو شامل ہے بحیث تفید المخاطب فائدۃ تامۃ یہ فصل ہے اور اس سے نسبت غیر مفیدہ نکل گئی اور نسبت مفیدہ کو شامل رہی۔

نسبت مفیدہ:۔ وہ ہوتا ہے جس کے اندر چار باتیں ہوں۔

(۱) محکوم علیہ (۲) محکوم بہ (۳) نسبت حکمیہ (۴) حکم یا ربط جیسے زید قائم۔ اس میں زید محکوم علیہ ہے قائم محکوم بہ ہے اور قیام نسبت حکمیہ ہے اور لفظ "ہے" ربط اور حکم ہے عربی میں اکثر رابطہ مقدر ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

ویسمی جملۃ :- مصنف فرماتے ہیں کہ کلام کو جملہ بھی کہتے ہیں اصل میں اس میں اختلاف ہے کہ کلام اور جملہ ایک ہیں یا مختلف تو صاحب ھدایۃ النحو، علامہ ابن حاجب اور صاحب اللباب فرماتے ہیں کہ کلام اور جملہ ایک دوسرے کے مترادف ہیں جبکہ بعض دیگر نحاۃ فرماتے ہیں کہ کلام کو جملہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ کلام خاص ہے اور جملہ عام ہے اور بعض نے اس کا عکس کہا ہے کہ کلام عام ہے اور جملہ خاص ہے۔

فَعُلِمَ اَنَّ الْکَلَامَ لَایَحْصُلُ الخ :- فَعُلِمَ میں فاء فصیحیۃ ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے کہ **اذا کان الاسناد ماخوذا فی تعریف الکلام فعلم بذالک ان الکلام لا یحصل الامن اسمین الخ**

یعنی جب اسناد کلام کی تعریف میں ماخوذ ہے اور اسناد مسند مسند الیہ کے بغیر نہیں پائی جاتی تو کلام یا مرکب ہوگا دو اسموں سے جیسے زید قائم اس کو جملہ اسمیہ کہتے ہیں اور یا فعل اور اسم سے جیسے قَامَ زَیْدٌ اس کو جملہ فعلیہ کہتے ہیں اس لئے کہ اس کا پہلا جزء فعل ہے۔

اذ لا یوجد المسند الیہ الخ :- یہاں سے ماقبل جملہ کے لئے دلیل اور علت بیان فرمارہے ہیں کہ کلام کے لئے مسند اور مسند الیہ دونوں کا ہونا ضروری ہے اور ماقبل میں ذکر کردہ دو صورتوں کے علاوہ مسند اور مسند الیہ نہیں پائے جاتے۔ اس لئے کلام کا حصول ان دونوں قسموں سے ہوگا۔

فَاِنْ قِیْلَ: قَد نُوقِضَ بِالنِّدَاءِ، نَحو (یَا زَیدُ) قُلنا: حَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَّقَامَ (اَدْعُو) وَ (أَطْلُبُ) وَهُوَ الْفِعْلُ، فَلا نَقْضَ عَلَيْه. وَإِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمُقَدَّمَةِ فَلْنَشْرَعْ فِيْ الْاَقْسَامِ الثَّلاثَةِ، وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ.

ترجمہ:- پس اگر کہا جائے کہ تحقیق (کلام کا دو صورتوں میں حصر کرنا) نداء کے ساتھ ٹوٹ جاتا ہے جیسے یازید۔ ہم کہیں گے کہ حرف نداء قائم مقام ادعو اور اطلب کے ہے اور ان میں سے ہر ایک فعل ہے پس نقض اس دعویٰ پر نہیں ہے۔ اور جب ہم مقدمہ سے فارغ ہوئے تو چاہیے کہ ہم شروع ہو جائیں اقسام ثلاثہ میں اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے

تشریح :- یہاں سے ایک اعتراض بیان فرمارہے ہیں کہ معترض کہتا ہے آپ نے کہا کہ کلام دو قسموں جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ میں بند ہوگا معترض کہتا ہے کہ کلام کا ان صورتوں میں منحصر ہونا تسلیم نہیں کیونکہ یہ ضابطہ نداء سے ٹوٹ جاتا ہے جیسے یا زیدُ یہ کلام اسم اور حرف سے بنا ہے؟

Scanned with CamScanner

فلہٰذا حرف النداء الخ سے ماتن اس اعتراض کا جواب دے رہے ہیں کہ یا زید کلام ہے لیکن اس میں نہ یا حرف نداء کو دخل ہے اور نہ زید کو بلکہ اس میں یا قائم مقام ادعو کے ہے اور ادعو فعل ہے اور اس کے اندر ضمیر فاعل ہے تو کلام فعل اور اسم سے بنا ہے۔ زید کو اس کلام میں اس لئے دخل نہیں کہ وہ مفعول بہ ہے ادعو فعل کا اور مفعول بہ فضلہ ہوتا ہے یعنی اس کے بغیر بھی کلام پورا ہو جاتا ہے۔

واذا فرغنا من :۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم مقدمہ سے فارغ ہوئے تو مناسب ہے کہ کلمہ کی تینوں قسموں کو الگ الگ بیان کریں۔

اعتراض:۔ کسی نے کہا کہ ماتنؒ نے مقدمہ سے فارغ ہونے کے فوراً بعد تینوں اقسام ذکر کئے کیونکہ اس عبارت میں اذا شرط ہے اور فلنشرع الخ اس کی جزاء ہے اور قاعدہ ہے کہ شرط پہلے ہوتا ہے اور جزاء اس کے فوراً بعد تو اس سے معلوم ہوا کہ گویا مصنفؒ نے اس دوران اور کوئی کام نہیں کیا۔

جواب یہ ہے کہ فلنشرع سے مراد شروع کرنا نہیں بلکہ شروع کرنے کا ارادہ ہے اس لئے عبارت مقدرہ یہ ہوگی کہ فاردنا الشروع فی الاقسام الثلثۃ الخ ۔

اَلْقِسْمُ الاَوَّلُ فِیْ الْاِسْمِ وَقَدْ مَرَّ تَعْرِیْفُهٗ وَهُوَ یَنْقَسِمُ اِلَی الْمُعْرَبِ وَالْمَبْنِیِّ فَلْنَذْکُرْ اَحْکَامَهٗ فِیْ بَابَیْنِ وَخَاتِمَةٍ: اَلْبَابُ الْاَوَّلُ فِیْ الْاِسْمِ الْمُعْرَبِ وَفِیْهِ مُقَدِّمَةٌ وَّ ثَلٰثَةُ مَقَاصِدَ وَخَاتِمَةٌ اَمَّا الْمُقَدِّمَةُ فَفِیْهَا فُصُوْلٌ .

ترجمہ:۔ قسم اول اسم کے بیان میں ہے اور اس کی تعریف گزر چکی ہے اور اسم تقسیم ہوتا ہے معرب ومبنی کی طرف پس چاہیے کہ ہم اس کے احکام ذکر کریں دو بابوں اور ایک خاتمہ میں، باب اول اسم معرب کے بیان میں ہے۔ اور اس میں ایک مقدمہ ،تین مقاصد، اور ایک خاتمہ ہے، البتہ مقدمہ ہے تو اس میں تین فصلیں ہیں۔

تشریح :۔ مصنف یہاں سے پہلے قسم کی تفصیل بیان فرما رہے ہیں کہ پہلی قسم اسم کے بارے میں ہے۔

اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مصنف نے اسم کی تعریف ذکر نہیں کی اور اس کی تقسیم شروع کی حالانکہ ضابطہ یہ ہے کہ پہلے تعریف بیان کی جاتی ہے اور بعد میں تقسیم کی جاتی ہے؟

اس کا جواب ماتن نے وقد مرّ تعریفہ سے دیا کہ اس کی تعریف پہلے مقدمہ میں گزر چکی ہے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت

Scanned with CamScanner

نہیں کیونکہ تکرار آئے گا اور تکرار غیر مستحسن ہے۔

اعتراض:۔ کسی نے کہا کہ اسم کو فعل اور حرف پر کیوں مقدم کیا؟ جواب یہ ہے کہ اسم کو فعل اور حرف پر اس لئے مقدم کیا کہ اسم دونوں پر طبعاً مقدم ہے یعنی اسم مسند اور مسند الیہ دونوں بنتا ہے فعل مسند بنتا ہے اور مسند الیہ نہیں بنتا اور حرف نہ مسند بن سکتا ہے اور نہ مسند الیہ اس لئے اس کو مقدم کیا۔

وینقسم الی المعرب الخ :–اب یہاں سے مصنفؒ اس کی تقسیم بیان فرما رہے ہیں۔

وجہ حصر یہ ہے کہ اسم دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا یا دوسرے کلمہ کے ساتھ مرکب ہوگا یا نہیں اگر دوسرے کلمہ کے ساتھ مرکب نہ ہو تو یہ مبنی ہے جیسے زید، عمرو، بکر جب الگ الگ ہوں، اور دوسرے کے ساتھ مرکب ہو تو یہ دو حالتوں خالی نہیں ہوگا یا مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھے گا یا نہیں اگر مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے تو یہ مبنی ہوگا اور مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھے تو یہ معرب ہوگا۔ پہلے کی مثال جیسے جاء نی هؤلاء دوسرے کی مثال جاء زیدٌ۔

نذکر احکامه فی بابین الخ :– یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں قسموں کے احکام ہم دو بابوں اور ایک خاتمہ میں ذکر کریں گے۔ باب اول معرب کے بیان میں دوسرا باب مبنی کے بیان میں اور خاتمہ میں ان دونوں کے متفرق احکام بیان کریں گے۔

الباب الاول فی الخ پہلا باب ہے اسم معرب کے بیان میں۔

اعتراض:۔ کسی نے کہا کہ اسم کی دو قسمیں تھیں معرب اور مبنی تو معرب کو مبنی پر کیوں مقدم کیا؟

جواب یہ ہے کہ معرب کو مبنی پر مقدم کرنے کی کئی وجوہات ہیں۔

(۱) معرب کے اقسام زیادہ ہیں اور مبنی کے اقسام کم ہیں **والعزة للتکاثر** ۔

(۲) معرب کی تعریف وجودی ہے اور مبنی کی تعریف عدمی ہے اس لئے معرب کو مقدم کیا۔

(۳) معرب اعراب لفظی اور تقدیری دونوں کے لئے محل بنتا ہے اور مبنی مبنی اعراب محلی کے لئے محل بنتا ہے اور اعراب لفظی کو محلی پر فوقیت حاصل ہے۔ (۴) معرب میں اسم منصرف ہے اور مبنی میں نہیں اور اسماء میں منصرف ہونا اصل ہے۔

وثلثة مقاصد الخ اس سے مراد مرفوعات، منصوبات اور مجرورات ہیں۔

وفیها فصول اربعة الخ اس میں چار فصلیں ہیں پہلی فصل میں معرب کی تعریف فصل ثانی میں معرب کے احکام فصل

Scanned with CamScanner

ثالث میں اعراب کے احکام اور فصل رابع میں معرب کی تقسیم ہے منصرف اور غیر منصرف کے اعتبار سے۔

فَصْلٌ فِي تَعْرِيْفِ الْإِسْمِ الْمُعْرَبِ وَهُوَ كُلُّ اِسْمٍ رُكِّبَ مَعَ غَيْرِهِ وَلَا يُشْبِهُ مَبْنِيَّ الْأَصْلِ اَعْنِي الْحَرْفَ وَالْاَمْرَ الْحَاضِرَ وَالْمَاضِيَ، نَحْوُ (زَيْدٌ) فِي (قَامَ زَيْدٌ) لَا زَيْدٌ وَحْدَهٗ لِعَدَمِ التَّرْكِيْبِ، وَلَا (هٰؤُلَاءِ) فِي (قَامَ هٰؤُلَاءِ) لِوُجُوْدِ الشِّبْهِ وَيُسَمّٰى مُتَمَكِّنًا.

ترجمہ:۔فصل اسم معرب کی تعریف میں۔اسم معرب ہر وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو،مبنی الاصل مراد لیتا ہوں حرف اور امر حاضر اور ماضی جیسے قام زید میں زید نہ کہ اکیلا زید مرکب نہ ہونے کی وجہ سے،اور نہ ہی قام هؤلاء میں هؤلاء،مشابہ ہونے کی وجہ سے اور اس کا نام اسم متمکن بھی رکھا جاتا ہے۔

تشریح:۔اس فصل میں مصنف معرب کی تعریف بیان فرمارہے ہیں کہ معرب ہر وہ اسم ہوتا ہے جو دوسرے کلمے کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی اصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھے۔

مبنی الاصل کل تین ہیں تمام حروف،امر حاضر معروف اور فعل ماضی۔

رکب مع غیرہ کا مطلب یہ ہے کہ اس طریقے سے غیر کے ساتھ مرکب ہو کہ وہ غیر اس میں عامل ہو جیسا کہ جاء نی زید میں زید معرب ہے اور جاء اس کا عامل ہے اس نے زید میں عمل کیا ہے۔

کل اسم جنس ہے اسم معرب اور مبنی دونوں کو شامل ہے رکب مع غیرہ یہ پہلی فصل ہے اور اس سے اسمائے اصوات اور اسمائے معدودات نکل گئے یعنی مبنی کی وہ قسم جو ترکیب میں واقع نہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہو جیسے زید عمرو بکر وغیرہ، ولا یشبہ مبنی الاصل یہ دوسری فصل ہے اس سے مبنی غیر اصل گیا جیسے جاء نی هؤلاء میں هؤلاء۔

مبنی الاصل کی تعریف:۔مبنی الاصل وہ ہوتا ہے جو اصل وضع کے اعتبار سے مبنی بنا ہو اور یہ کل تین چیزیں ہیں (۱) تمام حروف (۲) امر حاضر (۳) فعل ماضی۔

ویسمی متمکنا:۔اس عبارت میں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اسم معرب کو اسم متمکن بھی کہتے ہیں متمکن تَمَكُّن (باب تفعل) سے صیغہ اسم فاعل ہے بمعنی جگہ دینے والا تو معرب کو متمکن اس لئے کہتے ہیں کہ اگر یہ منصرف ہو تو تینوں اعراب کو جگہ دیتا ہے اور اگر غیر منصرف ہو تو دو اعراب کو جگہ دیتا ہے۔

تین اعراب سے مراد رفع نصب اور جر ہیں۔جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ، رَاَيْتُ زَيْدًا، مَرَرْتُ بِزَيْدٍ اور دو اعراب کا مطلب ہے

Scanned with CamScanner

رفع اور نصب جیسے جاء عُمَرُ، رَأَیْتُ عُمَرَ، مَرَرْتُ بِعُمَرَ.

فَصْلٌ حُكْمُهُ اَنْ يَّخْتَلِفَ آخِرُهُ بِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ اِخْتِلَافًا لَفْظِيًّا نَحْوُ (جَاءَ نِيْ زَيْدٌ وَرَأَيْتُ زَيْداً وَ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ) أَوْ تَقْدِيْرِيًّا، نَحْوُ (جَاءَ نِيْ مُوْسٰى، وَرَأَيْتُ مُوْسٰى وَمَرَرْتُ بِمُوْسٰى).

ترجمہ:- اسم معرب کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر مختلف عوامل کے آنے کی وجہ سے بدل جائے خواہ وہ اختلاف لفظی ہو جیسے جاء نی زید الخ یا اختلاف تقدیری ہو جیسے جاء نی موسیٰ الخ۔

تشریح :- اس پہلے کہا کہ باب اول میں چار فصلیں ہیں پہلی فصل میں معرب کی تعریف بیان کی اب یہاں سے معرب کا حکم بیان فرمارہے ہیں۔

معرب کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر مختلف عوامل کے آنے کی وجہ سے بدلتا رہتا ہے پھر اس اختلاف کی چھ صورتیں بنتی ہیں اور تین تعیم بنتی ہیں (تعیم اول) یہ اختلاف دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا یا اختلاف ذاتی ہوگا یا صفتی ہوگا اختلاف ذاتی وہ ہوتی ہے جس میں حرف بدلے حرف پر جیسے جَاءَ اَبُوْکَ رَأَیْتُ اَبَاکَ، مَرَرْتُ بِاَبِیْکَ۔ اختلاف صفتی وہ ہوتا ہے جس میں حرکت، حرکت پر بدلے جیسے جاء زیدٌ، رَأَیتُ زیداً، مَرَرْتُ بِزَیْدٍ۔ اختلاف ذاتی اور اختلاف صفتی کو ہم اعراب بالحرکت اور اعراب بالحرف سے بھی تعبیر کرسکتے ہیں،

تعیم ثانی: یہ اختلاف بھی دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا یا لفظا ہوگا یا تقدیراً، اختلاف لفظی کا مطلب یہ ہے کہ جس کا تلفظ کیا جاسکے جیسے جاء زید، رأیت زیداً، مررت بزید۔

اور اختلاف تقدیراً کا مطلب ہے کہ جس کا تلفظ نہ کیا جاسکے جیسے جَاءَ نِیْ موسٰی رَأیْتُ مُوْسٰی مَرَرْتُ بِمُوْسیٰ۔

تعیم ثالث:۔ یہ اختلاف بھی دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا یا اختلاف حقیقی ہوگا یا حکمی اختلاف حقیقی کا مطلب یہ ہے کہ تینوں حالتوں میں پایا جائے جیسے جاء زید، رأیت زیداً، مررت بزید۔ اور اختلاف حکمی کا مطلب یہ ہے کہ بعض حالتوں میں پایا جائے جیسے جاء عمر رأیتُ عمرَ، مررت بعمرَ۔

مصنفؒ نے صرف دوسری صورت بیان کی ہے یعنی تعیم ثانی۔

تو تین تعیم کے ساتھ کل چھ اقسام ہوئیں (۱) اعراب بالحرکت (۲) اعراب بالحرف (۳) اعراب لفظی (۴) اعراب تقدیری (۵) اعراب حقیقی (۶) اعراب حکمی

Scanned with CamScanner

حکم کی اقسام:۔اس عبارت میں حکم کا لفظ آیا ہے حکم کے متعدد معانی ہیں جن میں سے بعض یہاں پر ذکر کئے جاتے ہیں (۱) اثر المرتب علی الشیء یعنی مرتب کا اثر کسی چیز پر اور یہاں پر یہی معنیٰ مراد ہے یعنی معرب پر کسی چیز کا اثر۔ (۲) نسبة امر الی امر آخر الخ : ایک چیز کی نسبت دوسرے چیز کی طرف ایجاب اور سلب کے اعتبار سے۔(۳) وقوع النسبة او عدم وقوعها یعنی نسبت کا واقع ہونا اور نہ ہونا (۴) خِطَابُ اللّٰهِ بِاَفْعَالِ الْمُكَلَّفِيْنَ اللہ کا خطاب جو مکلّف بندوں کے افعال سے متعلق ہو۔

اعتراض:۔کسی نے کہا کہ آپ نے معرب کی تعریف کی کہ اس کا آخر مختلف عوامل کے آنے سے بدلتا رہتا ہے آپ کی یہ تعریف معرب کے بعض افراد پر صادق نہیں آتی کیونکہ بعض افراد ایسے ہیں کہ ان کا آخر نہیں بدلتا جیسے فاعل معرب ہے اس کا حکم یہ ہے مرفوع ہوگا لیکن معرب ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ فاعل ہونے کی وجہ سے۔اور مفعول بہ معرب ہے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ منصوب ہوگا لیکن معرب ہونے کی وجہ سے نہیں اور اسی طرح مضاف الیہ معرب ہے اس کا حکم یہ ہے کہ مجرور ہوگا لیکن معرب ہونے کی وجہ سے نہیں۔

جواب:۔یہ ہے کہ یہاں پر حیثیت کی قید ملحوظ ہے کہ من حیث انه معرب یعنی معرب ہر وہ اسم ہے جس کا آخر مختلف عوامل کے آنے کی وجہ سے بدلے اس حیثیت کے ساتھ کہ وہ معرب ہو اب فاعل کا مرفوع ہونا مفعول بہ کا منصوب ہونا اور مضاف الیہ کا مجرور ہونا معرب ہونے کی وجہ سے نہیں۔

اعتراض:۔کسی نے کہا کہ آپ نے معرب کی تعریف کی کہ اس کا آخر بدلتا ہے لیکن آپ کو ایک معرب دکھاتا ہوں جس کا آخر تبدیل نہیں ہوتا جیسے جاء رجلان ، رأیت رجلین ،مررت برجلین اس میں رجلان اور رجلین معرب ہیں لیکن اس کا آخر یعنی نون تبدیل نہیں ہوا،اسی طرح جاء مسلمون ،رأیت مسلمین،مررت بمسلمین میں مسلمون اور مسلمین معرب ہیں لیکن اسکا آخر بھی تبدیل نہیں ہوا۔

جواب:۔مذکورہ مثالوں میں رجلانِ اور رجلینِ نون آخر حرف نہیں بلکہ مستقل کلمہ ہے اور اس میں الف اور یاء آخری حرف ہے اور وہ بدل گیا ہے۔

اعتراض:۔کسی نے اعتراض کیا کہ عبارت میں العوامل کا لفظ آیا ہے تو عوامل جمع ہے اور جمع کے کم از کم تین افراد مراد ہوتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ معرب وہ ہوگا جس پر کم از کم تین عوامل داخل ہوں اور میں آپ کو ایسی مثال دکھاتا ہوں اور اس

Scanned with CamScanner

صرف ایک عامل داخل ہوا ہے اور وہ معرب ہے جیسے جاء زیدٌ۔

جواب یہ ہے کہ العوامل میں الف لام جنسی ہے اور الف لام جنسی جب جمع پر داخل ہوتا ہے تو اس کی جمعیت ختم کر دیتا ہے۔

وَالْإِعْرَابُ : مَا بِهٖ يَخْتَلِفُ آخِرُ الْمُعْرَبِ، كَالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ وَالْكَسْرَةِ وَالْوَاوِ وَالْأَلِفِ وَالْيَاءِ. وَإِعْرَابُ الْاِسْمِ عَلٰى ثَلَاثِ أَنْوَاعٍ: رَفْعٌ وَّ نَصْبٌ وَّ جَرٌّ.

ترجمہ:- اعراب وہ ہے جس کے سبب سے معرب کا آخر مختلف ہو جائے جیسے ضمہ، فتحہ، کسرہ، واو، الف اور یاء کے۔ اور اسم کے اعراب تین قسم پر ہیں، رفع، نصب اور جر۔

تشریح :- اس سے پہلے معرب کی تعریف اور اس کا حکم بیان ہوا اب یہاں سے اعراب کی تعریف بیان فرما رہے ہیں۔ اعراب وہ حرف یا حرکت ہوتا ہے جس کی وجہ سے معرب کا آخر بدلتا رہتا ہے جیسے ضمہ فتحہ اور کسرہ اعراب بالحرکت میں اور واوٗ ،الف یاء اعراب بالحرف میں۔

اعراب کی وجہ تسمیہ:۔ اعراب کا معنی ہے ظاہر کرنا اور اعراب کو اعراب اس لئے کہتے ہیں کہ اس اعراب یعنی ضمہ فتحہ کسرہ اور واوٗ الف یاء کی وجہ سے فاعلیت مفعولیت اور اضافت ظاہر ہوتی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عرب یعرب سے ہے بمعنی فاسد ہونا اہل عرب کہتے ہیں عربت المعدة (معدہ فاسد ہو گیا) جب اس کو باب افعال پر لے گئے تو اس میں خاصیت سلب ماخذ کی وجہ سے فساد کی نفی آ گئی تو معنی ہوا فساد کا ختم ہونا اور اس اعراب سے بھی فساد ختم ہوتا ہے کیونکہ اگر اعراب نہ ہوتا تو مرفوع ،منصوب اور مجرور نہ پہچانا جاتا اور یہ فساد و بگاڑ کا سبب ہوتا لیکن اعراب آنے سے وہ فساد ختم ہوا۔

کسی نے اعتراض کیا کہ آپ کے اعراب کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے کیونکہ اس کی تعریف میں ما عموم کے لئے ہے جس کی وجہ اس میں عامل اور معنی مقتضی للاعراب داخل ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر یہ دونوں بھی معرب پر داخل ہو جائیں تو اس کا آخر تبدیل ہوگا۔

فائدہ:۔ معنی مقتضی لِلْاِعْرَاب سے مراد فاعلیت مفعولیت اور اضافت ہیں اور فاعل معرب میں رفع کا تقاضا کرتا ہے مفعول معرب کے آخر میں نصب کا تقاضا کرتا ہے اور اضافت جر کا تقاضا کرتا ہے۔

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعریف دخول غیر کے لئے مانع ہے اس لئے کہ اس میں ما عموم کے لئے نہیں بلکہ اس سے

Scanned with CamScanner

حرکت یا حرف مراد ہے۔ اور عامل اور معنیٰ مقتضی للاعراب نہ حرف ہے اور نہ حرکت۔

اعتراض:۔ معترض کہتا ہے کہ آپ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے کیونکہ آپ کی تعریف غلامی میں میم کے کسرے پر صادق آتی ہے اس لئے کہ غلامی اصل میں غلام تھا اور یہاں اعراب معرب ہونے کی وجہ تبدیل ہوا ہے۔

جواب: یہاں عبارت ملحوظ ہے وہ یہ کہ من حیث انه معرب یعنی یہ اعراب تبدیل ہوگا اس حیثیت کے ساتھ کہ وہ معرب ہے اور یہاں میم پر جو کسرہ ہے وہ معرب کی وجہ سے نہیں بلکہ یاء کے ماقبل ہونے کی وجہ سے ہے۔

واعراب الاسم علی ثلثة انواع :-اس سے پہلے مصنف نے اعراب کی تعریف بیان کی اب یہاں سے اعراب کے اقسام بیان فرمارہے ہیں کہ اعراب اسم کل تین ہیں (۱) رفع (۲) نصب (۳) جر

رفع نشانی ہے فاعل کی نصب نشانی ہے مفعول کی اور جر نشانی ہے مضاف الیہ کی اور تینوں کی وجہ یہ ہے کہ رفع ثقیل ہے اور فاعل قلیل ہے اس لئے ثقیل کو قلیل کے لئے وضع کیا اور نصب خفیف ہے اور مفعول کثیر ہے یعنی پانچ قسم پر ہے مفعول بہ مفعول مطلق مفعول معہ مفعول لہ اور مفعول فیہ اس لئے خفیف کو کثیر کے لئے وضع کیا اب مضاف کے لئے کوئی چیز جر کے علاوہ باقی نہیں رہی تو جر کو مضاف الیہ کے لئے وضع کیا۔

یہاں پر کل پانچ باتیں ہیں۔

پہلی بات:-اسم کے اعراب تین کیوں ہیں کم یا زیادہ کیوں نہیں ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تینوں جس معنی کے لئے آتے ہیں وہ کل تین ہیں فاعلیت مفعولیت اور اضافت۔

دوسری بات:-رفع نصب جر کی تعریفات:

رفع کا لغت میں معنی ہوتا ہے ''بلند کرنا'' اور اصطلاح میں رفع اس حرکت یا حرف کو کہتے ہیں جو کسی اسم متمکن کے آخر میں واقع ہو عامل رافع کی وجہ سے جیسے جاء نی زیدٌ وابوکَ۔

نصب کا لغت میں معنی ہوتا ہے کھڑا ہونا اور اصطلاح میں نصب اس حرف یا حرکت کو کہتے ہیں جو کسی اسم متمکن کے آخر میں ظاہر ہو عامل ناصب کی وجہ سے جیسے رَأَیْتُ زَیْداً وَّاَبَاکَ۔

جر کا لغت میں معنی ہوتا ہے کھینچنا اور اصطلاح میں جر اس حرف یا حرکت کو کہتے ہیں جو کسی اسم متمکن کے آخر میں ظاہر ہو عامل جارہ کی وجہ سے جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَّاَبِیْکَ۔

Scanned with CamScanner

تیسری بات: رفع نصب جر کی وجوہ تسمیہ: رفع کا معنی ہے بلند ہونا اور رفع کو رفع اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی ادائیگی کے وقت دونوں ہونٹ اوپر کی طرف بلند ہوتے ہیں۔

نصب کا لغت میں معنی ہے کھڑا ہونا اور نصب کو نصب اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی ادائیگی کے وقت دونوں ہونٹ اپنی جگہ پر کھڑے ہوتے ہیں۔

جر کا لغوی معنی ہے کھینچنا اور جر کو جر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی ادئیگی کے وقت نیچے والا ہونٹ نیچے کی طرف کھینچتی ہے۔

چوتھی بات:۔ رفع نصب جر اسم متمکن کے آخر میں کتنی صورتوں میں ظاہر ہوں گے۔

رفع اسم متمکن کے آخر میں چھ صورتوں میں ظاہر ہوگا (۱) ضمہ لفظی جیسے جاء نی زیدٌ ۔ (۲) ضمہ تقدیری جیسے جاء نی موسیٰ ۔ (۳) واؤ لفظی جیسے جَاءَ نِیُ مُسْلِمُوْنَ (۴) واؤ تقدیری جیسے جَاءَ نِیُ مُسْلِمِیَّ ۔ (۵) الف لفظی جیسے جَاءَ نِیُ رَجُلاَنِ (۶) الف تقدیری جیسے جَاءَ نِیُ غُلاَمَا الرَّجُلِ ۔

نصب اسم متمکن کے آخر میں آٹھ صورتوں میں ظاہر ہوگا (۱) فتحہ لفظی جیسے رَأَیْــتُ زَیْـدًا (۲) فتحہ تقدیری جیسے رَأَیْتُ مُوْسٰی (۳) کسرہ لفظی جیسے رَأَیْتُ مُسْلِمَاتٍ (۴) کسرہ تقدیری جیسے رَأَیْتُ اَخَـوَاتِیُ (۵) یائے لفظی جیسے رَأَیْتُ مُسْلِمِیْنَ (۶) یائے تقدیری جیسے رَأَیْتُ مُسْلِمِی الْقَوْمِ (۷) الف لفظی جیسے رَأَیْتُ اَبَاکَ (۸) الف تقدیری جیسے رَأَیْتُ اَبَاالْقَاسِمِ۔

جر اسم متمکن کے آخر میں چھ صورتوں میں ظاہر ہوگا، (۱) کسرہ لفظی جیسے مَـرَرْتُ بِـزَیْدٍ (۲) کسرہ تقدیری جیسے مَـرَرْتُ بِغُلاَمِیُ (۳) فتحہ لفظی جیسے مَـرَرْتُ بِـاَحْمَدَ (۴) فتحہ تقدیری جیسے مَـرَرْتُ بِـحُبْلٰی (۵) یائے لفظی جیسے مَرَرْتُ بِاَبِیْکَ (۶) یائے تقدیری جیسے مَرَرْتُ بِاَبِی الْقَاسِمِ۔

پانچویں بات: اعراب کے انواع کے نام تین قسم پر ہیں رفع نصب جر یہ حرکات اعرابیہ یعنی معرب کے لئے آتے ہیں۔ ضم، فتح، کسر یہ حرکات بنائی یعنی مبنی کے لئے آتے ہیں اور ضمہ فتحہ کسرہ یہ حرکات اعرابیہ اور حرکات بنائی دونوں کے لئے آتے ہیں لیکن اعرابیہ میں قلیل ہیں اور بنائیہ میں کثیر ہیں۔

وَالْعَامِلُ مَابِهٖ رَفْعٌ اَوْ نَصْبٌ اَوْ جَرٌّ وَّمَحَلُّ الْاِعْرَابِ مِنَ الْاِسْمِ هُوَ الْحَرْفُ الْاٰخِيْرِ. مِثَالُ الْكُلِّ: نَحْوُ (قَامَ زَيْدٌ) فَ (قَامَ) عَامِلٌ، وَّ (زَيْدٌ) مُعْرَبٌ وَالضَّمَّةُ اِعْرَابٌ، وَالدَّالُ مَحَلُّ الْاِعْرَابِ. وَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا

Scanned with CamScanner

يُعْرَبُ فِي كَلامِ الْعَرَبِ اِلَّا الْاِسْمُ الْمُتَمَكِّنُ وَالْفِعْلُ الْمُضَارِعُ. وَسَيَجِيءُ حُكْمُهُ فِي الْقِسْمِ الثَّانِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ:-اور عامل وہ ہے جس کی وجہ سے رفع یا نصب یا جرآئے، اور محل اعراب وہ اسم کا آخری حرف ہے ان سب کی مثال جیسے قَامَ زَيْدٌ، پس قام عامل ہے اور زید معرب ہے اور ضمہ اعراب ہے اور دال محل اعراب ہے۔ اور جان لیجئے کہ بیشک کلام عرب میں معرب نہیں ہیں مگر اسم متمکن اور فعل مضارع اور اس فعل مضارع کا حکم قسم ثانی میں عنقریب آئے گا انشاءاللہ تعالیٰ۔

تشریح :- یہاں سے مصنفؒ عامل کی تعریف بیان فرمارہے ہیں کہ عامل وہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے معرب کے آخر میں رفع، نصب یا جر آجائے جیسے جاء زید اس میں زید معرب ہے اور جاء عامل ہے جس کی وجہ سے زید مرفوع ہے۔ رأیت زیداً میں زیداً معرب ہے رأیت عامل ہے جس کی وجہ سے زید منصوب ہے اسی طرح مَرَرْتُ بِزَيْدٍ میں با عامل ہے اور اس کی وجہ سے زید مجرور ہے۔

ومحل الاعراب :- یہاں سے اعراب کا محل بیان فرمارہے ہیں کہ اسم معرب میں محل اعراب آخری حرف ہوگا ابتداء یا درمیان میں کوئی حرف نہیں ہوگا۔ اس سے یہ شبہ دور ہوا کہ جَاءَ نی زیدٌ رأیت زیداً، مررت بزیدٍ میں تو آخری حرف تینوں حالتوں میں دال ہے تبدیل نہیں ہوا تو مذکورہ عبارت سے واضح ہوا کہ محل اعراب آخری حرف ہے وہ تبدیل نہیں ہوگا بلکہ اس کی حرکت تبدیل ہوگی۔

مثال الکل :- مصنفؒ نے اسم معرب کی تعریف اعراب عامل وغیرہ ذکر کیے اب ایک مثال دی ہے جس میں سب چیزوں کو واضح فرمارہے ہیں وہ ہے قام زیدٌ تو قام عامل ہے زید معرب ہے اور محل اعراب زید کے آخر میں دال ہے۔

واعلم انه لایعرب فی الکلام الخ:- یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کلام عرب میں صرف دو چیزیں معرب ہوں گی (۱) اسم متمکن (۲) فعل مضارع

مصنف نے کہا کہ اسم متمکن یہ معرب کی قسم ہے تو اس سے اسم غیر متمکن نکل گیا اور فعل مضارع سے غیر ماضی نکل گیا لیکن فعل مضارع بھی اس وقت معرب ہوگا جب وہ نون تاکید ثقیلہ، نون تاکید خفیفہ اور نون جمع مؤنث سے خالی ہو باقی تفصیل انشاء اللہ قسم ثانی میں آئے گی۔

Scanned with CamScanner

فَصْلٌ فِیْ اَصْنَافِ اِعْرَابِ الْاِسْمِ وَهِیَ تِسْعَةُ اَصْنَافٍ:

اَلْاَوَّلُ: اَنْ یَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ وَالْجَرُّ بِالْكَسْرَةِ وَیُخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ الْمُنصرِفِ الصَّحِیْحِ. وَهُوَ عِنْدَ النُّحَاةِ: مَا لَایَكُوْنُ فِیْ آخِرِهٖ حَرْفُ عِلَّةٍ كَـ: زَیْدٌ. وَبِالْجَارِیْ مَجْرَی الصَّحِیْحِ. وَهُوَ مَا یَكُوْنُ فِیْ آخِرِهٖ وَاوٌ اَوْ یَاءٌ مَا قَبْلَهُمَا سَاكِنٌ كَـ(دَلْوٍ وَّظَبْیٍ) وَبِالْجَمْعِ الْمُكَسَّرِ الْمُنْصَرِفِ كَـ (رِجَالٍ). تَقُوْلُ (جَاءَ نِیْ زَیْدٌ وَ دَلْوٌ وَظَبْیٌ وَرِجَالٌ، رَاَیْتُ زَیْدًا وَ دَلْوًا وَظَبْیاً وَرِجَالًا، مَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَ دَلْوٍ وَظَبْیٍ وَرِجَالٍ)

ترجمہ:۔فصل اسم معرب کے اعراب کی اقسام میں ہے اور وہ نو اقسام ہیں اول قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب فتحہ کے ساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ ہو۔اور یہ اعراب خاص مفرد منصرف صحیح کے ساتھ اور صحیح نحویوں کے ہاں وہ ہے کہ اس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے زیـد اور جاری مجری صحیح کے ساتھ اور وہ یہ ہے کہ اس کے آخر میں واو یا یاء ہو،جس کا ماقبل ساکن ہو جیسے دلوٌ و ظبیٌ اور جمع مکسر منصرف کے ساتھ جیسے رجالٌ تو کہے گا جاء نی زید و دلو و ظبی و رجال الخ۔

تشریح :۔اس سے پہلے اعراب اور محل اعراب بیان کیا اب یہاں سے اعراب کی اقسام بیان فرمائیں گے انشاءاللہ۔ اعراب کی اولاً دو قسمیں ہیں (۱) اعراب بالحرکت (۲) اعراب بالحرف پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں لفظی ،تقدیری پھر ان میں سے بھی ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں ذاتی ،وصفی

اعراب بالحرکت لفظی ذاتی اصل ہے اس لئے مصنف اس کو پہلے ذکر کریں گے۔

الاول ان یکون الرفع بالضمة الخ:۔ اعراب کی پہلی قسم بیان کی کہ رفع ضمہ لفظی کے ساتھ ،نصب فتحہ لفظی کے ساتھ ،جر کسرہ لفظی کے ساتھ۔اعراب کی یہ قسم تین اسماء کے ساتھ خاص ہے (۱) مفرد منصرف صحیح (۲) مفرد منصرف جاری مجریٰ صحیح۔ (۳) جمع مکسر منصرف

(۱) مفرد منصرف صحیح:۔مفرد وہ ہوتا ہے جو اکیلے معنی پر دلالت کرے مفرد کہنے سے تثنیہ اور جمع دونوں نکل گئے ، منصرف وہ ہوتا ہے جس کے آخر میں تینوں حرکتیں بمع تنوین کے آسکیں ،منصرف کہنے سے غیر منصرف نکل گیا۔صحیح صرفیوں کے نزدیک وہ ہوتا ہے جس کے (ف ،ع ،ل) کلمہ کے مقابلے میں نہ ہمزہ ہو نہ حرف علت ہو اور نہ دو حرف ایک جنس کے ہوں اور نحویوں کے نزدیک صحیح وہ ہوتا ہے جس کے لام کلمہ کے مقابلے میں حرف علت نہ ہو جیسے زیـدٌ نحویوں کے نزدیک صحیح

Scanned with CamScanner

ہے اور صرفیوں کے نزدیک اجوف یائی ہے۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ وہ اسم مفرد بھی ہو صحیح بھی ہو منصرف بھی ہو تو اس کا اعراب بالحرکت لفظی ہوگا، جیسے جَاءَ زَیْدٌ ، رَأَیْتُ زَیْداً ، مَرَرْتُ بِزَیْدٍ۔

(۲) مفرد منصرف جاری مجریٰ صحیح: مفرد کہنے سے تثنیہ جمع نکل گئے، منصرف کہنے سے غیر منصرف نکل گیا، جار مجریٰ صحیح وہ ہوتا ہے، جس کے آخر میں حرف علت ہو اور اس کا ماقبل ساکن ہو، جاری مجریٰ صحیح کا مطلب یہ کو جو صحیح کا قائم مقام ہو اور یہ بھی صحیح کے قائم مقام ہوتا ہے اور ضابطہ یہ کہ جو حکم اصل کا ہوتا ہے وہ قائم مقام کا بھی ہوتا ہے تو جو اعراب صحیح کے ساتھ خاص ہے وہ اس کے ساتھ بھی خاص ہے۔

جاری مجریٰ صحیح کہنے سے جاری مجریٰ غیر صحیح نکل گیا، خلاصہ کلام یہ ہوا کہ وہ اسم مفرد بھی ہو منصرف بھی ہو جاری مجریٰ صحیح بھی ہو تو اس کا اعراب بالحرکت لفظی ہوگا، جیسے هذ دلوٌ ،رَأَیْتُ دَلْواً ، مَرَرْتُ بِدَلْوٍ ۔

(۳) جمع مکسر منصرف :۔جمع کہنے سے مفرد اور تثنیہ نکل گئے مکسر کہنے سے سالم نکل گیا، منصرف کہنے سے غیر منصرف نکل گیا جیسے رجالٌ ،خلاصہ یہ ہوا کہ وہ اسم جمع بھی، مکسر بھی اور منصرف بھی ہو تو اس کا اعراب بالحرکت لفظی ہوگا جیسے جَاءَنِیْ رِجَالٌ ، رَأَیْتُ رِجَالاً ، مَرَرْتُ بِرِجَالٍ ۔

نوٹ:۔مفرد منصرف جاری مجریٰ اور جمع مکسر کی تراکیب مفرد منصرف صحیح کی طرح ہیں۔

اعراب کی یہ قسم تین قسموں کے ساتھ خاص کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اعراب بالحرکت اصل ہے اور یہ تینوں بھی اصل ہیں یعنی مفرد اصل ہے تثنیہ اور جمع اس کی فرع ہے، منصرف اصل ہے غیر منصرف کے مقابلے میں کیونکہ اسماء میں اصل انصراف ہے اور صحیح اصل ہے معتل کے مقابلہ میں اور اسی طرح جاری مجریٰ صحیح اصل ہے غیر صحیح کے مقابلہ میں اور جمع مکسر اصل ہے جمع سالم کے مقابلے میں کیونکہ وہ جمع اصل ہوتا ہے جس کے آخر میں اعراب بالحرکت کی صلاحیت موجود ہو بمقابلہ اس جمع کے جس کے آخر میں یہ صلاحیت نہ ہو، تو جب یہ تینوں اصل ہیں اور پہلے گزرا کہ اعراب بالحرکت بھی اصل ہے تو اصل چیز اصل چیز کو دے دی۔ باقی اعراب بالحرکت اصل کیوں ہے تو اس وجہ سے کہ اعراب بالحرف یہ اعراب بالحرکت سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ الف دو فتحوں سے یاء دو کسروں سے اور واؤ دو ضموں سے پیدا ہوتا ہے۔

اَلثَّانِی اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْکَسْرَةِ. وَیُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمِ،تَقُوْلُ (هُنَّ مُسْلِمَاتٌ،وَرَأَیْتُ مُسْلِمَاتٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ).

Scanned with CamScanner

ترجمہ:- دوسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب وجر کسرہ کے ساتھ اور یہ اعراب مختص ہے جمع مؤنث سالم کے ساتھ تو کہے گا (هُنَّ مُسْلِمَاتٌ، وَرَأَيْتُ مُسْلِمَاتٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ)

تشریح :- یہاں تک اعراب بالحرکت حقیقی کوذکر کیا اب اعراب بالحرکت حکمی کو بیان فرمار ہے ہیں تو فرمایا کہ اعراب کی دوسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ لفظی کے ساتھ اور نصب اور جر دونوں کسرہ لفظی کے ساتھ ہو۔

اعراب کی یہ قسم خاص ہے جمع مؤنث سالم کے ساتھ، جمع کہنے سے مفرد اور تثنیہ نکل گئے، مؤنث کہنے سے مذکر نکل گیا، سالم کہنے سے مکسر نکل گیا، خلاصہ یہ ہوا کہ وہ اسم جمع بھی ہو مؤنث بھی ہو اور سالم بھی، تو اس کا اعراب دو حالتوں میں بالحرکت لفظی ہوگا یعنی رفع ضمہ لفظی کے ساتھ، نصب اور جر دونوں کسرہ لفظی کے ساتھ، جیسے جَاءَتْ مسلماتٌ ، رأیتُ مسلماتٍ ، مرَرْتُ بمُسْلمَاتٍ ۔

جمع مؤنث سالم سے مراد وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تاء ہو خواہ اس کا مفرد مذکر ہو یا مؤنث لہذا یہ اَرْضُوْنَ اور سنون کو شامل نہیں کیونکہ اس کے آخر میں الف اور تاء نہیں البتہ مرفوعات اور منصوبات کو شامل ہوگا کیونکہ اس کے آخر میں الف اور تاء ہے اگر چہ اس کا مفرد مذکر ہے۔

دوسری بات یہ ہے یہاں نصب کو جر کے تابع کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جمع مذکر سالم اصل ہے اور جمع مؤنث سالم اس کی فرع ہے اور جمع مذکر سالم میں نصب کو جر کے تابع کیا گیا تھا، اگر یہاں نہ کریں تو زیادتی آئے گی فرع کی اصل کے ساتھ اور یہ درست نہیں۔

اس جواب پر ایک اشکال ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے اصل کے ساتھ زیادتی کو ختم کرنے کے لئے نصب کو جر کے تابع کیا لیکن مقصود پھر بھی حاصل نہیں ہوا کیونکہ اعراب بالحرکت اصل ہے اور اعراب بالحرف فرع تو آپ نے جمع مؤنث سالم کو اعراب بالحرکت دیدیا جو کہ اصل اور جمع مذکر سالم کو اعراب بالحرف جو کہ فرع ہے تو زیادتی تو پھر بھی ہوئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جمع مؤنث سالم کو یہ اعراب مجبوراً دیا کیونکہ اس کے آخر میں ایسا کوئی حرف نہیں جس میں اعراب بالحرف کی صلاحیت موجود ہو۔

ترکیب:(۱) جَاءَتْ مُسْلِمَاتٌ، جاء صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معلوم مسلماتٌ اس کا فاعل مرفوع بضمہ لفظاً، فعل اپنے فاعل کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) رأیتُ مسلماتٍ: رأیتُ صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم تُ ضمیر بارز اس کا فاعل مرفوع محلا مسلمات اس کا مفعول بہ منصوب بالکسرہ لفظاً۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۳) مررتُ بمسلماتٍ: مررتُ صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم تُ ضمیر بارز اس کا فاعل مرفوع محلا ب حرف جار مسلماتٍ اس کا مجرور بالکسرہ لفظاً، جار اپنے مجرور کے ساتھ مل کر متعلق ہوا مررتُ فعل کے لئے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

اَلثَّالِثُ: اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْفَتْحَةِ. وَیُخْتَصُّ بِغَیْرِ الْمُنْصَرِفِ کَ (عُمَرَ). تَقُوْلُ (جَاءَ نِیْ عُمَرُ، وَ رَأَیْتُ عُمَرَ، وَ مَرَرْتُ بِعُمَرَ).

ترجمہ: - تیسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب و جر فتحہ کے ساتھ اور یہ خاص ہے غیر منصرف کے ساتھ جیسے عمر تو کہے گا جاء نی عمرُ، رأیتُ عمرَ و مررتُ بعمرَ۔

تشریح: - تیسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ لفظی کے ساتھ اور نصب و جر فتحہ لفظی کے ساتھ ہو یہ قسم خاص ہے غیر منصرف کے ساتھ اس کی تفصیل آگے بیان فرمائیں گے انشاء اللہ۔

اَلرَّابِعُ: اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ، وَالنَّصْبُ بِالْاَلِفِ، وَالْجَرُّ بِالْیَاءِ. وَیُخْتَصُّ بِالْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ مُکَبَّرَةً مُوَحَّدَةً مُضَافَةً اِلٰی غَیْرِیَاءِ الْمُتَکَلِّمِ، وَهِیَ (اَخُوْکَ وَاَبُوْکَ وَ هَنُوْکَ وَحَمُوْکَ وَفُوْکَ وَذُوْمَالٍ) تَقُوْلُ: (جَاءَ نِیْ اَخُوْکَ رَأَیْتُ اَخَاکَ مَرَرْتُ بِاَخِیْکَ) وَکَذَا الْبَوَاقِیْ.

ترجمہ: - چوتھی قسم یہ ہے کہ رفع واو کے ساتھ ہو اور نصب الف کے ساتھ اور جر یاء کے ساتھ اور یہ اعراب کی یہ قسم اسمائے ستہ مکبرہ کے ساتھ خاص ہے اس حال میں کہ وہ مکبر ہوں موحد ہوں مضاف ہوں یائے متکلم کے علاوہ کسی اور کی طرف۔ اور وہ اسمائے ستہ مکبرہ اخوک، ابوک، هنوک، حموکِ، فوکَ اور ذومال ہیں تو کہے گا جاء نی اخوک رأیتُ اخاک مررت باخیک اور اسی طرح باقی۔

تشریح: - اعراب کی چوتھی قسم بیان فرمارہے ہیں کہ رفع واؤ لفظی کے ساتھ، نصب الف لفظی کے ساتھ اور جر یائے لفظی کے ساتھ ہو یہ قسم خاص ہے اسمائے ستہ مکبرہ کے ساتھ۔ اسمائے ستہ مکبرہ یہ ہیں، اب، اخ، حمٌ ، هنٌ ، فمٌ، ذو مال، اس سے پہلے مصنفؒ نے اعراب بالحرکت ذکر کیا اب یہاں سے اعراب بالحرف ذکر فرمارہے ہیں اس کی بھی دو قسمیں حقیقی

Scanned with CamScanner

اور حکمی تو یہاں اعراب بالحرف لفظی حقیقی کو بیان فرما رہے ہیں کیونکہ یہ اصل ہے۔

اس کا کو سمجھنے سے پہلے تمہیدی طور پر چھ باتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

پہلی بات:۔اسمائے ستہ مکبرہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

اَبٌ (باپ)، اَخٌ (بھائی)، حَمٌ (دیور، سسر وغیرہ)، ھَنٌ (شرمگاہ) فَمٌ (منہ)، ذو مال (مال والا)

دوسری بات اسمائے ستہ مکبرہ کی صرفی تحقیق:۔ان اسماء میں اَبٌ، اَخٌ، حَمٌ اور ھَنٌ اصل میں تھے اَبَوٌ، اَخَوٌ، حَمَوٌ، ھَنَوٌ قال والے قاعدے کی رو سے بن گئے اَبَانٌ، اَخَانٌ، حَمَانٌ، ھَنَانٌ التقائے ساکنین آیا الف اور نون کے درمیان الف کو گرا دیا تو بن گئے اَبٌ، حَمٌ، ھَنٌ۔پھر جب ان چاروں کو ضمیر مجرور کی طرف مضاف کیا تو تنوین گر گئی اور قولن اور بیعن والے قاعدے کی رو سے وہ واؤ لوٹ آیا تو اَبُوکَ، اَخُوکَ، حَمُوکَ اور ھَنُوکَ بن گئے۔

فَمٌ اصل میں تھا فَوْہٌ دلیل اس کی یہ ہے کہ اس کی جمع آتی ہے اَفْوَاہٌ اور قاعدہ ہے کہ جمع کسی چیز کو اپنی اصل کی طرف لوٹاتی ہے۔فَوْہٌ سے ھا کو حذف کیا تو بن گیا فَوٌ اور واؤ کو میم سے تبدیل کر دیا کیونکہ واؤ اور میم دونوں کا مخرج ایک ہے۔اور اس واؤ کو اس لئے میم سے تبدیل کر دیا کہ اگر اس کو اسی حالت پر چھوڑتے تو جب اس پر کوئی عامل داخل ہوتا تو واؤ متحرک ہو جاتا اور بن جاتا فَوٌ پھر قال والے قاعدے کی رو سے واؤ الف سے تبدیل ہوتا اور التقائے ساکنین کی وجہ سے وہ الف بھی حذف ہو جاتی تو بن جاتا فَا تو اب پتہ نہیں چلتا کہ یہ اسم ہے یا حرف اس لئے اس واؤ کو میم سے تبدیل کر دیا تاکہ التباس نہ آئے حرف کے ساتھ۔

ذو مال اصل میں تھا ذَوَوٌ ایک واؤ کو تخفیفاً حذف کر دیا تو بن گیا ذَوٌ پھر اس واؤ کو کثرت استعمال اور تخفیف کے لئے ساکن کر دیا اور اس کے ماقبل کو ضمہ دیا تو بن گیا ذُوْ۔

ذو اسم ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا کیونکہ ذو اسم جنس کو ماقبل کے لئے صفت بناتا ہے اور ضمیر ذات ہے جنس نہیں اس لئے ذو کا مال کی طرف مضاف کیا۔

تیسری بات:۔اسمائے ستہ مکبرہ کے کے اعراب کے لئے شرائط!

اسمائے ستہ مکبرہ کا یہ اعراب تب ہوگا جب ان کے اندر چار شرائط پائی جائیں:

(۱) مکبرۃ:۔یہ اسماء مکبر ہوں مصغر نہ ہوں، اگر مصغر ہوئے تو پھر ان کا اعراب بالحرکت لفظی ہوگا، جیسے جَاءَ نِی اُخَیُّکَ

Scanned with CamScanner

، رَأَيْتُ أُخَيْكَ، مَرَرْتُ بِأُخَيْكَ ۔(۲)مفردۃ:۔اسمائے ستہ مکبرہ مفرد ہوں تثنیہ اور جمع نہ ہوں اگر تثنیہ یا جمع ہوئے تو ان کا اعراب تثنیہ اور جمع والا ہوگا، جیسے جَاءَ نِيْ اَخَوَانِ ، رَأَيْتُ اَخَوَيْنِ ، مَرَرْتُ بِاَخَوَيْنِ ۔ (۳)مضافۃ:۔یہ مضاف ہوں اگر مضاف نہ ہوئے تو ان کا اعراب بالحرکت لفظی ہوگا جیسے جَاءَنِيْ اَبٌ ، رَأَيْتُ اَبًا ، مَرَرْتُ بِاَبٍ (۴)اِلٰی غَيْرِ يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ : ۔ یہ مضاف تو ہوں مگر ی ضمیر متکلم کی طرف مضاف نہ ہوں، اگر ی ضمیر متکلم کی طرف مضاف ہوئے تو ان کا اعراب بالحرکت تقدیری ہوگا، جیسے جَاءَنِيْ اَبِيْ ، رَأَيْتُ اَبِيْ ، مَرَرْتُ بِاَبِيْ ۔

چوتھی بات:۔اسمائے ستہ مکبرہ کے استعمال ہونے کی صورتیں!

ان کے استعمال ہونے کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) یہ مضاف ہوں ضمیر غائب کی طرف جیسے جَاءَ نِي اَبُوْهُ ، رَأَيْتُ اَبَاهُ ، مَرَرْتُ بِاَبِيْهِ

(۲) یہ مضاف ہوں ضمیر مخاطب کی طرف جیسے جَاءَ نِي اَبُوْكَ ، رَأَيْتُ اَبَاكَ ، مَرَرْتُ بِاَبِيْكَ ۔

(۳) یہ مضاف ہوں ضمیر جمع متکلم کی طرف جیسے جَاءَ نِيْ اَبُوْنا ، رَأَيْتُ اَبَانَا ، مَرَرْتُ بِاَبِيْنَا۔

(۴) یہ مضاف ہوں اسم ظاہر کی طرف جیسے جَاءَ نِي اَبُوزَيْدٍ ، رَأَيْتُ اَبَازَيْدٍ ، مَرَرْتُ بِاَبِيْ زَيْدٍ ۔

پانچویں بات:۔مفرد اصل ہے، تثنیہ اور جمع اس کی فرع ہیں، اس لئے نحاۃ نے مفرد کو اعراب بالحرکت دے دیا، تثنیہ اور جمع کو اعراب بالحرف دے دیا۔

اعتراض:۔اسمائے ستہ مکبرہ مفرد ہیں اور تثنیہ اور جمع اس کی فرع ہے تو اسمائے ستہ مکبرہ کو اعراب بالحرکت دینا چاہئے نہ کہ اعراب بالحرف فرعی؟

جواب:۔جب نحویوں نے مفرد کو اعراب بالحرکت دے دیا، تثنیہ اور جمع کو اعراب بالحرف دے دیا تو ایسا کرنے سے مفرد، تثنیہ اور جمع میں اجنبیت تامہ پیدا ہوگئی، اس اجنبیت کو ختم کرنے کے لئے چھ اسماء منتخب کئے گئے اور ان کو اعراب بالحرف دیا، تاکہ اجنبیت ختم ہو جائے۔

اعتراض یہ چھ اسماء کیوں منتخب کئے گئے پانچ یا سات کیوں منتخب نہیں کئے؟

جواب:۔یہ ہے کہ تثنیہ اور جمع کے اعراب کی حالتیں کل چھ تھیں، تین تثنیہ کی رفعی، نصبی، جری اور تین جمع کی رفعی، نصبی اور جری، اس کی وجہ سے چھ اسماء منتخب کئے۔

Scanned with CamScanner

اَلْخَامِسُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْاَلِفِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ الْمَفْتُوْحِ مَا قَبْلَهَا. وَيُخْتَصُّ بِالْمُثَنّٰى وَ(كِلَا) مُضَافًا اِلٰى مُضْمَرٍ وَ(اِثْنَانِ)وَ (اِثْنَتَانِ) تَقُوْلُ (جَاءَ نِىْ الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا وَاِثْنَانِ وَاِثْنَتَانِ ،رَاَيْتُ الرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَاِثْنَيْنِ وَاِثْنَتَيْنِ ،وَمَرَرْتُ بِالرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَاِثْنَيْنِ وَاِثْنَتَيْنِ)

ترجمہ:-(اعراب کی) پانچویں قسم یہ ہے کہ رفع الف کے ساتھ ،نصب اور جر یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ ہو۔اور یہ اعراب یہ قسم تثنیہ اور کلا کے ساتھ اس حال میں کہ وہ کلا مضاف ہو ضمیر کی طرف اور اثنان و اثنتان کے ساتھ خاص ہے،تو کہے گا جَاءَ نِی الرَّجُلَانِ كِلَاهُما وَاِثْنَانِ وَاِثْنَتَانِ الخ.

تشریح:-یہاں چند باتیں سمجھنے کی ہیں۔

(۱)اس سے پہلے مصنف نے اعراب بالحرف لفظی حقیقی کو ذکر کیا اب یہاں سے اعراب بالحرف لفظی حکمی کو بیان فرمارہے ہیں حقیقی کو اصل ہونے کی وجہ سے مقدم کیا۔

دوسری بات:اعراب کی پانچویں قسم یہ ہے کہ رفع الف لفظی کے ساتھ نصب اور جر دونوں یائے لفظی ماقبل مفتوح کے ساتھ۔ تثنیہ:-جیسے رجلانِ ، کلا اور کلتا ،بشرطیکہ یہ مضاف ہوں ضمیر غائب کی طرف جیسے جاء نی کلاهما ، رأیت کلیهما، مررتُ بکلیهما اور اثنان اور اثنتان جیسے جَاءَ نی رَجُلان ، رَأیت رَجُلین ، مَررُت برَجلَین ،جاءَ نی کِلاهُما ، رَأیتُ کِلیْهِما ، مَررتُ بِکلیْهما، جَاء اِثنَانِ ، رَأیتُ اثْنین ، مَرَرْتُ باِثْنَیْنِ ۔

تیسری بات:- کلا اور کلتا، اثنانِ اور اثنتانِ حقیقتاً تثنیہ نہیں ہیں بلکہ تثنیہ کے مشابہ ہیں یعنی جس طرح تثنیہ دو پر دلالت کرتا ہے اسی طرح یہ بھی دو پر دلالت کرتے ہیں،اس مشابہت کی وجہ سے ان کو تثنیہ والا اعراب دیا باقی یہ حقیقتاً تثنیہ کیوں نہیں ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ حقیقتاً تثنیہ وہ ہوتا ہے جس کا کوئی مفرد ہو اور ان کا کوئی مفرد نہیں۔

اعتراض:۔مصنف نے کلا کو ذکر کیا اور کلتا کو ذکر نہیں کیا؟جواب یہ ہے کہ کلا اصل ہے اور کلتا فرع ہے اور اصل کا ذکر فرع کے ذکر کو مستلزم ہے۔

چوتھی بات:۔کلا کے ساتھ ضمیر کی قید کیوں لگائی اس کی وجہ یہ ہے کہ کلا کی دو جہتیں ہیں۔

(۱)لفظ کے اعتبار سے (۲)معنی کے اعتبار سے لفظ کے اعتبار سے کلا مفرد ہے اور معنی کے اعتبار سے تثنیہ ہے،تو لفظ کے اعتبار سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کا اعراب بالحرکت ہو اور معنی کے اعتبار سے تقاضا کرتا ہے کہ اس کا اعراب بالحرف ہو تو دونوں

جنتوں کا لحاظ رکھا یعنی جب اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو تو اعراب بالحرکت ہوگا اور جب اسم ضمیر کی طرف مضاف ہو تو اعراب بالحرف ہوگا کیونکہ اسم ظاہر بھی اصل ہے اور اعراب بالحرکت بھی اور اسم ضمیر بھی فرع ہے اور اعراب بالحرف بھی فرع ہے۔

اَلسَّادِسُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ الْمَضْمُوْمِ مَا قَبْلَهَا ،وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ الْمَكْسُوْرِ مَا قَبْلَهَا .وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ نحو: (مُسلِمونَ)وَ (اُولو) و(عِشْرُوْنَ)مَعَ اَخَوَاتِهَا .تَقُوْلُ : جَاءَ نِيْ مُسلِمُونَ وَعِشْرُونَ وَاُولُو مَالٍ،وَرَاَيْتُ مُسْلِمِيْنَ وَعِشْرِيْنَ واُولِي مَالٍ،وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِيْنَ وَعِشْرِيْنَ وَاُولِي مالٍ.

وَاعْلَمْ أَنَّ نُونَ التَّثْنِيَةِ مَكْسُورَةٌ أَبَداً، وَنُونَ جَمْعِ السَّلامَةِ مَفْتُوحَةٌ أَبَداً ، وَكِلاهُما يَسْقُطَانِ عِنْدَ الْإِضَافَةِ ، (جَاءَ نِي غُلامَا زَيدٍ،وَمُسْلِمُوْ مِصْرِ)

ترجمہ:-(اعراب کی) چھٹی قسم یہ ہے کہ رفع واو ماقبل مضموم کے ساتھ ہو اور نصب وجر یاء ماقبل مکسور کے ساتھ ہو اور یہ اعراب جمع مذکر سالم کے ساتھ خاص ہے جیسے مسلمون اور اُولُو اور عِشرُون کے ساتھ عِشرُون کے تشابہات سمیت تو کہے گا،جاء نی مسلمون وعشرین و اُولی مالِ الخ۔اور جان لیجئے کہ بے شک نون تثنیہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور نون جمع سالم ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور یہ دونوں اضافت کے وقت گر جاتے ہیں،تو کہے گا جاءنی غلاما زید ومُسلمو مصرِ۔

تشریح :-اعراب کی چھٹی قسم ہے یہ کہ رفع واو لفظی ماقبل مضموم کے ساتھ نصب اور جر یائے لفظی ماقبل مکسور کے ساتھ ہو یہ قسم خاص ہے،جمع مذکر سالم کے ساتھ جیسے مُسلمون ،اُولو ، عِشرون اور اس کے اخوات کے ساتھ ۔اخوات سے مراد تِسعُوْن تک تمام دہائیاں ہیں۔

ان تینوں قسموں کا اعراب بالحرف لفظی ہوگا،یعنی رفعہ واو لفظی کے ساتھ نصب اور جر دونوں یائے لفظی ماقبل مکسور کے ساتھ ہوں گے جیسے جَاءَ مُسْلِمُوْنَ وَاُولُوْ مَالٍ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً، رَاَيْتُ مُسْلِمِيْنَ وَاُولِيْ مَالٍ وَّعِشْرِيْنَ رَجُلاً ،مَرَرْتُ بِمُسْلِمِيْنَ وَاُولِيْ مَالٍ وَّعِشْرِيْنَ رَجُلاً۔

جمع سے مراد ہر وہ جمع ہے جس کے آخر میں واو اور نون ہو اس لئے اب یہ اَرْضُوْن سِنُوْن کو شامل ہوگا اور مرفوعات اور منصوبات کو شامل نہیں ہوگا۔

فائدہ:-اولو اور عشرون حقیقتاً جمع نہیں ہیں بلکہ جمع کے مشابہ ہیں،اس مشابہت کی وجہ سے ان کو جمع والا اعراب دیدیا،

اولو حقیقتاً جمع اس لئے نہیں حقیقتاً جمع وہ ہوتی ہے جس میں دو شرائط ہوں:
(۱) اس کے معنی میں تعیین نہ ہو (۲) اس کا مفرد من لفظہ موجود ہو اور عشرون میں یہ دونوں شرائط موجود نہیں کیونکہ ایک تو اس کے معنی میں تعیین ہے اور حقیقتاً جمع وہ ہوتی ہے جو تین سے لے کر آخر تک بغیر کسی تعیین کے بولی جائے اور عشرون یہ صرف انیس اور اکیس کے درمیان والے عدد پر بولا جاتا ہے۔ اور دوسری شرط بھی نہیں کیونکہ اس کا کوئی مفرد نہیں۔
اس پر کسی نے اعتراض کیا کہ عشرون عشرۃ کی اور ثلاثون ثلاثۃ کی جمع کیوں نہیں ہو سکتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر عشرون عشرۃ کی جمع ہوتی تو اس میں جمع کے کم از کم تین افراد موجود ہوتے پھر اس کا معنی ہوتا تیس (۳۰) حالانکہ عشرون کا معنی ہے بیس نہ کہ تیس۔
اور اولو میں اگر چہ پہلی شرط پائی جاتی ہے کہ اس کے معنی میں تعیین نہیں لیکن دوسری شرط نہیں پائی جاتی کیونکہ اولو جمع ہے ذو کی من غیر لفظہٖ یعنی مفرد کے الفاظ اور ہیں اور جمع کے الفاظ اور ہیں، اور حقیقتاً جمع وہ ہوتی ہے جس میں مفرد اور جمع کے الفاظ ایک ہوں۔

اب یہ سمجھیں کہ تثنیہ اور جمع کو یہ اعراب کیوں دیا کہ رفع واو لفظی کے ساتھ، نصب اور جر یائے لفظی کے ساتھ ہو؟
تو اس کا جوابی یہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اعراب کی دو قسمیں ہیں (۱) اعراب بالحرکت (۲) اعراب بالحرف اسی طرح مفرد بھی اصل ہے اور تثنیہ اور جمع اس کی فرع ہیں تو اصل کو اصل والا اعراب دیدیا اور فرع کو فرع والا۔
اور یہ بات کہ اس ترتیب سے اعراب کیوں دیا کہ تثنیہ میں رفع الف لفظی کے ساتھ، نصب و جر یائے لفظی ماقبل مفتوح کے ساتھ اور جمع میں رفع واو لفظی ماقبل مضموم کے ساتھ اور نصب و جر یائے لفظی ماقبل مکسور کے ساتھ؟
اس کا جواب یہ ہے کہ اعراب کے حروف کل تین ہیں اور اعراب کی حالتیں کل چھ ہیں تین تثنیہ اور تین جمع کی، اب اگر ان تینوں حروف واو، الف، یاء ہم تثنیہ اور جمع کو مشترکہ طور پر دیتے تو تثنیہ اور جمع میں التباس آتا پتہ نہیں چلتا کہ تثنیہ کونسا ہے اور جمع کونسی ہے اگر تینوں حرف تثنیہ کو دیتے تو جمع بلا اعراب رہ جاتا اور اگر صرف جمع کو دیتے تو پھر تثنیہ بلا اعراب رہ جاتا تو ہم نے ان کو اعراب اس ترتیب کے ساتھ دیا کہ فعل میں تثنیہ کے لئے ضمیر مرفوع الف تھا جیسے یضربان اس لئے ہم نے تثنیہ کو حالت رفعی میں الف دیا اور فعل میں جمع کا ضمیر فاعل واو تھی جیسے یضربون الخ اس لئے ہم نے حالت رفعی میں جمع کو واو دیا۔
اس تقسیم کے بعد ہمارے پاس اعراب کا صرف ایک حرف باقی رہا یعنی یاء اور چار حالتیں رہ گئیں، تثنیہ کی

دو حالتیں نصبی اور جری اور جمع کی دو حالتیں نصبی اور جری، لہذا ہم نے حالت جری میں تثنیہ اور جمع دونوں کو یاء دیا اصل یعنی کسرہ کی مطابقت کی وجہ سے اب ہمارے پاس اعراب کے حروف ختم ہوئے اور دو حالتیں باقی رہیں تثنیہ اور جمع کی حالت نصبی لہذا ہم نے حالت نصبی کو جری پر محمول کیا کیونکہ یہ دونوں کلام میں فضلہ ہیں اور حالت نصبی کو رفعی پر اس لئے محمول نہیں کیا کہ رفع کلام میں عمدہ چیز کے لئے ہوتا ہے اور نصب فضلہ کے لئے تو فضلہ کا عمدہ پر حمل صحیح نہیں ہے۔

واعلم ان نون التثنیة :- یہاں سے مصنف دو قاعدے بیان فرما رہے ہیں۔

قاعدہ(۱) تثنیہ کا نون ہمیشہ مکسور ہوگا اور جمع کا نون ہمیشہ مفتوح ہوگا جیسے مُسلِمانِ اور مُسلِمُون ۔

نون تثنیہ کو کسرہ دینے کی تین وجوہات ہیں۔(۱) تثنیہ مفرد اور جمع کا وسط ہے اور اسی طرح کسرہ رفع اور نصب کا وسط ہے اس لئے وسط کو وسط دیا یعنی تثنیہ کے نون کو کسرہ دیا اور فرق کے لئے نون جمع کو فتحہ دیا(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ تثنیہ میں نون حرف ہے اور حرف مبنی ہوتا ہے اور مبنی میں اصل سکون ہوتا ہے تو اگر نون ساکن ہوتا تو پھر التقائے ساکنین لازم آتا اس لئے اَلسَّاکِنُ اِذَا حُرِّکَ حُرِّکَ بِالْکَسْرِ کے قاعدے کے مطابق نون کو کسرہ دیا اور فرق ظاہر کرنے کے لئے نون جمع کو فتحہ دیا(۳) تثنیہ میں نون تنوین کے بدلے میں آیا ہے اور تنوین ساکن ہوتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ اَلسَّاکِنُ اِذَا حُرِّکَ حُرِّکَ بِالْکَسْرِ یعنی جب ساکن کو حرکت دیا جاتا ہے تو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے۔لہذا اس نون کو بھی کسرہ دیا اور فرق واضح کرنے کے لئے نون جمع کو فتحہ دیا۔

قاعدہ نمبر(۲): کلاهماتسقطان سے دوسرا قاعدہ بیان فرما رہے ہیں کہ نون تثنیہ اور نون جمع اضافت کے وقت دونوں گر جاتے ہیں جیسے غلامازید اور مسلمو مصر اصل میں تھے غلامان اور مسلمون لیکن اضافت کے وقت نون ساقط ہوا۔

اب سوال یہ ہے کہ نون تثنیہ اور نون جمع دونوں اضافت کے وقت کیوں گر جاتے ہیں؟

اس کا جواب سمجھنے سے پہلے ایک فائدہ کا جاننا ضروری ہے۔

فائدہ:۔نون تثنیہ اور نون جمع کے بارے میں چار مذاہب ہیں(۱) بعض کے نزدیک یہ نون مفرد کے تنوین کے مقابلے میں آیا ہے(۲) بعض کے نزدیک یہ نون مفرد کے حرکت کے مقابلے میں آیا ہے(۳) بعض کے نزدیک یہ نون دونوں (نون تنوین اور ضمہ) کے مقابلے میں آیا ہے(۴) بعض کے نزدیک یہ نون کسی کے بدلے میں نہیں آیا ہے۔

اب جواب کا حاصل یہ ہے کہ جن حضرات کے نزدیک یہ نون تنوین کے مقابلے میں آیا ہے تو یہ اضافت کے وقت گر جائے

Scanned with CamScanner

گا کیونکہ تنوین اضافت کے وقت گر جاتا ہے اور جن حضرات کے ہاں یہ نون ضمہ کے مقابلے میں آیا ہے تو اس حالت میں بھی گر جائے گا کیونکہ ضمہ بھی تخفیف کے لئے گر جاتا ہے۔

اَلسَّابِعُ: اَنْ یَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِتَقْدِيْرِ الْفَتْحَةِ، وَالْجَرُّ بِتَقْدِيْرِ الْكَسْرَةِ وَيَخْتَصُّ بِالْمَقْصُوْرِ، وَهُوَ مَا فِي اٰخِرِهِ اَلِفٌ مَقْصُوْرَةٌ، كَ (عَصًا) وَبِالْمُضَافِ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ غَيْرَ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ، كَ (غُلَامِيْ) تَقُوْلُ: (جَاءَنِيْ عَصًا وَغُلَامِيْ، وَرَأَيْتُ عَصًا وَغُلَامِيْ، وَمَرَرْتُ بِعَصًا وَغُلَامِيْ)

ترجمہ:-(اعراب کی) ساتویں قسم یہ ہے کہ رفع تقدیری کے ساتھ اور نصب تقدیری فتحہ کے ساتھ اور تقدیری کسرہ کے ساتھ ہو، اور یہ اعراب اسم مقصور کے ساتھ خاص ہے اور اسم مقصور وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے عصا، اور اس اسم کے ساتھ جو مضاف ہو یاء متکلم کی طرف اس حال میں کہ وہ اسم جمع مذکر سالم کا غیر ہو جیسے غلامی کہے گا تو ھذا عصا وَغلامی، رَأیت عَصَاوغلامِی، مَررتُ بعصَاوَغُلامِیْ.

تشریح:-اس سے پہلے مصنفؒ نے اعراب لفظی کو بیان کیا اب یہاں سے اعراب تقدیری کو بیان فرما رہے ہیں۔

اس عبارت میں عراب کی ساتویں قسم بیان فرما رہے ہیں وہ یہ کہ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ ہو نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ اور جر کسرہ تقدیری کے ساتھ ہو اعراب کی یہ قسم خاص ہے اسم مقصور اور غیر جمع مذکر سالم جب یا ضمیر متکلم کی طرف مضاف ہو۔ جاء نی موسیٰ وغلامی ، رأیتُ موسیٰ وغلامی ، مررتُ بموسیٰ وغلامی ۔

(۱۳) اسم مقصور:-یعنی وہ اسم جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے موسیٰ ۔

اسم مقصور کا اعراب اس لئے تقدیری ہوگا کہ اس کے آخر میں الف مقصورہ ہوتا ہے اور الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے حرکت کو قبول نہیں کرتا اگر اس پر حرکت آ جائے تو پھر وہ الف نہیں رہتا ہمزہ بن جاتا ہے۔

اور غیر جمع مذکر سالم کا اعراب اس لئے تقدیری ہوگا کہ اس کے آخر میں ی ہے اور ی چاہتی ہے کہ میرا ماقبل مکسور ہو، اب اگر حالت رفعی اور نصبی میں اس پر ضمہ اور فتحہ آ جائے تو لازم آئے گا ایک حرف پر دو مختلف حرکتوں کا جمع ہونا، اور یہ جائز نہیں، اور حالت جری میں اس پر کسرہ آ جائے تو لازم آئے گا، ایک حرف پر ایک ہی حرکت کا دو مختلف اعتبار سے جمع ہونا اور یہ جائز نہیں اس لئے اس کا اعراب تینوں حالتوں میں بالحرکت تقدیری کر دیا۔

Scanned with CamScanner

اَلثَّامِنُ: اَنْ يَكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالْجَرُّ بِتَقْدِيْرِ الْكَسْرَةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًا. وَيَخْتَصُّ بِالْمَنْقُوْصِ، وَهُوَ مَا فِيْ آخِرِهٖ يَاءٌ مَا قَبْلَهَا مَكْسُوْرٌ، كَـ (الْقَاضِيْ) تَقُوْلُ: (جَاءَ نِيْ الْقَاضِيْ، وَرَأَيْتُ الْقَاضِيَ، وَمَرَرْتُ بِالْقَاضِيْ)

ترجمہ:- آٹھویں قسم یہ ہے کہ رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ اور جر تقدیری کسرہ کے ساتھ اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ ہو اور یہ اعراب مختص ہے اسم منقوص کے ساتھ اور اسم منقوص وہ اسم ہے جس کے آخر میں ایسی یاء ہو جس کا ماقبل مکسور ہو جیسے القاضی کہے گا، توجاء نی القاضی ورأیتُ القاضی ومررتُ بالقاضی۔

تشریح:- یہاں سے اعراب کی آٹھویں قسم بیان فرمارہے ہیں کہ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ جر کسرہ تقدیری کے ساتھ اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ ہو اعراب کی یہ قسم اسم منقوص کے ساتھ خاص ہے جیسے جاء القاضی ، رأیتُ القاضیَ ، مررتُ بالقاضیْ

اسم منقوص:- اسم منقوص وہ اسم ہوتا ہے کہ جس کے آخر میں ی ماقبل مکسور ہو جیسے قاضی۔

اس کا اعراب دو حالتوں میں بالحرکت تقدیری اس لئے ہوگا کہ اس کے آخر میں ی ہے اور ی حروف علت میں سے کمزور حرف ہے ضمہ اور کسرہ اس پر ثقیل ہیں، ی ان کو اٹھا نہیں سکتی، اس لئے اس کا اعراب بالحرکت تقدیری ہوگا، اور حالت نصبی میں اس کا اعراب بالحرکت لفظی اس لئے ہوگا کہ ی اگرچہ حروف علت میں سے کمزور حرف ہے لیکن فتحہ بھی خفیف ہوتا ہے ی اس کو اٹھا سکتی ہے اس لئے اس کا اعراب حالت نصبی میں بالحرکت لفظی ہوگا۔

ترکیب:(۱) جاء القاضیْ:- جاء صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم القاضی اس کا فاعل مرفوع بضمہ تقدیراً فعل اپنے فاعل کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ (۲) رأیتُ القاضیَ: رأیتُ صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم تُ ضمیر بارز اس کا فاعل مرفوع محلاً القاضی اس کا مفعول بہ منصوب بالفتحہ لفظاً۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ (۳) مررتُ بالقاضیْ: مررتُ صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم تُ ضمیر بارز اس کا فاعل مرفوع محلاً ب حرف جار القاضی اس کا مجرور بالکسرہ تقدیراً، جار اپنے مجرور کے ساتھ مل کر متعلق ہوا مررتُ فعل کے لئے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

اَلتَّاسِعُ: اَنْ يَكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الْوَاوِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ لَفْظًا. وَيَخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ مُضَافًا اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ. تَقُوْلُ (جَاءَ نِيْ مُسْلِمِيَّ) تَقْدِيْرُهٗ: مُسْلِمُوْيَ، اِجْتَمَعَتِ الْوَاوُ

Scanned with CamScanner

وَالْیَاءُ، وَالْاُوْلٰی مِنْهُمَا سَاکِنَةٌ، فَقُلِبَتِ الْوَاوُ یَاءً وَاُدْغِمَتِ الْیَاءُ فِی الْیَاءِ، وَاُبْدِلَتِ الضَّمَّةُ بِالْکَسْرَةِ لِمُنَاسَبَةِ الْیَاءِ، فَصَارَ (مُسْلِمِیَّ) وَ(رَأَیْتُ مُسْلِمِیَّ وَمَرَرْتُ مُسْلِمِیَّ)

ترجمہ:- (اعراب کی نویں قسم یہ ہے کہ رفع، واو تقدیری کے ساتھ ہو اور نصب وجر دونوں یاء لفظی کے ساتھ، اور یہ اعراب مختص ہے جمع مذکر سالم کے ساتھ اس حال میں کہ وہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو، تو کہے گا جاء نی مُسْلِمِیَّ اصل اس کی مُسْلِمُوْیَ تھی واو اور یاء جمع ہو گئیں اول ان میں ساکن ہے پس واو کو یاء سے تبدیل کیا گیا اور یاء کو یاء میں مدغم کیا گیا اور ضمہ کو کسرہ سے بدلا گیا یاء کی مناسبت کی وجہ سے پس ہو گیا مسلمی اور رَأَیْتُ مُسْلِمِیَّ وَمَرَرْتُ مُسْلِمِی۔

تشریح:- اس سے پہلے اعراب بالحرکت تقدیری حقیقی کو ذکر کیا اب یہاں سے اعراب حکمی کو بیان فرمارہے ہیں۔

اس عبارت میں نویں قسم اعراب کی بیان فرمارہے ہیں کہ رفع واؤ تقدیری کے ساتھ نصب اور جر یائے لفظی کے ساتھ ہو، یہ قسم خاص ہے جمع مذکر سالم کے ساتھ جب ی ضمیر متکلم کی طرف مضاف ہو جَاءَ مُسْلِمِیَّ، رَأَیْتُ مُسْلِمِیَّ مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ.

اس کا اعراب ایک حالت میں بالحرف تقدیری اور دو حالتوں میں بالحرف لفظی ہوگا، وجہ اس کی یہ ہے کہ حالت رفعی میں جب مُسْلِمُوْنَ کو ی ضمیر متکلم کی طرف مضاف کیا تو نون اضافت کی وجہ سے گر گیا تو ہو گیا مُسْلِمُوْیَ واؤ اور ی اکھٹے آ گئے ایک کلمہ میں تو واؤ کو ی کیا اور ی میں مدغم کیا تو بن گیا مُسْلِمُیَّ پھر ی کا ماقبل مضموم ہونے کے وجہ سے میم کو کسرہ دیا تو ہو گیا مُسْلِمِیَّ۔

اب حالت رفعی میں اعراب کا حرف واؤ تھا اضافت کے بعد قانون لگتے لگتے واؤ حذف ہو گیا اس لئے اس کا اعراب بالحرف تقدیری ہوگا، اور حالت نصبی اور جری میں دو ی اکھٹی آ گئیں ایک کلمہ میں تو ی کو ی میں مدغم کیا تو ہو گیا مُسْلِمِیَّ اب حالت نصبی اور جری میں اعراب کا حرف ی تھا اضافت کے بعد وہ ی اب بھی باقی ہے اگر چہ اس میں ادغام ہو چکا ہے اس لئے ان دونوں حالتوں میں ان کا اعراب بالحرف لفظی ہوگا اور حالت رفعی میں ابدال ہو گیا جس سے حرف باقی نہیں رہتا اس لئے اس حالت میں اس کا اعراب تقدیری ہوگا۔

فَصْلٌ: اَلْاِسْمُ الْمُعْرَبُ عَلٰی نَوْعَیْنِ: مُنْصَرِفٌ: وَهُوَ مَا لَیْسَ فِیْهِ سَبَبَانِ اَوْ وَاحِدٌ یَقُوْمُ مَقَامَهُمَا مِنَ الْاَسْبَابِ التِّسْعَةِ، کَ(زَیْدٌ) وَیُسَمّٰی الْاِسْمُ الْمُتَمَکِّنُ. وَحُکْمُهُ اَنْ یَّدْخُلَهُ الْحَرَکَاتُ الثَّلَاثُ مع التَّنْوِیْنِ تَقُوْلُ جَاءَ نِیْ زَیْدٌ وَرَاَیْتُ زَیْدًا وَمَرَرْتُ بِزَیْدٍ.

Scanned with CamScanner

ترجمہ:۔فصل:اسم معرب دو قسم پر ہے:منصرف اور منصرف وہ ہے جس کے اندر نو اسباب میں سے دو سبب یا ایک سبب قائم مقام دو سبب کے نہ ہو جیسے زید اور اس کا نام اسم متمکن نام رکھا جاتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر تینوں حرکتیں مع تنوین کے داخل ہوتی ہیں، کہے گا تو جَاءَ نِیْ زَیْدٌ وَرَاَیْتُ زَیْدًا وَمَرَرْتُ بِزَیْدٍ.

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ معرب کی اقسام بیان فرمارہے ہیں کہ معرب کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)منصرف (۲)غیر منصرف

منصرف انصراف سے ہے انصراف کا لغوی معنی ہے پھرنا اور منصرف کا معنی پھرنے والا اور اس کو منصرف اس لئے کہتے ہیں کہ یہ تینوں اعراب کی طرف متغیر ہوتا ہے یعنی پھرتا ہے۔

اصطلاحی تعریف:۔منصرف وہ ہوتا ہے جس کے اندر غیر منصرف کے نو اسباب میں سے دو سبب یا ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے نہ ہو۔

ویسمی الاسم المتمکن ۔مصنف فرماتے ہیں کہ منصرف کو اسم متمکن بھی کہتے ہیں اس لئے کہ متمکن تَمَکُّن سے ہے اور تمکن کا معنی ہے قوی ہونا اور متمکن کا معنی قوی ہونے والا اور اس کو قوی اس لئے کہتے ہیں کہ تینوں حرکتوں کو قبول کرتا ہے یا تمکن کا معنی ہے جگہ دینا اور اس متمکن بھی تینوں اعراب کا جگہ دیتا ہے۔

وحکمہ :اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے آخر میں تینوں حرکتیں مع تنوین کے آسکتی ہیں جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ ،رَاَیْتُ زَیْدًا ،مَرَرْتُ بِزَیْدٍ۔

۲. غَیْرُ مُنْصَرِفٍ: وَهُوَ مَا فِیْهِ سَبَبَانِ أَوْ وَاحِدٌ مِنْهَا یَقُوْمُ مُقَامَهُمَا. وَالْأَسْبَابُ التِّسْعَةُ،هِیَ : ۱. اَلْعَدْلُ ۲ وَالْوَصْفُ ۳وَالتَّانِیْثُ ۴. وَالْمَعْرِفَةُ ۵. وَالْعُجْمَةُ ۶وَالْجَمْعُ ۷. وَالتَّرْکِیْبُ ۸.وَالْأَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ ۹ .وَ وَزْنُ الْفِعْلِ،وَحُکْمُهٗ اَنْ لَایَدْخُلَهُ الْکَسْرَةُ وَالتَّنْوِیْنُ وَیَکُوْنُ فِیْ مَوْضِعِ الْجَرِّ مَفْتُوْحًااَبَدًاتَقُوْلُ جَاءَنِیْ اَحْمَدُ ،رَاَیْتُ اَحْمَدَ ،مَرَرْتُ بِاَحْمَدَ

ترجمہ:۔اور دوسری قسم غیر منصرف اور غیر منصرف وہ ہے جس میں نو اسباب میں سے دو سبب ہوں یا ایک سبب ایسا ہو جو دو سببوں کے قائم مقام ہو، اور وہ نو اسباب عدل وصف اور تانیث الخ ہیں ۔اور اس غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین نہیں داخل ہوتے اور جر کے موقع میں مفتوح ہمیشہ ہوتا ہے جیسے تو کہے جاء نی احمد الخ۔

Scanned with CamScanner

غیر منصرف:۔ غیر منصرف وہ ہوتا ہے کہ جس کے اندر غیر منصرف کے نو اسباب میں سے دو سبب یا ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہو، اور نو اسباب یہ ہیں، عدل، وصف، تانیث، معرفہ، عجمہ، جمع منتہی الجموع، ترکیب، الف نون زائدتان، وزن فعل۔

حکمہ:۔ یہاں سے غیر منصرف کا حکم بیان فرمارہے ہیں تو غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس کے آخر میں کسرہ اور تنوین نہیں آسکتی۔ حالت جری میں یہ ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے، جیسے جَاءَ اَحمدُ ، رَأَیْتُ اَحمدَ، مَرَرْتُ بِاَحمدَ۔

تشریح :۔ غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی مشابہت ہے فعل کے ساتھ کہ جس طرح فعل اپنے فاعل کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح غیر منصرف بھی دو سببوں کا محتاج ہوتا ہے تو جس طرح فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آسکتے اسی طرح غیر منصرف پر بھی کسرہ اور تنوین نہیں آسکتے۔

و حکمہ ان لا یدخلہ الخ میں ان مصدر یہ نہیں بلکہ ان مخففہ من المثقلہ ہے اور ضمیر شان جو محذوف ہے وہ ان کا اسم ہے، ای انہ لا یدخلہ الکسرۃ الخ.

أَمَّا الْعَدْلُ فَهُوَ تَغَيُّرُ اللَّفْظِ مِنْ صِيْغَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ إِلٰى صِيْغَةٍ أُخْرٰى تَحْقِيْقًا أَوْ تَقْدِيْرًا.

ترجمہ:۔ ہر چہ عدل پس وہ لفظ کا اپنی اصل شکل سے دوسری شکل کی طرف تبدیل ہونا ہے تحقیقاً یا تقدیراً۔

تشریح:۔ اس سے پہلے مصنفؒ نے نو اسباب اجمالاً ذکر کئے یہاں سے ہر ایک کی تفصیل بیان فرمارہے ہیں۔

عدل کی تعریف بیان فرمارہے ہیں اس میں کل تین باتیں ہیں (۱) عدل کی تقدیم کی وجہ (۲) عدل کی تعریف اور دوسروں کی عدم تعریف (۳) عدل کا لغوی اور اصطلاحی معنی

پہلی بات:۔ عدل کو نو اسباب میں سے کیوں سب سے پہلے ذکر کیا اس کی دو وجہیں ہیں (۱) عدل اجمال میں سب اسباب پر مقدم تھا تو تفصیل میں بھی مقدم کیا تاکہ اجمال اور تفصیل میں موافقت ہو۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ عدل بغیر کسی شرط کے غیر منصرف کا سبب بنتا ہے اور دوسرے اسباب میں کوئی نہ کوئی شرط پائی جاتی ہے اس لئے مقدم کیا۔

دوسری بات:۔ مصنفؒ نے عدل کی تعریف بیان کی اور دوسرے اسباب کی تعریف بیان نہیں کی اس کی دو وجہیں ہیں۔

(۱) عدل کے علاوہ دوسرے اسباب کی تعریف اپنی اپنی جگہ کتاب میں مذکور تھیں اور عدل کی تعریف نہیں تھی اس لئے عدل کی تعریف بیان کی۔ (۲) عدل کی تعریف میں مصنف کا متقدمین کے ساتھ اختلاف تھا اور دوسرے اسباب کی تعریفات میں

Scanned with CamScanner

اختلاف نہیں تھا اس لئے صرف عدل کی تعریف بیان کی۔

تیسری بات:۔عدل کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔

عدل لغت میں کئی معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے(۱) میلان یعنی مائل ہونا جب اس کا صلہ الی ہو جیسے فُــلانٌ عدل الیه ای مال الیه فلاں اس کی طرف مائل ہوا۔(۲) جب اس کے صلہ میں عن آجائے تو بمعنی اعراض کرنا جیسے فُلانٌ عَـدَلَ عَنْهُ اَیْ اَعْرَضَ عَنْهُ فلاں نے اس سے اعراض کیا(۳) تصرف کرنا جب اس کا صلہ فی آجائے جیسے فُلانٌ عَدَلَ فِیْهِ ای تَصَرَّفَ فِیْهِ فُلانٌ نے اس میں تصرف کیا۔(۴) بُعْد یعنی دور ہونا جب اس کے صلہ میں من آجائے جیسے فلان عـدل مـنـه ای بعد منہ یعنی فلاں اس سے دور ہوا۔(۵) مساوات اور برابری جب اس کے صلہ میں بین آجائے جیسے فلان عدل بین زید و عمرو یعنی فلاں نے زید اور عمر کے درمیان انصاف کیا۔

عدل کی اصطلاحی تعریف: فهو تـغيـر الـلـفظ من الخ تغیر کا مطلب ہے نکلنا اور لفظ سے مراد اسم ہے تو اب غیر منصرف کی تعریف ہوئی،

کسی اسم کا اپنی اصلی شکل کو چھوڑ کر دوسری نئی شکل اختیار کر لینا بغیر کسی صرفی قانون کے اور ساتھ باقی رکھنے مادہ کے، اس اصلی شکل کو معدول عنہ کہتے ہیں اور اس نئی شکل کو معدول کہتے ہیں۔

اعتراض:۔آپ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں یَدٌ اور دَمٌ پر صادق آتی ہے کیونکہ یہ اصل میں یَدَیٌ اور دَمَوٌ تھے اس سے معلوم ہوتا کہ یہ دونوں بھی یـــدیٌ اور دمـــوٌ سے معدول ہوں اور غیر منصرف ہوں لیکن کوئی بھی اس کے معدول ہونے کا قائل نہیں۔

جواب یہ ہے کہ ہم نے تعریف میں ایک قید لگائی کہ ساتھ باقی رکھنے اپنی مادہ کے اور یہاں یـد اور دم کا مادہ باقی نہیں کیونکہ لام کلمہ نہیں ہے۔

اعتراض:۔آپ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ مشتقات پر صادق آتی ہے مشتقات سے مراد ضارب مضروب وغیرہ ہیں یعنی ضَرَبَ (فعل ماضی) ضربٌ مصدر سے مشتق ہے ضَارِبٌ یَضْرِبُ سے مشتق ہے وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ گویا یہ اقسام ضَرْبٌ وغیرہ سے معدول ہو کر آئے ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ تعریف میں تـغیـر کا لفظ آیا ہے اور یہاں تـغیـر سے مراد تغیر صورتاً ہے معناً نہیں اور مشتقات میں تغیر

Scanned with CamScanner

صورتاً اور معناً دونوں پایا جاتا ہے۔

اعتراض:۔آپ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ قال باع مقول وغیرہ پر صادق آتی ہے کیونکہ قال اصل میں تھا قول اور باع اصل میں تھا بَیَعَ اور مَقُوْلٌ اصل میں تھا مَقْوُوْلٌ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قَالَ قَوُلٌ سے بَاعَ بیعٌ سے اور مقول مقوول سے معدول ہوکر آیا ہے حالانکہ اس کے عدل کا کوئی قائل نہیں۔؟

جواب یہ ہے کہ تعریف میں ایک قید ہے کہ وہ تغیر بغیر کسی صرفی قانون کے اور ان تمام مثالوں میں قانون صرفی جاری ہوا ہے۔

اعتراض:۔کسی نے کہا کہ آپ کی تعریف جامع نہیں اپنی افراد کو جیسے ثلاث یہ ثلاثۃ سے معدول ہوکر آیا ہے اور اس میں مادہ برقرار نہیں اس طریقہ سے کہ ثلثۃ کے آخر میں تاء ہے اور ثلث کے آخر میں تاء نہیں تو مادہ برقرار نہیں رہا۔

جواب یہ کہ مادہ سے مراد ف ع لام کلمے ہیں اور یہاں ف ع لام کلمے برقرار ہیں کیونکہ اس میں مادہ ث لام ث ہے اور وہ برقرار ہے۔

تحقیقاً او تقدیراً:۔اس عبارت میں کل دو باتیں ہیں (۱) ترکیب (۲) عدل کی دو قسموں کا بیان

ترکیب:۔تحقیقاً او تقدیراً کی ترکیب دو طرح کی جاسکتی ہے۔

(۱) یہ مفعول مطلق ہیں فعل محذوف کے لئے یعنی حُقِقَ تحقیقاً اور قُدِّرَ تَقْدِیْراً (۲) یا یہ مضاف الیہ ہیں مفعول مطلق محذوف کے لئے اصل میں تھا تَغَیُّرَ تَحْقِیقٍ اور تَغَیُّرَ تَقْدِیرٍ پھر مضاف کو حذف کرکے اس کو مضاف کی جگہ رکھ دیا اور مضاف کا اعراب یعنی فتحہ ان کو دیا۔(۳) یا مصدر بنی للمفعول ہیں ای مـحـقّـقاً او مقدَّراً اس صورت میں تغیر کی ضمیر سے حال واقع ہوں گے۔

دوسری بات:۔تحقیقاً اور تقدیراً کے ساتھ فاضل مصنفؒ نے عدل کی دو قسمیں بیان کی ہیں کہ عدل کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) عدل تحقیقی (۲) عدل تقدیری

عدل تحقیقی وہ ہوتا ہے جس کے اصل یعنی معدول عنہ پر غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ کوئی اور دلیل موجود ہو جیسے ثُلاثُ ، مَثْلَثُ ان کو عرب والے غیر منصرف پڑھتے ہیں حالانکہ اس کے اندر غیر منصرف کے نو اسباب میں سے صرف ایک سبب یعنی وصف موجود ہے اور ایک سبب سے کلمہ غیر منصرف نہیں بن سکتا، تو ہم نے مان لیا کہ یہ ثَلاثَةٌ ثَلاثَةٌ سے معدول ہوکر آیا ہے۔دلیل اس کی یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا معنی ہے تین تین اور قانون یہ ہے کہ معنی کا تکرار دلالت کرتا ہے

Scanned with CamScanner

الفاظ کے تکرار پر، اور یہاں لفظ ایک ہے تو ہم نے مان لیا کہ یہ ثلاثۃ ثلاثۃ سے معدول ہوکر آیا ہے۔

عدل تقدیری وہ ہوتا ہے جس کے اصل یعنی معدول عنہ پر غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ کوئی اور دلیل موجود نہ ہو، محض فرضی اور اعتباری ہو جیسے عمرُ کہ اہلِ عرب اس کو غیر منصرف پڑھتے ہیں حالانکہ اس کے اندر ایک ہی سبب یعنی معرفہ ہے اس لئے ہم نے اپنی طرف سے فرض کرلیا کہ یہ عامرٌ سے معدول ہوکر آیا ہے۔

ولا یَجْتَمِعُ مَعَ وَزْنِ الْفِعْلِ اَصْلاً وَیَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِیَّۃِ کَعُمَرَ وَ مَعَ الْوَصْفِ کَثُلاثَ وَ مَثْلَثَ وَاُخَرَ وَجُمَعَ۔

ترجمہ:- اور عدل جمع نہیں ہوتا وزن فعل کے ساتھ بالکل اور جمع ہوتا ہے علمیت کے ساتھ جیسے عمر اور زفر اور وصف کے ساتھ جیسے ثُلاث اور مَثْلث اور اُخر اور جُمع۔

تشریح:- اس عبارت میں مصنفؒ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عدل غیر منصرف کے باقی آٹھ اسباب میں سے کس کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے اور کس کے ساتھ نہیں؟ تو فرمایا کہ عدل غیر منصرف کے باقی آٹھ اسباب میں سے وزن فعل کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک اسم کے اندر غیر منصرف کے اسباب میں سے عدل بھی ہو اور وزن فعل بھی ہو ہاں علمیت کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔ وزن فعل کے ساتھ کیوں جمع نہیں ہوسکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ عدل کے جو مشہور چھ اوزان ہیں فعل ان میں کسی کے وزن پر نہیں اس لئے وزن فعل کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا وہ چھ اوزان یہ ہیں (۱) فُعَلُ جیسے عُمَرُ (۲) فُعَالُ جیسے ثُلاثُ (۳) مَفْعَلُ جیسے مَثْلَثُ (۴) فَعَلِ جیسے اَمْسِ (۵) فَعَلُ جیسے سَحَرُ (۶) فَعَالِ جیسے قَطَامِ۔

علمیت کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے جیسے عُمَرُ اور زُفَرُ ان دونوں کے اندر علمیت اور عدل تقدیری ہے یعنی عمر عامر سے معدول ہوکر آیا ہے اور زُفَرُ زَافِرُ سے معدول ہوکر آیا ہے۔ اسی طرح وصف کے ساتھ بھی جمع ہوسکتا ہے جیسے ثلاث اور مثلث ان مثالوں کے اندر ایک سبب وصف اور دوسرا عدل تحقیقی ہے یہ دونوں ثَلاثَۃً ثَلاثَۃً سے معدول ہوکر آئے ہیں۔

اُخَرُ یہ جمع مؤنث کا صیغہ ہے اس کا مفرد ہے اُخریٰ ہے اُخریٰ مؤنث کا صیغہ ہے اس کا مذکر آخَرُ ہے اور آخر اسم تفضیل کا صیغہ ہے اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں سے ہے (۱) الف لام کے ساتھ جیسے جاء نی زید الافضل (۲) اضافت کے ساتھ جیسے زید افضل القوم (۳) من کے ساتھ جیسے زیدٌ افضلُ من عمرٍو ان تین طریقوں میں سے یہاں اس کا استعمال کسی طریقے پر نہیں ہوا ہے اس لئے ہم نے مان لیا کہ یہ الاخر یا آخر من سے معدول ہوکر آیا ہے۔

Scanned with CamScanner

جُمَعُ جمع ہے جَمْعَاءُ بروزن فَعْلَاءُ کی اور فَعْلَاءُ کا مذکر افعل ہے اور افعل کی دو قسمیں ہیں (۱) صفتی (۲) اسمی صفتی اگر افعل صفتی ہو تو اس کی جمع فُعْل آتی ہے جیسے احمر حمراء کی جمع حُمْرٌ آتی ہے (۲) اگر افعل اسمی ہے تو اس کی جمع فَعَالٰی یا فَعْلَاوَات آتی ہے جیسے صحراء کی جمع صَحَارٰی یا صَحْرَاوَات آتی ہے پس اس قانون اور قاعدے کے مطابق جمع اگر صفتی ہو تو اس کی جمع جُمْعٌ ہونی چاہئے اور اگر اسمی ہو تو اس کی جمع جَمَاعٰی یا جَمْعَاوات ہونی چاہئے حالانکہ اس کی جمع ان میں سے کوئی بھی نہیں لہٰذا ہم نے مان لیا کہ اگر جمع صفتی ہے تو جُمْعٌ سے معدول ہو کر آیا ہے اور اگر اسمی ہو تو یہ جماعی یا جَمْعاوات سے معدول ہو کر آیا ہے۔

أَمَّا الْوَصْفُ: فَلَا يَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ أَصْلاً. وَشَرْطُهُ أَنْ يَكُوْنَ وَصْفًا فِي أَصْلِ الْوَضْعِ ، فَ (أَسْوَدُ) وَ (أَرْقَمُ) غَيْرُ مُنْصَرِفٍ، وَإِنْ صَارَا اِسْمَيْنِ لِلْحَيَّةِ ، لِاَصَالَتِهِمَا فِي الْوَصْفِيَّةِ وَ (أَرْبَعٌ) فِيْ (مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ أَرْبَعٍ) مُنْصَرِفٌ، مَعَ أَنَّهُ صِفَةٌ وَّوَزْنُ فِعْلٍ ، لِعَدَمِ الْاِصَالَةِ فِي الْوَصْفِيَّةِ.

ترجمہ:- بہرحال وصف ہے تو وہ علمیت کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا اور اس کی شرط یہ ہے کہ وہ اصل وضع میں وصف ہو پس اسود اور ارقم غیر منصرف ہیں ان کے وصفیت میں اصل ہونے کی وجہ سے، اگرچہ یہ دونوں سانپ کے نام بن گئے ہیں، ، اور مررت بنسوۃ اربع میں اربع منصرف ہے وصفیت میں اصل نہ ہونے کی وجہ سے، اگر وہ وصف اور وزن فعل ہے۔

تشریح:- اس سے پہلے مصنفؒ نے غیر منصرف کے پہلے سبب عدل کو بیان کیا اب دوسرے سبب کو بیان فرما رہے ہیں اس میں پانچ باتیں ہیں۔

پہلی بات: وصف کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

وصف کا لغوی معنی ہے "بیان کرنا، تعریف کرنا" اور اصطلاح میں وصف کے دو معنی ہیں (۱) اس اسم کو کہتے ہیں جو ایسی ذات مبہمہ پر دلالت کرے جس کے اندر کسی صفت کا اعتبار ہو جیسے اَحْمَرُ ایسی ذات پر دلالت کرتا ہے جس کے اندر سرخی کا اعتبار ہو۔

(۲) وصف وہ تابع ہے جو اپنے متبوع والے معنی پر دلالت کرے جیسے رجل عالم۔

دوسری بات:۔ وصف علمیت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ علمیت میں تعیین ہوتی ہے اور وصف میں ابہام ہوتا ہے اور تعیین اور ابہام میں منافات ہے اس لئے علمیت کے ساتھ وصف جمع نہیں ہوتا۔

تیسری بات:۔ وصف کی دو قسمیں ہیں (۱) وصف اصلی (۲) وصف عارضی۔

Scanned with CamScanner

وصف اصلی وہ ہوتا ہے کہ جس میں اصل وضع کے اعتبار سے معنی وصفی پایا جائے جیسے اسود احمر وغیرہ۔

وصف عارضی وہ ہوتا ہے جس میں اصل وضع کے اعتبار سے معنی وصفی نہ پایا جائے بلکہ استعمال کی وجہ سے اس میں معنی وصفی آجائے جیسے نسوۃ اربع میں اربع اصل میں چار کے ساتھ خاص ہے لیکن جب یہ ترکیب میں واقع ہو کر ماقبل کے لئے صفت واقع ہوا تو اس میں وصفیت کا معنی آ گیا اور یہ ماقبل کے لئے صفت بن گیا۔

چوتھی بات: وصف کا غیر منصرف کے سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ وصف اصلی ہو، وصف عارضی غیر منصرف کے لئے سبب نہیں بن سکتا۔

یہ شرط ہم نے کیوں لگائی، تو اس سے پہلے تین مقدمے ذہن نشین کر لیں۔

مقدمہ نمبر ا: اسماء میں اصل انصراف ہے اور کسی اسم کو غیر منصرف بنانا گویا کہ اس اسم کو اپنے اصل سے نکالنا ہے۔

مقدمہ نمبر ۲: کسی اسم کو اپنے اصل سے نکالنے کے لئے سبب قوی کی ضرورت ہوتی ہے۔ سبب ضعیف کسی اسم کو اپنے اصل سے نہیں نکال سکتا۔

مقدمہ نمبر ۳: وصف اصلی سبب قوی ہے اور وصف عارضی سبب ضعیف ہے۔

اب یہ شرط ہم نے اس لئے لگائی کہ وصف اصلی غیر منصرف کا سبب بنتا ہے کہ کسی کو اسم کو غیر منصرف بنانا اپنے اصل سے نکالنا ہے اور اصل سے نکالنے کے لئے سبب قوی کی ضرورت ہوتی ہے اور وصف اصلی سبب قوی ہے۔

پانچویں بات: جب کسی اسم میں وصف اصلی موجود ہو اگر اس پر علمیت (اسمیت) بھی غالب آجائے لیکن پھر بھی یہ اسمیت اس اسم کو اپنی اصل سے نہیں نکال سکتا۔ جیسے اَسْوَدُ یہ ہر کالے چیز کے لئے آتا ہے۔ پس جب ہم نے سانپ کے لئے نام رکھا تو یہ صرف (نر) سانپ کے ساتھ خاص ہوا لیکن پھر بھی یہ اسمیت اس اَسْوَد کو اپنے اصل سے نہیں نکال سکتا۔

اور بنسوۃٍ اربعٍ میں اربعٍ منصرف ہے اگر چہ اس کے اندر غیر منصرف کے نو اسباب میں سے دو سبب یعنی وصف اور وزن فعل موجود ہے وصف اس لئے کہ کہ ترکیب میں نسوۃ کیلئے صفت واقع ہے اور وزن فعل اس لئے کہ اکرم کے وزن پر ہے۔ لیکن اس میں وصف عارضی ہے اور وصف عارضی غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتا۔

اَمَّا التَّانِیْثُ بِالتَّاءِ: فَشَرْطُهٗ اَنْ یَّکُوْنَ عَلَمًا، کَ (طَلْحَةَ) وَکَذٰلِکَ الْمَعْنَوِیُّ. ثُمَّ الْمَعْنَوِیُّ اِنْ کَانَ ثُلَاثِیًّا سَاکِنَ الْاَوْسَطِ غَیْرَ اَعْجَمِیٍّ، یَجُوْزُ صَرْفُهٗ وَتَرْکُهٗ، لِاَجْلِ الْخِفَّةِ وَوُجُوْدِ السَّبَبَیْنِ، کَ (هِنْدٍ)

Scanned with CamScanner

وَالتَّانِيْثُ بِالْأَلِفِ الْمَقْصُوْرَةِ كَـ (حُبْلٰی) وَالْمَمْدُوْدَةِ كَـ (حَمْرَآءَ) مُمْتَنِعٌ صَرْفُهُمَا اَلْبَتَّةَ، لِاَنَّ الْاَلِفَ قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَيْنِ اَلتَّانِيْثِ وَلُزُوْمِهٖ.

وَالَا يَجِبُ مَنْعُهٗ، كَـ (زَيْنَبَ وَسَقَرَ وَمَاهُ جُوْرَ).

ترجمہ:- بہرحال تانیث بالتاء تو اس کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو جیسے طلحة اور اسی طرح معنوی بھی۔ پھر معنوی اگر ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی ہے تو اس کا منصرف اور غیر منصرف پڑھنا دونوں جائز ہے خفیف ہونے اور دو سببوں کے موجود ہونے کی وجہ سے جیسے ھند ورنہ اس کا غیر منصرف ہونا واجب ہے جیسے زینب وسقر وماہ جور۔ اور تانیث الف مقصورہ کے ساتھ جیسے حبلیٰ اور الف ممدودہ کے ساتھ جیسے حمراء ان دونوں کا منصرف ہونا یقیناً ممتنع ہے اس لئے کہ الف قائم مقام ہے دو سببوں کے ایک تانیث اور دوسرا لزوم تانیث۔

تشریح:- اب یہاں سے غیر منصرف کے تیسرے سبب تانیث کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس میں چند باتیں ہیں۔

پہلی بات: ماقبل کے ساتھ ربط۔ تانیث اجمال میں تیسری نمبر پر تھا تفصیل میں بھی تیسری نمبر پر لے آئے تاکہ تفصیل اجمال کے موافق ہو جائے۔

دوسری بات: تانیث کی اقسام: ابتداءً تانیث کی دو قسمیں ہیں (۱) تانیث لفظی (۲) تانیث معنوی

(۱) تانیث لفظی: تانیث لفظی وہ ہوتا ہے جس میں تانیث کی علامت ظاہر ہو جیسے طلحة وغیرہ۔

(۲) تانیث معنوی: تانیث معنوی وہ ہوتا ہے جس میں تانیث کی علامت ظاہر نہ ہو۔

تانیث لفظی کے اقسام: تانیث لفظی کی دو قسمیں ہیں (۱) تانیث بالتاء جیسے طلحة (۲) تانیث بالف مقصورہ وممدودہ جیسے حُبلیٰ وحمراء۔ گویا کہ تانیث کی کل تین قسمیں ہوگئی، تانیث معنوی، تانیث بالتاء اور تانیث بالف مقصورہ وممدودہ۔

تانیث بالتاء کے لئے شرط:- تانیث بالتاء غیر منصرف کے لئے سبب بنے گی لیکن اس کے لئے علمیت شرط ہے، مگر یہ علمیت کیوں شرط ہے اس کی بحث آگے آئے گی انشاء اللہ۔

تانیث بالف مقصورہ وممدودہ کے لئے شرط: تانیث بالف مقصورہ وممدودہ غیر منصرف کے لئے سبب بنے گی بغیر کسی شرط کے کیونکہ ان کے اندر دو سبب ہیں، تانیث اور لزوم تانیث۔

لزوم تانیث کا مطلب یہ ہے کہ ان کے آخر میں الف وضع کے اعتبار سے کلمے کو لازم ہے اس سے جدا نہیں ہوتا۔

تانیث معنوی کی جوازی صورت منصرف اور غیر منصرف کے اعتبار سے:- تانیث معنوی کے لئے علمیت شرط ہے اگر یہ ثلاثی ہو

Scanned with CamScanner

اور ساکن الاوسط ہو (یعنی درمیانی حرف ساکن ہو) اور غیر عجمی لفظ ہو جیسے ھند تو اس صورت میں یہ منصرف اور غیر منصرف دونوں پڑھنا جائز ہے۔

منصرف پڑھنے کی وجہ:- یہ تانیث معنوی اس صورت میں منصرف سبب بنتا ہے جب اس میں غیر منصرف کے وجوبی شرائط نہیں پائی جائیں جیسے ھندٌ۔

غیر منصرف پڑھنے کی وجہ:- تانیث معنوی اس مذکورہ صورت میں غیر منصرف پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ اس میں بنفسہ دو اسباب موجود ہیں تانیث اور علم۔

تانیث معنوی غیر منصرف کے لئے وجوباً سبب اس وقت بنے گا جب اس کے اندر تین شرائط ہوں۔

(۱) اس حروف تین سے زائد ہو جیسے زینبُ۔

(۲) اگر اس کے حروف تین سے زائد نہ ہو تو پھر درمیان حرف متحرک ہو جیسے سَقَرُ (جہنم کے ایک طبقے کا نام ہے)۔

(۳) اگر یہ دونوں شرائط نہ ہو تو پھر یہ عجمی زبان کا لفظ ہو جیسے مَاهُ جُور یہ دونوں شہر کے نام ہیں۔

تانیث بالتاء کے لئے علمیت کا شرط: سبق کے شروع میں یہ کہا تھا کہ تانیث بالتاء کے لئے علمیت شرط ہے تا کہ وہ غیر منصرف کا سبب بنے تو ہم نے علمیت کی شرط کیوں لگائی؟ اس سے پہلے چار مقدموں کا جاننا ضروری ہے۔

مقدمہ نمبر ۱: اسماء میں اصل انصراف ہے اور کسی اسم کو غیر منصرف بنانا گویا اس کو اپنے اصل سے نکالنا ہے۔

مقدمہ نمبر ۲: اسم کو اپنے اصل سے نکالنے کے لئے سبب قوی کی ضرورت ہوتی ہے سبب ضعیف کسی اسم کو اپنے اصل سے نہیں نکال سکتا۔

مقدمہ نمبر ۳: تذکیر و تانیث میں تذکیر اصل ہے اور تانیث کلمے کے بعد میں آکر عارض ہوتی ہے۔ اور جو چیز عارض ہوتی ہے اس میں زوال کا خطرہ ہوتا ہے اور جس چیز میں زوال کا خطرہ ہوتا ہے وہ ضعیف ہوتی ہے۔

مقدمہ نمبر ۴: علمیت حتی الامکان تغیر و تبدل سے محفوظ رہتی ہے۔

اب یہ سمجھیں کہ ہم نے تانیث بالتاء میں علمیت کی شرط اس لئے لگائی کہ کسی اسم کو غیر منصرف بنانا اسم کو اپنے اصل سے نکالنا ہے اور اسم کو اپنے اصل سے نکالنے کے لئے سبب قوی کی ضرورت ہوتی ہے اور تانیث سبب ضعیف ہے تو ہم نے علمیت کا شرط اس لئے لگائی کہ یہ علمیت تانیث کی ضعف کو ختم کر کے اس کو قوی بنائے۔

Scanned with CamScanner

معنوی وجوبی کے لئے علیت کی شرط: اس سے پہلے ہم نے یہ بتایا تھا کہ تانیث معنوی غیر منصرف کا سبب تب بنے گی جب اس میں علیت ہو، ہم نے یہ شرط کیوں لگائی اس سے پہلے چار مقدمے ذہن نشین کرنے چاہیے۔

مقدمہ نمبر۱: اسماء میں اصل انصراف ہے اور کسی اسم کو غیر منصرف بنانا گویا اس کو اپنے اصل سے نکالنا ہے۔

مقدمہ نمبر۲: اسم کو اپنے اصل سے نکالنے کے لئے سبب قوی کی ضرورت ہوتی ہے سبب ضعیف کسی اسم کو اپنی اصل سے نہیں نکال سکتا۔

مقدمہ نمبر۳: تذکیر وتانیث میں تذکیر اصل ہے اور تانیث کلمے کے بعد میں آکر عارض ہوتی ہے۔ اور جو چیز عارض ہوتا ہے اس میں زوال کا خطرہ ہوتا ہے اور جس چیز میں زوال کا خطرہ ہوتا ہے وہ ضعیف ہوتی ہے۔

مقدمہ نمبر۴: علیت حتی الامکان تغیر وتبدل سے محفوظ رہتی ہے۔

ان مقدموں کو سمجھنے کے بعد اب یہ سمجھیں کہ تانیث معنوی میں علیت کی شرط اس لئے لگائی کہ اسماء میں اصل انصراف ہے اور کسی اسم کو غیر منصرف بنانا گویا اپنے اصل سے نکالنا ہے اور اصل سے نکالنے کے لئے سبب قوی کی ضرورت ہوتی ہے اور تانیث سبب ضعیف ہے تو علیت کی شرط لگائی کہ یہ علیت تانیث کے ضعف کو ختم کرے اور اس کو قوی بنائے تو جب علیت تانیث میں قوت پیدا کرے تو یہ غیر منصرف کا سبب بنتا ہے، کیونکہ قوی سبب غیر منصرف بن سکتا ہے۔

تانیث معنوی وجوبی کے لئے شرائط کی وجہ: اس سے پہلے ہم نے شرط لگائی تھی کہ تانیث معنوی غیر منصرف کے لئے وجوبا سبب تب بنے گی جب اس کے اندر تین شرائط میں سے ایک ہو۔

(۱) زائد علی الثلاث ہو (یعنی اس حروف تین سے زائد ہو جیسے زینبُ)

(۲) اگر اس کے حروف تین سے زائد نہ ہو تو پھر درمیان حرف متحرک ہو جیسے سَقَرُ (جہنم کے ایک طبقے کا نام ہے)۔

(۳) اگر یہ دونوں شرائط نہ ہو تو پھر یہ عجمی زبان کا لفظ ہو جیسے مَاهُ جُورُ یہ دونوں شہر کے نام ہے۔

تو ان شرائط کی وجہ یہ ہے کہ زائد علی الثلاثہ ثقیل ہے اور ثلاثی خفیف ہے۔ اور متحرک الاوسط ثقیل ہے اور ساکن الاوسط خفیف ہے اس کی طرح عجمی لفظ عربی زبان میں ثقیل ہوتا ہے اور عربی لفظ عربی زبان میں خفیف ہوتا ہے۔

اگر کسی کلمہ میں یہ تین شرائط نہ ہو تو اس کلمہ میں انتہائی درجہ خفت ہوگی اور یہ خفت احد السببین کے ثقل کا مقابلہ کرے گی تو ایک سبب باقی رہے گا اور دوسرے کا ثقل باقی نہ رہا اور ایک سبب سے کلمہ غیر منصرف نہیں بن سکتا اس لئے ہم نے یہ شرط لگائی۔

Scanned with CamScanner

أمّا المعرفةُ فلا يُعتبرُ في منعِ الصرفِ منها إلّا العلَميةُ وتجتمعُ معَ غيرِ الوصفِ

ترجمہ:- بہرحال معرفہ ہے تو منع صرف میں سے اس میں صرف علمیت ہی معتبر ہے، اور معرفہ وصف کے علاوہ کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔

تشریح:- غیر منصرف کے نو اسباب میں سے چوتھا سبب معرفہ ہے، اور یہاں معرفہ سے مراد تعریف ہے، معرفہ کی سات قسموں میں سے صرف علم غیر منصرف کا سبب بن سکتا ہے باقی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ضمائر، اسماء، اشارات اور مبہمات یہ مبنی ہے اور غیر منصرف معرب کی ایک قسم ہے۔ باقی رہے "الف لام" اور اضافت تو وہ تو غیر منصرف کو منصرف بناتے ہیں۔

معرفہ بالنداء بھی غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتا اس کی کئی صورتیں ہیں (۱) مفرد معرفہ ہو اس صورت میں مبنی ہوگا اور غیر منصرف معرب کی ایک قسم ہے لہذا یہ غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتا۔ (۲) مضاف ہو اس صورت میں بھی غیر منصرف منصرف بن جاتا ہے فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے۔ (۳) شبہ مضاف ہو مضاف کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اس کا حکم بھی مضاف کی طرح ہے۔ (۴) نکرہ غیر معین ہو جیسے نابینا کسی کو پکارے اس صورت میں چونکہ نابینا کا پکارنا تعریف میں مؤثر نہیں اس لئے غیر منصرف نہیں بن سکتا۔

وتجتمع معَ غير الوصف: یہاں سے فرماتے ہیں کہ معرفہ وصف کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اور باقی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے وصف کے ساتھ اس لئے جمع نہیں ہو سکتا کہ معرفہ (علم) میں تعیین ہوتی ہے اور وصف میں ابہام، اور تعیین اور ابہام کے درمیان منافات ہوتی ہے۔

أمّا العُجمةُ فشرطُها أن تكونَ علَماً في العجميةِ وزائدةً على ثلاثةِ أحرفٍ كإبراهيمَ أو ثلاثياً متحرّكَ الأوسطِ كشتر فلجامٌ منصرفٌ لعدمِ العلَميةِ ونوحٌ منصرفٌ لسكونِ الأوسطِ.

ترجمہ:- بہرحال عجمہ ہے تو اس کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ لغت عجم میں علم ہو اور تین حروف سے زائد ہو جیسے ابراھیم یا تین حرفی ہو کر متحرک الاوسط ہو جیسے شتر پس لجام علمیت کے نہ ہونے کی وجہ سے منصرف ہے اور نوح ساکن الاوسط ہونے کی وجہ سے منصرف ہے۔

تشریح:- یہاں سے مصنف "غیر منصرف کے نو اسباب میں سے پانچویں سبب عجمہ کو بیان فرما رہے ہیں۔

اس میں تین باتیں اور ایک فائدہ ہے۔

Scanned with CamScanner

پہلی بات: عجمہ کا لغوی معنی: اس کا لغوی معنی ہے کند زبان ہونا، زبان کا اٹکنا۔ اور اصطلاح میں عجمہ وہ لفظ ہے جو عجمی زبان کا لفظ ہو اور اہل عرب نے وضع کیا ہو کسی معنی کے لئے۔

دوسری بات: عجمہ کے غیر منصرف کے سبب بننے کے لئے شرائط: عجمہ غیر منصرف کے لئے سبب تب بنے گا جب اس کے اندر دو شرائط ہوں۔

پہلی شرط: عجمہ کی غیر منصرف کے لئے سبب بننے کی پہلی شرط علم ہے یعنی کسی کا نام ہو، اگر علم نہ ہو تو پھر غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتا۔

دوسری شرط: دوسری شرط کی دو شقیں ہیں (۱) اس کے حروف تین سے زائد ہو جیسے ابراھیم۔ (۲) اگر اس کے حروف تین زائد نہ ہو تو پھر درمیان والا حرف متحرک ہو۔ اتفاقی مثال شُتَرُ اور اس کی احترازی مثال ہے نُوْحٌ، کیونکہ اس کا درمیانی حرف ساکن ہے۔

تیسری بات: عجمہ کی غیر منصرف کے لئے سبب بننے کی دو شرائط ہم نے کیوں لگائی ہیں۔

علمیت کی وجہ: علمیت کی وجہ سمجھنے سے پہلے چار مقدمے سمجھنے چاہئیں۔

مقدمہ نمبر۱: اسماء میں اصل انصراف ہے اور کسی اسم کو غیر منصرف بنانا گویا اس کو اپنے اصل سے نکالنا ہے۔

مقدمہ نمبر۲: اسم کو اپنے اصل سے نکالنے کے لئے سبب قوی کی ضرورت ہوتی ہے سبب ضعیف کسی اسم کو اپنی اصل سے نہیں نکال سکتا۔

مقدمہ نمبر۳:۔ کلام عرب میں اصل یہ ہے کہ لفظ عربی ہو عجمی لفظ کلام عرب میں عارضی ہوتا ہے، اور جو چیز عارض ہوتی ہے اس میں زوال کا خطرہ ہوتا ہے اور جس چیز میں زوال کا خطرہ ہوتا ہے وہ ضعیف ہوتی ہے۔

مقدمہ نمبر۴: علمیت حتی الامکان تغیُّر وتبدل سے محفوظ رہتا ہے۔

اب مقصد کی طرف آتے ہیں کہ ہم نے علمیت کی شرط اس لئے لگائی کہ اسماء میں اصل انصراف ہے اور کسی اسم کو غیر منصرف بنانا اپنے اصل سے نکالنا ہے۔ اور کسی اسم کو اپنے اصل سے نکالنے کے لئے سبب قوی کی ضرورت ہوتی ہے اور عجمہ سبب ضعیف ہے جیسا کہ ہم نے مقدمہ نمبر۳ میں کہا تھا تو علمیت کی شرط ہم نے اس لئے لگائی تا کہ یہ علمیت اس عجمہ کے ضعف کو ختم کر کے اس میں قوت پیدا کرے پس جب اس میں قوت آجائے تو یہ غیر منصرف کے لئے سبب بنے گا۔

زائد علی الثلثۃ اور متحرک الاوسط کی وجہ: ان دونوں شرط لگانے کی وجہ یہ ہے کہ زائد علی الثلاثی ثقیل ہے ثلاثی کے مقابلے

ہیں، اسی طرح متحرک الاوسط ثقیل ہے ساکن الاوسط کے مقابلے میں تو اگر کسی کلمہ میں تو اس کلمہ میں ان دو شرائط میں سے کوئی شرط نہ ہو تو اُس کلمہ میں انتہائی درجہ خفت ہوگی اور یہ خفت احد السببین کی ثقل کا مقابلہ کرے گی، اور ایک سبب کی ثقل باقی رہ جائے گا اور ایک سبب سے کلمہ غیر منصرف نہیں بن سکتا۔ لہذا ہم نے یہ شرائط اس لئے لگائیں کہ یہ دونوں ثقیل ہیں تو اگر کسی کلمہ میں ان دونوں سے ایک شرط موجود ہو تو وہ سبب کو قوی کرے گا جس سے وہ غیر منصرف کا سبب بن سکے گا۔

فائدہ: تمام فرشتوں کے نام غیر منصرف ہوتے ہیں اسی طرح تمام انبیاء کے نام غیر منصرف ہیں سوائے سات ناموں کے جس میں تین عربی ہیں اور چار عجمی۔

وہ نام یہ ہیں ﴿محمد، شعیب، صالح، نوح، لوط، شیث، اور ھود علیہم الصلوات والتسلیمات﴾ پہلے تین نام عربی اور آخری چار عجمی ہیں لیکن ساکن الاوسط ہیں۔

اَمَّا الْجَمْعُ فَشَرْطُهَا اَنْ يَّكُونَ عَلٰى صِيْغَةِ مُنْتَهَى الْجُمُوْعِ وَهُوَ اَنْ يَّكُونَ بَعْدَ اَلِفِ الْجَمْعِ حَرْفَانِ كَمَسَاجِدَ اَوْ حَرْفًا مُشَدَّدًا مِثْلُ دَوَابَّ اَوْ ثَلَاثَةُ اَحْرُفٍ اَوْسَطُهَا سَاكِنٌ غَيْرَ قَابِلٍ لِلْهَاءِ كَمَصَابِيْحَ فَ صَيَاقِلَةٌ وَ فَرَازِنَةٌ مُنْصَرِفٌ لِقُبُوْلِهِمَا الْهَاءَ وَهُوَ اَيْضًا قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَيْنِ اَلْجَمْعِيَّةُ وَلُزُوْمُهَا وَامْتِنَاعِ اَنْ يُّجْمَعَ مَرَّةً اُخْرٰى جَمْعَ التَّكْسِيْرِ فَكَاَنَّهٗ جُمِعَ مَرَّتَيْنِ.

ترجمہ:- بہر حال جمع ہے تو شرط اس کی یہ ہے کہ وہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور وہ یہ ہے کہ الف جمع کے بعد دو حرف ہوں جیسے مساجد یا ایک حرف مشدد ہو جیسے دواب یا ایسے تین حرف ہوں کہ درمیان والا حرف ان کا ساکن ہو اس حال میں کہ وہ ھاء کو قبول کرنیوالا نہ ہو جیسے مصابیح پس صیاقلہ اور فرازنۃ دونوں ہاء کو قبول کرنے کی وجہ سے منصرف ہیں۔ اور یہ جمع بھی دو سببوں کے قائم مقام ہے ایک ان میں سے جمعیت ہے اور دوسرا جمع کیلئے لازم ہونا اور ممتنع ہونے اس بات سے کہ جمع تکسیر لائی جائے گی دوسری مرتبہ اس کی پس گویا کہ یہ دو مرتبہ جمع لایا گیا ہے۔

تشریح:- غیر منصرف کے نو اسباب میں سے چھٹا سبب جمع ہے۔ اس میں کل پانچ باتیں ہیں۔

پہلی بات: جمع سے مراد جمع صفتی ہے جمع اسمی مراد نہیں ہے۔ جمع صفتی کا مطلب ہے ''جمع ہونا'' اور جمع اسمی وہ ہوتی ہے جو مفرد اور تثنیہ کے مقابلے میں ہو۔

دوسری بات: جمع کی غیر منصرف کے لئے سبب بننے کی شرائط!

Scanned with CamScanner

جمع غیر منصرف کے لئے سبب تب بنے گا جب اس کے اندر دو شرائط ہوں۔(۱) یہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہو۔(۲) اس کے آخر میں ایسی تاء نہ ہو جو حالت وقف میں 'ہ' ہو جاتی ہے۔

تیسری بات: جمع منتہی الجموع کی تعریف۔

جمع منتہی الجموع ہوتا ہے جس کا پہلا اور دوسرا حرف مفتوح ہو تیسری جگہ الف علامت جمع اقصیٰ کی ہوگی اس کے بعد ایک حرف ہوگا یا دو حروف ہوں گے یا تین حروف ہوں گے، اگر ایک حرف ہو تو مشدد ہوگا اور اس کی حرکت کا کوئی اعتبار نہیں جیسے دوابٌ، اور اگر دو حروف ہوں تو پہلا مکسور ہوگا اور دوسرے کا کوئی اعتبار نہیں جیسے مَسَاجد، اور اگر تین حروف ہوں تو پہلا مکسور ہوگا دوسری جگہ یاء ساکنہ ہوگی اور تیسرے کی حرکت کا کوئی اعتبار نہیں جیسے مَصَابِیحُ۔

چوتھی بات: مذکورہ بالا دو شرائط لگانے کی وجہ!

جمع منتہی الجموع کے غیر منصرف بننے کے لئے شرط اس لئے لگائی کہ اس کے علاوہ جو جمع ہوتی ہے اس میں دوبارہ جمع مکسر بننے کا احتمال ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس میں ضعف آجاتا ہے اور اس ضعف کی وجہ سے یہ غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتی۔لہذا ہم نے جمع منتہی الجموع کی شرط لگائی کہ اس میں دوبارہ جمع مکسر بننے کا احتمال نہیں ہے تو اس میں قوت باقی رہے گی جس کی وجہ سے یہ غیر منصرف کا سبب بنے گی۔

دوسری شرط ہم نے لگائی کہ یہ جمع غیر منصرف کے لئے سبب تب بنے گی جب اس کے آخر میں ایسی 'تاء' نہ ہو جو حالت وقف میں ھا ہو جاتی ہے جیسے صیاقلۃ یہ صیقل کی جمع ہے اور فرازِنَۃ یہ جمع ہے فرزین کی۔تو یہ شرط ہم نے اس لئے لگائی کہ وہ اسم جس کے آخر میں ایسی تاء ہو تو وہ معناً اگرچہ جمع ہوتی ہے لیکن لفظاً مفرد کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔جیسے طَـواعِیۃٌ اور کـــراھِیۃٌ۔اور اصل جمع وہ ہوتی ہے جو لفظاً اور معناً دونوں طرح جمع ہوں۔اور جب یہ مفرد کے مشابہ ہو جاتی ہے تو اس میں ضعف آجاتا ہے۔جس کی وجہ سے غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتی تو ہم نے یہ شرط اس لئے لگائی کہ اس میں قوت باقی رہتی ہے جس کی وجہ سے غیر منصرف کا سبب بنتی ہے۔

پانچویں بات: جمع منتہی الجموع ایک سبب قائم مقام دو سبب کے ہوتا ہے یعنی جمعیت اور لزوم جمعیت۔لزوم جمعیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ جمع کلمے کو لازم ہوتی ہے۔

اَمَّـا التَّـرْكِيْـبُ فَشَـرْطُـهٗ اَنْ يَّـكُـوْنَ عَـلَـمًـا بِلَااِضَـافَةٍوَّلَااِسْنَـادٍ، كَـ بَعْلَبَـكَّ فَ عَبْدُاللّٰهِ

مُنْصَرِفٌ، وَمَعْدِیْکَرَبُ غَیْرُ مُنْصَرِفٍ، وَشَابَ قَرْنَاهَا مَبْنِیٌّ.

ترجمہ:- بہرحال ترکیب ہے تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو بغیر اضافت اور بغیر اسناد کے جیسے بعلبک پس عبداللہ منصرف ہے اور معدیکرب غیر منصرف ہے اور شاب قرناها مبنی ہے۔

تشریح:- غیر منصرف کے نو اسباب میں سے ساتواں ترکیب ہے۔ اس میں کل تین باتیں ہیں۔

پہلی بات: لغوی اور اصطلاحی معنی: ترکیب باب تفعیل سے مصدر ہے اور اس کا لغت میں معنی ہے جڑنا، ملانا اور مرکب ہونا۔ اور اصطلاح میں ترکیب وہ ہوتا ہے جو دو کلموں سے مل کر بنے بغیر کسی حرف کے جز بننے کے۔ یہ شرط ہم نے اس لئے لگائی تا کہ اس سے النجم اور بصریؓ نکل جائے، کیونکہ النجم میں الف لام اور بصریؓ میں ی کلمے کے لئے جز ہے۔

دوسری بات:- ترکیب کی غیر منصرف کے لئے سبب بننے کی شرائط اس کے لئے تین شرائط ہیں۔

(۱) علمیت، یعنی یہ کسی کا نام ہو اگر کسی کا نام نہ ہو تو یہ غیر منصرف کا سبب نہیں بنے گی (۲) مرکب اضافی نہ ہو جیسے عبداللہ۔ (۳) مرکب اسنادی نہ ہو جیسے شابَ قَرْنَاهَا۔

تیسری بات: مذکورہ بالا شرائط لگانے کی وجہ!

علمیت کا وجہ یہ ہے کہ مفرد اور ترکیب میں مفرد اصل اور ترکیب بعد میں کلمے کو عارض ہوتی ہے اور جو عارض ہوتی ہے اس میں زوال کا خطرہ رہتا ہے، اور جس میں زوال کا خطرہ ہوتا ہے وہ ضعیف ہوتا ہے اور علمیت حتی الامکان تغیر و تبدل سے محفوظ رہتا ہے تو علمیت کا شرط ہم نے اس لئے لگایا تا کہ یہ ترکیب کی ضعف ختم کر سکے اور اس کو قوی بنائے۔

اور مرکب اسنادی کے نہ ہونے کی شرط ہم نے اس لئے لگائی کہ یہ مبنی ہے اور غیر منصرف معرب کی قسم ہے۔

اور مرکب اضافی کے نہ ہونے کا شرط ہم نے اس لئے لگائی کہ یہ تو خود غیر منصرف کو منصرف بناتا ہے یا منصرف کے حکم میں کردیتے ہیں۔ اور اضافت کی جو دوسری قسم باقی رہ گئی ان کی تفصیل یہ ہے کہ مرکب توصیفی اضافی کے حکم میں ہے تو جس طرح مرکب اضافی کا حکم ہے اسی طرح مرکب توصیفی کا بھی حکم ہے اور مرکب بنائی اور مرکب صوتی دونوں مبنی ہے اور غیر منصرف معرب کی قسم ہے۔

اَمَّا الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ اِنْ کَانَتَا فِیْ اِسْمٍ، فَشَرْطُهٗ اَنْ یَّکُوْنَ عَلَمًا، کَعِمْرَانَ وَ عُثْمَانَ . فَ سَعْدَانٌ اِسْمُ نَبْتٍ مُنْصَرِفٌ، لِعَدَمِ الْعَلَمِیَّةِ. وَاِنْ کَانَتَا فِیْ صِفَةٍ، فَشَرْطُهٗ اَنْ لَا یَکُوْنَ مُؤَنَّثُهٗ عَلٰی

فَعْلَانَۃٌ، کَـ سَکْرَانَ. فَـ نَدْمَانٌ مُنْصَرِفٌ لِوُجُوْدِ نَدْمَانَۃٍ.

ترجمہ:- بہر حال الف ونون زائدتان ہے تو اگر یہ اسم میں ہوں تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ اسم علم ہو جیسے عمران وعثمان پس سعدان جو ایک بوٹی کا نام ہے منصرف ہے علیت کے نہ ہونے کی وجہ سے اور اگر یہ صفت میں ہوں تو شرط اس کی یہ ہے کہ اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ ہو جیسے سکران پس ندمان منصرف ہے بوجہ موجود ہونے ندمانۃ کے۔

تشریح:- غیر منصرف کے نو اسباب میں سے آٹھویں سبب الف نون زائدتان کو بیان فرمارہے ہیں۔

اس میں کل چار باتیں ہیں۔

پہلی بات: الف نون زائدتان کی غیر منصرف کے لئے سبب بننے کی وجہ:

الف نون زائدتان غیر منصرف کے لئے سبب کیوں بنتے ہیں اس کی دو وجہیں ہیں (۱) یہ غیر منصرف کے باقی اسباب کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں فرعیت میں، یعنی جس طرح تانیث تذکیر کی فرع ہے، اسی طرح الف نون زائدتان بھی غیر زائدتان کی فرع ہیں، تو جس طرح تانیث غیر منصرف کے لئے سبب بنتی ہے اسی طرح الف نون زائدتان بھی غیر منصرف کے لئے سبب بنتے ہیں۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ الف مقصورہ اور الف ممدودہ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں تاء کے نہ ہونے میں، تو جس طرح الف مقصورہ وممدودہ غیر منصرف کے لئے سبب بنتے ہیں اسی طرح مشابہت کی وجہ سے یہ بھی غیر منصرف کے لئے سبب بنتے ہیں۔

دوسری بات: اسماء اور وجہ تسمیہ: اس کے دو نام ہیں (۱) زائدتان (۲) مضارعتان۔

وجہ تسمیہ: زائدتان اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اسم کے آخر میں زائد ہوتے ہیں، اور مضارعتان اس لئے کہتے ہیں کہ مضارع سے ہے اور مضارع کا معنی ہے مشابہت، اور چونکہ یہ بھی الف مقصورہ وممدودہ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں تاء کے نہ ہونے میں تو اس لئے اس کو مضارعتان کہتے ہیں۔

تیسری بات: غیر منصرف کے لئے سبب بننے کے شرائط:

یہ الف نون زائدتان یا اسم کے آخر میں زائد ہوں گے یا صفت کے آخر میں زائد ہوں گے، اگر یہ اسم کے آخر میں زائد ہوں تو اس کیلئے شرط یہ ہے کہ یہ کسی کا نام ہو جیسے عمرانُ اور عثمانُ اور سعدانٌ منصرف ہے کیونکہ یہ پودے کا نام ہے اور اگر صفت کے آخر میں زائد ہو تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث فَعْلَانَۃٌ کے وزن پر نہ آئے جیسے سکرانُ غیر

Scanned with CamScanner

منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث سکریٰ آتی ہے اور اگر اس کی مونث فعلانۃ کے وزن پر آئے تو یہ منصرف ہوگی جیسے ندمانٌ (بمعنی ندیم (صاحب) کہ اس کی مؤنث ندمانۃ آتی ہے۔لیکن اگر یہ ندمان بمعنی نادم (پشیمان ہو) ہوتو یہ غیر منصرف ہوگا کیونکہ اس کی مؤنث ندمیٰ آتی ہے۔

چوتھی بات: شرائط لگانے کی وجہ!

علیت کی شرط اس لئے لگائی کہ الف نون زائدتان کلمے کو عارض ہوتے ہیں اور اس میں زوال کا خطرہ رہتا ہے اور علیت حتی الامکان تغیر وتبدل سے محفوظ رہتی ہے، تو علیت کی شرط اس لئے لگائی کہ یہ الف نون زائدتان کو زوال سے محفوظ رکھے۔صفت کی صورت میں ہم نے شرط لگائی کہ اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ ہو اس لئے کہ یہ الف مقصورہ وممدودہ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں تاء کے نہ ہونے میں، اگر اس کے آخر میں تاء آجائے تو ان کی مشابہت ختم ہوجائے گی جس کی وجہ سے غیر منصرف کا سبب نہیں بنیں گے۔

فائدہ:-اس شرط میں اختلاف ہے بعض نحاۃ کے ہاں شرط یہ ہے کہ اس کا مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ آئے اور یہ قول مصنف نے بھی اختیار کیا ہے اور بعض کے نزدیک شرط یہ ہے کہ اس کی تانیث فَعْلٰی کے وزن پر آئے۔ثمرہ اختلاف رحمٰن میں ظاہر ہوگا کہ پہلے قول والوں کے نزدیک یہ غیر منصرف ہے کیونکہ اس کی تانیث فعلانۃ کے وزن پر نہیں آتی، اور جن کے نزدیک شرط یہ ہے کہ اس کی تانیث فعلیٰ کے وزن پر آئے ان کے ہاں یہ منصرف ہے کیونکہ اس کی تانیث ہے ہی نہیں۔

اَمَّا وَزْنُ الْفِعْلِ فَشَرْطُهُ اَنْ يَّخْتَصَّ بِالْفِعْلِ وَلَا يُوْجَدَ فِي الْاِسْمِ اِلَّا مَنْقُوْلاً عَنِ الْفِعْلِ، كَ (شَمَّرَ وَضَرَبَ) وَاِنْ لَّمْ يَخْتَصَّ بِهٖ فَيَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ اَوَّلِهٖ اِحْدٰى حُرُوْفِ الْمُضَارَعَةِ وَلَا يَدْخُلُهُ الْهَاءُ، كَ (اَحْمَدَ) وَ (يَشْكُرَ) وَ (تَغْلِبَ) وَ نَرْجِسَ فَ يَعْمَلٌ ،مُنْصَرِفٌ لِقُبُوْلِهَا الْهَاءَ، كَقَوْلِهِمْ: نَاقَةٌ يَعْمَلَةٌ.

ترجمہ:-بہرحال وزن فعل ہے تو شرط اس کی یہ ہے کہ وہ فعل کے ساتھ خاص ہو اور اسم میں نہ پایا جائے مگر فعل سے منقول ہو کر جیسے شمر اور ضرب اور اگر فعل کے ساتھ مختص نہ ہو تو پھر اس کے اول میں حروف مضارعۃ میں سے کوئی ایک حرف کا ہونا واجب ہے اور نہ اس کے آخر میں هاء داخل ہو جیسے احمد اور یشکر اور تغلب اور نرجس ،پس یعمل منصرف ہے، هاء کو قبول کرنے کی وجہ سے جیسا کہ اہل عرب کا قول ہے ناقة یعملة۔

Scanned with CamScanner

تشریح:۔یہ غیر منصرف کا نواں سبب وزن فعل ہے اس میں چند باتیں ہیں۔

پہلی بات: غیر منصرف کے سبب بننے کے لئے شرط!

اس کا غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ یہ فعل کے ساتھ خاص ہو اور اسم میں نہ پایا جاتا ہو، اور اگر اسم میں پایا جاتا ہو تو اس صورت میں کہ وہ فعل سے منقول ہو کر آیا ہو، جیسے شَمَّر اور ضُرِب. شَمَّر بروزن فَعَّلَ فعل کے ساتھ خاص ہے، اور اس کا معنی ہے دامن سمیٹنا۔ لیکن تیز رفتاری کی وجہ سے حجاج بن یوسف کے گھوڑے کا نام رکھا گیا۔ اور ضُرِبَ بروزن فُعِلَ یہ فعل کے ساتھ خاص ہے لیکن اس کو اگر کسی آدمی کا نام رکھ دیں تو اس صوررت میں یہ غیر منصرف ہوگا وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے۔ اور اگر اس کا وزن فعل کے ساتھ خاص نہ ہو تو اس کے غیر منصرف کے سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کے ابتداء میں حروف اَتَیْن سے ایک حرف ہو اور آخر میں تاء کو قبول نہ کرے جیسے احمدُ، یشکُرُ، یغلِبُ (تینوں آدمیوں کے نام ہیں) نرجسُ (گل نرگس) اور یعملُ (وہ اونٹنی جو بار برداری اور چلنے میں قوی ہو) منصرف ہے کیونکہ عرب والے اس کے آخر میں تاء کا استعمال کرتے ہیں جیسے نَاقَةٌ یَعْمَلَةٌ۔

دوسری بات:۔شرائط لگانے کی وجہ!

ابتداء میں حروف اَتَیْن سے ایک حرف ہو یہ شرط ہم نے کیوں لگائی، چونکہ حروف اَتَیْن فعل کے ساتھ خاص ہے تو ہم نے یہ شرط اس لئے لگائی کہ یہ وزن بھی فعل کے مشابہ ہو جائے۔ آخر میں ''ۃ'' کے نہ ہونے کی شرط ہم نے اس لئے لگائی تاکہ یہ مذکورہ فعل اسم کی طرف منتقل نہ ہو جائے کیونکہ جس کے آخر میں ''ۃ'' ہوتی ہے وہ اسم ہوتا ہے۔

(فائدہ) فعل کے اوزان سولہ ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ثلاثی مجرد ماضی معلوم (۲) ثلاثی مجرد ماضی مجہول (۳) ثلاثی مجرد مضارع معلوم (۴) ثلاثی مجرد مضارع مجہول (۵) ثلاثی مزید فیہ ماضی معلوم (۶) ثلاثی مزید فیہ ماضی مجہول (۷) ثلاثی مجرد مضارع معلوم (۸) ثلاثی مزید فیہ مضارع مجہول (۹) رباعی مجرد ماضی معلوم (۱۰) رباعی مجرد ماضی مجہول (۱۱) رباعی مجرد مضارع معلوم (۱۲) رباعی مجرد مضارع مجہول (۱۳) رباعی مزید فیہ مضارع معلوم (۱۴) رباعی مزید فیہ مضارع مجہول (۱۵) رباعی مزید فیہ مضارع معلوم (۱۶) رباعی مزید فیہ مضارع مجہول

ان میں ثلاثی مجرد ماضی معلوم اور ثلاثی مزید فیہ ماضی معلوم فعل کے ساتھ خاص ہیں۔

Scanned with CamScanner

وَاعْلَمْ اَنَّ كُلَّ مَا شُرِطَ فِيْهِ الْعَلَمِيَّةُ وَهُوَ الْمُؤَنَّثُ بِالتَّاءِ وَالْمَعْنَوِيُّ وَالْعُجْمَةُ وَالتَّرْكِيْبُ وَالْاِسْمُ الَّذِيْ فِيْهِ الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ اَوْلَمْ يُشْتَرَطْ فِيْهِ ذٰلِكَ وَاجْتَمَعَ مَعَ سَبَبٍ وَّاحِدٍ فَقَطْ وَهُوَ الْعَلَمُ الْمَعْدُوْلُ وَوَزْنُ الْفِعْلِ اِذَا نُكِّرَ صُرِفَ امَّا فِي الْقِسْمِ الْاَوَّلِ فَلِبَقَاءِ الْاِسْمِ بِلَاسَبَبٍ وَاَمَّا فِي الثَّانِيْ فَلِبَقَائِهٖ عَلٰى سَبَبٍ وَّاحِدٍ تَقُوْلُ جَاءَ نِيْ طَلْحَةُ وَطَلْحَةٌ آخَرُ وَقَامَ عُمَرُ وَ عُمَرٌ آخَرُ وَضَرَبَ اَحْمَدُ وَاَحْمَدٌ آخَرُ وَ كُلُّ مَا لَا يَنْصَرِفُ اِذَا اُضِيْفَ اَوْ دَخَلَهُ اللَّامُ دَخَلَهُ الْكَسْرَةُ نَحْوُ مَرَرْتُ بِاَحْمَدِكُمْ وَبِالْاَحْمَدِ.

ترجمہ:-اور جان لیجئے کہ ہر وہ سبب جس میں علمیت شرط ہے اور وہ مؤنث بالتاء، تانیث معنوی، عجمہ اور ترکیب ہیں اور وہ اسم جس میں الف نون زائدتان ہوں یا وہ سبب جس میں علمیت شرط تو نہیں لیکن جمع دوسرے سبب کے ساتھ ہو جاتی ہے اور وہ علم معدول اور وزن فعل ہے جب ان کو نکرہ بنایا جائے گا تو منصرف ہو جائے گا پہلی قسم میں تو اسم کے بغیر سبب کے باقی رہنے کی وجہ سے اور دوسری قسم میں تو پس اس کے ایک سبب پر باقی رہنے کی وجہ سے تو کہے گا جاء نی طلحۃ طلحۃٌ آخر ،اور قام عمر وعمرٌ آخر ،اور ضرب احمد واحمدٌ آخرُ ۔اور ہر وہ اسم جو غیر منصرف ہو جب اس کی اضافت کی جائے یا اس پر الف لام داخل ہو جائے تو اس کے آخر میں کسرہ آ جائے گا جیسے مررت باَحمد کم وبالاحمد۔

تشریح:-مصنفؒ نے نو اسباب کی تفصیل بیان کی اب یہاں سے بطور فائدہ اور تتمہ دو ضابطے بیان فرما رہے ہیں۔

ضابطہ نمبر ا: غیر منصرف کے نو اسباب ہیں ان میں سے جمع منتہی الجموع اور الف مقصورہ وممدودہ کے لئے تو علمیت کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہ دونوں ایک سبب قائم مقام دو سبب کے ہوتے ہیں ۔اسی طرح وصف کے ساتھ بھی علمیت جمع نہیں ہوتی کیونکہ ان دونوں کے درمیان منافات ہے اور اسی طرح معرفہ علمیت کی صورت میں غیر منصرف کے لئے سبب بنتا ہے۔ان تین اسباب کے علاوہ چھ اسباب رہ گئے جن میں سے چار ایسے ہیں جن کے لئے علم سبب بھی بنتا ہے اور سبب کے لئے شرط بھی بنتا ہے وہ چار یہ ہیں (۱) مونث بالتاء اور مونث معنوی (۲) عجمہ (۳) ترکیب (۴) الف نون زائدتان ۔اور دو اسباب یہ ہیں، عدل اور وزن فعل۔

بالفاظ دیگر علم کا جمع ہونا یا ممکن ہوگا یا ممتنع ہوگا یا واجب ہوگا جس سبب کے ساتھ منافات ہے اور اس کے ساتھ جمع ہونا ممتنع ہے وہ وصف ہے جن اسباب کے ساتھ منافات نہیں اور ان کی تقویت کے لئے شرط بھی نہیں تو ان کے ساتھ جمع ہونا

Scanned with CamScanner

ممکن ہے وہ اسباب یہ ہیں جمع منتہی الجموع، تانیث بالف مقصورہ والف ممدودہ، وزن فعل، عدل۔ اور جن اسباب کے ساتھ منافات بھی نہیں اور ان کی تقویت کے لئے شرط ہے تو ان کے ساتھ جمع ہونا واجب ہے وہ اسباب یہ ہیں تانیث بالتاء، تانیث معنوی، عجمہ، الف ونون زائدتان فی الاسم۔

ضابطہ نمبر (۲) ضابطہ یہ ہے کہ وہ چھ اسباب جن کے ساتھ علم کا جمع ہونا ممکن ہو اور جن کے ساتھ علم کا جمع ہونا واجب ہو جب ان کو نکرہ بنایا جائے تو یہ سب منصرف بن جاتے ہیں۔ پہلی قسم تو منصرف اس لئے بن جاتی ہے کیونکہ ان میں علمیت شرط تھی اگر ہم ان اسباب سے علمیت کو نکالیں تو ایک سبب باقی رہ جائے گا اور ایک سبب سے کلمہ غیر منصرف نہیں بن سکتا، لہذا پہلی قسم منصرف بن جاتی ہے غیر منصرف نہیں رہتی۔ اور دوسری قسم اس لئے منصرف بن جاتی ہے کہ ان دونوں میں علمیت شرط بنتی ہے اگر ان دونوں سے علمیت نکالی جائے تو شرط کے ختم ہونے سے دوسرا سبب بھی نہیں رہ سکتا کیونکہ اس دوسرے سبب کے لئے علمیت شرط تھی اور اذا فات الشرط فات المشروط تو گویا کہ کلمہ بغیر سبب کے رہ جائے گا لہذا منصرف ہوگا۔

ضابطہ نمبر ۳: غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے لیکن جب اس کو دوسری چیز کی طرف مضاف کیا جائے یا اسم پر "الف لام" داخل ہو جائے تو اس پر کسرہ آجاتا ہے، جیسے مررتُ بمساجدکم وبالمساجد۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ الف لام اور اضافت اسم کے قوی علامات ہیں۔ اور غیر منصرف پر کسرہ اس لئے نہیں آسکتا کہ یہ فعل کے مشابہہ ہے تو جب اس پر الف لام داخل ہوا یا اس کی اضافت ہوگئی دوسرے کلمے کی طرف تو اس کی مشابہت فعل کے ساتھ کمزور ہوگئی اور اسم کے ساتھ قوی، لہذا اس پر کسرہ آجائے گا کیونکہ اسم پر کسرہ آسکتا ہے۔

اَلْمَقْصَدُ الْاَوَّلُ فِیْ الْمَرْفُوْعَاتِ

اَلْاَسْمَاءُ الْمَرْفُوْعَةُ ثَمَانِیَةُ اَقْسَامٍ

(۱) اَلْفَاعِلُ (۲) وَمَفْعُوْلُ مَا لَمْ یُسَمَّ فَاعِلُهٗ (۳) اَلْمُبْتَدَأُ (۴) وَ اَلْخَبَرُ

(۵) وَ خَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا (۶) اِسْمُ کَانَ وَاَخَوَاتِهَا (۷) وَ اِسْمُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَیْنِ بِلَیْسَ

(۸) وَخَبَرُ لَا الَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ

ترجمہ:۔ مقصد اول مرفوعات کے بیان میں ہے۔

اسمائے مرفوعہ آٹھ اقسام ہیں فاعل اور مفعول مالم یسم فاعلہ اور مبتدأ اور خبر اور انّ اور اس کے مشابہات کی خبر اور کان اور اس

Scanned with CamScanner

کے مشابہات کا اسم اور ما و لا المشبھتین بلیس کا اسم اور لائے نفی جنس کی خبر۔

تشریح:-اس سے پہلے مصنفؒ نے مقدمہ ذکر کیا اب یہاں سے مقاصد ثلثہ ذکر کرتا ہے۔

تین مقاصد مرفوعات، منصوبات اور مجرورات ہیں جن میں سے پہلا مقصد مرفوعات ہیں۔

مرفوعات کل آٹھ ہیں۔(۱) فاعل (۲) مفعول مالم یسم فاعلہ یعنی نائب فاعل (۳) مبتداء (۴) خبر (۵) حروف مشبہ بالفعل کا خبر (۶) افعال ناقصہ کا اسم (۷) ماولا المشبھتان بلیس کا اسم (۸) لائے نفی جنس کا خبر۔

اعتراض:-آپ نے کہا کہ المقصد الاول فی المرفوعات ، یہاں فی کا مابعد المرفوعات اپنے ماقبل المقصد کے لئے ظرف بنتا ہے اور یہاں مقصد سے مراد بھی مرفوعات ہیں تو اس سے ظرفیۃ الشئی لنفسہ لازم آتی ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہاں المرفوعات کا مضاف محذوف ہے جو کہ بیان ہے تو اصل عبارت یوں ہے المقصد الاول فی بیان المرفوعات تو ظرفیۃ الشئی لنفسہ والی خرابی لازم نہیں آئی۔

اعتراض: جب مقاصد تین تھے تو مرفوعات کو کیوں مقدم کیا؟

جواب: اس کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مرفوعات مشتمل ہیں رفع پر اور رفع عمدہ ہوتا ہے نصب اور جر کی نسبت سے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مرفوعات فاعل اور مبتداء پر مشتمل ہیں جو عمدہ ہیں بہ نسبت منصوبات و مجرورات کے۔

اعتراض: المقصد ، اس میں دو احتمالات ہیں یا تو یہ مصدر میمی ہے اور یا اسم ظرف کا صیغہ ہے، اور ان دونوں صورتوں میں اس کا معنی صحیح نہیں ہوتا، اگر مصدر میمی ہو تو اس کا معنی ہوگا پہلا مقصد کرنا مرفوعات میں، تو اس صورت میں بھی معنی صحیح نہیں ہے اور اگر ظرف کا صیغہ لیا جائے تو اس کا معنی ہوگا پہلا قصد کرنے کی جگہ یا وقت، تو اس صورت میں بھی صحیح نہیں۔

یہاں اسم ظرف بمعنی مفعول ہے جیسے اہل عرب کہتے ہیں مرکب بمعنی مرکوب یا مصدر میمی بمعنی اسم مفعول ہے جیسے ضُرب عذبٌ بمعنی مشروبٌ عذبٌ۔

اعتراض: مرفوعات کس کی جمع ہے مرفوع کی یا مرفوعۃ کی، جس کی بھی جمع لیں غلط ہے، اگر یہ مرفوعٌ کی جمع ہو تو اس کی جمع واو اور نون کے ساتھ آتی ہے، لہذا غلط ہے اور اگر یہ مرفوعۃٌ کی جمع ہے تو اس صورت میں موصوف اور صفت کے درمیان مطابقت نہیں کیونکہ یہ اسم کے لئے صفت بنتی ہے اور وہ مذکر ہے یعنی عبارت یوں ہوگی الاسم المرفوعۃ، یہاں موصوف مذکر اور صفت مؤنث ہے لہذا یہ صورت بھی غلط ہے۔

جواب: مرفوعات جمع ہے مـرفـوعٌ کی اوررہ گئی آپ کی یہ بات کہ اس کی جمع واواورنون کے ساتھ آتی ہے تو مذکر عاقل کی جمع واونون کے ساتھ آسکتی ہےاور یہاں مرفوع مذکر غیر عاقل ہے۔

فَصْلٌ :اَلْفَاعِلُ كُلُّ اِسْمٍ قَبْلَهٗ فِعْلٌ اَوْ صِفَةٌ اُسْنِدَ اِلَيْهِ عَلٰى مَعْنٰى اَنَّهٗ قَامَ بِه لَا وَقَعَ عَلَيْهِ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَّ زَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عمرًوا وَمَا ضَرَبَ زَيْدٌعَمْرًوا،وَكُلُّ فِعْلٍ لَا بُدَّ لَهٗ مِنْ فَاعِلٍ مَّرْفُوْعٍ مُّظْهَرٍ كَ ذَهَبَ زَيْدٌ اَوْ مُضْمَرٍ بَارِزٍ كَ ضَرَبْتُ زَيْداً اَوْ مُسْتَتِرٍ كَ زَيْدٌ ذَهَبَ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مُتَعَدِّيًا كَانَ لَهٗ مَفْعُوْلٌ بِه اَيْضًا نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا ،وَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُظْهَرًا وُحِّدَ الْفِعْلُ اَبَدًا نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ وَ ضَرَبَ الزَّيْدَانِ وَ ضَرَبَ الزَّيْدُوْنَ وَاِنْ كَانَ مُضْمَرًا وُحِّدَ لِلْوَاحِدِ نَحْوُ زَيْدٌ ضَرَبَ وَ ثُنِّيَ لِلْمُثَنّٰى نَحْوُ اَلزَّيْدَانِ ضَرَبَا وَ جُمِعَ لِلْجَمْعِ نَحْوُ اَلزَّيْدُوْنَ ضَرَبُوا ۔

ترجمہ:- فاعل ہروہ اسم ہے جس سے پہلے ایسا فعل یا صیغہ صفت ہو جس کی نسبت اس اسم کی طرف کی گئی ہو اس طور پر کہ وہ فعل یا صیغہ صفت اس اسم کے ساتھ قائم ہو اس پر واقع نہ ہو جیسے قام زیدٌ اور زیدٌ ضاربٌ ابوہ عمروًا اور ماضرب زیدٌ عمرًا ۔اور ہر فعل کے لئے فاعل مرفوع کو ہونا ضروری ہے مظہر ہو جیسے ذهب زيدٌ یا مضمر ہو جیسے ضـربت زیداً یا مستتر ہو جیسے زیدٌ ذھب ،اور اگر فعل متعدی ہو تو اس کے لئے مفعول بہ بھی ہوگا جیسے ضرب زیدٌ عمرواً اور اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد لایا جائے گا جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ اور ضَرَب الزّیدون اور اگر فاعل اسم ضمیر ہو تو فعل کو واحد لایا جائے گا فاعل واحد کے لئے جیسے زیدٌ ضرب اور تثنیہ لایا جائے گا فعل کو فاعل تثنیہ کے لئے جیسے الـزیـدان ضربا اور جمع لایا جائے گا جمع کے لئے جیسے الزیدون ضربوا۔

تشریح:- مرفوعات میں سب سے پہلے مصنف فاعل کو بیان فرمارہے ہیں۔

فاعل کی تعریف:- فاعل ہر وہ اسم ہوتا ہے جس سے پہلے ایسا فعل یا شبہ فعل ہو کہ اس فعل یا شبہ فعل کی نسبت اس اسم کی طرف ہو اس طریقے سے کہ اس فعل یا شبہ فعل اس کے ساتھ قائم ہو نہ کہ اس اسم پر واقع ہوں جیسے قامَ زیدٌ۔ اس میں زید فاعل ہے اس لئے کہ اس سے پہلے فعل ہے اور اس فعل کی نسبتؔ زید کی طرف ہے اور وہ فعل اس زید کے ساتھ قائم ہے نہ کہ اس پر واقع ہے۔

شبہ فعل کی مثال زیدٌ ضـارب ابـوہ عمرواً اس میں ابوہ فاعل ہے کیونکہ اس سے پہلے شبہ فعل واقع ہے اور اس شبہ فعل کی نسبت اس اسم یعنی اَبوہ کی طرف ہے اور یہ شبہ فعل یعنی ضاربٌ، اَبوہ کی وجہ سے قائم ہے۔

اس کے بعد چند فوائد ذہن نشین کرلیں۔

(۱) کل اسم میں اسم عام ہے چاہے حقیقی ہو یا حکمی ہو حقیقی کی مثال قام زیدٌ، اور حکمی کی مثال جیسے اعجبنی ان یضرب زیدٌ۔ اس مثال میں اَن یضربَ زیدٌ، اعجب فعل کیلئے فاعل ہے لیکن یہ حقیقی اسم نہیں بلکہ مصدر کی تاویل میں ہو کر اسم ہے کیونکہ اصل میں یہ فعل تھا۔

(۲) فاعل کی تعریف میں شبہ فعل گزرا تو شبہ فعل کل سات ہیں۔

(۱) اسم فاعل (۲) اسم مفعول (۳) اسم تفضیل (۴) صفت مشبہ (۵) اسم فعل (۶) مصدر (۷) صیغہ مبالغہ۔

فاعل کو مقدم کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اجمال میں مقدم تھا تو تفصیل میں بھی مقدم کیا تا کہ اجمال اور تفصیل کے درمیان مطابقت پیدا ہو جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فاعل عمدہ ہے کیونکہ یہ جملہ فعلیہ کے لئے جز بنتا ہے اور جملوں میں اصل جملہ فعلیہ ہے۔

وکلُّ فعلٍ لابُدَّ لَهُ منْ فاعلٍ :- فرماتے ہیں کہ ہر فعل کے لئے فاعل لازمی ہے چاہے وہ فاعل اسم ظاہر ہو یا اسم ضمیر ہو اور ضمیر میں چاہے بارز ہو یا مستتر اور مستتر میں چاہے واجب الاستتار ہو یا جائز الاستتار۔ اسم ظاہر کی مثال ذھب زیدٌ، ضمیر کی مثال ضربْتُ زیدا، مستتر کی مثال ذَھَبَ زیدٌ۔

وَاِنْ کَانَ الْفِعْلُ مُتَعَدِّیًا:- اور اگر فعل متعدی ہو تو اس کے لئے مفعول بہ لازمی ہے جیسے ضربَ زیدٌ عمرواً۔

وجہ نمبر ۱: فعل لازمی کے لئے فاعل کیوں ضروری ہے اور فعل متعدی کے لئے مفعول بہ کیوں ضروری ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ فعل لازمی کا سمجھنا موقوف ہے فاعل پر اور اس طرح فعل متعدی کا سمجھنا موقوف ہے مفعول بہ پر۔

وَاِنْ کَانَ الْفَاعِلُ مُظْهَرا:- اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ مفرد ہوگا خواہ فاعل تثنیہ ہو یا جمع ہو جیسے ضرب زیدٌ، ضربَ الزیدان، ضربَ الزیدون۔

وجہ: تینوں صورتوں میں فعل کی مفرد لانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر ہم تثنیہ اور جمع کی صورت میں فعل تثنیہ اور جمع لے آئیں تو اس میں دو خرابیاں لازم آئیں گی۔

(۱) تعدد فاعلَین (یعنی فاعل کی تکرار) اس میں آئے گی۔

(۲) اضمار قبل الذکر۔ یعنی ضمیر کو مرجع سے پہلے ذکر کرنا، جیسے ضربا الزیدان، اور یہ دونوں خلاف اصل ہیں۔

Scanned with CamScanner

(۳) اگر فاعل اسم ضمیر ہو تو اس صورت میں فعل فاعل کے مطابق لایا جائے گا یعنی اگر فاعل مفرد ہو تو فعل مفرد لایا جائے گا جیسے زیدٌ ضربَ، اور اگر فاعل تثنیہ ہو تو فعل تثنیہ لایا جائے گا جیسے الزیدون ضربَا۔ اور اگر فاعل جمع ہو تو فعل جمع لایا جائے گا جیسے الزیدون ضربوا۔

وَاِنْ کَانَ الْفَاعِلُ مُؤَنَّثاً حَقِیْقِیّاً وَهُوَ مَا بِإِزَائِهِ ذَكَرٌ مِنَ الْحَيَوٰنِ اُنِّثَ الْفِعْلُ اَبَداً اِنْ لَّمْ تَفْصِلْ بَيْنَ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ نَحْوُ قَامَتْ هِنْدٌ وَاِنْ فَصَلْتَ فَلَكَ الْخِيَارُ فِي التَّذْكِيْرِ وَالتَّانِيْثِ نَحْوُ (ضَرَبَ الْيَوْمَ هِنْدٌ) وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ ضَرَبَتِ الْيَوْمَ هِنْدٌ وَكَذٰلِكَ فِي الْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ نَحْوُ طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ طَلَعَ الشَّمْسُ.

ترجمہ:- اور اگر فاعل مؤنث حقیقی ہے اور مؤنث حقیقی وہ ہے جس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو، تو مؤنث لایا جائے گا فعل کو ہمیشہ اگر فعل اور فاعل کے درمیان آپ فاصلہ نہ لائیں جیسے قامت هند اور اگر فاصلہ لائیں تو تیرے لئے اختیار ہے مذکر و مؤنث لانے میں جیسے ضرب الیومَ هندٌ اور اگر تو چاہے تو کہے ضربتِ الیومَ هندٌ اور اسی طرح مؤنث غیر حقیقی میں جیسے طلعتِ الشمس اور اگر تو چاہے تو کہے طلعَ الشمس.

تشریح :- فرماتے ہے کہ اگر فاعل مونث حقیقی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ ہوگا یا نہیں ہوگا اگر فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو تو اس صورت میں فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا جیسے قامت هندٌ۔

وجہ: اس کی یہ ہے کہ کہ فاعل مؤنث حقیقی ہے فعل کے ساتھ اتصال کی وجہ سے اس نے فعل پر اثر کیا۔

مؤنث حقیقی وہ ہوتا ہے جس کے مقابلے میں نر حیوان موجود ہو۔

اگر فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ ہو تو اس صورت میں فعل مذکر اور مونث دونوں کا لانا جائز ہے۔ جیسے قامَ الیومَ هندٌ اور قامت الیومَ هندٌ۔

مذکر لانے کی وجہ یہ ہے کہ فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ ہے اس لئے اس کا اثر فعل میں ضعیف ہوگیا اور مؤنث لانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر چہ فعل پر اس کا اثر کمزور ہے لیکن پھر بھی مؤنث ہے اس لیے مؤنث لانا جائز ہے تا کہ فعل اور فاعل کے درمیان مطابقت آجائے۔

وکذلک فی المونث الخ :- یہاں سے فرماتے ہیں کہ اگر فاعل مونث غیر حقیقی ہو تو اس صورت میں فعل کا مذکر اور مونث

Scanned with CamScanner

دونوں کالانا جائز ہے، جیسے طلعت الشمس اور طلع الشمس۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر اس فاعل کی تانیث کا اعتبار کریں تو مؤنث لائیں گے اور اگر یہ اعتبار کیا جائے کہ مؤنث غیر حقیقی ہے تو اس کا اثر فعل میں کمزور ہے تو فعل کا مذکر لانا جائز ہے۔

نوٹ: مؤنث غیر حقیقی وہ ہوتا ہے جس کے مقابلے میں مذکر نہ ہو، جیسے الشمس وغیرہ۔

هٰذَا اِذَا كَانَ الْفِعْلُ مُسْنَدًا اِلَى الْمُظْهَرِ وَاِنْ كَانَ مُسْنَدًا اِلَى الْمُضْمَرِ اُنِّثَ اَبَدًا نَحْوُ ((اَلشَّمْسُ طَلَعَتْ)) وَجَمْعُ التَّكْسِيْرِ كَالْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ تَقُوْلُ قَامَ الرِّجَالُ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ قَامَتِ الرِّجَالُ وَالرِّجَالُ قَامَتْ وَيَجُوْزُ فِيْهِ اَلرِّجَالُ قَامُوْا وَيَجِبُ تَقْدِيْمُ الْفَاعِلِ عَلَى الْمَفْعُوْلِ اِذَا كَانَا مَقْصُوْرَيْنِ وَخِفْتَ اللَّبْسَ نَحْوُ ضَرَبَ مُوْسٰى عِيْسٰى وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ الْمَفْعُوْلِ عَلَى الْفَاعِلِ اِنْ لَّمْ تَخِفِ اللَّبْسَ نَحْوُ اَكَلَ الْكُمَّثْرٰى يَحْيٰى وَضَرَبَ عَمْرًوا زَيْدٌ .

ترجمہ:- یہ اس وقت ہوگا جب فعل کی اسناد اسم ظاہر کی طرف ہو اور اگر مسند ہو اسم ضمیر کی طرف تو ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا جیسے الشمس طلعتْ اور جمع مکسر مؤنث غیر حقیقی کی طرح ہے تو کہے گا قام الرجال اور اگر چاہے تو کہے قامتِ الرجال والرجالُ قامت اور اس میں الرجال قاموا کہنا بھی جائز ہے۔ اور فاعل کا مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے جب وہ دونوں اسم مقصور ہوں اور التباس کا خوف ہو جیسے ضرب موسیٰ عیسیٰ اور مفعول کا فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے اگر التباس کا خوف نہ ہو جیسے اَکَلَ الکمثریٰ یحییٰ (یحییٰ نے امرود کھایا) وضرب عمراً زیدٌ۔

تشریح :- مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مؤنث حقیقی اور غیر حقیقی کی صورت میں اگر فعل کی نسبت اسم ظاہر کی طرف ہو تو اس صورت میں فعل دونوں طرح لانا جائز ہے لیکن اگر فعل کی نسبت اسم ضمیر کی طرف کی گئی ہو تو اس صورت میں فعل ہمیشہ کے لئے مؤنث لایا جائے گا جیسے اَلشَّمْسُ طَلَعَتْ تاکہ ضمیر اور مرجع میں مطابقت باقی رہے۔

وجمعُ التکسیر کالمؤنث الخ :فرماتے ہیں کہ جمع مکسر بھی مؤنث غیر حقیقی کی طرح ہے یعنی اگر فاعل اسم ظاہر جمع مکسر ہو تو اس صورت میں فعل کا مذکر اور مؤنث دونوں کا لانا جائز ہے جیسے قَامَ الرِّجَالُ اور قَامَتِ الرِّجَالُ۔

مذکر لانے کی وجہ یہ ہے کہ جمع مکسر لفظاً مذکر ہے جیسے قام الرّجال میں رجال، اور مؤنث لانے کی وجہ یہ ہے کہ جمع مکسر بتاویل جماعت مفرد مؤنث کے حکم میں ہے۔

Scanned with CamScanner

والرّجال قامت ویجوز فیہ الخ :اس سے پہلے مصنفؒ نے فرمایا کہ جب فاعل اسم ظاہر جمع مکسر ہوتو مذکر اور مؤنث دونوں طرح کا فعل لانا جائز ہے۔اسی طرح اگر فاعل اسم ضمیر ہو جمع مکسر کی طرف لوٹ رہی ہوتو اس صورت میں بھی فعل دونوں طرح لانا جائز ہے، جیسے **الرّجال قامت** اور **الرّجال قاموا**۔ تاکہ ضمیر اور مرجع کے درمیان موافقت آجائے۔

ویجب تقدیم الفاعل الخ: یہاں ایک ضابطہ بیان فرماتے ہیں کہ اصل تو یہ ہے کہ فاعل مفعول بہ سے مقدم ہو یعنی پہلے فعل ہو اس کے بعد فاعل ہو اور اس کے بعد مفعول بہ ہو۔لیکن بعض صورتوں میں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے صرف ایک صورت کو مصنفؒ نے بیان فرمایا۔اور وہ صورت یہ ہے کہ جب فاعل اور مفعول بہ دونوں اسم مقصورہ ہوں اور ان کے درمیان التباس کا خطرہ ہو جیسے **ضَرَبَ مُوسٰی عیسٰی**،اس صورت میں جو پہلا ہو وہ فاعل ہوگا اور دوسرا مفعول بہ ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس پر کوئی لفظا قرینہ بھی موجود نہیں اور معنوی قرینہ بھی موجود نہیں ،لفظا اس طرح نہیں کہ اس کا اعراب لفظی نہیں کہ فاعل اور مفعول معلوم ہوں ہے اور معنوی قرینہ اس طرح نہیں کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ معاملہ بالعکس ہو کہ عیسیٰ موسیٰ کو مارے۔

ویجوز تقدیم المفعول علی الفاعل:-اور اگر فاعل اور مفعول پر کوئی لفظا یا معنا قرینہ موجود ہوتو اس صورت میں فاعل پر مفعول کا مقدم کرنا جائز ہے جیسے **اَکَلَ الکمثریٰ یحییٰ**۔اس مثال میں کُمَثْرٰی مفعول بہ ہے جو فاعل پر مقدم ہوا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اس پر معنا قرینہ موجود ہے یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ امرود یحییٰ کو کھائے بلکہ یحییٰ امرود کھاتا ہے دوسری مثال **ضربَ عمروًا زیدٌ**،اس پر لفظی قرینہ موجود ہے یعنی فاعل مرفوع ہوتا ہے اور مفعول بہ منصوب ہوتا ہے۔

وَیَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ حَیْثُ کَانَتْ قَرِیْنَۃٌ نَحْوُ زَیْدٌ فِی جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ ضَرَبَ؟ وَکَذَا یَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ مَعًا کَ نَعَمْ فِی جَوَابِ مَنْ قَالَ اَقَامَ زَیْدٌ وَقَدْ یُحْذَفُ الْفَاعِلُ وَیُقَامُ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَہٗ اِذَا کَانَ الْفِعْلُ مَجْھُوْلًا نَحْوُ ضُرِبَ زَیْدٌ وَھُوَ الْقِسْمُ الثَّانِی مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ.

ترجمہ:-اور فعل کا حذف کرنا جائز ہے جہاں قرینہ موجود ہو جیسے زید اس شخص کے جواب میں جو کہے مَنْ ضرب اسی طرح فعل اور فاعل دونوں کا ایک ساتھ حذف کرنا جائز ہے جیسے نَعَمْ اس شخص کے جواب میں جو کہے اَقَامَ زیدٌ اور کبھی کبھی فاعل کو حذف کیا جاتا ہے اور مفعول کو اس کا قائم مقام بنا دیا جاتا ہے جب فعل مجہول ہو جیسے ضُــرِبَ زیدٌ اور وہ مرفوعات کی دوسری قسم ہے۔

Scanned with CamScanner

تشریح:- مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اگر فعل کے حذف کرنے پر کوئی قرینہ موجود ہو تو فعل کا حذف کرنا جائز ہے جیسے کوئی کہے مَنْ ضَرَبَ ؟ تو مخاطب اس کے جواب میں زیدٌ (زید نے مارا) یعنی اصل میں جواب ایسا تھا ضَرَبَ زیدٌ، یہاں پر قرینہ کی وجہ ضَرَبَ فعل حذف کیا گیا ہے اور اس پر قرینہ پہلے جملے یعنی سوالیہ جملے کا ضرب ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ المذکور فی السوال کالمعاد فی الجواب یعنی جو فعل سوال میں مذکور تھا وہی جواب میں بھی لوٹایا گیا ہے۔

کذا یجوز حذف الفعل والفاعل :- اسی طرح فرماتے ہیں کہ جب کوئی قرینہ موجود ہو تو کبھی کبھی فاعل اور فعل دونوں کو ایک ساتھ حذف کیا جاتا ہے جیسے کوئی پوچھے کہ اَقَامَ زیدٌ تو اس کے جواب میں نعم کافی ہے۔ یعنی اصل جملہ یہ تھا نعم قام زیدٌ لیکن یہاں قرینہ کی وجہ سے فعل اور فاعل حذف کیا گیا اور یہاں پر قرینہ سائل کا سوال ہے۔

وقد یُحذف الفاعل:- یہاں سے فرماتے ہیں کہ جب فعل مجہول ہو تو اس صورت میں فاعل کو حذف کیا جاتا ہے اور مفعول کو فاعل کی جگہ پر رکھ دیا جاتا ہے اور اس کو فاعل کا اعراب دیا جاتا ہے جیسے ضُرِبَ زیدٌ ، یہ اصل میں تھا ضَرَبَ عمرٌو زیداً، اس سے عمرو کو حذف کر کے زید کو عمر کی جگہ رکھ کر اس کو عمرو کا اعراب دیا گیا۔

نوٹ:- اس کی تفصیل قسم ثانی میں ہے۔

فَصْلٌ :اِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ فِیْ اِسْمٍ ظَاهِرٍ بَعْدَهُمَا اَیْ اَرَادَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الْفِعْلَیْنِ اَنْ یَّعْمَلَ فِی ذَالِکَ الْاِسْمِ فَهٰذَا اِنَّمَا یَكُوْنُ عَلٰی اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ اَلْاَوَّلُ اَنْ یَّتَنَازَعَا فِی الْفَاعِلِیَّةِ فَقَطْ نَحْوُ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمَنِیْ زَیْدٌ ،اَلثَّانِیْ اَنْ یَّتَنَازَعَا فِی الْمَفْعُوْلِیَّةِ فَقَطْ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَیْدًا ،اَلثَّالِثُ اَنْ یَّتَنَازَعَا فِی الْفَاعِلِیَّةِ وَالْمَفْعُوْلِیَّةِ وَیَقْتَضِیْ الْاَوَّلُ الْفَاعِلَ وَالثَّانِی الْمَفْعُوْلَ نَحْوُ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُ زَیْدًا ،اَلرَّابِعُ عَكْسُهُ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِیْ زَیْدٌ.

ترجمہ:- جس وقت تنازع کریں دو فعل ایسے اسم ظاہر میں جو ان دونوں کے بعد ہو یعنی دو فعلوں میں سے ہر ایک یہ ارادہ کرے کہ وہ اس اسم ظاہر میں عمل کرے پس یہ تنازع چار قسم پر ہے اول یہ کہ تنازع کریں گے صرف فاعلیت میں جیسے ضربنی واکرمنی زید دوسرا یہ کہ تنازع کریں گے مفعولیت میں فقط جیسے ضربت واکرمتُ زیدا تیسرا یہ کہ تنازع کریں گے فاعلیت اور مفعولیت میں اور اول فاعل کا اور دوسرا مفعول کا تقاضا کرے گا جیسے ضربنی واکرمتُ زیداً چوتھا اس کے برعکس ہے جیسے ضربتُ واکرمنی زیدٌ۔

Scanned with CamScanner

تشریح :-اس سے پہلے مصنفؒ نے غیر متنازع فیہ فاعل کو ذکر کیا (یعنی وہ فاعل جس کے درمیان افعال کا جھگڑا نہ ہو) اب

یہاں سے متنازع فیہ فاعل کو بیان فرمارہے ہیں یعنی وہ فاعل جس کے درمیان افعال کا جھگڑا ہو۔

تو فرماتے ہیں کہ جب دو فعلوں کے درمیان تنازع واقع ہوجائے اس اسم ظاہر میں جو ان کے بعد ہو، اور ان دونوں میں سے

ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ وہ اس اسم ظاہر میں عمل کرے۔

اس تنازع کی چار قسمیں ہیں۔

الاوّل اَن یتنازعا فی :- پہلی صورت یہ ہے کہ دونوں کے درمیان فاعلیت میں تنازع ہو، جیسے ضَرَبَنی واکرمنی زیدٌ، اس مثال میں ہر ایک چاہتا ہے کہ زید میرے لیے فاعل بن جائے۔

والثانی: اَن یتنازعا فی المفعولیۃ: دوسری صورت یہ ہے کہ ان دونوں درمیان مفعولیت میں تنازع ہو۔ جیسے ضربتُ واکرمتُ زیداً۔ ان میں سے بھی ہر ایک چاہتا ہے کہ میں زید میں عمل کروں اور زید میرے لئے مفعول بن جائے۔

الثالث ان یتنازعا فی الفاعلیۃ والمفعولیۃ: تیسری صورت یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان جھگڑا فاعلیت اور مفعولیت میں ہو جیسے ضَرَبنی واکرمت زیدٌ۔ اس میں مثال میں ضربنی چاہتا ہے کہ زید میرے لئے فاعل بنے اور اس پر رفع ہو اور اکرمت چاہتا ہے کہ زید منصوب ہو اور میرے لئے مفعول بنے۔

الرابع عَکسُہٗ الخ: یہ چوتھی صورت تیسری کا عکس ہے یعنی ان کے درمیان بھی فاعلیت اور مفعولیت میں جھگڑا ہو لیکن پہلا فعل چاہتا ہے کہ یہ اسم میرے لیے مفعول بنے اور دوسرا فعل چاہتا ہے کہ یہ میرے لئے فاعل بنے جیسے ضربتُ واکرمنی زیدٌ.

اعتراض: تنازع اسم کا بھی ہوتا ہے اور مصنفؒ نے صرف فعل کا ذکر کیا اسم کا ذکر نہیں کیا؟

جواب: عمل کرنے میں چونکہ اصل فعل ہوتا ہے اور اسم عمل کرنے میں فرع ہے، لہٰذا جب اصل ذکر ہوا تو فرع خود بخود اس میں آجائے گا۔

اعتراض: مصنفؒ نے صرف دو افعال میں تنازع ذکر کیا حالانکہ دو سے زیادہ میں بھی تنازع ہوسکتا ہے، جیسے کَمَا صَلَّیْتَ وسَلَّمْتَ ورحِمتَ وتَرَحَّمْتَ علیٰ ابراھیم. ان میں سارا جھگڑا ابراھیمَ پر ہے۔ یعنی ہر ایک چاہتا ہے کہ یہ میرے لئے مفعول غیر صریح بن جائے۔

جواب: مصنفؒ نے تنازع کا اقل درجہ ذکر کیا جو کہ دو ہے دو سے زیادہ میں بھی تنازع ہوسکتا ہے بالفاظ دیگر عدد اقل یہ عدد

Scanned with CamScanner

اکثر کی نفی نہیں کرتا تو دو کے ذکر کرنے سے زیادہ افعال کی نفی لازم نہیں۔
اعتراض: تنازع تو ذی روح چیز کے درمیان ہوتی ہے اور فعل غیر ذی روح ہے؟
جواب: یہاں پر تنازع سے مراد تقاضا ہے، یعنی جھگڑے کا تقاضا کرتا ہے اور تقاضا غیر ذی روح میں بھی ہوتا ہے۔
اسم ظاہر جب اسم ظاہر کہا تو اس سے اسم ضمیر نکل گیا کیونکہ اسم ضمیر اگر متصل ہو تو اس میں جھگڑا نہیں، کیونکہ پھر یہ اسم ضمیر معمول بنتا ہے اس فعل کے لئے جس کے ساتھ متصل ہو۔ اور اگر منفصل ہو تو اس میں جو جھگڑا کوفیین اور بصریین کے درمیان ہے وہ ختم ہونے والا نہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ فِیْ جَمِیْعِ هٰذِهِ الْاَقْسَامِ یَجُوْزُ اِعْمَالُ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ وَاِعْمَالُ الْفِعْلِ الثَّانِیْ خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ فِی الصُّوْرَةِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَةِ اَنْ یَعْمَلَ الثَّانِی وَدَلِیْلُهٗ لُزُوْمُ اَحَدِ الْاَمْرَیْنِ اِمَّا حَذْفُ الْفَاعِلِ اَوِ الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِّکْرِ وَکِلَاهُمَا مَحْظُوْرَانِ وَهٰذَا فِی الْجَوَازِ وَاَمَّا الْاِخْتِیَارُ فَفِیْهِ خِلَافُ الْبَصْرِیِّیْنَ فَاِنَّهُمْ یَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الثَّانِیَ اِعْتِبَارًا لِلْقُرْبِ وَالْجِوَارِ وَالْکُوْفِیُّوْنَ یَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ مُرَاعَاةً لِلتَّقْدِیْمِ وَالْاِسْتِحْقَاقِ.

ترجمہ:- اور جان لیجئے کہ بیشک ان تمام اقسام میں فعل اول کو عمل دینا جائز ہے اور فعل ثانی کو عمل دینا، اختلاف ہے فراء کا پہلی اور تیسری صورت میں کہ دوسرے کو عمل دیا جائے اور اس کی دلیل دو چیزوں میں سے ایک کا لازم آنا ہے یا فاعل کا حذف یا اضمار قبل الذکر اور وہ دونوں ناجائز ہیں۔ اور یہ اختلاف جواز میں ہے اور بہرحال اختیار میں تو اس میں بصریون کا اختلاف ہے، بصریین حضرات فعل ثانی کے عمل دینے کو قرب اور پڑوس کا اعتبار کرتے ہوئے پسند کرتے ہیں اور کوفی حضرات فعل اول کے عمل دینے کو تقدیم اور استحقاق کا اعتبار کرتے ہوئے پسند کرتے ہیں۔

تشریح :- اس سے پہلے مصنفؒ تنازع الفعلین کی چار قسمیں بیان کئے اب یہاں سے دونوں فعلوں کا عمل بیان فرمارہے ہیں۔ اس میں دو اختلاف ہیں۔ ایک اختلاف کا تعلق جواز اور عدم جواز کے ساتھ ہے اور یہ اختلاف جمہور علماء اور امام فراء کے درمیان ہے۔ اور دوسرا اختلاف افضلیت وغیر افضلیت میں ہے اور یہ اختلاف بصریین اور کوفیین کے درمیان ہے۔
اختلاف اول: جمہور علماء فرماتے ہیں کہ تنازع الفعلین کے چاروں صورتوں میں اسم ظاہر کو دونوں فعلوں کے لئے معمول بنانا جائز ہے، اور امام فراءؒ فرماتے ہیں کہ دوسرے اور چوتھی صورت میں دونوں فعلوں کے لئے اسم ظاہر کو معمول بنانا جائز ہے لیکن

Scanned with CamScanner

لئے نہیں۔
پہلی اور تیسری صورت میں اسم ظاہر کو پہلے فعل کے لئے معمول بنانا جائز ہے اور دوسرے کے لئے نہیں۔

دلیل: امام فراءؒ اپنے دعویٰ کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر ہم اسم ظاہر کو دوسرے فعل کے لئے معمول بنائیں تو تنازع ختم

کرنے کے لئے ہمارے پاس تین صورتیں ہیں (۱) اضمار (۲) حذف (۳) ذکر

اگر ہم دوسرے فعل کے لئے فاعل کو ذکر کریں تو اس صورت میں تنازع نہیں رہے گا اگر فاعل حذف کریں تو یہ

نہیں کیونکہ فاعل جملہ میں عمدہ ہوتا ہے اور عمدہ چیز کا حذف کرنا جائز نہیں۔ اور یا اس میں ضمیر نکالیں گے جس کی وجہ سے اضمار

قبل الذکر لازم آئے گا اور یہ بھی جائز نہیں۔

جمہور علماء کا جواب: جمہور علماءؒ فرماتے ہیں کہ فاعل کا حذف کرنا تو جائز نہیں اور باقی جو آپ نے اضمار قبل الذکر کی بات کی تو

وہ یہاں عمدہ چیز میں ہے۔ اور اضمار قبل الذکر عمدہ میں جائز ہے اور فضلہ میں جائز نہیں۔

اختلاف ثانی: یہ اختلاف افضلیت اور غیر افضلیت پر مبنی ہے۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اسم ظاہر کو پہلے فعل کے لئے معمول بنانا افضل ہے یا دوسرے فعل کے لئے؟ تو بصریین

حضرات فرماتے ہیں کہ دوسرے فعل کے لئے معمول بنانا افضل ہے قُرب اور جوار کی وجہ سے یعنی یہ اسم ظاہر دوسرے فعل

کے نزدیک ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ الحقُّ للقريب ثمَّ للبعيد، یعنی حق پہلے قریب کے لئے ہے پھر بعید کے لئے اگر

دوسرے فعل کا عمل دیں تو عامل اور معمول کے درمیان فاصلہ آئے گا جو کہ خلاف اولیٰ ہے۔

اور کوفیین حضرات فرماتے ہیں کہ اسم ظاہر کو پہلے فعل کے لئے معمول بنانا افضل ہے بنسبت دوسرے فعل کے۔ کیونکہ قاعدہ یہ

ہے الحقُّ للسّابق ثم للاحق یعنی حق پہلے آنے والے کا ہے پھر بعد میں آنے والے کا۔

فَاِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِيَ فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِي الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَهُ فِي الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَضَرَبَانِيْ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبُوْنِيْ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبَانِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبُوْنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ.

وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِي الْمَفْعُوْلَ وَلَمْ يَكُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ حَذَفْتَ الْمَفْعُوْلَ مِنَ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ

Scanned with CamScanner

الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَا

كْرَمَنِيْ اَلزَّيْدَانِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ الزَّيْدُوْنَ

ترجمہ:- پس اگر تو فعل ثانی کو عمل دے تو دیکھ اگر فعل اول فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو اور میں اس کی ضمیر لائے گا جیسے کہ کہے گا تو متوافقین میں ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَضَرَبَانِيْ وَاَكْرَمَنِيْ الزَّيْدَانِ وَضَرَبُوْنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ الزَّيْدُوْنَ۔ اور متخالفین میں ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا اَوْضَرَبَانِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبُوْنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ اور اگر فعل اول مفعول کا تقاضا کرے اور دونوں فعل افعال قلوب سے نہ ہوں تو آپ فعل اول کے مفعول کو حذف کریں گے جیسے کہ آپ کہیں گے متوافقین میں ضَرَبْتَ وَاَكْرَمْتَ زَيْدًا اَوْضَرَبْتَ وَاَكْرَمْتَ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ اور متخالفین میں ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدًا اَوْضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ الزَّيْدَانِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ الزَّيْدُوْنَ

تشریح:- اس سے پہلے مصنف نے بصریین اور کوفیین کا افضل اور غیر افضل والا اختلاف بیان کیا اب یہاں سے تنازع الفعلین کے دونوں فعلوں کے عمل کی کیفیت کو بیان فرماتے ہیں کہ

اگر دو فعلوں کے درمیان تنازع ہو اسم ظاہر پر تو اگر ہم اسم ظاہر کو بصریین کے قول کے مطابق دوسرے فعل کے لئے معمول بنائیں گے تو پہلا فعل بغیر معمول کے باقی رہ جائے گا تو تنازع ختم کرنے کی تین صورتیں ہیں

(۱) یا تو اس پہلے فعل میں ضمیر نکالیں گے (۲) یا اس کے لئے محذوف فاعل نکالیں گے (۳) یا اس کے لئے فاعل ذکر کریں گے۔

تو ان تینوں صورتوں کے مطابق اگر ہم اس کے لئے فاعل ذکر کریں تو تکرار لازم آئے گا نیز پھر ان کے درمیان تنازع ہی نہیں رہے گا حالانکہ ہماری بحث متنازع فیہ فاعل میں ہے، لہذا ذکر کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر ہم اس کے لئے محذوف فاعل نکالیں تو یہ جائز نہیں، لہذا تنازع ختم کرنے کی ایک صورت رہ گئی کہ اس میں ضمیر نکالیں گے اور باقی یہ بات رہ گئی کہ اضمار قبل الذکر صحیح نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اضمار قبل الذکر عمدہ چیز میں درست ہوتا ہے اور یہاں فاعل عمدہ ہے۔

موافق فعلوں کی مثالیں: ضربنی و اکرمنی زیدٌ، ضربانی و اکرمنی الزیدان، ضربونی و اکرمنی الزیدون۔

مخالف فعلوں کی مثالیں: ضربنی و اکرمتُ زیدًا، ضربانی و اکرمتُ الزیدان، ضربونی و اکرمت الزیدون.

وان کان الفعل الاوّل: یہاں سے بیان فرماتے ہیں کہ اگر فعلین میں سے پہلا فعل مفعول کا تقاضا کرتا ہو تو اس صورت

Scanned with CamScanner

میں دیکھیں گے کہ یہ فعل افعال قلوب میں سے ہے یا نہیں۔ اگر یہ فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوتو اس صورت، میں ہم اسم ظاہر کو دوسرے فعل کے لئے معمول بنائیں گے تو پہلا فعل بغیر معمول کے باقی رہ جائے گا تو تنازع ختم کرنے کی تین صورتیں ہیں اضمار، ذکر اور حذف۔ تو ان تین صورتوں کے مطابق اگر ہم اس کے لئے ضمیر نکالیں گے تو یہ جائز نہیں کیونکہ یہاں اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور اضمار قبل الذکر فضلہ میں جمہور نحاۃ کے ہاں جائز نہیں، اور اگر اس کے لئے مفعول کو ذکر کریں تو ان کے درمیان تنازع ہی نہیں رہے گا لہذا ایک صورت متعین ہے کہ ہم اس کے لیے مفعول کو حذف مانیں گے اور حذف فضلہ میں جائز ہے۔ موافق کی مثالیں: ضربتُ واکرمتُ زیداً، ضَربتُ واَکرمتُ الزّیدَین، ضَرَبْتُ واکرَمتُ الزّیدِینَ۔ مخالف کی مثالیں: ضَربتُ واکرَمَنِیْ زیدٌ، ضَرَبتُ واَکْرَمَنِی الزّیدَینِ، ضَرَبْتُ وَاکْرَمَنِی الزّیدونَ۔

وَاِنْ کَانَ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ یَجِبُ اِظْهَارُ الْمَفْعُوْلِ لِلْفِعْلِ الْاَوَّلِ کَمَا تَقُوْلُ حَسِبَنِیْ مُنْطَلِقًاوَحَسِبْتُ زَیْدًامُنْطَلِقًااِذْ لَا یَجُوْزُ حَذْفُ الْمَفْعُوْلِ مِن اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَاِضْمَارُ الْمَفْعُوْلِ قَبْلَ الذِّکْرِ هٰذَا هُوَ مَذْهَبُ الْبَصْرِیِّیْنَ.

ترجمہ:- اور اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو فعل اول کے مفعول کو ظاہر کرنا واجب ہے جیسا کہ تو کہے گا حسبنی منطلقاً وحسبتُ زیداً منطلقا کیونکہ افعال قلوب کے مفعول کو حذف کرنا جائز نہیں ہے اور نہ مرجع کے ذکر کرنے سے پہلے مفعول کی ضمیر لانا جائز ہے، یہ بصریین کا مذہب ہے۔

تشریح :- اور اگر فعل افعال قلوب میں سے ہوتو اس صورت میں اگر ہم دوسرے فعل کے لئے اسم ظاہر کو معمول بنائیں تو پہلا فعل بغیر معمول کے رہ جائے گا تو اس صورت میں پہلے فعل کے لئے معمول بنانے اور تنازع ختم کرنے کی تین صورتیں ہیں، اضمار، ذکر اور حذف۔ ان تین صورتوں میں اضمار اور حذف جائز نہیں، ضمیر اس لئے نہیں نکال سکتے یہاں یہ فضلہ میں ہے اور فضلہ میں اضمار قبل الذکر جائز نہیں۔ اور حذف اس لئے نہیں کر سکتے کہ افعال قلوب کے دونوں مفعول بمنزلہ ایک کلمہ کے ہوتے ہیں تو ان میں سے ایک کا حذف کرنا کلمے کے ایک جزء کا حذف کرنا ہے اور یہ بالاتفاق ناجائز ہے، تو ہم اس کے لئے منطلقاً مفعول حذف مانیں گے جیسے حسَبَنی منطلقاً وحسبْتُ زیداً منطلقاً ان افعال میں سے ہر ایک یہ تقاضا کرتا ہے کہ مُنطلِقا یہ میرے لئے معمول بن جائے اب اگر بصریین کے قول کے مطابق پہلے قول کو عمل دیا تو دوسرے فعل کے لئے مفعول کو حذف کر سکتے ہیں اور نہ ضمیر نکال سکتے ہیں لہذا مجبوراً ہم اس کے لئے منطلقا مفعول ذکر کریں گے۔

Scanned with CamScanner

وَاَمَّا اِنْ اَعْمَلْتَ الْفِعْلَ الْاَوَّلَ عَلٰی مَذْهَبِ الْكُوْفِیِّیْنَ فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِی یَقْتَضِی الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِی الْفِعْلِ الثَّانِی كَمَا تَقُوْلُ فِی الْمُتَوَافِقَیْنِ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمَنِیْ زَیْدٌ وَضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمَانِیْ الزَّیْدَانِ وَضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمُوْنِیْ الزَّیْدُوْنَ وَفِی الْمُتَخَالِفَیْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِیْ زَیْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَانِی الزَّیْدَیْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمُوْنِی الزَّیْدِیْنَ ، وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِی یَقْتَضِی الْمَفْعُوْلَ وَلَمْ یَكُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ جَازَ فِیْهِ الْوَجْهَانِ حَذْفُ الْمَفْعُوْلِ وَالْاِضْمَارُ وَالثَّانِی هُوَ الْمُخْتَارُ لِیَكُوْنَ الْمَلْفُوْظُ مُطَابِقاً لِلْمُرَادِ اَمَّا الْحَذْفُ فَكَمَا تَقُوْلُ فِی الْمُتَوَافِقَیْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَیْدًا ، وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ وَفِی الْمُتَخَالِفَیْنِ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُ زَیْدًا وَضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُ الزَّیْدَانِ وَضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُ الزَّیْدُوْنَ .
وَاَمَّا الْاِضْمَارُ فَكَمَا تَقُوْلُ فِی الْمُتَوَافِقَیْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهٗ زَیْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّیْدَیْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمْ الزَّیْدِیْنَ وَفِی الْمُتَخَالِفَیْنِ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُهٗ زَیْدٌ وَضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّیْدَانِ وَضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُهُمْ الزَّیْدُوْنَ .

ترجمہ:-اور اگر کوفیین کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دیں تو دیکھا اگر دوسرا فعل تقاضا کرتا ہے فاعل کا تو دوسرے فعل میں فاعل کی ضمیر لائے گا جیسا کہ کہے گا تو متوافقین میں ضَرَبَنی واَكْرَمَنی زیدٌ الخ -اور اگر فعل ثانی تقاضا کرے مفعول کا اور دونوں فعل افعال قلوب سے نہ ہوں تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں، مفعول کا حذف کرنا اور ضمیر لانا اور دوسری صورت ہی مختار ہے تا کہ ملفوظ مقصود کے مطابق ہو جائے بہر حال حذف ہے تو جیسا کہ تو متوافقین میں کہے ضربت واکرمت زیداً الخ -اور بہر حال ضمیر لانا ہے تو جیسا کہ متوافقین میں کہے گا ضربت واکرمتہ زیداً الخ اور متخالفین میں ضَرَبنی واكرمتهٗ زیدٌ الخ۔

تشریح :-اس سے پہلے مصنفؒ نے تنازع الفعلین میں بصریین کا مذہب ذکر کیا اب یہاں سے کوفیین کا مذہب بیان فرمارہے ہیں:

کوفیین کا مذہب یہ ہے کہ اگر دو فعلوں کے درمیان تنازع ہو اسم ظاہر میں اور ہم اسم ظاہر کو پہلے فعل کے لئے معمول بنائیں اور دوسرا فعل معمول کا تقاضا کرتا ہو تو دیکھیں گے کہ یہ دوسرا فعل فاعل کا تقاضا کرتا ہے یا مفعول کا۔ اگر فاعل کا تقاضا

کرتا ہے تو اس میں تنازع ختم کرنے کی تین صورتیں ہیں۔حذف،اضمار اور ذکر،ان تین صورتوں میں ہم فاعل حذف بھی نہیں کر سکتے کہ یہاں حذف عمدہ (فاعل) میں ہے اور عمدہ میں حذف جائز نہیں۔اور ذکر اس لئے نہیں کر سکتے کیونکہ پھر یہ باب تنازع الفعلین سے نہیں رہے گا،لہذا ہم اس کے لئے ضمیر نکالیں گے اور یہ ضمیر اسم ظاہر کے مطابق ہوگا۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہاں اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اضمار قبل الذکر اس وقت خلاف اولی ہے جب لفظا اور رتبۃً دونوں طرح مرجع مؤخر ہو اور یہاں مرجع لفظا مؤخر ہے لیکن پہلے فعل کے لئے معمول ہے تو لفظا اگر چہ مؤخر ہے لیکن رتبۃً مقدم ہے۔

موافق کی مثالیں:ضربنی واکرمنی زیدٌ،ضربنی واکرمانی زیدٌ،ضربنی واکرمونی زیدٌ۔

مخالف کی مثالیں:ضربتُ واکرمنی زیداً،ضربت واکرمانی الزیدَین،ضربتُ واکرمونی الزیدِین۔

وان کان الفعل الثانی الخ :-یہاں سے فرماتے ہیں کہ اگر فعل مفعول کا تقاضا کرتا ہو اور ہم کوفیین کے مذہب کے مطابق اسم ظاہر کو پہلے فعل کے لئے معمول بنائیں تو دیکھیں گے کہ فعل افعال قلوب سے ہے یا نہیں اگر یہ افعال قلوب سے نہ ہوں تو اس صورت میں اس کے درمیان تنازع ختم کرنے کے لئے تین صورتیں ہیں،حذف،ذکر اور اضمار۔تو ان تین صورتوں میں ہم اس فعل کے لئے مفعول کو ذکر نہیں کر سکتے کیونکہ پھر اس میں تنازع ختم ہو جاتا ہے۔اور اس کے علاوہ حذف اور اضمار دونوں کر سکتے ہیں،حذف اس لئے کر سکتے ہیں کہ یہاں حذف فضلہ میں ہے اور فضلہ میں حذف جائز ہوتا ہے۔

اسی طرح اضمار بھی جائز ہے اور باقی رہ گئی یہ بات کہ اضمار قبل الذکر نا جائز ہے تو اضمار قبل الذکر اس وقت خلاف اولی ہے جب لفظا اور رتبۃً دونوں طرح مرجع مؤخر ہو اور یہاں مرجع لفظا مؤخر ہے لیکن پہلے فعل کے لئے معمول ہے تو لفظا اگر چہ مؤخر ہے لیکن رتبۃً مقدم ہے۔

الثانی هو المختار :اب اس سے پہلے ہم ذکر کیا کہ دوسرے فصل میں اضمار اور حذف دونوں جائز ہے۔اب یہاں فرماتے ہے ان دونوں صورتوں میں اضمار اولی ہے اس لئے کہ ملفوظ مقصود کے مطابق ہو جائے کیونکہ متکلم چاہتا ہے کہ دونوں افعال اسم ظاہر میں تنازع کریں تو اسم ضمیر کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ اسم ظاہر کے مقابلے میں آرہا ہے تو ضمیر کا لانا تنازع مقصود پر دلالت کرے گا لیکن اگر ضمیر کو حذف کریں تو اس صورت میں پتہ نہیں چلے گا کہ فعل ثانی کا مفعول یہ اسم ظاہر ہے یا کوئی دوسرا ہے تو اسم ظاہر متکلم کے مقصود کے مطابق نہیں ہوگا تو اس لئے کہا کہ حذف کے مقابلے میں اضمار اولی ہے۔

Scanned with CamScanner

موافق کی مثالیں: ضَرَبتُ واکرمت زیداً، ضربتُ واکرمتُ الزیدَینِ، ضَرَبْتُ واَکْرَمْتُ الزّیْدُون۔

مخالف کی مثالیں: ضَرَبَنِیْ واَکْرَمْتُ زَیدٌ، ضَرَبَنی واَکْرَمْتُ الزّیْدَان، ضَرَبَنِی وَاَکْرَمْتُ الزّیدُونَ۔

وَاَمَّااِذَا کَانَ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ فَلَا بُدَّ مِنْ اِظْهَارِ الْمَفْعُوْلِ کَمَاتَقُوْلُ حَسِبَنِی وَحَسِبْتُهُمَامُنْطَلِقَيْنِ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًالِاَنَّ حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَاتَنَازَعَا فِی (مُنْطَلِقًا) وَاَعْمَلْتَ الْاَوَّلَ وَهُوَ حَسِبَنِیْ وَاَظْهَرْتَ الْمَفْعُوْلَ فِی الثَّانِی فَاِنْ حَذَفْتَ مُنْطَلِقَيْنِ وَقُلْتَ حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَاالزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًالَزِمَ الْاِقْتِصَارُ عَلَى اَحَدِ الْمَفْعُوْلَيْنِ فِی اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَهُوَغَيْرُ جَائِزٍ۔

ترجمہ:- اور جب دونوں فعل افعال قلوب سے ہوں تو مفعول کا ظاہر کرنا ضروری ہے جیسے تو کہے حسبنی وحسبتهما منطلقين الزيدان منطلقاً اور یہ اس لئے کہ حسبنی اور حسبتهما نے جھگڑا کیا منطلقاً میں اور تو نے اول کو عمل دیا اور وہ حسبنی ہے اور تو نے مفعول کو ثانی میں ظاہر کیا پس اگر تو منطلقین کو حذف کریں اور تو کہے حسبنی وحسبتهماالزيدان منطلقاً تو افعال قلوب میں دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء کرنا لازم آتا ہے اور یہ ناجائز ہے۔

تشریح:- اس سے پہلے مصنفؒ نے اس فعل کا ذکر کیا جو مفعول کا تقاضا کر رہا تھا اور وہ افعال قلوب سے نہیں تھا اب یہاں سے اس فعل کا ذکر کر رہے ہیں جو مفعول کا تقاضا کرتا ہو اور فعل افعال قلوب میں سے ہو۔ تو اس میں تنازع ختم کرنے کی تین صورتیں ہیں، اضمار، حذف اور ذکر، تو ان تین صورتوں میں ہم اس کے لئے مفعول کو ذکر کریں گے، حذف اور اضمار نہیں کر سکتے، جیسے حَسَبَنی منطلقَین الزیدان مُنطلقاً یہاں تنازع منطلقاً میں ہے۔ اس مثال میں فعل اول کے لئے مفعول کو حذف اس لئے نہیں کر سکتے کہ افعال قلوب کے دونوں مفعولوں میں سے ایک بھی حذف کرنا بالاتفاق جائز نہیں۔

وَاِنْ اَضْمَرْتَ فَلَا يَخْلُوْمِنْ اَنْ تُضْمِرَ مُفْرَدًا اَوْتَقُوْلُ حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا اِيَّاهُ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَحِيْنَئِذٍ لَايَكُوْنُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِیْ مُطَابِقًالِلْمَفْعُوْلِ الْاَوَّلِ وَهُوَ (هُمَا) فِی قَوْلِکَ حَسِبْتُهُمَا، وَلَايَجُوْزُذٰلِکَ اَوْاَنْ تُضْمِرَ مُثَنًّى وَتَقُوْلُ حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَااِيَّاهُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَحِيْنَئِذٍ يَلْزَمُ عَوْدُ الضَّمِيْرِ الْمُثَنّٰى اِلَى اللَّفْظِ الْمُفْرَدِ وَهُوَ مُنْطَلِقًاالَّذِیْ وَقَعَ فِيْهِ التَّنَازُعُ وَهٰذَا اَيْضًالَا يَجُوْزُ وَاِذَا لَمْ يَجُزِ الْحَذْفُ وَالْاِضْمَارُ کَمَاعَرَفْتَ وَجَبَ الْاِظْهَارُ۔

ترجمہ:- اور اگر تو ضمیر لائے تو یہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہے کہ یا آپ مفرد کی ضمیر لائیں گے اور تو کہے حسبنی وحسبتهماایاه

الزیدان منطلقاً اور اس وقت مفعول ثانی، مفعول اول کے مطابق نہیں ہوگا، اور وہ آپ کے اس قول حسبتھما میں ھما ہے اور یہ جائز نہیں اور یا تثنیہ کی ضمیر لائے گا اور تو کہے حسبنی و حسبتھما ایاھما الزیدان منطلقاً اور اس وقت ضمیر تثنیہ کا مفرد لفظ کی طرف لوٹنا لازم آئے گا اور وہ منطلقاً ہے جس میں تنازع واقع ہوا ہے اور یہ بھی جائز نہیں اور جب حذف کرنا اور ضمیر لانا دونوں ناجائز ہے جیسا کہ تو نے معلوم کرلیا تو ظاہر کرنا واجب ہے۔

تشریح :-فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ضمیر بھی نہیں نکال سکتے کیونکہ اگر ضمیر نکالیں گے تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو ہم اس کے لئے مفرد کی ضمیر نکالیں گے یا تثنیہ کی اگر مفرد کی ضمیر نکالیں تو اس وقت دونوں مفعولوں کے درمیان مطابقت نہیں آئے گی، جیسے حسبتھما ایاہ الزّیدان مُنطلقاً ۔اور اگر تثنیہ کی ضمیر لائے تو اس صورت میں ضمیر اور مرجع کے درمیان مطابقت نہیں آئے گی۔ جیسے حسِبنی و حَسِبتُھُمَا ایاھُما الزّیدانِ مُنطلقاً ۔یہاں پر ایاھما ضمیر کا مرجع منطلقاً ہے اور اسی میں تنازع ہے اور ضمیر اور مرجع کے درمیان عدم مطابقت ظاہر ہے، لہذا ہم اس کے لئے مفعول بہ ذکر کریں گے اور یوں کہیں گے حَسِبَنِی وَحَسِبتُھُمَامُنطَلِقَینِ اَلزَّیدَانِ مُنطَلِقاً۔

فَصلٌ مَفعُولُ مَا لَم یُسَمَّ فَاعِلُهٗ وَھُوَ کُلُّ مَفعُولٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ وَاُقِیمَ ھُوَ مَقَامَهٗ نَحوُ ((ضُرِبَ زَیدٌ))وَحُکمُهٗ فِی تَوحِیدِ فِعلِهٖ وَتَثنِیَتِهٖ وَجَمعِهٖ وَتَذکِیرِهٖ وَ تَانِیثِهٖ عَلٰی قِیَاسِ مَا عَرَفتَ فِی الفَاعِلِ ۔

ترجمہ:-فصل:مفعول ما لم یسم فاعله اور ہر وہ مفعول ہے، جس کا فاعل کو حذف کیا گیا ہو اور اس مفعول کو اُس فاعل کے قائم مقام کردیا گیا ہو جیسے ضُرِبَ زَیدٌ اور اس کا حکم اس کے فعل کے مفرد تثنیہ جمع مذکر مونث لانے میں اسی قیاس پر ہے جو آپ فاعل میں پہچان چکے ہیں۔

تشریح :-اس سے پہلے مصنفؒ نے مرفوعات کے آٹھ قسموں میں سے فاعل ذکر کیا اب یہاں سے مفعول مالم یسم فاعلہٗ (نائب فاعل) بیان کرتے ہیں۔

مفعول مالم یسم فاعلہ یا نائب فاعل کی تعریف: نائب فاعل ہر وہ مفعول ہوتا ہے کہ جس کا فاعل حذف کیا جائے اور یہ مفعول فاعل کی جگہ رکھ دیا جائے اور اس فاعل کا اعراب (ضمہ) اس کو دیا جائے، اور اس فعل کی نسبت اس مفعول کی طرف اس طرح ہو ضُرِبَ زیدٌ۔

نائب فاعل کا حکم فعل کے مفرد ہونے، تثنیہ اور جمع ہونے میں، مذکر و مونث لانے میں وہ ہے جو اس سے پہلے

فاعل کا تھا اسی پر قیاس ہے۔

فَصْلٌ اَلْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُهُمَا اِسْمَانِ مُجَرَّدَانِ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ اَحَدُهُمَا مُسْنَدٌ اِلَيْهِ وَيُسَمّٰى اَلْمُبْتَدَأُ وَالثَّانِيْ مُسْنَدٌ بِهٖ وَيُسَمّٰى الْخَبَرُ نَحْوُ زَيْدٌقَائِمٌ وَالْعَامِلُ فِيْهِمَا مَعْنَوِيٌّ وَهُوَ الْاِبْتِدَاءُ وَاَصْلُ الْمُبْتَدَاِ اَنْ يَّكُوْنَ مَعْرِفَةً وَاَصْلُ الْخَبَرِ اَنْ يَّكُوْنَ نَكِرَةً.

ترجمہ:۔فصل: مبتداء اور خبر وہ دو ایسے اسم ہیں جو عوامل لفظیہ سے خالی ہوں، ان میں سے ایک مسند الیہ ہوتا ہے اور نام اس کا نام مبتداء رکھا جاتا ہے اور دوسرا مسند بہ ہے اور اس کا نام خبر رکھا جاتا ہے جیسے زیدٌ قائمٌ۔ اور ان عامل ان دونوں میں معنوی ہوتا ہے اور وہ ابتداء ہے۔ اور مبتداء میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔

تشریح :۔اس سے پہلے مصنفؒ نے دو مرفوعات فاعل اور نائب فاعل کا ذکر کیا اب یہاں سے اور دو مرفوعات مبتداء اور خبر کو بیان فرما رہے ہیں۔

اعتراض: مصنفؒ نے مبتداء اور خبر کو فاعل اور نائب فاعل کی طرح الگ الگ فصلوں میں کیوں ذکر نہیں کیا؟

جواب اس کی دو وجہیں ہیں۔ایک وجہ یہ ہے کہ ان دونوں میں تلازم ہے یعنی ایک دوسرے کو لازم ہیں یعنی جہاں مبتداء ہوگا وہاں خبر ہوگی اور جہاں خبر ہو وہاں مبتداء ہوگا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کا عامل میں اشتراک ہے۔

تعریف: مبتداء اور خبر دونوں ایسے اسم جو خالی ہو عوامل لفظی سے چاہے سماعی ہو یا قیاسی ہو۔

اِسْمانِ جنس ہے اس سے مراد ہر اسم ہے۔ مجردان عن العوامل اللفظیۃ یہ فصل ہے اور اس سے افعال ناقصہ ماولا المشبھتان کا اسم اور لائے نفی جنس کی خبر وغیرہ نکل گئے۔

احدھما مسند الیہ الخ : یہاں سے فرماتے ہے کہ مبتداء اور خبر میں ایک مسند الیہ ہوگا اور اس کو مبتدا کہا جاتا ہے اور ایک مسند ہوگا اور اس کو خبر کہتے ہیں جیسے زیدٌ قائمٌ، اس میں زید مسند الیہ اور مبتداء ہے اور قائم مسند اور خبر ہے۔

۔والعامل فیھما معنوی الخ : یہاں مبتداء اور خبر دونوں کا عامل بیان فرما رہے ہیں، تو اس میں تین اقوال ہیں۔

(۱) ان دونوں کا عامل معنوی ہے اور معنوی سے مراد ابتداء ہے اور ابتداء عامل لفظی سے خالی ہوتی ہے بنا بر مذہب بصریین۔

(۲) مبتداء کا عامل معنوی ابتداء ہے اور خبر کا عامل مبتدا ہے اس صورت میں مبتداء کا عامل معنوی ہے اور خبر کا عامل لفظی ہے۔

(۳) یہ دونوں ایک دوسرے میں عمل کرتے ہیں یعنی مبتدا خبر میں اور خبر مبتداء میں۔ اس صورت میں ان دونوں کا عامل لفظی

Scanned with CamScanner

ہوگا۔ اور چونکہ بصریین کا قول مختار تھا اس لئے مصنفؒ نے اس کو ذکر کیا۔

واصل المبتداء ان یکون معرفة:۔ یہاں سے ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ!

اصل مبتداء میں یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور خبر میں اصل نکرہ ہونا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ مبتداء محکوم علیہ ہوتا ہے یعنی اس پر حکم لگایا جاتا ہے اور جس پر حکم لگایا جاتا ہو اس کو چاہیے کہ وہ معلوم ہو کیونکہ مجہول چیز پر حکم نہیں لگایا جاتا کیونکہ کلام سے مقصود یہ ہے کہ مخاطب کو فائدہ پہنچے اب اگر نامعلوم چیز پر حکم لگایا جائے تو مخاطب کو فائدہ نہ ہوگا جیسے رجلٌ قائم کہا تو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا کیونکہ کوئی بھی آدمی کسی بھی جگہ کھڑا ہوگا اور یہ کوئی مقصود نہیں۔

اور خبر کے نکرہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خبر محکوم بہ ہوتا ہے یعنی جس کے ساتھ حکم لگایا جاتا ہو اور حکم معرفہ اور نکرہ دونوں پر لگایا جا سکتا ہے لیکن معرفہ اور نکرہ دونوں میں اصل نکرہ ہے کیونکہ خبر بمنزلہ وصف کے ہوتا ہے جس کے ساتھ مبتداء کو موصوف کیا جاتا ہے اور وصف میں اصل ابہام ہے۔

وَالنَّكِرَةُ اِذَا وُصِفَتْ جَازَ اَنْ تَقَعَ مُبْتَدَاً نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَكَذَا اِذَا تَخَصَّصَتْ بِوَجْهٍ آخَرَ نَحْوُ اَرَجُلٌ فِى الدَّارِ اَمِ امْرَاَةٌ،وَمَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ ،وَشَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ وَفِى الدَّارِ رَجُلٌ وَسَلَامٌ عَلَيْكَ

ترجمہ:۔ اور جب نکرہ کی صفت لائی جائے تو جائز ہے کہ مبتداء ہو جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ولعبد مومن خیر من مشرک۔ اور اسی طرح جب نکرہ کی تخصیص کی جائے کسی اور وجہ سے جیسے اَرَجُلٌ فِى الدَّارِ اَمِ امْرَاَةٌ، اور مَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ اور شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ اور فِى الدَّارِ رَجُلٌ اور سَلَامٌ عَلَيْكَ.

تشریح:۔ اس سے پہلے کہا کہ مبتداء میں اصل معرفہ ہے تو اس سے یہ شبہ پیدا ہو رہا تھا کہ نکرہ مبتدا نہیں بن سکتا اس شبہ کے ازالہ کے لئے مصنفؒ یہ عبارت لے کر آئے کہ نکرہ بھی مبتداء بن سکتا ہے لیکن جب یہ تخصیص حاصل کرے۔

پھر نکرہ کی تخصیص حاصل کرنے کے چھ مقامات ہیں۔ پہلے مقام کے جاننے سے پہلے ایک بات ذہن نشین کر لیں کہ معرفہ میں خصوص ہوتا ہے اور نکرہ میں عموم ہوتا ہے۔

چھ مقامات میں سے پہلا مقام یہ ہے کہ نکرہ تخصیص حاصل کرے صفت کے ساتھ، یعنی جب یہ موصوف کیا جائے کسی صفت کے ساتھ۔ تو اس حالت میں یہ مبتداء بن سکتا ہے جیسے ولعبدٌ مؤمنٌ خیرٌ من مشرکٍ ،(البتہ مومن بندہ

مشرک سے بہتر ہے) اس مثال میں لفظ 'عبد' جب اس کے ساتھ مومن کا قید نہ ہو تو یہ نکرہ ہے اور اس میں عموم ہے یعنی یہ مومن اور کافر غلام سب کو شامل ہے لیکن جب اس کے ساتھ مومن صفت کی قید لگائی تو اس کے عموم میں کمزوری آئی جس کی وجہ سے یہ معرفہ کے قریب ہوا، اور قاعدہ یہ ہے کہ قریب الشئی فی حکم عین الشئی یعنی کسی کے شئی کے قریب کے لئے حکم عین شئی کا ہوتا ہے، لہذا جب معرفہ مبتدا بنتا ہے تو اس کے قرب کی وجہ سے یہ نکرہ بھی مبتداء بنانا جائز ہے۔

وکذا اذا تخصّصتْ بوجہٍ اٰخر: نکرہ کے تخصیص حاصل کرنے کے چھ مقامات میں سے دوسرا مقام یہ ہے کہ جب نکرہ ایسے ہمزہ استفہامیہ کے بعد واقع ہو جو ہمزہ 'اَم' متصلہ کے ساتھ متعلق ہو تو اس صورت میں بھی نکرہ کا مبتداء بنانا جائز ہے، جیسے اَرجلٌ فی الدار اَمْ امراۃٌ. (کیا آدمی ہے گھر میں یا عورت؟) اس میں رجلٌ اور امراۃٌ دونوں نکرے مبتداء بن سکتے ہیں اور یہاں یہ نکرہ تخصیص حاصل کرے گا متکلم کے علم سے، یعنی متکلم کو یہ تو معلوم ہے کہ گھر میں مرد یا عورت میں سے کوئی ایک موجود ہے لیکن یہ استفہام کے ذریعے اس میں تعین کرتا ہے یعنی مرد یا عورت کی تعین کرتا ہے۔

(۳) وما اَحدٌ خیرٌ منک: نکرہ کے تخصیص حاصل کرنے کا تیسرا مقام یہ ہے کہ نکرہ تخصیص حاصل کرے صفت عموم کے ذریعے یعنی جب یہ نکرہ تحت النفی واقع ہو، اور جب نکرہ تحت النفی واقع ہو جائے تو اس میں عموم ہوتا ہے اور اپنے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے اور اس کے تمام افراد تعدد سے خالی ہوتے ہیں کیونکہ وہ تمام افراد بمنزلہ ایک فرد کے ہوتے ہیں، جب اس کے افراد بمنزلہ ایک فرد کے ہوئے تو اس میں تخصیص آگئی لہذا یہ نکرہ مبتداء بن سکتا ہے جیسے وما اَحدٌ خیرٌ منکَ (اور نہیں کوئی ایک تجھ سے بہتر۔)

(۴) وشرٌّ اَھَرَّ ذاناب: نکرہ کے تخصیص حاصل کرنے کا چوتھا مقام یہ ہے کہ نکرہ تخصیص حاصل کرے صفت مقدرہ کے ساتھ، جیسے شرٌّ اَھَرَّ ذاناب، (اور شر نے بھونکوایا کتے کو۔) اور اس مثال میں شرٌّ مبتداء ہے اور نکرہ ہے لیکن اس کے آخر میں جو تنوین ہے یہ تعظیم کے لئے ہے یعنی اصل عبارت یوں تھی شرٌّ عظیمٌ اھَرَّ ذاناب (بڑے شر نے کتے کو بھونکایا) یہاں پر نکرہ یعنی شرٌّ نے صفت مقدرہ کے ساتھ تخصیص حاصل کی ہے لہذا یہ مبتداء بنانا جائز ہے۔

(۵) وفی الدّار رجلٌ: نکرہ کے تخصیص حاصل کرنے کا پانچواں مقام یہ ہے کہ نکرہ تخصیص حاصل کرے اس طریقے سے کہ خبر ظرف ہو اور مقدم ہو تو اس صورت میں یہ نکرہ بھی مبتداء بنانا جائز ہے جیسے فی الدّار رجلٌ، (گھر میں آدمی ہے) اس صورت میں رجلٌ مبتداء مؤخر ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ اس قاعدے کے مطابق ہے اَلتَّقدِیمُ مَاحَقُّہُ التَّاخِیرُ یُفِیدُ

Scanned with CamScanner

الحصر و التخصیص ۔ یعنی اس چیز کا مقدم کرنا جسکا حق مؤخر کرنا ہو یہ حصر اور تخصیص کا فائدہ دیتا ہے۔ لہذا خبر کا حق ہے کہ وہ مؤخر ہو لیکن جب ہم نے مقدم کیا تو اس نے رجلٌ کو تخصیص کا فائدہ دیا اس لئے یہ مبتداء بن سکتا ہے۔

(۶) وسلامٌ علیک: نکرہ کے تخصیص حاصل کرنے کا چھٹا مقام یہ ہے کہ جب نکرہ کی نسبت ہو جائے متکلم کی طرف تو اس صورت میں بھی نکرہ مبتداء بن سکتا ہے جیسے سلامٌ علیکَ، (سلام ہو تیرے اوپر) یہ اصل میں تھا سلامِی علیکَ اور یہ جملہ فعلیہ سے (سلمتُ سلاماً علیکَ) سے معدول ہو کر آیا ہے اور معدول عنہ میں جملہ فعلیہ کی نسبت چونکہ متکلم کی طرف ہے اس لئے معدول میں بھی نسبت متکلم کی طرف ہو گی لہذا اس نکرہ نے متکلم کی طرف نسبت سے تخصیص حاصل کی ہے۔

وَاِنْ کَانَ اَحَدُ الْاِسْمَیْنِ مَعْرِفَۃً وَالْاٰخَرُ نَکِرَۃً فَاجْعَلِ الْمَعْرِفَۃَ مُبْتَدَاً وَالنَّکِرَۃَ خَبَرًا اَلْبَتَّۃَ کَمَا مَرَّ. وَاِنْ کَانَا مَعْرِفَتَیْنِ فَاجْعَلْ اَیَّھُمَا شِئْتَ مُبْتَدَاً وَالْاٰخَرَ خَبَرًا نَحْوُ اَللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰھُنَا وَمُحَمَّدٌ نَبِیُّنَا وَآدَمُ اَبُوْنَا وَقَدْ یَکُوْنُ الْخَبَرُ جُمْلَۃً اِسْمِیَّۃً نَحْوُ زَیْدٌ اَبُوْہُ قَائِمٌ اَوْ فِعْلِیَّۃً نَحْوُ زَیْدٌ قَامَ اَبُوْہُ اَوْ شَرْطِیَّۃً نَحْوُ زَیْدٌ اِنْ جَاءَ نِیْ اَکْرَمْتُہٗ اَوْ ظَرْفِیَّۃً نَحْوُ زَیْدٌ خَلْفَکَ وَعَمْرٌو فِی الدَّارِ.

ترجمہ:۔ اور اگر دو اسموں میں سے ایک معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ ہو تو معرفہ کو مبتداء اور نکرہ کو خبر بنالو جیسا کہ گزرا اور اگر دونوں معرفہ ہوں تو ان دونوں میں سے جس کو چاہے مبتداء اور دوسرے کو خبر بنالو جیسے اللہ الٰھنا و محمدٌ نبیُّنا و ادم ابونا ۔ اور کبھی کبھی خبر جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے زید ابوہ قائم یا فعلیہ جیسے زیدٌ قام ابوہ یا شرطیہ جیسے زیدٌ اِنْ جاء نی فاکرمتہٗ یا ظرفیہ جیسے زیدٌ خلفکَ وعمروٌ فی الدار۔

تشریح :۔ یہاں سے فرماتے ہیں کہ جب دو اسم ہوں اور دونوں معرفہ ہوں تو اس صورت میں جو مبتداء بنایا جائے اور جس کو خبر بنایا جائے صحیح ہے، جیسے اللہ الٰھنا محمدٌ نبیُّنا و ادم ابونا ۔ لیکن دو اسم معرفہ میں ایک کے مبتداء نہ بننے پر قرینہ موجود ہو تو اس صورت میں ایک معرفہ تو مبتداء بنے گا لیکن دوسرا اسم نہیں جیسے بَنُوْ اَبْنَائِنَا بَنُوْنَا (ہمارے پوتے ہمارے بیٹے ہیں) یہاں مبتداء اور خبر دونوں معرفے ہیں لیکن ان میں سے بنونا کو خبر نہیں بنا سکتے کیونکہ کوئی آدمی اپنے پوتے کو تو بیٹا کہہ سکتا ہے لیکن اپنے بیٹے کو پوتا نہیں کہہ سکتا۔

وقد یکون الخبر جملۃً الخ: یہاں سے فرماتے ہے کہ جس طرح خبر مفرد ہوتا ہے اسی طرح جملہ بھی ہوسکتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ خبر کا کام ہے مبتداء پر حکم لگانا اور جس طرح حکم مفرد لگاتا ہے اسی طرح جملہ بھی لگا سکتا ہے لیکن مفرد اور جملہ میں مفرد

Scanned with CamScanner

اصل ہے کیونکہ جب مفرد خبر واقع ہو جائے تو اس کے لئے عائد کی ضرورت نہیں، اور جب جملہ خبر واقع ہو تو اس کے لئے عائد کی ضرورت ہوتی ہے یعنی اس میں ایسا ضمیر ہونا چاہیے کہ وہ مبتداء کی طرف لوٹتا ہو۔

نوٹ: عائد کی وضاحت آگے آئے گی۔

پھر فرماتے ہیں کہ جب خبر جملہ ہو تو یا جملہ اسمیہ ہوگا جیسے زیدٌ قائمٌ یا فعلیہ ہوگا جیسے زیدٌ قام ابوہ، یا شرطیہ ہوگا جیسے ان جاء نی زیدٌ فاکرمُتہ یا ظرفیہ ہوگا جیسے زیدٌ خلفکَ وعمروٌ فی الدار۔ جب خبر جملہ شرطیہ ہو تو اس صورت میں شرط اور جزاء میں سے کون سی چیز خبر بنے گی اس میں تین اقوال ہیں۔

(۱) بعض کہتے ہیں کہ جب شرط اور جزا مل جائیں تو خبر ہوگی۔

(۲) بعض کہتے ہیں کہ صرف شرط خبر بنے گی۔

(۳) بعض کہتے ہیں کہ صرف جزا خبر بنے گی۔

اور جب خبر جملہ ظرفیہ ہو تو یہ برابر ہے کہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان ہو یا ظرف کا قائم مقام ہو۔

وَالظَّرْفُ مُتَعَلِّقٌ بِجُمْلَةٍ عِنْدَ الْاَكْثَرِ وَهِيَ اِسْتَقَرَّ مَثَلاً تَقُوْلُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ تَقْدِيْرُهُ زَيْدٌ اِسْتَقَرَّ فِيْ الدَّارِ .

ترجمہ:- اور اکثر کے ہاں ظرف جملہ کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور وہ جملہ استقر ہے مثلاً آپ کہیں گے زیدٌ فی الدار اس کی اصل ہے زید استقر فی الدار یعنی زید ثابت ہے دار میں۔

تشریح:- یہاں سے فرماتے ہیں کہ جب خبر ظرف ہو تو اس صورت میں جار مجرور کا متعلق یا کلام میں مذکور ہوگا یا مذکور نہ ہوگا، اس سے پہلے یہ بات جاننا چاہیے کہ ظرف کی ابتداءً دو قسمیں ہیں ظرف حقیقی اور ظرف مجازی۔

ظرف حقیقی وہ ہوتا ہے جو وقت کے معنی پر دلالت کرے جیسے صمتُ یوم الجمعۃ یا جگہ کے معنی پر دلالت کرے جیسے جلستُ خَلفکَ۔

ظرف مجازی جار مجرور کو کہتے ہیں۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں ظرف لغو اور ظرف مستقر۔

ظرف لغو وہ ہوتا ہے جس کا متعلق کلام میں مذکور ہو جیسے مرَرْتُ بزید۔

ظرف مستقر وہ ہوتا ہے جس کا متعلق مذکور نہ ہو۔ خواہ افعال عامہ میں سے ہو یا افعال خاصہ میں سے ہو جیسے الحمد للہ اس میں جار مجرور کا متعلق محذوف ہے جو کہ ثبت یا ثابت ہے۔

Scanned with CamScanner

ظرف لغو کی وجہ تسمیہ:۔ظرف لغو کو ظرف لغو اس لئے کہتے ہیں کہ لغو باب نصر ینصر سے مصدر ہے بمعنی محروم ہونا اور یہ ظرف لغو بھی اپنے عامل کی جگہ پر قرار پکڑنے سے محروم رہتی ہے، کیونکہ عامل ماقبل مذکور ہوتا ہے اس لئے اس کو ظرف لغو کہتے ہیں۔

پھر ظرف لغو کے متعلق ہونے کے چھ مقامات ہیں۔

(۱)فعل جیسے مررتُ بزیدٍ۔ (۲)اسم فاعل جیسے انی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ

(۳)اسم مفعول جیسے الدنیا مشحونۃٌ بالرزایا۔ (۴)اسم تفضیل جیسے زیدٌ اَضرَبُ من عمرٍ۔

(۵)صفت مشبہ جیسے اللہ علیمٌ بذات الصدور۔ (۶)مصدر جیسے القراٰن حجۃٌ لکَ او علیکَ۔

افعال عامہ وہ ہوتے ہیں جن سے کوئی فعل خالی نہ ہو۔ پھر افعال عامہ کل آٹھ ہیں جن میں سے چار مشہور ہیں اور چار غیر مشہور ہیں۔ مشہور یہ ہیں۔ (۱) کون بمعنی ہونا (۲)ثبوت بمعنی ثابت ہونا (۳)وجود بمعنی موجود ہونا (۴) حصول بمعنی حاصل ہونا اور غیر مشہور یہ ہیں تلبس، لصوق، لسوق اور لذوق ان چاروں کا معنی ملنا ہے۔

افعال خاصہ کی تعریف: افعال خاصہ وہ ہوتے ہیں جن سے کوئی فعل خالی ہو افعال عامہ کے علاوہ باقی سارے افعال خاصہ ہیں۔ ظرف مستقر کی وجہ تسمیہ: ظرف مستقر کو مستقر اس لئے کہتے ہیں کہ مستقر استقرار سے ہے اور استقرار کا معنی ہے قرار پکڑنا اور ظرف مستقر بھی چونکہ اپنے عامل کی جگہ قرار پکڑتا ہے کیونکہ اس کا عامل محذوف ہوتا ہے اس لئے اس کو ظرف مستقر کہتے ہیں جیسے الحمد للہ ای ثبت للہ ثبت عامل کو حذف کر دیا اور ظرف مستقر للہ کو اس کی جگہ پر کھڑا کر دیا۔

ظرف مستقر کے مقامات:۔ظرف مستقر کے چار مقامات ہیں۔

خبر، صلہ، صفت، حال۔ یعنی ظرف مستقر ترکیب میں خبر بنے گی۔ جب اس سے پہلے مبتدا ہو یا صلہ بنے گی جب اس سے پہلے اسم موصول ہو یا صفت بنے گی جب اس سے پہلے موصوف ہو یا حال بنے گی جب اس سے پہلے ذوالحال ہو۔

مقام خبر:۔ ظرف مستقر اگر خبر کے مقام میں واقع ہو تو اس کا متعلق فعل نکالیں گے یا اسم۔ اس میں اختلاف ہے بصریین اور کوفیین کا، عند البصریین اس کا متعلق فعل نکالا جائے گا کیونکہ ظرف مستقر اپنے عامل کی جگہ پر واقع ہوتی ہے اور عمل کرنے میں اصل فعل ہے لہذا اس کا متعلق فعل نکالا جائے گا۔ جیسے الحمد للہ ای ثبت للہ اور کوفیین حضرات کہتے ہیں کہ ہم اس کا متعلق اسم نکالیں گے کیونکہ ظرف مستقر خبر کے مقام میں واقع ہوتی ہے اور خبر میں اصل افراد (مفرد ہونا) ہے اور اسم بھی مفرد ہوتا ہے لہذا ہم اس کا متعلق اسم نکالیں گے جیسے الحمد للہ ای ثابت للہ۔

Scanned with CamScanner

مقام صفت: اگر ظرف مستقر صفت کے مقام میں واقع ہوتو اکثر نحاۃ کے نزدیک اس کا متعلق فعل نکالیں گے اور بعض نحاۃ کے نزدیک اس کا متعلق اسم نکالیں گے جیسے علی معنیً فی نفسها ای ثبت یا ثابت۔

مقام حال: اگر ظرف مستقر حال کے مقام میں واقع ہوتب بھی اکثر نحاۃ کے نزدیک اس کا متعلق اسم نکالا جائے گا جیسے فاللفظیة منها علی نوعین ای ثبتت یاثابتتا ۔

مقام صلہ: اور اگر ظرف مستقر صلہ کے مقام میں واقع ہوتو بالاتفاق اس کا متعلق فعل نکالیں گے کیونکہ صلہ جملہ ہوتا ہے اور فعل بھی اپنے فاعل کے ساتھ مل کر جملہ ہوتا ہے جیسے والذین من قبلکم ای ثبتوا من قبلکم۔

مصنفؒ نے ان چاروں مقامات میں سے صرف مقام خبر کو ذکر کیا ہے۔

وَلَا بُدَّفِي الْجُمْلَةِ مِنَ ضَمِيرٍ يَّعُوْدُ اِلَى الْمُبْتَدَاِ كَالْهَاءِ فِيْمَا مَرَّ وَيَجُوْزُ حَذْفُهُ عِنْدَ وُجُوْدِ قَرِيْنَةٍ نَحْوُ اَلسَّمَنُ مَنُوَانِ بِدَرْهَمٍ وَالْبُرُّ الْكُرُّ بِسِتِّيْنَ دِرْهَمًاوَقَدْ يَتَقَدَّمُ الْخَبَرُ عَلَى الْمُبتدَاِ نَحْوُ فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَيَجُوْزُ لِلْمُبْتَدَاِ الْوَاحِدِ اَخْبَارٌ كَثِيْرَةٌ نَحْوُ زَيْدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ عَاقِلٌ.

ترجمہ:- اور جملہ میں ایسی ضمیر ضروری ہے جو مبتداء کی طرف لوٹے جیسے ھا ضمیر اسی مثال میں جو گزر چکی ہے۔ اور قرینہ کے موجود ہونے کی صورت میں اس ضمیر کا حذف کرنا جائز ہے جیسے السَّمنُ منوانِ بد رهم اور البُرُّ الکُرُّ بستین درهماً۔ اور کبھی کبھی خبر مبتداء پر مقدم ہوجاتی ہے جیسے فی الد ار زیدٌ اور ایک مبتداء کے لئے بہت سی خبریں بھی جائز ہیں جیسے زیدٌ عالمٌ فاضلٌ عاقلٌ وغیرہ۔

تشریح :- یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جب خبر جملہ ہوتو اس جملہ میں ایک ایسی ضمیر لازمی ہے جو مبتداء کی طرف لوٹ رہی ہو جیسے زیدٌ قام ابوه، اس میں ابو ہ کی ضمیر زید کی طرف لوٹ رہی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ جب خبر جملہ ہوتو اس میں استقلال ہوتا ہے اور یہ استقلال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میرا ماقبل کے ساتھ ربط نہ ہو اور خبر کو چاہیے کہ اس کا مبتدا کے ساتھ تعلق ہوتو ہم نے ضمیر کی قید اس لئے لگائی تا کہ یہ ضمیر خبر کی مبتداء کے ساتھ تعلق پیدا کرے۔

ویجوز حذفه عند الخ: یہاں سے فرماتے ہے کہ یہ ضمیر جو مبتداء کی طرف لوٹتی ہے جب اس کے حذف پر کوئی قرینہ موجود ہوتو اس کا حذف کرنا جائز ہے جیسے السمن منو ان بدرهمٍ، یہ اصل میں تھا السَّمن منوان منه بدرهمٍ، (ایک کر گیہوں ساٹھ درھم کے بدلے میں ہے) اس سے ہم نے منـــه حذف کیا کیونکہ اس پر قرینہ موجود تھا اور یہاں قرینہ یہ ہے کہ بائع

Scanned with CamScanner

صرف گھی کی قیمت بتاتا ہے دودھ وغیرہ کا نہیں۔

وقد یتقدّم الخبر علی المبتداء : یہاں سے فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی خبر مبتداء پر مقدم ہوتا ہے اس میں قد تقلیل کے لئے ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل خبر میں یہ ہے کہ وہ مؤخر ہو لیکن بعض اوقات خبر کا مقدم کرنا جائز ہوتا ہے اور کبھی واجب ہوتا ہے۔ جائز تو اُس وقت ہوگا جب اس کے مبتداء ہونے پر کوئی قرینہ موجود ہو جیسے جب مبتداء معرفہ ہو اور خبر ظرف ہو تو اس صورت میں خبر کا مقدم کرنا جائز ہے جیسے فی الدار زید۔

ویجوزُ للمبتداء الواحدِ الخ یہاں سے فرماتے ہیں کہ ایک مبتداء کے لئے کئی خبروں کا ہونا جائز ہے بشرطیکہ ان تمام خبروں میں تضاد نہ ہو جیسے زیدٌ عالمٌ فاضلٌ عاقلٌ

وجہ اس کی یہ ہے کہ خبر کا کام ہے مبتداء پر حکم جاری لگانا اور حکم جس طرح ایک خبر لگا سکتا ہے اسی طرح کئی خبریں بھی لگا سکتی ہے بالفاظ مبتداء ذات ہے اور خبر وصف اور ایک حال ہے اور ایک ذات کے لئے کئی وصف اور حال ہو سکتے ہیں۔

احترازی مثال جیسے زید عالمٌ و جاھلٌ ان دو خبروں میں تضاد ہے یہ جمع نہیں ہو سکتے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ قِسْماً آخَرَ مِنَ الْمُبْتَدَاِ لَيْسَ مُسْنَدًا اِلَيْهِ وَهُوَ صِفَةٌ وَّقَعَتْ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ نَحْوُ مَاقَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ بَعْدَ حَرْفِ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَ قَائِمٌ زَيْدٌ بِشَرْطِ اَنْ تَرْفَعَ تِلْكَ الصِّفَةُ اِسْماً ظَاهِرًا نَحْوُ مَا قَائِمٌ الزَّيْدَانِ وَاَقَائِمٌ الزَّيْدَانِ بِخِلَافِ مَا قَائِمَانِ الزَّيْدَانِ ۔

ترجمہ:۔اور جان لیجئے کہ ان نحویوں کے ہاں مبتداء کی قا یک اور قسم ہے جو مسند الیہ نہیں ہوتا اور یہ وہ صیغہ صفت ہے جو حرف نفی کے بعد واقع ہو جیسے ماقائم زید یا حرف استفہام کے بعد جیسے اقا ئم زید شرط یہ ہے کہ یہ صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع دے جیسے ماقائم الزیدان یا أقائم الزیدان بخلاف ماقائمان الزیدان۔

تشریح:۔اس سے پہلے مصنفؒ نے مبتداء اول کو بیان کیا اب یہاں سے مبتداء کے قسم ثانی کو بیان فرما رہے ہیں۔

مبتداء ثانی کی تعریف: مبتداء ثانی ہر وہ صیغہ صفت ہے جو حرف نفی کے بعد واقع ہو جیسے ماقائم زیدٌ، یا حرف استفہام کے بعد جیسے أقائمٌ زیدٌ۔ اس شرط کے ساتھ کہ وہ صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع دے گا جیسے ماقائم الزیدان و أقائم الزیدان ۔تو گویا کہ مبتداء ثانی کی تعریف میں تین شرائط ہیں۔

پہلی شرط: پہلی شرط یہ ہے کہ یہ صیغہ صفت حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو، وجہ اس کی یہ ہے کہ جب یہ صیغہ صفت

حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد ہوتو اس پر تکیہ پکڑتا ہے اور یہ صیغہ صفت فعل کی طرح عمل کرتا ہے جیسے ماقائمٌ زیدٌ اور جب یہ صیغہ صفت ان دونوں کے بعد واقع نہ ہوتو پھر یہ فعل کی عمل نہیں کرسکتا جیسے قائم زیدٌ۔

دوسری شرط: دوسری شرط یہ ہے کہ یہ صیغہ اسم ظاہر کو رفع دے گا اسم ضمیر کو نہیں۔ اگر اسم ضمیر کو رفع دیا تو پھر یہ شبہ جملہ بن جائے گا اور جملہ مبتداء نہیں بن سکتا جیسے ماقائمان الزیدان۔

مبتداء اول اور مبتداء ثانی میں فرق: ان میں تین قسم کا فرق ہے!

(۱) مبتداء اول مسند الیہ ہوگا جبکہ مبتداء ثانی مسند الیہ نہیں ہوگا (۲) مبتداء اول کے لئے خبر کی ضرورت ہوتی ہے اور مبتداء ثانی کے لئے خبر کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ اس کا فاعل خبر کا قائم مقام ہوگا۔ (۳) مبتداء اول اسم ہوگا جبکہ مبتداء ثانی صیغہ صفت ہوگا۔

فائدہ: جب صیغہ صفت اور اسم ظاہر دونوں مفرد ہوتو اس صورت میں دونوں کا مبتداء اور خبر بنانا جائز ہے جیسے ماقائم زیدٌ واَقائمٌ زیدٌ۔

اور جب صیغہ صفت مفرد ہو اور اسم ظاہر تثنیہ یا جمع ہوتو اس صورت میں صیغہ صفت ہمیشہ کے لئے مبتداء بنے گی جیسے ماقائم الزیدان۔ اور جب صیغہ صفت تثنیہ یا جمع ہوتو اس صورت میں صیغہ صفت ہمیشہ کے لئے خبر ہوگا، جیسے ماقائمان الزیدان۔

فَصْلٌ خَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَاوَهِی اَنَّ وَكَاَنَّ وَلٰكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ .

فَهٰذِهِ الْحُرُوْفِ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَاِ وَالْخَبَرِ فَتَنْصِبُ الْمُبْتَدَأُ وَيُسَمّٰى اِسْمُ اِنَّ وَتَرْفَعُ الْخَبَرَ وَيُسَمّٰى خَبَرُاِنَّ فَخَبَرُ اِنَّ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُولِهَا نُحوُ (اِنَّ زَيْداًقَائِمٌ) وَحُكْمُهُ فِی كَوْنِهٖ مُفْرَدًااَوْ جُمْلَةً اَوْ مَعْرِفَةً اَوْنَكِرَةً كَحُكْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاِ وَلاَ يَجُوزُتَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا عَلٰى اَسْمَائِهَا اِلَّا اِذَا كَانَتْ ظَرفاًنحو اِنَّ فِی الدَّارِ زيدًا لِمَجالِ التَّوَسُّعِ فِی الظُّرُوْفِ.

ترجمہ:۔ فصل اِنَّ اور اس کے مشابہات کی خبر اور اس کے مشابہات اَنَّ كَاَنَّ الخ ہیں پس یہ حروف مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں، مبتداء کو نصب دیتے ہیں اور اس نام اِنَّ کا اسم رکھا جاتا ہے، اور خبر کو رفع دیتے ہے اور اس کا نام اِنَّ کا خبر رکھا جاتا ہے اس کا۔ پس انّ کی خبر وہ ہے جو انّ کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے اِنَّ زیداً قائمٌ اور اس خبر کا حکم اس کے مفرد یا جملہ یا معرفہ یا نکرہ ہونے میں مبتداء کے خبر کی طرح ہے اور ان کے اخبار کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے، مگر جس وقت وہ خبر ظرف ہو جیسے اِنَّ فی الدار زیداً ظروف میں وسعت ہونے کی وجہ سے۔

Scanned with CamScanner

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ مرفوعات میں سے پانچویں مرفوع کو بیان فرمارہے ہیں یعنی إنَّ اور اس کے اخوات کا خبر، اور یہ بھی مرفوع ہوتا ہے جیسے انّ زیداً قائمٌ۔

اس میں پانچ باتیں ہیں۔

پہلی بات: ان کی تعداد کے بارے میں: یہ کل چھ ہیں ،إنَّ ،أنَّ ،کأنَّ ،لیتَ ،لکنَّ ،لعلَّ۔

دوسری بات: ان کے اسماء اور وجہ تسمیہ کے بارے میں۔

ان کے دونام ہیں حروف نواسخ اور حروف مشبہ بالفعل۔

حروف نواسخ کی وجہ تسمیہ: نواسخ جمع ہے ناسخة کی، ناسخة یہ باب فتح سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی ختم کرنا لہذا ان کو حروف نواسخ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں ان کے عمل کو ختم کر کے از سر نو اس میں عمل کرتے ہیں۔

حروف مشبہ بالفعل کی وجہ تسمیہ:۔ ان کو حروف مشبہ بالفعل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ فعل کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں لفظاً اور معناً۔ لفظاً اس طرح کہ جس طرح فعل ثلاثی اور رباعی ہوتا ہے اسی طرح ان میں بھی بعض ثلاثی ہیں جیسے اِنّ ،اَنّ اور لیتَ اور بعض رباعی ہیں جیسے لکنَّ ،کأنَّ ،لعلَّ۔ اور معناً اس طرح کہ اِنّ ،اَنّ حققتُ کے معنی میں ہے کأنَّ شبّهتُ کے معنی میں ہے لیتَ تمنّیتُ کے معنی میں ہے لکنّ استدرکتُ کے معنی اور لعلَّ ترجیتُ کے معنی میں ہے۔

تیسری بات: ان کا عمل: یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر مبتداء کو نصب دیتے ہے اور اس کو اپنے لئے اسم بناتے ہیں اور خبر کو رفع دے کر اپنے لئے خبر بناتے ہیں جیسے اِنَّ زیداً قائمٌ اصل میں تھا زیدٌ قائمٌ۔

چوتھی بات: فخبرُ انَّ هو المسند بعد دخولهما سے اِنَّ اور اس کی اخوات کے خبر کی تعریف بیان فرمارہے ہیں، تو اس کی تعریف یہ ہے کہ اِنَّ کی خبر اِنَّ کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوگی، جیسے اِنَّ زیداً قائمٌ۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ اس کی خبر مسند ہوگی حالانکہ اس کی خبر تو پہلے سے بھی مسند ہوتی ہے تو یہ مسند پر مسند ہونا لازم آتا ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے نواسخ جمع ہے ناسخۃ کی ناسخۃ یہ باب فتح سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی ختم کرنا اور جب یہ مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں تو اس کے عامل معنوی اور اسناد کو ختم کر دیتے ہیں اور از سر نو اسناد پیدا کر کے عمل کرتے ہیں۔

پانچویں بات: اِنَّ کے خبر کا حکم: اِنَّ کے خبر کا حکم مفرد، جملہ، معرفہ اور نکرہ ہونے میں وہی ہے جو مبتداء کے خبر کا تھا یعنی مبتداء کی طرح کی اس کی خبر مفرد، جملہ اور جملہ میں جملہ اسمیہ، فعلیہ، شرطیہ اور ظرفیہ واقع ہوسکتی ہے جس طرح مبتداء کی خبر نکرہ واقع

Scanned with CamScanner

ہو سکتی ہے اس طرح ان کی خبر بھی نکرہ واقع ہو سکتی ہے۔ اور اسی طرح مبتداء کے لئے کئی خبریں جائز ہیں تو ان کے اسم کے لئے بھی کئی خبر جائز ہیں۔

ولایجوز تقدیمُ اَخبارِھا علیٰ اَسمائِھا: یہاں سے فرماتے ہیں کہ ان کے اسم اس کے خبر کو مقدم کرنا جائز نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ حروف عمل کرنے میں ضعیف ہوتے ہیں تو جب ان کے اسم اور خبر میں ترتیب ہو تو یہ عمل کر سکتے ہیں اور جب ترتیب نہ ہو تو یہ عمل نہیں کر سکتے البتہ ایک صورت میں ان کی خبر اسم پر مقدم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جب ان کی خبر ظرف ہو جیسے اِنَّ فی الدار زیدًا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ظروف میں کثرت استعمال کی وجہ سے وسعت اور گنجائش ہوتی ہے۔

نوٹ :- جب ان کا اسم معرفہ ہو اور خبر ظرف ہو تو اس صورت میں خبر کی تقدیم جائز ہے ورنہ تقدیم واجب ہے جیسے ان من البیان لسحراً۔

فصل اِسْمُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا: وَهِيَ

(۱) صَارَ (۲) وَاَصْبَحَ (۳) وَاَمْسٰى (۴) وَاَضْحٰى (۵) وَظَلَّ (۶) وَبَاتَ (۷) وَآضَ (۸) وَعَادَ (۹) وَغَدَا (۱۰) وَرَاحَ (۱۱) وَمَا زَالَ (۱۲) وَمَا بَرِحَ (۱۳) وَمَافَتِئَ (۱۴) وَمَا انْفَكَّ (۱۵) وَمَا دَامَ (۱۶) وَلَيْسَ

فَهٰذِهِ الْاَفْعَالُ تَدْخُلُ اَيْضاً عَلَى الْمُبْتَدَاِ وَالْخَبَرِ فَتَرْفَعُ الْمُبْتَدَاَ وَيُسَمّٰى اِسْمَ كَانَ وَتَنْصِبُ الْخَبَرَ وَيُسَمّٰى خَبَرَ كَانَ فَاِسْمُ كَانَ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ قَائِماً وَيَجُوْزُ فِي الْكُلِّ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا عَلٰى اَسْمَائِهَا نَحْوُ كَانَ قَائِماً زَيْدٌ وَّعَلٰى نَفْسِ الْاَفْعَالِ اَيْضًا فِي التِّسْعَةِ الْاُوَلِ نَحْوُ قَائِماً كَانَ زَيْدٌ وَّلَايَجُوْزُ ذٰالِكَ فِيْمَا فِيْ اَوَّلِهِ مَا فَلَا يُقَالُ قَائِمًا مَا زَالَ زَيْدٌ وَ فِيْ لَيْسَ خِلَافٌ وَّبَاقِي الْكَلَامِ فِيْ هٰذِهِ الْاَفْعَالِ يَجِيْءُ فِي الْقِسْمِ الثَّانِيْ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ:- کان اور اس کے مشابہات کا اسم اور وہ مشابہات صار اصبح الخ ہیں پس یہ افعال بھی داخل ہوتے ہیں مبتداء اور خبر پر، مبتداء کو رفع دیتے ہیں اور اس کا نام کان وغیرہ کا اسم رکھا جاتا ہے اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور اس خبر کا نام کان وغیرہ کی خبر رکھا جاتا ہے ۔ پس کانَ کا اسم وہ ہے جو اس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو جیسے کان زیدقائماً اور ان کے اخبار کا ان کے اسموں پر مقدم کرنا جائز ہے اور اول نو افعال میں خود ان افعال پر بھی مقدم کرنا جائز ہے جیسے قائماً کان زیدٌ

اور یہ بات جائز نہیں ان افعال میں جن کے شروع میں ما ہے پس قائماً ما زال زید نہیں کہا جائے گا اور لیس میں اختلاف ہے اوران افعال میں باقی کلام قسم ثانی میں آئے گا انشاء اللّٰہ تعالیٰ۔

تشریح :- اس سے پہلے مصنفؒ نے پانچ فصلوں کو ذکر کیا اب یہاں سے چھٹے فصل میں کان اور اس کے اَخوات یعنی افعال ناقصہ کا اسم بیان فرمارہے کیونکہ یہ بھی مرفوع ہے جیسے کان زیدٌ قائماً۔

اس میں کل پانچ باتیں ہیں۔

پہلی بات: افعال ناقصہ کل سترہ پہلی ہیں:

کان، صار، ظل، بات، اصبح، امسیٰ، اضحی، راح، عاد، عدا، مازال، مابرح، مافتیٔ،ماانفک، مادام، لیس۔

دوسری بات: ان کے اسماء اور وجہ تسمیہ کے بارے میں!

ان کے دو نام ہیں (۱) افعال ناقصہ (۲) افعال نواسخ۔

افعال ناقصہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اسم کے ساتھ پورے نہیں ہوتے ان کو خبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ افعال نواسخ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ نواسخ جمع ہے ناسخۃ کی اور ناسخۃ کا باب فتح سے معنی ہے منسوخ کرنا، ختم کرنا اور انکو نواسخ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مبتداء اور خبر پر داخل ہوکر اس کے عامل معنوی کو ختم کرتے ہیں اور اس میں از سر نو عمل کرتے ہیں۔

تیسری بات: ان کے عمل کے بارے میں!

یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں مبتداء کو رفع دے کر اپنے لئے اسم اور خبر کو نصب دے کر اپنے لئے خبر بناتے ہیں جیسے کان زیدٌ قائماً۔

چوتھی بات اسم کان واخواتھا الخ سے مصنف ان کے اسم کی تعریف بیان فرماتے ہیں کہ کان اور ان کے اَخوات کا اسم مسند الیہ ہوگا ان کے داخل ہونے کے بعد۔

اعتراض: معترض کہتا ہے کہ ان کا اسم تو پہلے سے مسند الیہ ہوتا ہے کیونکہ یہ مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور مبتدا مسند الیہ ہوتا ہے اور آپ نے کہا کہ ان کا اسم مسند الیہ ہوگا ان کے داخل ہونے کے بعد یہ تو مسند الیہ پر مسند الیہ کا ہونا لازم آتا ہے۔؟

جواب: یہاں مسند الیہ پر مسند الیہ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ہم نے کہا کہ جب یہ مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں تو اس کے عامل کو ختم کردیتے ہے، لہذا پہلے اس کا مسند الیہ ہونا ختم کردیا، تو جب یہ داخل ہوئے تو مبتداء کو از سر نو مسند الیہ بنایا۔

Scanned with CamScanner

پانچویں بات: ان کے اخبار کی تقدیم کے بارے میں:

ویجوز فی الکلّ تقدیمُ الخ سے فرماتے ہیں کہ افعال ناقصہ کی خبر کا ان کے اسماء پر بالاتفاق مقدم کرنا جائز ہے، جیسے کان قائماً زیدٌ۔

اسی طرح افعال ناقصہ کے اخبار کو نفسِ افعال ناقصہ میں سے پہلے گیارہ پر مقدم کرنا جائز ہے۔ اگر چہ کتاب والے نے پہلے نو بنایا لیکن محشیؒ فرماتے ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔

ان کے خبر کے مقدم ہونے اور نفس افعال کے مقدم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ افعال عمل کرنے میں قوی ہیں تو اگر ان کے معمول میں ترتیب بھی نہ ہو تب بھی یہ عمل کر سکتے ہے اور ان گیارہ کے علاوہ جو چھ رہ گئے ان میں کچھ تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ وہ افعال جن کے شروع میں ما مصدریہ جیسے مادام یا ما نافیہ ہے جیسے ما زال وغیرہ ان پر اخبار مقدم نہیں ہو سکتے وجہ اس کی یہ ہے کہ ما مصدریہ یا ما نافیہ کلمہ کی صدارت چاہتے ہیں اور اگر ہم ان پر اخبار کو مقدم کریں تو ما مصدریہ اور ما نافیہ کی صدارت ختم ہو جائے گی۔

وفی لیس خلاف: اور لیس میں اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں کہ لیس پر خبر مقدم ہو سکتا ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ اس پر خبر مقدم نہیں ہو سکتا، جو فرماتے ہیں کہ ان پر مقدم ہوتا ہے تو وجہ اس کی یہ بتاتے ہیں کہ ان کی ابتداء میں ما نافیہ نہیں ہے۔ اور جو فرماتے ہیں کہ ان پر خبر مقدم نہیں ہو سکتا تو اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اگر چہ ان کے ابتداء میں ما نافیہ نہیں لیکن لیس ما نافیہ کے معنی میں ہے لہذا مقدم نہیں ہو سکتا۔

فَصْلٌ اِسْمُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسِ وَهُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ مَا زَيْدٌ قَائِماً وَلَا رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْکَ وَيُخْتَصُّ لَا بِالنَّكِرَةِ وَيَعُمُّ مَا بِالْمَعْرِفَةِ والنكرة .

ترجمہ:- فصل ما و لا المشبھتان بلیس کا اسم اور یہ وہ اسم ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو جیسے ما زید قائماً ولا رجل افضل منک اور لا نکرہ کے ساتھ خاص ہے اور ما معرفہ اور نکرہ دونوں کو شامل ہے۔

تشریح:- یہ ساتویں فصل ہے مرفوعات میں اور اس میں مصنفؒ ما و لا المشبھتان بلیس کے اسم کو بیان فرماتے ہیں۔

اس میں چار باتیں ہیں۔

(۱) ان کی وجہ تسمیہ: ان کو ما و لا المشبھتان بلیس اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ لیس کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں لفظاً اور معناً۔

Scanned with CamScanner

معناً اس طرح کہ جس طرح لیسَ نفی کے لئے آتا ہے اسی طرح یہ بھی نفی کے لئے آتے ہیں اور لفظاً اس طرح کہ جس طرح لیس مبتداء اور خبر پر داخل ہو کر مبتداء کو رفع دے کر اپنا اسم بناتی ہے اور خبر کو نصب دیکر اپنے لئے خبر بناتا ہے اسی طرح یہ بھی مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں مبتداء کو رفع دے کر اپنے لئے اسم بناتے ہیں اور خبر کو رفع دے کر اپنے لئے خبر بناتے ہیں۔

دوسری بات ان کا عمل: ان کا عمل یہ ہے کہ یہ مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں مبتدا کو رفع دے کر اپنے لئے اسم بناتے ہیں اور خبر کو نصب دے کر اپنے لئے خبر بناتے ہیں۔

تیسری بات ان کے اسم کی تعریف: ان کا اسم مسند الیہ ہوگا ان میں سے ایک کے داخل ہونے کے بعد، جیسے ما زیدٌ قائماً۔

چوتھی بات ما و لا میں فرق: ما و لا میں تین قسم کا فرق ہے، مصنفؒ نے کتاب میں صرف ایک بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ لا نکرہ پر داخل ہوتا ہے اور ما عام ہے معرفہ اور نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے، لا کی مثال، لا رجلٌ افضلَ منکَ، ما کی مثال ما زیدٌ قائماً۔

دوسرا فرق ان میں یہ ہے کہ لا مطلق نفی کے لئے آتا ہے اور ما حال کی نفی کے لئے آتا ہے۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ لا کی خبر پر 'ب' کا داخل کرنا جائز نہیں ہے اور ما کی خبر پر 'ب' کا داخل کرنا جائز ہے۔

فَصْلٌ خَبَرُ لَا لِنَفْيِ الْجِنْسِ وَهُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْو لَا رَجلَ قَائِمٌ .

ترجمہ:- لائے نفی جنس کی خبر اور یہ وہ اسم ہے جو اس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے لا رجل قائم۔

تشریح:- یہ آٹھویں فصل ہے اور اس میں مصنفؒ لائے نفی جنس کی خبر بیان فرما رہے ہیں، اس میں یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ یہ لا جنس کی نفی کے لئے نہیں آتا بلکہ جنس سے صفت کی نفی کے لئے آتا ہے جیسے لا رجلَ قائمٌ کوئی مرد کھڑا نہیں ہے، تو یہاں مرد کی نفی نہیں بلکہ جنس مرد سے کھڑے ہونے کی نفی ہے۔

اعتراض: جب "لا" مشبہ بلیس نفی کے لئے آتا ہے اور لائے نفی جنس بھی نفی کے لئے ہے تو ان دونوں میں فرق کیا ہے؟

جواب: ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ "لا" مشبہ بلیس مفرد کی نفی کے لئے آتا ہے اور لائے نفی جنس مطلق نفی کے لئے آتا ہے، جیسے اگر کوئی کہے لا رجُلٌ فی الدار اور گھر میں دو یا تین آدمی ہوں تو یہ آدمی جھوٹا نہیں کہلائے گا اور کوئی کہے لا رجلَ فی الدار اور گھر میں کوئی ایک بھی ہو تو وہ جھوٹا کہلائے گا۔

Scanned with CamScanner

اَلْمَقْصَدُ الثَّانِیْ فِی الْمَنْصُوْبَاتِ

اَلْاَسْمَاءُ الْمَنْصُوْبَۃُ اِثْنَاعَشَرَ قِسْمًا

(۱) اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ (۲) وَبِہٖ (۳) وَفِیْہِ (۴) وَلَہٗ (۵) وَمَعَہٗ (۶) وَالْحَال (۷) وَالتَّمْیِیْزُ (۸) وَالْمُسْتَثْنٰی (۹) وَاِسْمُ (اِنَّ) وَاَخَوَاتِھَا (۱۰) وَخَبَرُ (کَانَ) وَاَخَوَاتِھَا (۱۱) وَالْمَنْصُوْبُ بِ لَا الَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ (۱۲) وَخَبَرُ (مَا) وَ(لَا) الْمُشَبَّھَتَیْنِ بِ (لَیْسَ):

ترجمہ:۔دوسرا مقصد منصوبات کے بیان میں ہے، اور اسمائے منصوبہ کی بارہ قسمیں ہیں مفعول مطلق، بہ، فیہ، لہ، اور حال، تمیز ، مستثنٰی، اور اِنَّ اور اس کے اخوات کا اسم، کــان اور اس کے اخوات کا اسم، وہ اسم جو لائے نفی جنس سے منصوب ہو اور مــا ولا المشبھتین بلیس کی خبر۔

تشریح :۔اس سے پہلے مصنفؒ نے مرفوعات کو بیان کیا اب یہاں سے منصوبات کو بیان فرما رہے ہیں، اس میں المقصد اور المنصوبات میں جو اعتراضات ہیں وہ مرفوعات کی بحث میں گزر چکی ہیں، یہاں پر صرف ایک اعتراض ذکر کیا جاتا ہے۔

اعتراض: منصوبات کو مرفوعات کے بعد اور مجرورات سے پہلے کیوں بیان کیا۔؟

جواب: اس کی چار وجہیں ہیں۔

(۱) ان دونوں کا عامل ایک ہے مثلاً ضَرَبَ زیدٌ عمرواً۔

(۲) منصوبات عامل کے لئے معمول بنتے ہے بغیر کسی واسطہ کے اور مجرورات معمول بنتے ہے واسطہ کے ساتھ جیسے ضَرَبتُ بالخشبۃ۔

(۳) منصوب پر فتحہ آتا ہے اور فتحہ خفیف ہوتا ہے کسرہ کے مقابلے میں جو کہ ثقیل ہے اور خفیف ثقیل پر مقدم ہوتا ہے۔

(۴) منصوبات کثیر ہیں اور مجرورات قلیل ہیں اور کثیر مقدم ہوتا ہے قلیل پر۔ فاندفع الاشکال۔

فرماتے ہیں کہ منصوبات کل بارہ ہیں جن میں سے پانچ اول اصول ہیں اور باقی سات ملحقات ہیں۔

اصول یہ ہیں: مفعول مطلق، مفعول بہ، مفعول فیہ، مفعول لہ، مفعول معہ۔

ملحقات یہ ہیں: حال، تمیز، مستثنٰی، انَّ اور اس کے اخوات کا اسم، افعال ناقصہ کی خبر، لائے نفی جنس کا اسم، مــا و لا الــمشبھتان بلیس کی خبر۔

Scanned with CamScanner

اعتراض: عبارت میں مصنفؒ نے فرمایا کہ والمنصوبُ بلا التی لنفی الجنس ،اور ایسا نہیں کہا کہ والاسم بلاالتی لنفی الجنس؟

جواب: اسم اس لئے نہیں کہا کہ پھر اس سے یہ شبہ پیدا ہو جاتا کہ لائے نفی جنس کا اسم ہمیشہ منصوب ہوتا ہے اور یا اکثر منصوب ہوتا ہے حالانکہ یہ کبھی کبھی منصوب ہوتا ہے۔

فَصْلٌ اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ،وَهُوَ مَصْدَرٌ بِمَعْنٰى فِعْلٍ مَذْكُوْرٍ قَبْلَهٗ،وَيُذْكَرُ لِلتَّأْكِيْدِ، كَ(ضَرَبْتُ ضَرْبًا)اَوْلِبَيَانِ النَّوْعِ نَحْوُ (جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِیْ)اَوْلِبَيَانِ الْعَدَدِ، كَ(جَلَسْتُ جَلْسَةً اَوْجَلْسَتَيْنِ اَوْجَلَسَاتٍ)وَيَكُوْنُ مِنْ غَيْرِ لَفْظِ الْفِعْلِ الْمَذْكُوْرِ نَحْوُ(قَعَدْتُ جُلُوْسًا)و(اَنْبَتَ.نَبَاتًا)

ترجمہ:۔فصل مفعول مطلق کے بیان میں،مفعول مطلق ہر وہ مصدر ہوتا ہے جو اس فعل کے معنی میں ہو جو اس سے پہلے مذکور ہو اور اس کو ذکر کیا جاتا ہے تاکید کے لئے جیسے ضربت ضربا یا بیان نوع کے لئے جیسے جلستُ جِلسة القاری یا بیان عدد کے لئے جیسے جَلَسْتُ جَلْسَةً اَوْجَلْسَتَيْنِ اَوْجَلَسَاتٍ ، اور کبھی مفعول مطلق فعل مذکور کے لفظ کے علاوہ سے بھی آتا ہے جیسے قعدت جلوسًا اور انبت نباتاً .

تشریح:۔منصوبات کے بیان میں یہ پہلی فصل ہے اس میں مفعول مطلق کو بیان فرما رہے ہیں۔

اس فصل میں کل تین باتیں ہیں۔تعریف،تقدیم کی وجہ اور وجہ تسمیہ۔

پہلی بات:تعریف:مفعول مطلق ہر وہ مصدر ہوتا ہے جو ایسے فعل کے بعد ذکر کیا جائے کہ اس فعل اور مصدر کا معنی ایک ہو پھر چاہے وہ فعل لفظاً ہو جیسے ضربتُ ضربًا اور یا فعل حکماً ہو جیسے فضَربَ الرِّقاب، اصل میں تھا فاضربوا ضربَ الرِقاب،اس میں اضربوا فعل کو حذف کر دیا گیا ہے۔

دوسری بات:اس کے تقدیم کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو یہ اجمال میں مقدم تھا تو ہم نے تفصیل میں بھی مقدم کیا اور یا یہ معمول بنتا ہے بغیر کسی قید کے جبکہ باقی مفعولات میں قیودات ہوتے ہیں یعنی بہ،فیہ،لہ وغیرہ۔

جنس اور فصل:اس میں ھو معرّف ہے،مصدر جنس ہے سب کو شامل ہے،بمعنی فعلٍ مذکورٍ ،یہ پہلی فصل ہے اور اس سے ضربتُه تادیباً نکل گیا کیونکہ اس میں مصدر کا معنی فعل کی طرح نہیں ہے۔قبله یہ دوسری فصل ہے اور اس سے الضربُ واقعٌ علی زید نکل گیا کیونکہ اس سے پہلے فعل نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

ویُذکر للتاکید :یہاں سے مصنفؒ مفعول مطلق کے فوائد بیان کرتا ہے۔اس کے تین فائدے ہیں۔

(۱) تاکید (۲) بیان نوع (۳) بیان عدد

تاکید کے لئے تب ہوگا جب یہ نہ مضاف ہو اور نہ موصوف ہو اور نہ اس میں تعدد ہو جیسے ضربت زیداً ضرباً۔

بیان نوع کے لئے تب آئے گا جب یہ مضاف ہو یا موصوف ہو غیر عدد کے لئے جیسے جلست جلسة القاری ، کتبت کتابة حسنة .

بیان عدد کے لئے تب ہوگا جب یہ تعدد پر دلالت کرتا ہو جیسے جلست جلسة او جلستین یا جلسات یا عدد کے لئے تمیز واقع ہو رہا ہو جیسے جلست ثلاث جلسات یا موصوف ہو اور اس کی صفت میں تعدد ہو جیسے مشیت مشیا کثیراًیا قعدت قعوداًثلاثة۔

ویکونُ من غیر لفظ الفعل المذکور الخ :یہاں سے فرماتے ہے کہ کبھی مفعول مطلق فعل مذکور کا مغایر (غیر) ہوگا، لیکن یہ مغایرت لفظ کے اعتبار سے ہوگا معنی کے اعتبار سے نہیں ہوگا پھر اس مغایرت کی تین صورتیں ہیں یا یہ مادے کے اعتبار سے ہوگا یا باب کے اعتبار سے ہوگا یا دونوں کے اعتبار سے ہوگا۔مادے کی مثال جیسے قعدتُ جلوساً، باب کی مثال جیسے انبت نباتاً،دونوں کی مثال جیسے فاوجَسَ فی نفْسِہٖ خیفَةً موسیٰ۔

وَقَدْ یُحذَفُ فِعلُهٗ،لِقِیَامِ قَرِیْنَةٍ جَوَازًا، کَقَوْلِکَ لِلْقَادِمِ،(خَیْرَ مَقْدَمٍ)اَیْ قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَیْرَ مَقْدَمٍ ، وَوُجُوْبًا سَمَاعًا نَحْوُ،(سَقْیًاوَشُکْرًا،وَحَمْدًا،وَرَعْیًا،اَیْ(سَقَاکَ اللّٰہُ سَقْیًا،وَشَکَرْتُکَ شُکْرًا،وَحَمِدْتُکَ حَمْدًا، وَرَعَاکَ اللّٰہُ رَعْیًا.

ترجمہ:-اور کبھی اس کا فعل قرینہ کے قائم ہونے کے وقت حذف کیا جاتا ہے جوازاً جیسے تیرا قول خیر مقدم اس شخص کے لئے جو سفر سے واپس آنے والا ہو یعنی قَدِمتَ قدوماً خیرَ مقدم اور حذف وجوبی سماعی جیسے سقیا یعنی سقاک اللہ سقیا اور شکراً یعنی شکرُتُکَ شکراً اور حمداً یعنی حَمِدُتُکَ حمداً اور رعیاً یعنی رعاک اللہ رعیاً۔

تشریح :-یہاں سے فرماتے ہے کہ کبھی کبھی مفعول مطلق کا فعل حذف کیا جاتا ہے جب اس پر کوئی قرینہ موجود ہو خواہ قرینہ حالیہ ہو یا مقالیہ ہو۔پھر یہ حذف فعل کبھی جوازی ہوگا اور کبھی وجوبی، جوازی کی مثال یہ ہے کہ آپ کسی آنے والے کو خیرَ مقدَم کہتے ہیں، یہ اصل میں تھا قَدِمتَ قُدُوماً خیرَ مقدمٍ (آیا تو بہتر آنا) پھر ہم نے اس سے قَدِمتَ فعل کو حذف کردیا کیونکہ اس پر قرینہ موجود ہے اور وہ آنے والے کی حالت ہے،اور اس کے بعد قدوماً مصدر کو بھی حذف کردیا کیونکہ

Scanned with CamScanner

خیرَ مقدم اس پر دلالت کرتا ہے تو خیرَ مقدم رہ گیا۔

اور کبھی یہ فعل وجوباً حذف کیا جاتا ہے جب یہ سماعی ہو یعنی اس کے حذف کرنے کا کوئی قاعدہ اور قانون نہ ہو محض عربوں سے سننے پر موقوف ہو اور یہ چند مثالیں ہیں جیسے سَقْیاً ،شکراً ،حمدتُکَ حمداً ،اور رعاکَ الله رعْیاً تو ان مثالوں میں فعل وجوباً حذف ہوتا ہے کیونکہ یہ عرب والے اسی طرح پڑھتے ہیں۔

اَلْـمَـفْـعُوْلُ بِه:وَهُوَ اِسْمُ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ كَ(ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا)وَقَدْ يَتَقَدَّمُ عَلَى الْفَـاعِـلِ،ك،ضَـرَبَ عَـمْـرًازيـد)وَقَـدْ يُحْذَفُ فِعْلُهُ،لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍجَوَازًانحو،(زَيْدًا) فِيْ جَـوَابِ مَـنْ قَـالَ،(مَـنْ اَضْـرِبُ،وَوُجُـوْبًـا فِـيْ اَرْبَـعَةِ مَـوَاضِعَ اَلاَ وَّلُ سَمَاعِيٌّ،نَحْوُ(اِمْرَأً وَنَفْسَهُ،وَ(اِ نْتَهُوْاخَيْرًالَّكُمْ،وَاَهْلًا وَّسَهْلًا)وَالْبَوَاقِيْ قِيَاسِيَّةٌ.

ترجمہ:۔مفعول بہ:اورمفعول بہ نام ہے اس چیز کا جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضـرب زید عمراً اور کبھی کبھی مقدم ہوجاتا ہے فاعل پر جیسے ضـرب عمراً زیدٌ اور کبھی کبھی اس کا فعل قرینہ کے قائم ہونے کے وقت حذف کیا جاتا ہے حذف جوازی کے ساتھ جیسے زیداً اس شخص کے جواب میں جو کہے منْ اَضْرب اور حذف وجوبی چار جگہوں میں ہے اول سماعی ہے جیسے امرأ ونفسَہ وانتھوا خیراً لکم واھلاً وسھلاً، اور باقی قیاسی ہیں۔

تشریح:۔مفعول بہ ہر وہ اسم ہوتا ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضَرَبَ زیدٌ عمرواً۔

قیودات کے فوائد:ھُو معرّ ف ہے اسم جنس ہے تمام مفاعیل کو شامل ہے ماوقع علیہ فعل الفاعل یہ فصل ہے اور اس سے باقی مفعولات نکلتے ہیں مفعول مطلق تو اس لئے نکلتا ہے کہ اس میں قید نہیں ہوتی اور مفعول بہ میں قید ہے۔اور دوسری قسمیں اس لئے نکل گئیں کہ مفعول بہ میں اس اسم پر فاعل کا فعل واقع ہوتا ہے اور دوسری قسموں میں اسم پر فاعل کا فعل واقع نہیں ہوتا بلکہ فعل اس میں واقع ہوتا ہے یا اس کے ساتھ واقع ہوتا ہے یا اس کے لئے واقع ہوتا ہے۔

وقد یتقدم الخ:یہاں سے فرماتے ہیں کہ مفعول بہ کبھی کبھی فاعل پر مقدم ہوتا ہے جیسے ضَرَبَ عمرواً زیدٌ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل عمل کرنے میں قوی ہے تو یہ معمول مقدم اور مؤخر دونوں میں عمل کرسکتا ہے۔

پھر مفعول بہ کے وجوباً مقدم ہونے کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) جب فاعل اسم ظاہر ہو اور مفعول بہ ضمیر متصل ہو تو اس صورت میں مفعول بہ مقدم کرنا واجب ہے جیسے ضرَبکَ زیدٌ۔اس

Scanned with CamScanner

کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر متصل نہیں رہے گی بلکہ منفصل بن جائے گی۔

(۲) جب فاعل کے ساتھ ایسی ضمیر لگی ہو جو مفعول بہ کی طرف لوٹ رہی ہو جیسے ضرب عمروا غلامہ ۔اس میں غلامہ کی ضمیر عمروا کی طرف لوٹتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں اگر مفعول مقدم نہ کریں تو اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں۔

(۳) جب فاعل اِلَّا کے بعد واقع ہو جیسے ماضرب زیداً الا عمروٌ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مقدم نہ کریں تو متکلم کا مقصود فوت ہو جاتا ہے۔

(۴) جب فاعل اِلَّا کے معنی کے بعد یعنی انما کے بعد واقع ہو جیسے انّما ضَرَبَ عمرواً زیدٌ ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مقدم نہ کریں تو متکلم کا مقصود فوت ہو جاتا ہے۔

وقد یُحذَفُ فعله لقیام قرینة الخ: یہاں سے فرماتے ہے کہ مفعول بہ کا فعل کبھی کبھی حذف کیا جاتا ہے جب اس پر قرینہ موجود ہو پھر یہ حذف کبھی جوازی ہوگا، جوازی کا مطلب یہ ہے کہ حذف کرنا اور پڑھنا دونوں صحیح ہو جیسے؛ زیداً، اس شخص کے جواب میں کہا جائے کہ جو یہ کہے مَنْ اَضرِبُ، یعنی میں کس کو ماروں؟ تو اس کے جواب میں صرف زیداً آئے گا۔ یہ اصل میں تھا اِضرِبْ زیداً، یہاں ہم نے اس سے فعل کو حذف کر دیا کیونکہ اس پر قرینہ موجود تھا اور اس پر قرینہ سائل کا سوال ہے۔اور دوسری مثال یہ ہے کہ اگر کوئی مکہ جانے کا ارادہ کرے تو آپ اس سے کہیں کہ مکةَ؟ اصل میں تھا تریدُ مکة ؟ اس سے فعل حذف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس پر ارادہ کرنے والے کی حالت قرینہ ہے۔

وجوباً فی اربعة الخ: یہاں سے فرماتے ہے کہ کبھی کبھی مفعول بہ کا فعل وجوباً حذف کیا جاتا ہے اور وہ چار مقامات ہیں ان میں سے ایک سماعی ہے تین قیاسی ہے۔سماعی یہ ہیں اَمْرَأً وَنَفْسَهُ،وَاِ نْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ،وَاَهْلًا وَّسَهْلًا

مثال نمبرا:۔اَمْرَأً وَنَفْسَهُ یہ اصل میں تھا اُتْرُکْ امرأ وَنفسهٗ ،اس مثال میں اُتْرُکْ فعل حذف کیا گیا ہے اور اس کا حذف کرنا عرب سے سماع پر موقوف ہے۔

مثال ۲:۔وَاِ نْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ یہاں خیراً مفعول بہ ہے لیکن یہ انتھوا کے لئے نہیں بلکہ اس کا فاعل محذوف ہے۔اصل عبارت یوں تھی اِنْتَهُوا عَنِ التَّثْلِيْثِ وَاقْصُدُوا خَيْراً لکُم (ترجمہ: تین خدا کہنے سے رک جاؤ اور قصد کرو بہتر چیز یعنی توحید کا) اور اگر ہم یہ انتھوا کے لئے مفعول بہ بنائیں تو پھر اس کا معنی درست نہیں ہوگا۔

مثال نمبر ۳:۔ اَهْلاً وَّسَهْلاً: ان دونوں کا بھی عرب والے فعل حذف کرتے ہیں یہ اصل میں تھے، اَتَیْتَ اهلاً وطیتَ سهلاً،
یہ عرب آنے والے مسافر کو بطور مبارکبادی کے کہتے ہیں کہ تو اپنے اہل کو آیا اور نرم زمین کو روندا۔

اَلثَّانِی اَلتَّحْذِیْرُ وَهُوَ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِیْرِ اِتَّقِ تَحْذِیْرًا مِمَّا بَعْدَهٗ نَحْوُ اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ اَصْلُهٗ اِتَّقِکَ وَالْاَسَدَ، اَوْ ذُکِرَ الْمُحَذَّرُ مِنْهُ مُکَرَّرًا نَحْوُ الطَّرِیْقَ الطَّرِیْقَ.

ترجمہ:۔ دوسرا موضع تحذیر ہے اور وہ معمول ہے اتق مقدر کرنے کے ساتھ کہ اس کو اپنے مابعد سے ڈرایا گیا ہو جیسے اِیَّاکَ والاسدَ اس کی اصل اتقک والاسد تھی یا ذکر کیا جائے محذر منہ تکرار کے ساتھ جیسے الطریق الطریق۔

تشریح:۔ مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنے مقامات میں سے سَماعی گزر گیا اب یہاں سے قیاسی کا بیان ہے، قیاسی میں اول تحذیر ہے۔

وهو معمولٌ بتقدیر اِتَّقِ: یہاں سے تحذیر کی تعریف بیان کرر ہے ہیں:۔ تحذیر باب تفعیل کا مصدر ہے اس کا لغت میں معنی ہوتا ہے کسی چیز کو کسی چیز سے ڈرانا۔

پھر تحذیر میں تین چیزیں ہیں (۱) محذِّر یعنی ڈرانے والا۔ (۲) محذَّر یعنی جس کو ڈرایا جائے۔ (۳) محذَّر منه یعنی جس چیز سے ڈرایا جائے۔

اصطلاحی تعریف: تحذیر وہ اسم ہے جو معمول ہو اِتَّقِ فعل مقدر کے لئے یا اتَّقِ کے ہم مثل فعل مقدر کے لئے، جیسے حذِّر، باعِدْ، جَنِّبْ۔

پھر تحذیر کی دو قسمیں ہیں یا اپنے مابعد سے ڈرایا گیا ہو یا محذَّر منہ کو مکرر ذکر کیا گیا ہو۔ جب اپنے مابعد سے ڈرایا گیا ہو، اس کی مثال اِیَّاکَ والاسَد، اور یہ اصل میں تھا اتَّقِ نفْسَکَ منَ الاسدِ والاسدَ منْ نفسِکَ، اور اِتَّقِ نَفْسَکَ اصل میں تھا اِتَّقِکَ، پھر چونکہ اِتَّقِکَ میں ضمائر کا مرجع ایک تھا یعنی ضمیر مرفوع متصل اور منصوب متصل اور یہ ضمیروں کے مرجع کا ایک ہونا افعال قلوب کے علاوہ کسی اور میں جائز نہیں لہذا ان دونوں کے درمیان نَفْسَ کا فاصلہ لے کر آئے اور 'ک' کو مجرور متصل بنایا اس عبارت میں "اِتَّقِ نَفْسَکَ مِنَ الاَسد" معطوف علیہ ہے اور والاسد من نفسِکَ معطوف ہے، تو ہم نے معطوف والے من نفسک کو حذف کیا کیونکہ پر معطوف علیہ کا من نفسک دلالت کرتا ہے، تو ہو گیا اتَّقِ نفْسک من الاسدِ والاسدَ، پھر معطوف علیہ سے منَ الاسدِ کو حذف کر دیا کیونکہ معطوف

''الاسد'' اس پر دلالت کر رہا ہے تو ہو گیا اتّقِ نَفْسَکَ و الاسَدَ.

پھر اِتَّقِ فعل کو حذف کیا تنگی وقت کی وجہ سے تو ہو گیا نفسکَ و الاسدَ، پھر چونکہ نفس کو ہم ضرورت کے لئے لائے تھے اب وہ ضرورت ختم ہو گئی لہذا ہم نے نفسَ کو حذف کر دیا تو کَ و الاسدَ' ہو گیا اور چونکہ؛ ک؛ ضمیر منصوب متصل ہے اور وہ فعل سے جدا نہیں آتی لہذا ہم نے اس سے ضمیر منفصل بنایا تو ''اِیَّاکَ و الاسدَ ''ہو گیا۔اور جب محذ رمنہ کو مکرر ذکر کیا جائے،اس کی مثال الطریق الطَّریق ہے، یہ اصل میں تھا؛اتَّقِ الطَّریقَ اتَّقِ الطَّرِیقَ ، یہاں فعل کو تنگئ وقت کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے۔

نوٹ:تحذیر کا فعل تنگئ وقت کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے یعنی متکلم سمجھتا ہے کہ اگر میں فعل کو بیان کروں تو مخاطب بلا ومصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے لہذا فعل کو حذف کرتا ہے، مثلاً اردو ہم کسی کو سانپ سے بچنے کے لئے کہتے ہیں سانپ،سانپ،اور اگر ہم ایسا کہیں کہ سانپ سے بچو،سانپ سے بچو،تو ہو سکتا ہے کہ کلام کی طوالت کی وجہ سے کلام کو سمجھنے سے پہلے سانپ اس کو کاٹے۔

اَلثَّالِثُ،مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ ،وَھُوَ کُلُّ اِسْمٍ بَعْدَہٗ فِعْلٌ اَوْشِبْهُهٗ،یَشْتَغِلُ ذَالِکَ الْفِعْلُ عَنْ ذٰلِکَ الْاِسْمِ بِضَمِیْرِہٖ اَوْمُتَعَلِّقِہٖ،بِحَیْثُ لَوْسُلِّطَ عَلَیْهِ ھُوَاَوْمُنَاسِبُهٗ لَنَصَبه ،نَحْوُ،(زَیْدًاضَرَبْتُهٗ)فَاِنَّ (زَیْدًا) مَنْصُوبٌ بِفِعْلٍ مَحْذُوْفٍ مُضْمَرٍ،وَھُوَ(ضَرَبْتُ)یُفَسِّرُہُ الْفِعْلُ الْمَذْکُوْرُ بَعْدَ ہٗ،وَھُوَ(ضَرَبْتُهٗ)وَلِهٰذَاالْبَابِ فُرُوْعٌ کَثِیْرَ ۃٌ.

ترجمہ:-تیسرا مقام مااضمر عامله علیٰ شریطة التفسیر ہے اور وہ ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اس حال میں کہ یہ فعل اس اسم سے اس کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اعراض کرنے والا ہو اس طور پر کہ اگر اس اسم پر اس فعل یا اس کے مناسب کو مسلط کیا جائے تو اس کو نصب دے جیسے زیداً ضربته پس زید منصوب ہے ایسے فعل کی وجہ سے جو محذوف مقدر ہے اور وہ ضربْتُ ہے اس کی تفسیر کر رہا ہے وہ فعل جو اس کے بعد مذکور ہے اور وہ ضَربتُه ہے اور اس باب کے لئے بہت مسائل ہیں۔

تشـــریح :-مفعول کے فعل کی حذف کرنے کی چار وجوبی مقامات میں سے تیسرے مقام ما اضمر عامله علی شریطة التفسیر کو بیان فرما رہے ہیں۔

اس کی تعریف:-ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور یہ فعل یا شبہ فعل اس سے اعراض کرتا ہو(اس میں عمل کرنے

Scanned with CamScanner

سے)اس اسم کے ضمیر یا متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس حیثیت سے کہ اگر اس فعل یا شبہ فعل یا اس کے مناسب کو اس اسم پر مسلّط کیا جائے تو یہ اس مفعول کو ضرور نصب دے گا۔ جیسے زیدًا ضربتُہ، اس مثال میں زیداً منصوب ہے فعل محذوف مقدر کی وجہ سے، جوکہ ضربتُ ہے اور اس ضربتُ کی تفسیر وہ فعل مذکور کرتا ہے جو اس اسم کے بعد ہے اور وہ ضربتُہ ہے یہ فعل کی مثال ہے۔ شبہ فعل کے مسلّط کرنے کی مثال جیسے زیداً انتَ ضاربُہ، اس مثال میں ضاربٌ زیداً میں عمل نہیں کرتا اور اگر ضاربٌ کو زیداً پر مسلّط کیا جائے تو اس کو نصب دے گا جیسے ضاربٌ زیداً انتَ ضاربُہ۔

اور اس کا فعل اس لئے حذف کیا جاتا ہے تاکہ مفسَّر اور مفسِّر کا اجتماع لازم نہ آئے۔

مناسب کی دو قسمیں ہیں یا تو مناسب بالترادف ہوگا یا مناسب باللزوم ہوگا۔

مناسب بالترادف کا مطلب یہ ہے کہ بعینہ اس فعل کو مقدم نہ کیا جائے بلکہ اس کے معنی کے مشابہہ فعل کو مقدم کیا جائے جیسے زیداً مررتُ بہ۔ تو یہاں مررتُ کا مترادف جاوَزتُ ہے کیونکہ جاوزتُ اور مررتُ کا معنی ایک ہے۔ تو اصل عبارت یوں ہوگی جاوزتُ زیداً مرَرتُ بہ۔

مناسب باللزوم کا مطلب یہ ہے کہ اسم پر ایسا فعل مقدم کیا جائے کہ جو مابعد فعل کو لازم ہو جیسے زیداً ضرَبتُ غُلامہٗ، یہاں ضربتُ کا لازم اَھَنتُ ہے کیونکہ کسی کے غلام کو مارنا گویا اس کی اہانت کرنا ہے تو اصل عبارت یوں ہوگی اھنتُ زیداً ضربتُ غُلامہٗ.

اَلرَّابِعُ، اَلْمُنَادٰی، وَھُوَاِسْمٌ مَّدْعُوٌّ بِحَرْفِ النِّدَاءِ لَفْظًا، نَحْوُ (یَا عَبْدَاللّٰہِ) اَیْ اَدْعُوْ عَبْدَاللّٰہِ، وَحَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَقَامَ (اَدْعُوْ) وَحُرُوْفُ النِّدَاءِ خَمْسَۃٌ، یَا وَ اَیَا وَ ھَیَا وَ اَیْ وَ الْھَمْزَۃُ الْمَفْتُوْحَۃُ، وَقَدْ یُحْذَفُ حَرْفُ النِّدَاءِ لَفْظًا، نَحْوُ یُوْسُفُ اَعرِضْ عَن ھٰذَا.

ترجمہ:۔ چوتھا مقام منادی ہے اور یہ وہ اسم ہے جو حرف نداء کے ذریعے پکارا گیا ہو اس حال میں کہ وہ حرف نداء ملفوظ ہو جیسے یاعبداللہ یعنی بلاتا ہوں میں عبداللہ کو اور حرف نداء قائم مقام ہے اَدْعُوْ کے۔ اور حروف نداء پانچ ہیں یا ،ایا ،ھیا ،ای اور ھمزہ مفتوحہ اور کبھی حرف نداء لفظوں میں حذف کیا جاتا ہے جیسے یُوسُفُ اَعرِضْ عَنْ ھٰذا۔

تشریح:۔ مفعول کے فعل کے حذف کرنے کی چار مقامات میں سے چوتھا مقام منادیٰ مفعول بہ ہے، منادیٰ مفعول بہ کا فعل بھی حذف کرنا واجب ہے۔

Scanned with CamScanner

وھو اسمٌ مدعُوٌّ الخ: منادیٰ ہر وہ اسم ہے جو بلایا گیا ہو حرف نداء کے ساتھ، چاہے لفظاً ہو جیسے یاعبد اللہ، اصل میں تھا اَدْعُو عَبْدَاللّٰہِ یہاں پر حرف نداء قائم مقام اَدْعُو فعل کا ہے۔

حروف نداء کل پانچ ہیں۔ یَا، اَیَا، ھَیَا، اَیْ، ھمزہ مفتوحہ۔

وقد یحذف الخ: یہاں سے فرماتے ہیں کہ حرف النداء کبھی کبھی حذف کی جاتی ہے جیسے یوسفُ اعرض عن ھذا، اصل میں تھا یَا یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذا، اس پر اَعْرِضْ قرینہ موجود تھا تو یا کو حذف کیا گیا۔

شروع میں ہم نے کہا کہ منادیٰ مفعول بہ کا فعل حذف کیا جاتا ہے اس کی دو وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ حرف نداء کا کلام عرب میں استعمال زیادہ ہے تو کثرت استعمال کی وجہ سے تخفیف کے لئے حذف کیا جاتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں پر حرف نداء فعل کا قائم مقام ہے تو اگر ہم فعل کو بھی ذکر کرے اور قائم مقام بھی ہو تو اجتماع لازم آئے گا اصل اور قائم مقام کا، اور یہ جائز نہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمُنَادیٰ عَلٰی اَقْسَامٍ، فَاِنْ کَانَ مُفْرَدًا مَعْرِفَۃً، یُبْنٰی عَلٰی عَلَامَۃِ الرَّفْعِ، کَالضَّمَّۃِ وَنَحْوِھَا، نَحْوُ، (یَازَیْدُ)وَ(یَا رَجُلُ)وَ(یَازَیْدَانِ)وَ(یَا زَیْدُوْنَ)وَیُخْفَضُ بِلَامِ الْاِ سْتِغَاثَۃِ، نَحْوُ، (یَا لَزَیْدٍ)وَیُفْتَحُ بِاِلْحَاقِ اَلِفِھَا، نَحْوُ (یَازَیْدَاہُ)۔

ترجمہ:- اور جان لیجئے بیشک منادیٰ کی چند قسمیں ہیں اگر وہ مفرد معرفہ ہو تو مبنی بر علامت رفع ہوگا جیسے ضمہ اور اس کی مثل جیسے یَازَیْدُ وَ یَا رَجُلُ وَیَازَیْدَانِ وَیَا زَیْدُوْنَ اور لام استغاثہ کی وجہ منادیٰ مجرور ہوتا ہے جیسے یالزید اور الف استغاثہ کے لاحق ہونے کی وجہ مفتوح ہوتا ہے جیسے یازیداہ۔

تشریح:- یہاں سے مصنفؒ منادیٰ مفعول بہ کے اقسام اور ان کے احکام بیان فرمارہے ہیں۔ کہ منادیٰ مفعول بہ کی چھ قسمیں ہیں ان کی اجمال یہ ہے، یا مفرد معرفہ ہوگا، یا مشابہ بالمضاف ہوگا، یا نکرہ غیر معین ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک کی تفصیل ذیل میں آرہی ہے۔

فان کان مفرداً معرفۃً: جب منادیٰ مفرد معرفہ ہو تو اس صورت میں یہ مبنی ہوگا رفع کے ساتھ یعنی ضمہ کی طرح یا الف کے ساتھ یا واو کیساتھ، جیسے یا زیدُ، یارجلُ، ویا زیدان ویازیدون۔

نوٹ: مفرد چار چیزوں کے مقابلے میں آتا ہے۔

(۱) تثنیہ اور جمع کے مقابلے میں (۲) مرکب کے مقابلے میں

(۳) مضاف یا مشابہ بالمضاف کے مقابلے میں (۴) جملہ کے مقابلے میں۔

لیکن یہاں مفرد سے مراد وہ ہے جب مضاف یا مشابہہ بالمضاف کے مقابلے میں آیا ہو۔

مصنفؒ نے فرمایا کہ مفرد معرفہ مبنی ہوگا اور مبنی برضمہ ہوگا ان دونوں کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ منادیٰ یہاں پر ؛ک ضمیر خطاب کی جگہ پر آیا ہے جیسے ادعوک میں کَ کی جگہ ہے اور کاف ضمیر خطاب مشابہہ ہے کاف حرفی کا ،اور حروف مبنی ہیں کاف خطاب کاف حرفی کی مشابہت کی وجہ سے مبنی بنا ہے اور منادی مفعول بہ اس کے قائم مقام ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جو کسی غیر کا قائم مقام ہو جائے تو وہ اس غیر کا حکم حاصل کرتا ہے تو یہ منادی مفعول بہ کاف خطابی کے مقام ہے اور کاف خطابی مبنی ہے لہذا منادیٰ بھی مبنی ہوگا۔

اور مبنی برضمہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ منادیٰ مبنی ہے اور مبنی میں اصل سکون ہے تو اگر ہم اس پر سکون لائیں تو اس کی مشابہت آئے گی مبنی الاصل کے ساتھ، لہذا اس مشابہت کے ختم کرنے کے لئے اس کو ضمہ دیا۔

نوٹ: منادیٰ مفعول بہ کا ضمہ کبھی لفظاً ہوگا جیسے یازیدُ کبھی تقدیری ہوگا جیسے یاموسیٰ اور کبھی یہ ضمہ الف کے ساتھ ہوگا جیسے یازیدان اور کبھی واو کے ساتھ ہوگا جیسے یا مُسلِمُوْن۔

ویُخفضُ بلامِ الاستغاثۃ: یہاں سے منادیٰ کی دوسری قسم یہ ہے کہ منادیٰ مستغاث باللام ہوگا اور اس صورت میں یہ مجرور ہوگا جیسے یالَزیدٍ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ استغاثے کا لام جارہ ہے اور جب یہ اسم پر داخل ہو جائے تو اس کو جر دیتا ہیں۔

الاستغاثۃ: یہ باب استفعال سے مصدر ہے، یہ اصل میں تھا استغواثٌ پھر اِقَامةٌ قانون کے رو سے استغاثۃٌ ہوگیا۔ اس کا لغت میں معنی ہے استدعاء مظلومٍ احداً یَدْفَعُ الظُلْمَ عَنْہُ مظلوم کا کسی کو پکارنا تا کہ وہ اس سے ظلم دور کرے۔

اعتراض: یالَزَیدٍ اس میں استغاثے کا جو لام ہے یہ جارہ ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ لام جارہ جب اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے تو مجرور ہوتا ہے تو یہاں مفتوح کیوں ہے؟

جواب: یہاں یہ لام اس لئے مفتوح ہے تا کہ مستغاث اور مستغاث لہ میں فرق آجائے، کیونکہ مستغاث لہ کا لام مجرور ہوتا ہے، اصل میں مثال اس طرح تھا یالَزیدٍ اَغِثْ لِلْمَظْلُومِ (اے زید مظلوم کی مدد کر)۔

نوٹ: استغاثہ میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

(۱)مستغیث (پکارنے والا)۔(۲)مستغاث (جس کو پکارا جائے)۔(۳)مستغاث لہٗ (جس چیز کے لئے پکارا جائے)

ویُفتحُ بالحاق الفها : یہاں سے منادیٰ مفعول بہ کی تیسری قسم بیان فرمارہے ہیں وہ یہ ہے کہ جب منادیٰ مستغاث بالالف والھاء ہوتو اس صورت میں یہ مفتوح ہوگا، جیسے یازیداہ ،اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کے آخر میں استغاثہ کا الف ہوتا ہے اور الف تقاضا کرتا ہے کہ میرا ماقبل مفتوح ہو۔

نوٹ:جب منادیٰ کے آخر میں استغاثہ کا الف ہوتو اس صورت میں اس پر استغاثے کا لام داخل نہیں ہوتا، وجہ اس کی یہ ہے کہ لام منادیٰ کے آخر میں جر کا تقاضا کرتا ہے اور الف ماقبل میں نصب کا تقاضا کرتا ہے لہذا دونوں کا بیک وقت عمل کرنا محال ہے۔

وَيُنْصَبُ اِنْ كَانَ مُضَافًا،نَحْوُ،(يَاعَبْدَ اللّٰهِ)اَوْمُشَابِهًا لِلْمُضَافِ،نَحْوُ،(يَاطَالِعًاجَبَلاً ،اَوْنَكِرَةً غَيْرَ مُعَيَّنَةٍكَقَوْلِ الْاَ عْمٰى(يَارَجُلاً خُذْبِيَدِيْ) وَاِنْ كَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ،قِيْلَ(يَااَيُّهَاالرَّجُلُ) و(يَااَيَّتُهَاالْمَرْاَةُ).

ترجمہ:-اور منادیٰ منصوب ہوتا ہے اگر مضاف ہو جیسے یاعبداللہ یا مشابہ مضاف ہو جیسے یاطالعاً جبلاً یا نکرہ غیر معین ہو جیسے نابینا کا قول جیسے یارجلاً خُذبیدیْ۔اور اگر ہو منادیٰ معرف باللام تو کہا جائے گا یاایھاالرجل ویاایتھا المرأۃ.

تشریح:-یہاں سے فرماتے ہے کہ منادیٰ مفعول بہ کے جو باقی اقسام ہیں وہ تمام منصوب ہوں گے اور وہ تین ہیں۔(۱)مضاف ہو(۲)مشابہہ بالمضاف ہو(۳)نکرہ غیر معین ہو۔مضاف کی مثال جیسے یاعبداللہ،مشابہہ بالمضاف کی مثال جیسے یاطالعاً جبلاً اور نکرہ غیر معین کی مثال جیسے اندھا کسی کو کہے یارجلاً خُذْ بیدیْ۔

مشابہ بالمضاف کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مضاف کا معنیٰ مضاف الیہ کے بغیر سمجھ میں نہیں آتا اسی طرح مشابہ بالمضاف کا معنیٰ دوسرے چیز کے ملانے بغیر سمجھ میں نہیں آتا۔

وجہ نصب:اس سے پہلے جو ہم نے منادیٰ کی جتنی قسمیں بیان کی وہ سب منصوب ہوں گی اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب مفعول بہ کی جگہ پر واقع ہیں۔

واِنْ کان معرّفاً باللام قیل الخ :یہاں سے ایک حکم بیان کرتے ہیں کہ جب منادیٰ معرف باللام ہو تو اس صورت میں حرف نداء اور منادیٰ کے درمیان مذکر کی صورت میں اَیٌّ کا لفظ لایا جائے گا ھاء تنبیہ کے ساتھ،مونث کی صورت میں اَیَّۃٌ کا لفظ لائے گا ھاء تنبیہ کے ساتھ جیسے یا ایُّھا الرجل اور یاایَّتھا المرأۃ۔وجہ اس کی یہ ہے کہ تعریف کے دو آلوں کا اجتماع

Scanned with CamScanner

لازم نہ آئے، یہاں تعریف کا ایک آلہ ھاء تنبیہ اور دوسرا الف لام ہے۔

وَيَجُوزُ تَرْخِيمُ الْمُنَادٰى، وَهُوَ حَذْفٌ فِي آخِرِهٖ لِلتَّخْفِيفِ، كَمَا تَقُولُ فِي (مَالِكٌ) يَامَالِ، وَفِي (مَنْصُوْرٍ)، يَامَنْصُ، وَفِي عُثْمَانَ يَاعُثْمُ، وَيَجُوزُ فِي آخِرِ الْمُنَادٰى الْمُرَخَّمِ الضَّمَّةُ وَالْحَرَكَةُ الْاَصْلِيَّةُ، كَمَا تَقُوْلُ فِي، يَا حَارِثُ يَاحَارُ، وَيَا حَارِ.

ترجمہ:- اور جائز ہے ترخیم منادی اور وہ منادی کے آخر میں تخفیف کیلئے حذف کرنا ہے جیسے تو مالک میں کہے یا مالِ اور منصور میں یا منصُ اور عثمان میں یا عثمُ ،اور منادی مرخم کے آخر میں ضمہ بھی جائز ہے اور حرکت اصلیہ بھی جیسے تو یا حارث میں کہے، یاحارِ، حارُ.

تشریح:- یہاں سے مصنفؒ منادیٰ مفعول بہ کا ایک دوسرا حکم بیان فرمارہے ہیں کہ منادیٰ میں ترخیم بھی جائز ہے۔

ترخیم باب تفعیل سے مصدر ہے اس کا لغت میں معنی ہوتا ہے نرمی اور آسانی۔اور اصطلاح میں اس کا معنی ہے منادیٰ کے آخر سے حرف حذف کرنا ترکیب کی صورت میں تخفیف کے لئے بغیر کسی صرفی یا لغوی قاعدے کے۔

دلیل حصر: منادیٰ کی آخر سے حرف حذف کرنے کی دو صورتیں ہیں یا تو ایک حرف حذف ہوگا جیسے یا مالک کو یا مال پڑھنا جائز ہے، اور یا دو حرف حذف ہوں گے اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اس منادیٰ کی آخر سے ایسے دو حرف حذف کیے جائیں گے جس کے آخر میں حرف اصلی ہو اور اس کا ماقبل مدہ ہو جیسے یا منصورُ کو یا منصُ پڑھنا جائز ہے، اور یا ایسے دو حروف حذف کئے جائیں گے جو دونوں زائد ہو جیسے عثمانُ سے یا عثمُ اس میں الف اور نون دونوں زائد ہیں۔

شرائط: منادیٰ میں ترخیم کے لئے چار شرائط ہیں جب یہ موجود ہوں تو ترخیم جائز ہے ورنہ جائز نہ ہوگی۔

(۱) جب یہ مضاف نہ ہو اور اگر مضاف ہو تو ترخیم جائز نہیں جیسے یا عبداللہ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر ہم اس میں ترخیم کریں تو یا مضاف سے کریں یا مضاف الیہ سے، اگر مضاف سے کریں تو یہ بات لازم آئے گی کہ منادیٰ کے درمیان سے ترخیم ہوئی ہے اور یہ جائز نہیں، اور اگر مضاف الیہ سے ترخیم کریں تو یہ بات لازم آئے گی کہ غیر منادیٰ سے ترخیم ہوئی ہے اور یہ بھی جائز نہیں۔

(۲) جب یہ مستغاث نہ ہو (خواہ مستغاث باللام ہو یا بالف) اور اگر ہو تو ترخیم جائز نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ ان دونوں (یعنی مستغاث اور ترخیم) میں منافات ہے اس طرح کہ مستغاث تقاضا کرتا ہے زیادتی کا اور ترخیم تقاضا کرتی ہے تقلیل کا۔ اور زیادتی اور تقلیل میں منافاۃ ہے۔

(۳) ثلاثی نہ ہو، وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر ثلاثی ہو تو یا ہم اس سے ایک حرف حذف کریں گے یا دو، اگر ایک حذف کریں گے تو دو باقی رہ جائیں گے اور دو حذف کریں تو ایک باقی رہ جائے گا اور منادیٰ ایک اور دو حروف کا نہیں ہوتا، کم از کم تین حروف ہوتے ہیں۔

(۴) یہ جملہ نہ ہو وجہ اس کی یہ ہے کہ جملہ ایک خاص صفت اور حالت پر دلالت کرتا ہے اور اگر ہم اس سے حذف کریں گے تو پھر یہ اس حالت اور صفت پر دلالت نہیں کرے گا۔

ویجوز فی اخر المنادیٰ الخ: یہاں سے بیان فرماتے ہے کہ وہ منادیٰ جس میں ترخیم ہوئی ہو اسم میں ضمہ بھی جائز ہے اور حرکت اصلی بھی جائز ہے۔ ضمہ کی وجہ یہ ہے کہ حذف اس میں نسیاً منسیاً ہے اور منادی مستقل ہے مفرد معرفہ کی طرح اور مفرد معرفہ مبنی بر ضمہ ہوتا ہے لہذا اس پر ضمہ جائز ہے، اور حرکت اصلی اس لئے کہ محذوف کالمذکور ہو تا یعنی جو ہم نے حذف کیا گویا یہ مذکور ہے اور جب مذکور ہو تو حرکت اصلی اس پر خود بخود ہو گی جیسے یاحارثُ سے یاحارُ اور یاحارِ۔

وَاعْلَمْ اَنَّ (يَا) مِنْ حُرُوْفِ النِّدَاءِ قَدْ تُسْتَعْمَلُ فِي الْمَنْدُوْبِ اَيْضًا،وَهُوَ الْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ بِ(يَا)اَوْ(وَا) كَمَا يُقَالُ يَازَيْدَاهُ وَوَازَيْدَاه فَ وَا مُخْتَصَّةٌ بِالْمَنْدُوْبِ،وَ يَا مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْمَنْدُوْبِ،وَحُكْمُهُ فِي الْاِ عْرَابِ وَالْبِنَاءِ مِثْلُ حُكْمِ الْمُنَادٰى.

ترجمہ:- اور جان لو کہ حروف نداء میں سے یا مندوب میں بھی استعمال ہوتی ہے اور یہ وہ جس پر غم کیا جائے یـــا ، اور یا وا کے ساتھ جیسے کہا جاتا ہے یازیـــداہ ، وا زیـــد اہ ، پس وا مندوب کے ساتھ خاص ہے اور یا نداء اور مندوب کے درمیان مشترک ہے۔ اور اس کا حکم معرب مبنی ہونے میں منادی کے حکم کی طرح ہے۔

تشریح:- یہاں سے فرماتے ہے کہ یاء جو حروف نداء میں سے ہے منادیٰ کی طرح مندوب میں بھی استعمال ہوتی ہے۔

المندُوبُ: مندوب لغت میں اس میت کو کہتے ہے جس کے محاسن کو یاد کر کے رویا جائے تاکہ سامعین اس کی موت کو امر عظیم سمجھیں۔ اور اصطلاح میں یہ ہے کہ جس کی وجہ سے غم کیا گیا ''یا'' یا ''وا'' کے ساتھ، پھر: وا؛ خاص ہے مندوب کے ساتھ اور یا عام ہے، منادیٰ اور مندوب دونوں میں استعمال ہوتی ہے، لیکن یا مندوب میں تب آئے گی جب اس پر قرینہ موجود ہو، اور قرینہ آخر میں استغاثے کا الف ہے۔

وحکمۂ فی الاعراب والبناء الخ: یہاں سے فرماتے ہے کہ مندوب کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں منادیٰ کی طرح ہے

Scanned with CamScanner

یعنی جب منادیٰ مفرد معرفہ اورمبنی برضمہ ہوتا ہے اسی طرح مندوب بھی جب مفرد معرفہ ہوتو مبنی برضمہ ہوگا اور اسی طرح مضاف مشابہ بالمضاف وغیرہ میں اس پر قیاس ہے۔

فَصْلٌ اَلْمَفْعُوْلُ فِيْهِ . هُوَ اِسْمُ مَاوَقَعَ فِعْلُ الْفَاعِلِ فِيْهِ مِنَ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ وَيُسَمّٰى ظَرْفًا،وَظُرُوْفُ الزَّمَانِ عَلٰى قِسْمَيْنِ

١. مُبْهَمٌ : وَهُوَ مَا لَا يَكُوْنُ لَهُ حَدٌّ مُعَيَّنٌ)كَ (دَهْرٍ) وَ(حِيْنٍ). ٢ : ومَحْدُوْدٍ،وَهُوَ مَايَكُوْنُ لَهُ حَدٌّ مُعَيَّنٌ، كَ (يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ وَشَهْرٍ وَسَنَةٍ) وَكُلُّهَا مَنْصُوْبٌ بِتَقْدِيْرِ(فِيْ)تَقُوْلُ،(صُمْتُ دَهْرًا،وَسَافَرْتُ شَهْرًا)اَىْ فِيْ دَهْرٍ وَشَهْرٍ، وَظُرُوْفُ الْمَكَانِ كَذٰلِكَ. ١ :مُبْهَمٌ ،وَهُوَ مَنْصُوْبٌ اَيْضًا بِتَقْدِيْرِ(فِيْ)نَحْوُ،(جَلَسْتُ خَلْفَكَ وَاَمَامَكَ).

٢ : وَمَحْدُوْدٌ وَهُوَ مَا لَايَكُوْنَ مَنْصُوْبًا بِتَقْدِيْرِ(فِيْ) بَلْ لَا بُدَّ مِنْ ذِكْرِ (فِيْ)فِيْهِ، نَحْو(جَلَسْتُ فِي الدَّارِ ،وَفِي السُّوْقِ،وَفِي الْمَسْجِدِ)

ترجمہ:۔فصل :مفعول فیہ اس چیز کا وہ نام ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو یعنی زمان اور مکان اور اس کا نام اسم ظرف رکھا جاتا ہے اور ظروف زمان دو قسم پر ہیں مبہم اور مبہم وہ ہے کہ اس کے لئے کوئی حد معین نہ ہو جیسے دھر اور حین اور محدود اور محدود وہ ہے کہ اس کے لئے کوئی حد معین ہو جیسے یوم اور لیلۃ اورشھر اور سنۃ اور یہ سب ظروف زمان فی کے مقدر کرنے کے ساتھ منصوب ہوتے ہیں تو کہے گا صمت دھراً وسافرتُ شھراً یعنی روزہ رکھا میں نے زمانہ میں اور سفر کیا میں نے مہینہ میں۔اور ظروف مکان اسی طرح مبہم ہیں اور وہ بھی فی کو مقدر کرنے کے ساتھ منصوب ہوتے ہیں جیسے جلستُ خَلْفَکَ و امامَکَ اور محدود اور وہ ہے فی کو مقدر کرنے کے ساتھ منصوب نہیں ہوتے بلکہ ان میں فی کو ذکر کرنا ضروری ہے، جیسے جلست فی الدار وفی السوق وفی المسجد۔

تشریح:۔یہاں سے مصنفؒ تیسرا منصوب مفعول فیہ بیان فرما رہے ہیں۔

مفعول فیہ نام ہے اس چیز کا جس میں فاعل کا فعل واقع ہو، چاہے وہ چیز زمان ہو یا مکان۔

قیودات کے فوائد:۔ھو معرف ہے،اسم جنس ہے یہ سب مفاعیل کو شامل ہے،اور باقی آخر تک یہ فصل ہے اس سے دوسرے منصوبات نکل گئے۔

Scanned with CamScanner

ویسمیٰ ظرفاً: یہاں سے فرماتے ہے کہ مفعول فیہ کو ظرف بھی کہتے ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ مفعول فیہ فاعل کی فعل کے لئے ظرف بنتا ہے اور ظرف کی دو قسمیں ہیں، ظرف زمان اور ظرف مکان۔

وظروف الزمان: یہاں سے ظرف زمان کی تقسیم بیان فرمار ہے ہیں کہ ظرف زمان کی دو قسمیں ہیں، مبہم اور محدود۔ ظرف زمان مبہم وہ ہوتا ہے جس کے لئے کوئی معین حد نہ ہو جیسے دَھــــر (زمانہ) اور حین (وقت) اب معلوم نہیں کہ کتنا زمانہ اور کتنا وقت۔ اور ظرف زمان محدود وہ ہوتا ہے جس کے لئے کوئی حد معین ہو جیسے یومٌ، لیلةٌ، شھرٌ، سنةٌ، یہاں پر دن، رات، مہینے اور سال کا حد معین ہے۔ یعنی دن، رات گھنٹوں کی نسبت سے، مہینہ دنوں کی نسبت سے اور سال مہینوں کی نسبت سے۔

وکُلُّھا مَنْصُوْبٌ بِتَقْدِیْرِ الخ: یہاں سے فرماتے ہے کہ ظرف زمان مبہم اور محدود چاہے معرفہ ہو یا نکرہ ہو یہ سب منصوب ہوں گے فی کے تقدیر کے ساتھ، جیسے صمتُ دھراً وسافرتُ شھراً اصل میں تھا فی دھرٍ وفی شھرٍ۔

نوٹ: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ گویا مصنفؒ کے نزدیک مفعول فیہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ منصوب ہو فی کی تقدیر کے ساتھ، اور دوسری یہ کہ اس میں لفظ فی مذکور ہو اور اس صورت میں مفعول فیہ مجرور ہو گی۔ لیکن دوسرے نحویوں کے نزدیک مفعول کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ جب بتقدیر فـی منصوب ہو اور اگر اس میں لفظ فـی مذکور ہو تو اس صورت میں یہ جار مجرور ہوں گے۔

وظروف المکان الخ: فرماتے ہے کہ جس طرح ظرف زمان کی دو قسمیں تھی اسی طرح ظرف مکان کی دو قسمیں ہیں، مبہم اور محدود، اس کی تعریفات پہلے بیان کی گئی ہیں۔ اس میں صرف اتنی بات ہے کہ ظرف مکان مبہم بھی فی کی تقدیر سے منصوب ہو گا اور محدود منصوب نہیں ہو گا بلکہ اس میں فی کا ذکر کرنا لازمی ہے۔ ظرف مکان مبہم کی مثال جیسے جلستُ خلفکَ وامامک۔ محدود کی مثال جیسے جلستُ فی الدار وفی السوق وفی المسجد۔

الملحوظة: ہم نے پہلے عرض کیا کہ ظرف زمان مبہم اور محدود اور ظرف مکان مبہم یہ تینوں منصوب ہوں گے اور ظرف مکان محدود مجرور ہو گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح فعل اپنے معمول کو نصب دیتا ہے بغیر کسی واسطے کے، اسی طرح یہ فعل نصب دے گا ظرف زمان مبہم کو بغیر واسطے، اور زمان محدود ہم قیاس کرتے ہیں زمان مبہم پر کیونکہ ان دونوں کا زمانے میں اشتراک ہے، اور مکان مبہم کو قیاس کرتے ہیں زمان مبہم پر، کیونکہ ان دونوں کا اشتراک ہے صفت ابہام میں، لہذا تینوں کے منصوب ہونے کی وجہ معلوم ہوئی، اور مکان محدود اس لئے منصوب نہیں ہو گا کہ اس کا اشتراک نہ زمان مبہم کے ساتھ ہے نہ زمان میں

Scanned with CamScanner

ہے اور نہ ابہام میں۔

فَصْلٌ اَلْمَفْعُولُ لَهُ: هُوَاِسْمُ مَالِاَجْلِهِ يَقَعُ الفِعْلُ الْمَذْكُورُ قَبْلَهُ، وَيُنْصَبُ بِتَقْدِيرِ اللَّامِ، نَحْوُ(ضَرَبْتُهُ تَأْدِيبًا)اَیْ لِلتَّأْدِيبِ. وَ(قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا)اَیْ لِلْجُبْنِ .وَعِنْدَالزَّجَّاجِ هُوَ مَصْدَرٌ ،تَقْدِيرُهُ(اَدَّبْتُهُ تَأْدِيبًا ،وَجَبُنْتُ جُبْنًا)

ترجمہ:۔فصل:مفعول لہ نام ہے ایسی چیز کا جس کی وجہ سے ایسا فعل واقع ہو جو اس سے پہلے مذکور ہو اور یہ منصوب ہوتا ہے لام کے مقدر کرنے کیوجہ سے جیسے ضَرَبْتُهُ تَأْدِيباً اَیْ لِلتَّأْدِيبِ اور قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْناً اَیْ لِلْجُبْنِ۔اور زجاج کے نزدیک وہ مصدر ہے اصل اس کی اَدَّبْتُهُ تَأْدِيبًا اور جَبُنْتُ جُبْناً ہے۔

تشریح:۔یہ چوتھی فصل ہے اور اس میں مفعول لہ بیان فرمارہے ہیں۔

هُو اِسْمٌ مَالِاَجْلِهِ الخ: مفعول لہ اس چیز کا نام ہے جس کی وجہ سے فعل مذکور اس سے پہلے واقع ہو جیسے ضربتُه تأديباً۔

جنس وفصل:ھو معرّف ہے،اسم جنس تمام مفاعیل کو شامل ہے،مالاجله يقع الفعل یہ پہلی فصل ہے اور اس سے دوسرے تمام منصوبات نکل گئے۔المذكور قبله دوسری فصل ہے اور اس سے اعجبنی التاديب نکل گیا کیونکہ اس میں فعل مذکور ادب کی وجہ سے واقع نہیں ہے۔

وينصبُ بتقدير اللام الخ: اس عبارت سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مفعول لہ کے لام کی تقدیر سے منصوب ہوگا،جیسے ضربتهُ تأدیباً ایْ للتاديب،وقعدتُ عنِ الحرب،جُبْنا اَیْ للجبن۔

ملحوظة: اس مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفؒ کے ہاں مفعول لہ کی دوصورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ لام کی تقدیر سے منصوب ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس میں لام مذکور ہو اور اس صورت میں یہ مجرور ہوگا لیکن نحویوں کے نزدیک مفعول لہ کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ لام کی تقدیر سے منصوب ہو اور جب اس میں لام مذکور ہو تو اس صورت میں یہ مفعول بہ غیر صریح ہوگا۔

وعند الزجاج هو الخ: یہاں سے فرماتے ہے کہ امام زجاجؒ کے نزدیک مفعول لہ مستقل منصوب نہیں بلکہ یہ مفعول مطلق ہے اور اس کی تقدیری عبارت یوں تھی اَدَّبْتُه بالضَّرْبِ تَادِيباً وَجَبُنْتُ بِالْقُعُوْدِ عَنِ الْحَرْبِ جُبْناً ،لیکن نحوی حضرات فرماتے ہیں کہ امام زجاجؒ کا قول صحیح نہیں ہے کیونکہ امام زجاج نے جس طرح تاویل کی ہے اگر وہ تاویل کریں تو تمام

Scanned with CamScanner

مفاعیل حتی کہ فاعل کا معنی بھی باطل ہو جائے گا جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ اصل میں تھا صَدَرَ الضَّرْبُ عَنْ زَیدٍ مفعول لہ کلام عرب میں علت کے معنی کے لئے آتا ہے تو اگر اس کو مستقل منصوب نہ مانا جائے تو پھر علت کے معنی ادا کرنے کے لئے کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔

فَصْلٌ اَلْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ : هُوَ مَا يُذْكَرُ بَعْدَالْوَاوِبِمَعْنٰى(مَعَ)لِمُصَاحَبَةِ مَعْمُوْلٍ،نَحْوُ:(جَاءَ الْبَـرْدُوَالْجُبَّـاتِ،وَجِـئْـتُ اَنَـاوَزَيْـدًا) .اَىْ مَعَ الْجُبَّاتِ،وَمَعَ زَيْدٍ.فَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ لَفْظًاوَجَازَالْعَطْفُ،يَجُوْزُفِيْهِ الْوَجْهَانِ ،اَلنَّصْبُ وَالرَّفْعُ ، نَحْوُ(جِئْتُ اَنَا وَزَيْدًا،وَزَيْدٌ).وَاِنْ لَّمْ يَجُزِ الْعَطْفُ،تَعَيَّنَ النَّصْبُ،نَحْوُ(جِئْتُ وَزَيْدًا).وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مَعْنًا،وَجَازَالْعَطْفُ تَعَيَّنَ الْعَطْفُ،نَحْوُ(مَا لِزَيْدٍوَعَمْرٍ و) وَاِنْ لَّمْ يَجُزِ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ النَّصْبُ، نَحْوُ(مَالَكَ وَزَيْدًا)وَ(مَا شَأْنُكَ وَعَمْرًا)،لِاَنَّ الْمَعْنٰى مَا تَصْنَعُ .

ترجمہ:۔فصل:مفعول معہ وہ اسم ہے جو واو بمعنی مع کے بعد ذکر کیا جائے فعل کے معمول کے مصاحبت وجہ سے جیسے جاء البرد والجبات اور جئتُ انا و زیداً۔پس اگر فعل لفظی ہو اور عطف جائز ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں نصب اور عطف جیسے جئت اناوزیداً اوزیدٌ ۔اوراگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہے جیسے جئتُ وزیداً اوراگر فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہے جیسے مالزید وعمرو۔اوراگر عطف جائز نہیں تو نصب متعین ہے جیسے مالک وزید الخ۔

تشریح:۔یہاں سے مصنفؒ پانچواں منصوب مفعول معہٗ بیان فرما رہے ہیں۔

ھو مایُذکر بعدَ الواوِ الخ: مفعول معہٗ ہر وہ اسم ہوتا ہے جو فعل کے معمول کی مصاحبت کے لئے ایسے واو کے بعد واقع ہو جو مَعْ کے معنی میں ہو۔

پھر فعل کے معمول دو ہیں، فاعل اور مفعول، فاعل کی مثال جیسے جاء البردُ و الجُباتِ، اور مفعول کی مثال جیسے کفاکَ وزیداً درھمٌ۔

فان کان الفعلُ لفظاالخ: یہاں فرماتے ہیں کہ مفعول معہ کا فعل لفظی ہوگا یا معنوی، اگر لفظی ہو تو دیکھیں گے کہ واو کے ما بعد کا ماقبل پر عطف جائز ہے یا نہیں اگر عطف جائز ہو تو اس صورت میں مفعول معہ کو مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھیں گے جیسے جئتُ انا وزیداً وزیدٌ منصوب تو اس لئے کہ مفعول معہ ہے اور یہ منصوب ہوتا ہے، اور مرفوع اس لئے کہ اس کا

عطف فاعل پر ہے اور فاعل مرفوع ہوتا ہے لہذا مرفوع پڑھیں گے۔

وان لم یجزِ العطفُ: اور اگر واو کے مابعد کا ماقبل پر عطف جائز نہ ہو تو اس صورت میں صرف نصب متعین ہے جیسے جئتُ وزیداً۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ مفعول معہٗ ہے اور عطف اس لئے جائز نہیں کہ اس صورت میں اسم ظاہر کا عطف آئے گا ضمیر مرفوع متصل پر اور یہ عطف اس وقت جائز ہوگا جب ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کے لئے ضمیر مرفوع منفصل موجود ہو اور یہاں تاکید نہیں لہذا عطف جائز نہیں۔

وان کا ن الفعلُ معناً: یہاں سے فرماتے ہیں کہ جب مفعول معہ کا فعل معناً ہو تو اس صورت میں دیکھیں گے کہ واو کے مابعد کا ماقبل پر عطف جائز ہے یا نہیں اگر عطف جائز ہو تو صرفِ عطف متعین ہے نصب نہیں ہوگا جیسے مـالِـزیـدٍ وَعمرٍو۔ یہاں پر عمروٍ مجرور پڑھیں گے عطف کی وجہ سے، اس مثال میں اگر چہ زید اور عمر دونوں کا عامل معنوی ہے جو کہ یَصْنَعُ ہے اصل میں عبارت یوں تھی مـایَـصْنَعُ زیدٌ وعمرٌ، لیکن عمر کو مجرور اس لئے پڑھیں گے کہ اس کا عطف زید پر ہے اور زید پر لام جارہ داخل ہے اور یہ عامل لفظی ہے اور عامل لفظی قوی ہوتا ہے عامل معنوی کے مقابلے میں۔

وان لـمْ یجز العطف: یہاں سے فرماتے ہیں کہ جب مفعول معہ کا فعل معناً ہو اور واو کے مابعد کا ماقبل پر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہوگا، جیسے مـالَکَ وَزَیْداً اور مـاشـانُکَ وعمرواً. اس میں عطف اس لئے جائز نہیں کہ یہاں اسم ظاہر کا عطف ضمیر مجرور متصل پر آتا ہے اور یہ عطف اس وقت جائز ہوگی جب اس میں حرف جر کا اعادہ ہو اور یہاں اعادہ نہیں لہذا عطف جائز نہیں۔

ان دونوں مثالوں میں عامل معنوی پر مشتمل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ دونوں کا معنی ہے مـاتصنع کیونکہ ما استفہامیہ ہے اور استفہامیہ سے فعل سمجھ میں آتا ہے پس مالک و زیداً اور ماشأنک و عمرواً کے معنی ہیں ما تصنع و زیداً اور ماتصْنع وَ عمروٌ۔

فَـصْـلٌ اَلْـحَـالُ :لَـفْـظٌ یَدُلُّ عَلٰی بَیَانِ هَیْئَةِ الْفَاعِلِ اَوْالْمَفْعُوْلِ بِهٖ اَوْ کَلَیْهِمَا،نَحْوُ(جَاءَ نِیْ زَیْدٌ رَاکِبًا،وَضَرَبْتُ زَیْدًا مَشْدُوْدًا، وَلَقِیْتُ عَمْرًارَاکِبَیْنِ).وَقَدْ یَکُوْنُ الْفَاعِلُ مَعْنَوِیًّا،نَحْوُ(زَیْدٌ فِی الـدَّارِ قَائِمًا)لِاَ نَّ مَعْنَاهُ (زَیْدٌاِسْتِقَرَّفِی الدَّارِ قَائِمًا) .وَکَذَاالْمَفْعُوْلُ بِهٖ،نَحْوُ(هٰذَازَیْدٌ قَائِمًا) فَاِنَّ

مَعْنَاهُ(اَلْمُشَارُ اِلَيْهِ قَائِمًاهُوَ زَيْدٌ).

ترجمہ:۔فصل: حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول یا دونوں کی ہیئت کے بیان پر دلالت کرے جیسے ماجاء نی زید راکباً اور ضربت زید مشدوداً اور لقیت عمرو راکِبَیْنِ۔اور کبھی کبھی فاعل معنوی ہوتا ہے جیسے زیدٌ فی الدار قائماً اس لئے کہ اس کا معنی ہے زید اِسْتَقَرَّ فِی الدَّار قَائِمًا اور اسی طرح مفعول بہ جیسے ھذا زَیْدٌ قَائِماً پس تحقیق اس کا معنی ہے اَلْمُشَارُ اِلَيْهِ قَائِماً هُوَ زَيْدٌ ۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ چھٹے منصوب حال کو بیان فرمارہے ہیں۔

حال کا لغت میں دو طرح کے معنی ہیں (۱) صفت اور شان (۲) موجودہ زمانہ۔صفت کی مثال جیسے کیف حالک یا شانک۔اور اصطلاح میں حال ہر وہ لفظ ہے جو فاعل کی حالت کو بیان کرے یا مفعول بہ کی حالت کو بیان کرے یا دونوں کی حالت کو بیان کرے۔فاعل کی مثال جیسے جاء نی زید راکباً۔مفعول بہ کی مثال جیسے ضربت زیداً مشدوداً . دونوں کی مثال جیسے لقیتُ عمراً راکبین۔

اعتراض: مصنفؒ نے حال کی تعریف میں لفظ بیان کیا، تو دوسرے منصوبات کی طرح اسمٌ کیوں نہیں کہا؟

جواب: اسمٌ اس لئے نہیں کہا کہ یہ مفرد ہے تو پھر اس سے یہ معلوم ہوتا کہ حال صرف مفرد واقع ہوتا ہے اور جملہ واقع نہیں ہوتا حالانکہ حال جس طرح مفرد واقع ہوتا ہے اسی طرح جملہ بھی واقع ہوسکتا ہے، تو لفظ اس لئے ذکر کیا کہ یہ عام ہے مفرد اور مرکب سب کو شامل ہے۔

وقد یکون الفاعلُ معنویًا الخ :یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح فاعل اور مفعول لفظاً ہوتا ہے اسی طرح کبھی کبھی معنوی بھی ہوتا ہے، معنوی کا مطلب یہ ہے کہ یا تو محذوف ہوگا یا اس کا مطلب کلمے کی سیاق سے سمجھ میں آجائے گا۔فاعل محذوف کی مثال جیسے زیدٌ فی الدار قائماً. اس کا معنی ہے زیدٌ استَقَرَّ فی الدار قائماً اس مثال میں قائماً حال ہے اور اس کا ذوالحال استقر میں ھو ضمیر ہے، اور جب مفعول محذوف ہو تو اس کی مثال جیسے ھذا زیدٌ قائماً۔اس مثال میں قائماً حال ہے اور اس کا ذوالحال زیدٌ ہے ویسے تو زیدٌ خبر ہے ھذا مبتداء کے لئے لیکن اصل میں یہ ذوالحال ہے ھذا زیدٌ کا معنی ہے اُنَبِّهُ وَاُشِیْرُ اِلٰی زیدٍ حالَ کَوْنِه قائماً اس میں زید مفعول بہ ہے معناً اور ذوالحال ہے اور قائماً اس کے لئے حال ہے۔

وَالْعَامِلُ فِي الْحَالِ فِعْلٌ أَوْ مَعْنَى فِعْلٍ، وَالْحَالُ نَكِرَةٌ أَبَدًا، وَذُو الْحَالِ مَعْرِفَةٌ غَالِبًا، كَمَا رَأَيْتَ فِي الْأَمْثِلَةِ الْمَذْكُورَةِ. فَإِنْ كَانَ ذُو الْحَالِ نَكِرَةً، يَجِبُ تَقْدِيمُ الْحَالِ عَلَيْهِ، نَحْوُ (جَاءَنِي رَاكِبًا رَجُلٌ)، لِئَلَّا تَلْتَبِسَ بِالصِّفَةِ فِي حَالَةِ النَّصْبِ فِي مِثْلِ قَوْلِكَ (رَأَيْتُ رَجُلاً رَاكِبًا) وَقَدْ تَكُونُ الْحَالُ جُمْلَةً خَبَرِيَّةً، نَحْوُ (جَاءَنِي زَيْدٌ، وَغُلَامُهُ رَاكِبٌ، وَيَرْكَبُ غُلَامُه) وَمِثَالُ مَا كَانَ عَامِلُهَا مَعْنَى الْفِعْلِ، نَحْوُ (هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا) مَعْنَاهُ أُنَبِّهُ وَأُشِيرُ. وَقَدْ يُحْذَفُ الْعَامِلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ كَمَا تَقُوْلُ لِلْمُسَافِرِ (سَالِمًا غَانِمًا) أَيْ تَرْجِعُ سَالِمًا غَانِمًا.

ترجمہ:-اور حال میں عامل فعل یا معنیٔ فعل ہے۔اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں امثلہ مذکورہ میں پس اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو ذولحال پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے جاء نی راکباً رجل تاکہ حالت نصب میں حال صفت کے ساتھ ملتبس نہ ہو جائے آپ کے اس قول رأیت رجلاً راکبا کی مثل میں۔اور کبھی کبھی حال جملہ خبریہ ہوتا ہے جیسے جاء نی زیدٌ وغلامہ راکبٌ اور عامل کے معنیٔ فعل ہونے کی مثال جیسے ھذا زیدٌ قائماً، اس کا معنی ہے انبہ و اشیر ۔اور کبھی کبھی حذف کیا جاتا ہے عامل بوقت قائم ہونے قرینہ کے جیسے آپ کہیں گے مسافر کو سالما غانما یعنی لوٹتا ہے تو اس حال میں کہ سلامتی والا ہے غنیمت حاصل کرنے والا ہے۔

تشریح:- یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حال کو نصب کس نے دیا تو اس کا عامل یا فعل ہے یا معنیٔ فعل۔ پھر فعل عام ہے خواہ ملفوظ ہو یا مقدر اور معنیٔ فعل سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، افعل التفضیل، مصدر، ظرف، جار مجرور، اسمائے افعال اور ہر وہ چیز جس سے فعل کا معنی مستنبط ہو جیسے حروف نداء، حروف تنبیہ، اسمائے اشارات، حروف تمنی، حروف ترجی، اور تشنیہ وغیرہ ہیں جو معنیٔ فعل پر دلالت کرتے ہیں جیسے یا زیدقائماً۔

والحال نکرۃ ابداً: یہاں پر ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے جیسے جاء نی زیدٌ راکباً۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حال محکوم بہ کے حکم میں ہوتا ہے اور خبر کی جگہ ہوتا ہے اور محکوم بہ اور خبر میں اصل تنکیر ہوتا ہے، اور ذوالحال محکوم علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اور مبتداء کی جگہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ اور مبتداء میں اصل تعریف ہوتی ہے ،اور مصنفؒ نے غالبًا (یعنی اکثر) لفظ لے کر اس سے معلوم ہوا کہ ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی نکرہ بھی ہوتا ہے۔

فان کان ذوالحال نکرۃ یجب الخ: فرماتے ہیں کہ جب ذوالحال نکرہ ہو تو ذوالحال پر حال کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے

Scanned with CamScanner

جاء نی راکباً رجلاً. اس میں راکباً حال ہے اور مقدم ہے اور رجلاً ذوالحال ہے اور مؤخر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ہم اس صورت میں حال کو ذوالحال پر مقدم نہ کریں تو پھر حالت نصبی میں حال کا التباس آتا ہے صفت کے ساتھ، مثال کے طور پر جاء نی رجلاً راکباً، اس میں دو احتمالات ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ راکباً، رجلاً کے لئے حال بنے اور دوسرا یہ کہ راکباً، رجلاً کے لئے صفت بنے، لہٰذا ہم اس صورت میں حال کو ذوالحال پر مقدم کرتے ہیں، جیسے جاء نی راکباً رجلاً۔ اور یہ التباس صرف حالت نصبی میں آتا ہے لیکن حالت رفعی اور جری میں طرداً للباب مقدم کرتے ہیں۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ پھر اس میں صفت کا احتمال نہیں ہوتا کیونکہ حال تو ذوالحال پر مقدم ہوتا ہے لیکن صفت موصوف پر مقدم نہیں ہوتی۔

فائدہ: حال کی کئی قسمیں ہیں جو فائدے کے طور پر بیان کی جا رہی ہے۔

(۱) حال منتقلہ: وہ ہوتا ہے جو ذوالحال سے اکثر جدا ہوتا ہے جیسے جاء نی زیدٌ راکباً۔

(۲) حال مؤکدہ: وہ ہوتا ہے جو ذوالحال سے اکثر جدا نہیں ہوتا جیسے زیدٌ ابوکَ عطوفاً۔

(۳) حال دائمہ: وہ ہوتا ہے جو ذوالحال سے کبھی جدا نہیں ہوتا جیسے کفیٰ باللہ شہیداً۔

(۴) حال متداخلہ: وہ ہوتا ہے جو حال اوّل کی ضمیر سے حال واقع ہو جیسے جاء نی زیدٌ راکباً ضاحکاً۔ اس مثال میں راکباً اسم فاعل ہیں اور اس میں ھو ضمیر ذوالحال ہے اور ضاحکاً اس سے حال ہے۔

(۵) حال مترادفہ: وہ ہوتا ہے جو ایک ذوالحال سے کئی حال ہو جیسے جاء نی زیدٌ عالماً فاضلاً عاقلاً۔

(۶) حال محققہ: وہ ہوتا ہے کہ حال ذوالحال کے لئے فی الحال ثابت ہو جیسے جاء نی زیدٌ راکباً۔

(۷) حال مقدرہ: وہ ہوتا ہے کہ حال تو ذوالحال کے لئے کے لئے آئندہ زمانے میں ثابت ہو لیکن فی الحال اس کا تصور کیا گیا ہو جیسے فادْخُلُوْھا خالدین.

وقد تکونُ الحال جملةً خبریةً الخ: اس عبارت میں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح حال مفرد واقع ہوتا ہے اسی طرح جملہ بھی ہو سکتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حال کا کام ہے ذوالحال (فاعل یا مفعول) کی حالت بیان کرنا، اور یہ جس طرح مفرد کر سکتا ہے اسی طرح جملہ بھی کر سکتا ہے، لیکن یہاں جملہ سے مراد جملہ خبریہ ہے انشائیہ نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ جملہ انشائیہ نہ حال واقع ہوتا ہے نہ صفت اور نہ صلہ ان سب کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ماقبل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

Scanned with CamScanner

نوٹ: جب حال جملہ ہوتو اس میں ایک ایسا عائد ضروری ہے جو ذوالحال کی طرف لوٹتا ہو، وجہ اس کی یہ ہے کہ جملہ مستقل ہوتا ہے اور جملے کا استقلال اس پر دلالت کرتا ہے کہ میرا ماقبل کے ساتھ کوئی ربط نہیں اور چونکہ حال کا ذوالحال کے ساتھ ربط ہوتا ہے تو اس لئے شرط لگائی تا کہ حال کا ذوالحال کے ساتھ ربط پیدا ہو جائے۔

پھر مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جب جملہ خبریہ ہوتو خواہ وہ اسمیہ ہو یا فعلیہ ہو دونوں حال واقع ہوسکتا ہے لیکن پھر اس میں تفصیل ہے کہ جب جملہ اسمیہ ہوتو اس میں عائد ضمیر بھی ہوسکتا ہے اور واو بھی ہوسکتا ہے اور دونوں بھی ہوسکتے ہیں لیکن جب جملہ فعلیہ ہوتو دیکھیں گے کہ ماضی ہے یا مضارع، اگر مضارع ہوتو دیکھیں گے کہ مثبت ہے یا منفی ہے اگر مضارع مثبت ہوتو اس میں عائد صرف ضمیر ہوگی اور مضارع منفی ہوتو اس میں ضمیر، واو اور دونوں ہوسکتے ہیں اور اگر ماضی ہوتو چاہے مثبت ہو یا منفی اس میں بھی تینوں ہوسکتے ہیں۔

ومثال ماكان عاملها معنى الفعل: فرماتے ہیں کہ جب حال کا عامل معنیٔ فعل ہو اس کی مثال یہ ہے جیسے **هذا زيدٌ قائماً**۔ ویسے تو زید هذا کے لئے خبر معلوم ہوتی ہے لیکن اصل میں یہ ذوالحال ہے اور اصل عبارت یوں تھی **اُشِيرُ واُنَبِّه زيداً حالَ كونِه قائماً**۔

وقد يُحذف العاملُ لقِيَامِ قرينَةٍ: فرماتے ہیں کہ حال کا عامل کبھی کبھی حذف کیا جاتا ہے جب اس پر قرینہ موجود ہو چاہے قرینہ حالیہ ہو یا مقالیہ ہو، جیسے تو آنے والے کو کہے، **سالماً غانماً**۔ اصل میں تھا **ترجعُ سالماً وغانماً**۔

ترکیب: ترجعُ فعل ہے اس میں انت ضمیر فاعل ذوالحال ہے اور سالماً اس سے حال ہے لیکن غانماً میں دو احتمالات ہیں یا تو حال متداخلہ ہے یا مترادفہ۔

فَصْلٌ اَلتَّمْيِيْزُ هُوَنَكِرَةٌ تُذْكَرُ بَعْدَ مِقْدَارٍ مِنْ عَدَدٍ، اَوْكَيْلٍ، اَوْوَزْنٍ، اَوْمَسَاحَةٍ، اَوْغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا فِيْهِ اِبْهَامٌ، تَرْفَعُ ذٰلِكَ الْاِبْهَامَ، نَحْوُ (عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا، وَ قَفِيْزَانِ بُرًّا، وَمَنَوَانِ سَمْنًا، وَجَرِيْبَانِ قُطْنًا، وَمَا فِی السَّمَاءِ قَدْرُرَاحَةٍ سَحَابًا، عَلٰی التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا). وَقَدْ يَكُوْنُ عَنْ غَيْرِ مِقْدَارٍ، نَحْوُ(هٰذَاخَاتَمٌ حَدِيْدًا، وسِوارٌ ذَهَبًا). وَفِيه الْخَفْضُ اَكْثَرُ. وَقَدْ يَقَعُ بَعْدَ الْجُمْلَةِ، لِرَفْعِ الْاِبْهَامِ عَنْ نِسْبَتِهَا، نَحْوُ(طَابَ زَيْدٌنَفْسًا اَوْعِلْمًا اَوْاَبًا).

ترجمہ:- فصل، تمیز وہ اسم نکرہ ہے جو مقدار کے بعد یعنی عدد یا کیل یا وزن یا مساحت یا ان کے علاوہ اس چیز کے بعد ذکر کیا

جائے جس میں ابہام ہو، اس ابہام کو دفع کرے جیسے عندی عشرون درھماً الخ ۔اور کبھی کبھی تمیز ہوتی ہے غیر مقدار سے جیسے ھذا خاتمٌ حدیداً وسوارٌ ذھباً اور اس میں جر اکثر ہے اور کبھی کبھی جملہ کے بعد واقع ہوتی ہے اس جملہ کی نسبت سے ابہام کو اٹھانے کے لئے جیسے طابَ زیدٌ نفساً او علماً اوْ اباً۔

تشریح:۔ یہ ساتویں فصل ہے اور اس میں تمیز کی بحث ہے، یہ باب تفعیل سے مصدر ہے اور اس کو تبیین ،تفسیر اور اسم تام بھی کہتے ہیں۔اس کا لغوی معنی ہے جدا کرنا اور اٹھانا۔

اور اصطلاح میں تمیز اس نکرہ کو کہتے ہیں جو ایسے مقدار کے بعد واقع ہو جو عددی ہو یا کیلی ہو یا وزنی ہو یا مساحتی ہو، اور یا ہر اس چیز کے بعد ذکر ہو جس میں ابہام ہو جیسے مقیاسی اور یہ نکرہ اس مقدار سے ابہام کو دور کرے۔

اسم تام: جس چیز سے ابہام دور ہوتی ہے اس کو ممیَّز اور اسم تام کہتے ہیں اور جو چیز ابہام کو دور کرتی ہے اس کو تمیز کہتے ہیں۔

اسم تام ہر وہ اسم ہوتا ہے جو اپنی موجودہ صورت میں کسی کی طرف مضاف نہیں ہوتا اور یہ چھ چیزوں کے ساتھ تام ہوتا ہے۔

(۱) کبھی یہ تام ہوتا ہے تنوین لفظی کے ساتھ، جیسے عندی رطلٌ زیتاً۔(میرے پاس ایک رطل (ایک پیمانہ) تیل ہے)

(۲) کبھی تام ہوتا ہے تنوین مقدرہ کے ساتھ، جیسے عندی احد عشر درھماً۔(میرے پاس گیارہ درہم ہیں)

(۳) کبھی یہ تام ہوتا ہے نون تثنیہ کے ساتھ، جیسے عندی قفیزان بُراً۔میرے پاس دو قفیز گیہوں ہیں)

(۴) کبھی یہ تام ہوتا ہے نون جمع کے ساتھ، جیسے ھل نُنَبّئکم بالاخسرینَ اعمالاً۔(کیا ہم تم کو ان لوگوں کی خبر دیں جو اعمال کے اعتبار سے زیادہ خسارے میں ہیں۔)

(۵) کبھی یہ تام ہوتا ہے مشابہ نون جمع کے ساتھ، جیسے عندی عشرون درھماً۔

عندی عشرون درھماً: اس سے پہلے گزر گیا کہ تمیز ہر وہ نکرہ ہوتا ہے جو ذکر ہو مقدار عددی، کیلی وغیرہ کے بعد، اب یہاں سے مصنفؒ ان کی مثالیں بالترتیب بیان فرمارہے ہیں، مقدار عددی کی مثال عندی عشرون درھماً ،مقدار کیلی کی مثال ،عندی قفیزان بُرًا ۔مقدار وزنی کی مثال، عندی منوانِ سمناً ۔(میرے پاس دو من گیہوں ہیں) مقدار مساحتی کی مثال ،عندی جریبان قطناً ۔(میرے پاس دو جریب روئی ہے) مقدار مقیاسی کی مثال، علی التمرۃ مثلھا زبداً ۔(چوارے پر اس کے مثل مسکہ ہے)۔

وقد یکون عن غیر مقدار: یہاں سے فرماتے ہیں کہ جس طرح تمیز مقدار کے بعد آتا ہے اس طرح کبھی کبھی یہ غیر مقدار

Scanned with CamScanner

کے بعد بھی آتا ہے جیسے ھذا خاتم حدیداً و سوارٌ ذھباً۔ یہ منصوب و مجرور دونوں پڑھنا جائز ہے لیکن اکثر مجرور پڑھا جاتا ہے۔ نصب تو تمیز ہونے کی اعتبار سے اور جر مضاف الیہ ہونے کے اعتبار سے، جیسے ھذا خاتمُ الحدید (یہ لوہے کی انگوٹھی ہے)، ھذا سوارُ الذھب۔ (یہ سونے کے کنگھن ہیں)

وقد یقع بعد الجملۃ: فرماتے ہیں کہ جس طرح تمیز مفرد کے بعد واقع ہوتا ہے اسی طرح کبھی کبھی جملہ کے بعد بھی آتا ہے تاکہ اس جملے کی نسبت میں جو ابہام ہے اس کو دور کرے جیسے طابَ زیدٌ نفساً او علماً او اباً۔ یہاں پر طابَ زیدٌ جملے میں ابہام تھا تو اس کے بعد نفساً وغیرہ لانے سے اس کی نسبت سے ابہام دور ہو گیا۔ اس طرح کہ جب کہاں کہ طاب زید یعنی زید اچھا ہے اس میں ابہام ہے کہ کس اعتبار سے اچھا ہے تو نفساً وغیرہ نے اس ابہام کو دور کیا کہ نفس کے اعتبار سے یا علم کے اعتبار سے یا باپ کے اعتبار سے اچھا ہے۔

فَصْلٌ اَلْمُسْتَثْنٰی لَفْظٌ یُذْکَرُ بَعْدَ (اِلَّا) وَاَخَوَاتِھَا، لِیُعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُنْسَبُ اِلَیْہِ مَا نُسِبَ اِلٰی مَا قَبْلَھَا، وَھُوَ عَلٰی قِسْمَیْنِ:

۱. مُتَّصِلٌ: وَھُوَ مَا اُخْرِجَ عَنْ مُتَعَدِّدٍ بِـ(اِلَّا) وَاَخَوَاتِھَا، نَحْوُ (جَاءَ نِیْ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا).

۲. وَمُنْقَطِعٌ وَھُوَ الْمَذْکُوْرُ بَعْدَ (اِلَّا) وَاَخَوَاتِھَا غَیْرَ مُخْرَجٍ عَنْ مُتَعَدِّدٍ، لِعَدَمِ دُخُوْلِہٖ فِی الْمُسْتَثْنٰی مِنْہُ نَحْوُ (جَاءَ نِیْ الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا).

ترجمہ:- مستثنیٰ وہ لفظ ہے جو اِلَّا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہوتا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ تحقیق کہ یہ اس کی طرف منسوب نہیں ہے وہ چیز جو اس کے ماقبل کی طرف منسوب ہے۔ اور وہ دو قسم پر ہے متصل اور مستثنیٰ متصل وہ ہے جو متعدد سے نکالا گیا ہو اِلَّا اور اس کے اخوات کے ذریعے جیسے جاء نی القوم الا زید اور دوسری قسم منقطع ہے اور منقطع وہ ہے جو مذکور ہو اِلَّا اور اس کے اخوات کے بعد اس حال میں کہ متعدد سے نہ نکالا گیا ہو اس کے مستثنیٰ منہ میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے جیسے جاء نی القومُ الا حِمَاراً۔

تشریح:- اس فصل میں مستثنیٰ کو بیان فرما رہے ہیں۔

مستثنیٰ ماخوذ ہے ثنیٌ سے، اس کا لغت میں معنی ہوتا ہے نکالنا اور اصطلاح میں مستثنیٰ ہر وہ لفظ ہے جو مذکور ہو اِلَّا اور اس کے ہم شکلوں کے بعد تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ جو حکم مستثنیٰ منہ کی طرف منسوب ہے وہ مستثنیٰ کی طرف منسوب نہیں، جیسے

Scanned with CamScanner

جاء نی القوم الا زیداً۔ اس مثال میں القوم مستثنیٰ منہ ہے الا حرف استثنیٰ ہے اور زیداً مستثنیٰ ہے تو اس میں مجیء کا حکم قوم کی طرف منسوب ہے مگر زید کی طرف منسوب نہیں ہے۔

الاّ کے اخوات: غیرَ، سِوا، سَواء، حاشا، خلا، ماعدا، ماخلا، لیس، لایکون وغیرہ۔

وھو علیٰ قسمین الخ: پھر مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں متصل اور منقطع۔

متصل وہ ہوتا ہے جو نکالا گیا ہو متعدد (یعنی مستثنیٰ) سے الاّ اور اس کے اخوات کے ذریعے کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل تھا، جیسے جاء نی القومُ الاّ زیداً۔

اور منقطع وہ ہوتا ہے جو مذکور ہو الاّ و اخوات کے بعد اور متعدد (مستثنیٰ) سے نہیں نکالا گیا ہو کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں جیسے جاء نی القومَ الا حماراً۔

پھر مستثنیٰ منہ کے اعتبار سے مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں، مفرّغ اور غیر مفرّغ۔ مفرّغ وہ ہوتا ہے جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو جیسے ماجاء نی الاّ زیداً۔ اور غیر مفرّغ وہ ہوتا ہے جس کا مستثنیٰ منہ مذکور ہو جیسے ماجاء نی القومُ الاّ زیداً۔

جس کلام میں مستثنیٰ مذکور ہو اس کی دو قسمیں ہیں۔ موجب اور غیر موجب

موجب وہ ہوتا ہے جس میں نفی، نہی اور استفہام نہ ہو۔ اور غیر موجب وہ ہوتا ہے جس میں حرف نفی، نہی اور استفہام ہو۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اِعْرَابَ الْمُسْتَثْنٰی عَلٰی اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ

۱۔ فَاِنْ كَانَ مُتَّصِلاً وَقَعَ بَعْدَ (اِلَّا) فِی كَلَامٍ مُوْجَبٍ، اَوْ مُنْقَطِعًا، كَمَامَرَّ، اَوْ مُقَدَّمًا عَلَی الْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ، نَحْوُ (مَاجَاءَ نِیْ اِلَّا زَيْدًا اَحَدٌ) اَوْ كَانَ بَعْدَ (خَلَا) وَ (عَدَا) عِنْدَ الْاَكْثَرِ، اَوْ بَعْدَ (مَا خَلَا) وَ مَا عَدَا وَ، لَيْسَ وَلَا يَكُوْنُ، نَحْوُ جَاءَ نِی الْقَوْمُ خَلَا زَيْدًا الخ. كَانَ مَنْصُوْبًا.

۲۔ وَاِنْ كَانَ بَعْدَ اِلَّا فِی كَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ. وَهُوَ كُلُّ كَلَامٍ يَكُوْنُ فِيْهِ نَفْیٌ اَوْ نَهْیٌ اَوْ اِسْتِفْهَامٌ. وَالْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ مَذْكُوْرٌ، يَجُوْزُ فِيْهِ الْوَجْهَانِ: اَلنَّصْبُ وَالْبَدَلُ عَمَّا قَبْلَهَا، نَحْوُ مَاجَاءَ نِیْ اَحَدٌ اِلَّا زَيْدًا، وَاِلَّا زَيْدٌ.

ترجمہ:- جان لیں کہ مستثنیٰ کا اعراب چار قسم پر ہے، اگر وہ مستثنیٰ متصل الاّ کے بعد کلام موجب میں یا منقطع واقع ہو جیسے گزر چکا

Scanned with CamScanner

ہے یا مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو جیسے ماجاء نی الا زیداً احد یا خلا اور عدا کے بعد واقع ہوا کثر کے ہاں (منصوب ہوگا)
اور ما خلا اور ماعدا اور لیس اور لا یکون کے بعد جیسے جاء نی القوم خلا زیداً الخ تو ہوگا منصوب۔ اور اگر مستثنیٰ الا کے بعد
کلام غیر موجب میں ہو (اور وہ ہر وہ کلام ہے کہ ہو اس میں نفی نہی استفہام) اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں
ایک ان میں سے نصب اور دوسری صورت یہ ہے الا کے ماقبل سے بدل ہو جیسے ماجاء نی احدٌ الا زیداً و الا زیدٌ۔

تشریح:- یہاں سے فرماتے ہیں کہ مستثنیٰ کا اعراب چار قسم پر ہیں۔

ان میں پہلی قسم یہ ہے کہ مستثنیٰ منصوب ہوگا پھر اس کی پانچ صورتیں ہیں۔

فان کان متصلاً الخ: پہلی صورت یہ ہے کہ جب مستثنیٰ متصل کلام موجب میں الاّ کے بعد واقع ہو تو اس صورت میں مستثنیٰ منصوب ہوگا، جیسے جاء نی القوم الاّ زیداً۔

او منقطعاً الخ: دوسری صورت یہ ہے کہ جب مستثنیٰ منقطع الاّ کے بعد واقع ہو چاہے کلام موجب میں ہو یا غیر موجب میں ہو جیسے جاء نی القوم الاّ حماراً و ماجاء نی القوم الاّ حماراً۔

او مقدماً الخ: تیسری صورت یہ ہے کہ جب مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو تو مستثنیٰ منصوب ہوگا جیسے ماجاء نی الازیداً احدٌ۔

ان تین صورتوں میں مستثنیٰ کی منصوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مفعول بہ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے فضلہ ہونے میں یعنی جس طرح مفعول بہ فضلہ ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی فضلہ ہوتا ہے اور جس طرح مفعول منصوب ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی منصوب ہوتا ہے۔

او کان بعدَ خلاَ و عدا الخ: جب مستثنیٰ خلا اور عدا کے بعد واقع ہو تو اکثر نحاۃ کے نزدیک منصوب ہوگا اور بعض کے نزدیک مجرور ہوگا، جو حضرات کہتے ہیں کہ یہ منصوب ہے وہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ خلا و عدا دونوں فعل ہیں ان کے اندر ھو ضمیر فاعل ہے اور مستثنیٰ مفعول بہ ہے اس لئے منصوب ہے اس صورت میں پورا جملہ ماقبل کے لئے حال بنے گا۔ اور جو حضرات کہتے ہیں کہ یہ مجرور ہوگا وہ فرماتے ہیں کہ خلا و عدا حروف جارہ میں سے ہیں اور یہ اسم کو جر دیتے ہیں لہذا مجرور ہوگا اور اس صورت میں پورا جملہ ماقبل کے لئے متعلق بنے گا۔

او بعد ماخلا و ماعدا و لیسَ و لایکون الخ: جب مستثنیٰ ماخلا، ماعدا، لیس اور لا یکون کے بعد واقع ہو تو اس صورت میں منصوب ہوگا۔ ماخلا اور ماعدا کے بعد تو اس لئے منصوب ہو کہ اس میں جو "ما" ہے یہ مصدریہ ہے اور ما مصدریہ فعل پر داخل

Scanned with CamScanner

ہوتی ہے تو خلاَ وعــــدا دونوں فعل ہوں گے ان کے اندر ضمیر فاعل ہوگی اور اس کے بعد چونکہ مستثنیٰ ہے تو وہ مفعول بہ کی وجہ سے منصوب ہوگا اور اس صورت میں یہ ماقبل کے لئے مفعول فیہ بنے گا اور اس کا مضاف محذوف ہوگا تو عبارت کا معنی یہ ہوگا جاء نی القومُ وَقْتَ خُلُوِّهِمْ عن زَيْدٍ وَعدُوِّهِمْ عَنْ زَيْدٍ۔

لیــس ولا یکون کے بعد مستثنیٰ اس لئے منصوب ہوگا کہ یہ دونوں افعال ناقصہ میں سے ہیں اور مستثنیٰ اس کے لئے خبر بنتا ہے اور افعال ناقصہ کی خبر منصوب ہوتی ہے، لہذا مستثنیٰ منصوب ہوگا، اور اس صورت میں ماقبل کے لئے حال بنے گا۔

وان کـانَ بـعدَ الاَّ فی : مستثنیٰ کے اعراب کی دوسری قسم یہاں سے بیان فرمارہے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں نصب پڑھنا بھی جائز ہے اور ماقبل سے بدل البعض بنانا بھی جائز ہے، جیسے جـاء نی احدٌ الاَّ زیـداً اوزیـدٌ۔ منصوب تو اس لئے کہ یہ مفعول بہ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے فضلہ ہونے میں، اور مرفوع اس لئے پڑھ سکتے ہیں کہ مبدیٰ منہ اور بدل کا اعراب ایک ہوتا ہے۔ لیکن ان دونوں صورتوں میں بدل پڑھنا افضل ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ مفعول بہ کلام میں فضلہ ہوتا ہے اور بدل مقصود ہوتا ہے اور مقصود فضلہ سے افضل ہے۔

وَاِنْ كَـانَ مُـفَرَّغًا بِاَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ (اِلاَّ) فِي كَلَامٍ غَيْرِمُوْجَبٍ وَالْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ غَيْرُ مَذْكُوْرٍ، كَانَ اِعْرَابُهُ بِحَسَبِ الْعَوَامِلِ،تَقُوْلُ(مَاجَـاءَ نِيْ اِلَّازَيْدٌ، وَمَا رَأيتُ اِلَّا زَيْدًا) وَ(مَامَرَرْتُ اِلَّابِزَيْدٍ).

۴ . وَاِنْ كَـانَ بَـعْدَ (غَيْرَ وَسِوٰى وَسَواءَ وحَاشَا)عِنْدَ الْاَكْثَرِ كَانَ مَجْرُوْرًا،نَحْوُ(جَاءَ نِی الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ وَسِوٰى زَيْدٍ وَسِوَاءَ زَيْدٍ وَحَاشَا زَيْدٍ).

ترجمہ:-اور اگر مستثنیٰ مفرغ ہو اس طور پر کہ الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو اس کا اعراب بحسب العوامل ہوگا تو کہے گا مَـاجَــاءَ نِیْ اِلَّازَیْدٌ، وَمَا رَاَيتُ اِلَّا زَيْدًا ،مَامَرَرْتُ اِلَّابِزَيْدٍ۔ اور اگر مستثنیٰ غیر سوی وغیرہ کے بعد ہو تو مجرور ہوگا جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ وَسِوٰى زَيْدٍ وَسِوَاءَ زَيْدٍ وَحَاشَا زَيْدٍ۔

تشــریح:-مستثنیٰ کے اعراب کی تیسری قسم یہ ہے کہ جب مستثنیٰ مفرغ الاَّ کے بعد کلام غیــر مـوجَب میں واقع ہو تو اس صورت میں مستثنیٰ کا اعراب اپنے عامل کے مطابق ہوگا، یعنی اگر عامل رافع ہو تو مستثنیٰ مرفوع ہوگا جیسے مـاجـاءَ نـیْ اِلَّا زَیْدٌ اور ناصب ہو تو مستثنیٰ منصوب ہوگا جیسے مَارَاٰیتُ اِلَّا زَیْدًا، اور اسی طرح مجرور بھی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مثال میں مستثنیٰ قائم مقام ہے مستثنیٰ منہ کے اور جو حکم اصل کا ہوتا ہے وہ اس کے قائم مقام کا

Scanned with CamScanner

بھی ہوتا ہے اور مستثنیٰ منہ بھی چونکہ حالت رفعی میں مرفوع حالت نصبی میں منصوب اور حالت جری میں مجرور ہوتا ہے تو مستثنیٰ بھی اسی طرح اپنے عامل کے مطابق ہوگا۔

وان کانَ بعد غیرَ و الخ: مستثنیٰ کے اعراب کی چوتھی قسم یہ ہے کہ جب مستثنیٰ غیرَ ،سِوی،سوآءَ اور حاشاَ کے بعد ہوتو مجرور ہوگا۔ پھر حاشا میں اختلاف ہے لیکن پہلے تینوں کے بعد اس لئے مجرور ہوگا کہ یہ تینوں مابعد کی طرف مضاف ہوتے ہیں تو یہ مضاف ہوں گے اور مابعد اس کے لئے مضاف الیہ ہوگا، چونکہ مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے لہذا مستثنیٰ بھی مجرور ہوگا۔ جب مستثنیٰ حاشا کے بعد واقع ہوتو اکثر فرماتے ہیں کہ یہ مجرور ہوگا اور بعض فرماتے ہیں کہ یہ منصوب ہوگا، جو فرماتے ہیں کہ یہ مجرور ہوگا تو وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ حاشا حروف جارہ میں سے ہے اور یہ اسم کو جر دیتا ہے، اور جو کہتے ہیں کہ مستثنیٰ منصوب ہوگا وہ فرماتے ہیں کہ حاشا فعل ہے اس کے اندر ضمیر فاعل ہے اور مستثنیٰ مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے جیسے جاءَ نِی الْقَوْمُ حَاشَا زَیْدٍ وَعَدَا زَیْدٍ،وَسِوَیٰ زَیْدٍ،وَسَوآءَ زَیْدٍ۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اِعْرَابَ (غَیْرَ) کَاِعْرَابِ الْمُسْتَثْنٰی بِ(اِلَّا) تَقُوْلُ(جَاءَ نِیْ الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ وَغَیْرَ حِمَارٍ، وَمَاجَاءَ نِیْ غَیْرَ زَیْدٍ الْقَوْمُ ،وَمَاجَاءَ نِیْ اَحَدٌ غَیْرُ زَیْدٍ وَغَیْرَ زَیْدٍ،وَمَا جَاءَ نِیْ غَیْرُ زَیْدٍ ،وَمَارَأَیْتُ غَیْرَ زَیْدٍ .وَمَامَرَرْتُ بِغَیْرِزَیْدٍ ،وَاعْلَمْ اَنَّ لَفْظَۃَ (غَیْرٍ)مَوْضُوْعَۃٌ لِلصِّفَۃِ،وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلْاِسْتِثْنَاءِ کَمَااَنَّ لَفْظَۃَ (اِلَّا)مَوْضُوْعَۃٌ لِلْاِسْتِثْنَاءِ ، وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلصِّفَۃِ ،کَمَا فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی (لَوْ کَانَ فِیْہِمَا اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَ تَا)اَیْ غَیْرُ اللّٰہِ.وَ کَذٰلِکَ قَوْلُکَ(لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ)

ترجمہ:- اور جان لو کہ غیر کا اعراب، مستثنیٰ کے اعراب کی طرح ہے تو کہے گا تو جاء نی القوم غیر زیدالخ ۔اور جان لو کہ لفظ غیر کو صفت کیلئے وضع کیا گیا ہے اور کبھی کبھی استثناء کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ لفظ الا کو استثناء کیلئے وضع کیا گیا ہے اور کبھی کبھی صفت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول،لَو کَانَ فِیہِمَا اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَ تَا میں، اسی طرح آپ کا یہ کہنا لا الہ الا اللہ۔

تشریح:- یہاں سے مصنفؒ غیر کے ساتھ استثناء کا حکم بیان فرمارہے ہیں۔

اعتراض: کلمات استثنائیہ تو بہت ہیں لیکن مصنفؒ دوسروں کو چھوڑ کر صرف غیر کا اعراب کیوں بیان فرمارہے ہیں۔؟

جواب: دوسرے کلمات کا اعراب بیان نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ الاَّ حرف ہے اور مبنی ہے یہ اعراب کو قبول نہیں کرتا اور عدا

Scanned with CamScanner

حاشا، ماخلا، ماعدا اور لیس یہ سب ماضی ہیں اور ماضی مبنی ہوتی ہے اس پر اعراب نہیں آتا۔ اور لایکونُ فعل مضارع ہے جب اس پر عامل ناصب یا جارہ داخل ہو تو اس پر اعراب نہیں آتا لہٰذا ان کا اعراب بیان نہیں کیا۔

غیرَ کا اعراب: غیرَ کا اعراب اس مستثنیٰ کی طرح ہے جو الّا کے بعد ہو تو گویا غیر نے الّا کے مستثنیٰ کو جر دیا اور اس کی نصب کو اپنے لئے قبول کیا ان کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

مستثنیٰ متصل کی مثال، جاء نی القوم غیرَ زیدٍ۔ مستثنیٰ منقطع کی مثال، جاء نی القوم غیرَ حمارٍ۔ جب مستثنیٰ مقدم ہو اس کی مثال، ماجاء نی غیر زیدٍ القومُ۔ جب مستثنیٰ میں نصب اور بدل دونوں جائز ہو اس کی مثال، ماجاء نی غیرزیدٍ وغیرَ زیدٍ۔ جب مستثنیٰ کا اعراب اپنے عامل کے مطابق ہو اس کی مثال، ماجاء نی احد غیرُ زیدٍ و ما رأیتُ غیرَ زیدٍ و مامررت بغیر زیدٍ۔

واعلمْ اَنَّ لفظةَ غیر موضوعة :- یہ عبارت مصنفؒ نے ایک شبہ کی ازالہ کے لئے ذکر کیا ہے اس سے پہلے گزر گیا کہ غیرَ کا اعراب الّا کے بعد والے مستثنیٰ کی طرح ہوگا تو اس سے یہ شبہ پیدا ہو رہا تھا کہ کیا غیر مستثنیٰ کے لئے وضع کیا گیا ہے؟ تو اس عبارت میں مصنفؒ نے اس شبہ کا ازالہ کیا کہ لفظِ غیرَ صفت کے لئے وضع کیا گیا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ غیرَ ایسی ذات مبہمہ پر دلالت کرتا ہے جو موصوف ہو وصف مغایرت کے ساتھ، پھر یہ مغایرت ذات سے ہوگی یا صفت سے، جب ذات سے ہو اس کی مثال جیسے جاء نی رجلٌ غیرُ زیدٍ۔ اور جب مغایرت ہو صفت سے اس کی مثال جیسے دخلْتُ بوجهٍ غیرِ وجهِ الذی دخلتُ۔

کبھی کبھی یہ غیر مستثنیٰ کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ الّا وضع کیا گیا ہے مستثنیٰ کے لئے لیکن کبھی کبھی صفت کے لئے بھی آتا ہے اس کی پہلی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، لَو کانَ فیهِما الِهةٌ الّا الله لفَسَدَتا ، اس مثال میں الّا غیر صفتی کے معنی میں ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر الّا استثنائیہ لیں تو پھر الهةٌ جمع نکرہ سے استثناء ہوگا اور یہ جائز نہیں، دوسری مثال جیسے لاالٰہ الّا اللہ، اس میں الّا غیر صفتی کے معنی میں ہے وجہ یہ ہے کہ اگر ہم الّا استثناء کے معنی میں لے لیں تو یا مستثنیٰ متصل ہوگا یا منقطع ہوگا، جب مستثنیٰ متصل ہو تو اس کا معنی ہوگا نہیں کوئی معبود برحق مگر اللہ، تو اس سے معلوم ہو جائے گا کہ معبود باطلہ ہیں اور یہ توحید کے خلاف ہے اور اگر مستثنیٰ منقطع ہو تو اس کا معنی ہوگا نہیں ہے کوئی معبود باطلہ مگر اللہ تعالیٰ، تو اس سے معلوم ہو جائے گا کہ معبودانِ برحق ہیں اور یہ بھی توحید کے خلاف ہے اور اس کا صحیح معنی یہ ہوگا نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔

Scanned with CamScanner

فَصْلٌ خَبَرُ (كَانَ) وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا، نَحْوُ (كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا). وَحُكْمُهُ كَحُكْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاِ، اِلَّا اَنَّهُ يَجُوْزُ تَقْدِيْمُهُ عَلٰى اَسْمَائِهَا مَعَ كَوْنِهٖ مَعْرِفَةً، بِخِلَافِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاِ نَحْوُ (كَانَ الْقَائِمَ زَيْدٌ).

ترجمہ:۔فصل کان اوراس کے مشابہات کی خبر کے بیان میں، وہ ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا اوراس کا حکم مبتداء کے خبر کے حکم کی طرح ہے مگر یہ کہ اس کو ان کے اسماء پر باوجود اس کے معرفہ ہونے کے مقدم کرنا جائز ہے بخلاف مبتداء کی خبر کے جیسے كان القائم زيدٌ۔

تشریح:۔نویں فصل اس میں افعال ناقصہ کی خبر کی بحث ہے۔

اس میں دو باتیں ہیں اس کی تعریف اوراس کی خبر کا حکم:

اس کی خبر کی تعریف یہ ہے کہ افعال ناقصہ کی خبر مسند الیہ ہوگی ان میں سے ایک کے داخل ہونے کے بعد جیسے ،كان زيدٌ قائماً۔

ان کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر کی طرح ہے فرق صرف اتنا ہے کہ جب مبتداء اور خبر دونوں معرفہ ہو تو اس صورت میں خبر مبتداء پر مقدم کرنا جائز نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ پھر اس کا التباس موصوف صفت کے ساتھ آتا ہے اور یہاں اگر خبر معرفہ بھی ہو تو پھر بھی خبر اس کے اسم سے مقدم ہو سکتی ہے جیسے كان القائمَ زيدٌ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں التباس کا خدشہ نہیں کیونکہ اس کا اسم مرفوع اور خبر منصوب ہوتی ہے۔

فَصْلٌ اِسْمُ (اِنَّ) وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ (اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ).

ترجمہ:۔انَّ اوراس کے مشابہات کا اسم، وہ ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو جیسے اِنَّ زيداً قائمٌ۔

فصلٌ اسم انَّ واخواتها: یہاں سے مصنفؒ دسویں منصوب حروف مشبہ بالفعل کا اسم بیان کرتے ہیں کیونکہ یہ بھی منصوب ہوتا ہے جیسے انَّ زيداً قائمٌ اس کی تعریف یوں ہے کہ حروف مشبہ بالفعل کا اسم مسند الیہ ہوگا ان کے داخل ہونے کے بعد، جیسے اِنَّ زيداً قائمٌ۔اس کی باقی تفصیل مرفوعات میں گزر چکی ہے۔

فَصْلٌ، اَلْمَنْصُوْبُ بِ (لَا) اَلَّتِىْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ: هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا، يَلِيْهَا نَكِرَةً مُضَافَةً، نَحْوُ (لَا غُلَامَ رَجُلٍ فِى الدَّارِ) اَوْ مُشَابِهًا لَهَا نَحْوُ (لَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا فِى الْكِيْسِ .فَاِنْ

Scanned with CamScanner

كَانَ بَعْدَ (لَا) نَكِرَةً مُفْرَدَةً،تُبْنٰى عَلَى الْفَتْحِ،نَحْوُ(لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ،وَاِنْ كَانَ مَعْرِفَةً اَوْنَكِرَةً مَفْصُوْلًا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ (لَا)،كَانَ مَرْفُوْعًا ،وَيَجِبُ تَكْرِيْرُ (لَا) مَعَ اِسْمٍ آخَرَ،تَقُوْلُ: (لَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو)،وَ(لَا فِيْهَا رَجُلٌ وَّلَا امْرَأَةٌ).

ترجمہ:۔فصل منصوب بلاالتی لنفی الجنس وہ ہے جواس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہواس حال میں کہ متصل ہواس کے ساتھ ایسا نکرہ جومضاف ہوجیسے لاغُلَامَ رَجُلٍ فِي الدَّارِ یاشبہ مضاف ہوجیسے لاعشرین درهماً في الكيس ۔پس اگر لا کے بعد نکرہ مفردہو تو مبنی برفتحہ ہوگا جیسے لارجلَ في الدار اوراگر معرفہ ہو یاایسا نکرہ ہو کہ اس اسم اورلا کے درمیان فصل ہو تو مرفوع ہوگااوردوسرے اسم کے ساتھ لاکاتکرار واجب ہوگا،تو کہے گا لازَيْدٌ فِي الدَّار وَلاعَمْرًا اوروَلا فِيْهَا رَجُلٌ وَلاامْرَأَةٌ۔

تشریح:۔یہ گیارہویں فصل ہے اس میں وہ اسم بیان کرتے ہیں جولائے نفی جنس کی وجہ سے منصوب ہو۔

اعتراض:مصنفؒ نے المنصوب کہااس کی جگہ اسم کیوں نہیں کہا۔؟

جواب:اسم اس لئے نہیں کہا کہ لائے نفی جنس کااسم کبھی مرفوع،کبھی منصوب اورکبھی مبنی برفتحہ ہوتا ہے تواگراسم کہتے تو پھر یہ سب کوشامل ہوتا حالانکہ یہاں ہمارامقصود صرف اسم منصوب کو بیان کرنا ہے۔

تعریف:لائے نفی جنس کااسم اس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوگا،اور یہ اسم ''لا''کومتصل ہوگا،نکرہ ہوگا،مضاف ہوگا جیسے لاغلامَ رجُلٍ في الدار،اوریامشابہہ بالمضاف ہوگا جیسے لاعِشْرِيْنَ دِرْهَماً فِي الكِيْسِ۔

جنس وفصل:هو معرّف ہے مسند الیہ جنس ہے اس میں تمام مسند الیہ داخل ہیں،بعددخولھا یہ پہلی فصل ہے اس سے دوسرے تمام مسند الیہ نکل گئے۔يَلِيْهَادوسری فصل ہے اس سے لافِيْهَا رَجُلٌ ولاامرأةٌ نکل گیا،نَكِرَةً یہ تیسری فصل ہے اس سے لازَيْدٌ فِي الدَّار وَلاعَمْرٌو نکل گیا۔مضافةً یہ چوتھی فصل ہے اوراس سے لَارَجُلَ فِي الدَّارِ نکل گیا۔

فَاِنْ كَانَ بَعْدَ لا نَكِرَةً مُفْرَدَة :یہاں سے فرماتے ہیں کہ اگر لا کے بعد نکرہ مفردہ ہو تو مبنی برفتحہ ہوگا نکرہ مفردہ کا مطلب یہ ہے کہ مضاف اورمشابہہ بالمضاف نہ ہو چاہے مفرد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو۔مفرد کی صورت میں مبنی برفتحہ ہوگا تثنیہ اورجمع کی صورت میں مبنی علی الیاء ہوگا،مبنی تو اس لئے ہوگا کہ یہ نکرہ متضمن ہے مِنْ استغراقیہ کو اورمِن حروف میں سے ہے اورحروف مبنی ہیں لہٰذا یہ بھی مبنی ہوگا اورمبنی برفتحہ اس لئے ہوگا کہ فتحہ خفیف ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

وَاِنْ کَانَ مَعْرِفَةً: یہاں سے ماتن ایک ضابطہ بیان فرماتے ہیں اگر لانفی جنس کا اسم معرفہ ہو اور بلا فصل واقع ہو یا نکرہ ہو لیکن لا اور اس اسم کے درمیان فاصلہ ہو تو اس صورت میں اس کا اسم مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا اور لا کا تکرار دوسرے اسم کے ساتھ ضروری ہوگا جیسے لا زیدٌ فی الدار ولا عمرٌو، لاملغیٰ عن العمل ہوگا وجہ اس کی یہ ہے کہ لاعموم کی نفی کے لئے آتا ہے اور یہاں اسم معرفہ ہے اور اس میں خصوص ہوتا ہے تو اس کا اثر معرفہ میں ممتنع ہے۔ اور لا کا تکرار اس لئے لازم ہے تا کہ دوسرے لا کی وجہ سے پہلے لا کی تاکید ہو جائے۔ اور لاملغیٰ عن العمل اس لئے ہوگا کہ لاعامل ضعیف ہے اس لئے فصل کی صورت میں عمل نہیں سکتا۔ اور اسم اس لئے لایا جائے گا تا کہ جواب سوال کے مطابق ہو کیونکہ سوال یہ تھا کہ

ھل زیدٌ فی الدار ام عمروٌ، تو جواب ملا کہ لَازَیْدٌ فِی الدَّارِ وَلَاعَمْرٌو۔

اَوْ نَکِرَةً: جب لا کا اسم نکرہ ہو تو اس صورت میں بھی مرفوع ہوگا لاملغیٰ عن العمل ہوگا اور لا کا تکرار لازمی ہے دوسرے اسم کے ساتھ، اسم تو مبتدا کی وجہ سے مرفوع ہوگا اور لاملغیٰ عن العمل اس لئے ہے کہ لاعمل کرنے میں کمزور ہے تو جب لا اور اسم کی مابین فاصلہ نہ ہو تو یہ عمل کر سکتا ہے اور اگر فاصلہ ہو تو عمل نہیں کر سکتا اور لا کا تکرار اس لئے لازم ہے تا کہ دوسرے لا کی وجہ سے پہلے کی تاکید ہو جائے اور اسم کا تکرار اس لئے لازم ہے تا کہ جواب سوال کے مطابق ہو سوال یہ تھا کہ ھَلْ فِی الدَّارِ رَجُلٌ اَمْ اِمْرَاَةٌ تو جواب ملا کہ لَافِیْهَا رَجُلٌ وَلَااِمْرَاَةٌ۔

وَیَجُوْزُ فِی مِثْلِ (لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ) خَمْسَةُ اَوْجُهٍ:

۱. فَتْحُهُمَا ۲.. وَرَفْعُهُمَا ۳. وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَنَصْبُ الثَّانِی ۴. وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَرَفْعُ الثَّانِی.

۵ وَرَفْعُ الْاَوَّلِ وَفَتْحُ الثَّانِی وَقَدْ یُحْذَفُ اِسْمُ (لا) لِقَرِیْنَةٍ، نَحْوُ (عَلَیْکَ) اَیْ لَا بَاْسَ عَلَیْکَ

ترجمہ:- اور لاحول ولاقوۃ الاباللہ جیسی مثال میں پانچ وجہیں جائز ہیں، دونوں کا فتحہ اور دونوں کا رفع اور اول کا فتحہ اور ثانی کا نصب اور اول کا فتحہ اور ثانی کا رفع اور اول کا رفع اور ثانی کا فتحہ۔ اور کبھی کبھی لا کا اسم کسی قرینہ کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے جیسے لاعلیک یعنی لاباْسَ عَلَیکَ۔

تشریح :- فرماتے ہیں کہ لاحولَ ولاقوۃ جیسی ترکیب میں پانچ وجہیں پڑھنی جائز ہیں۔ اور لاحولَ ولاقوۃ جیسی ترکیب سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جس میں لا مکرر مذکور ہو اور اس کا اسم نکرہ مفرد ہو۔

پانچ وجہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

Scanned with CamScanner

(۱)دونوں اسم مبنی بر فتح ہوں جیسے لاحولَ و لاقوةَ الا باللہ ۔وجہ اس کی یہ ہے کہ دونوں جگہ لائے نفی جنس ہے اور لائے نفی جنس کا اسم مبنی بر فتحہ ہوتا ہے۔

(۲)دونوں کا رفع جیسے لاحولٌ ولاقوةٌ الا باللہ۔وجہ اس کی یہ ہے کہ دونوں جگہ لامشبہ بلیس ہے اور اس کا اسم مرفوع ہوتا ہے۔

(۳)پہلے کا فتحہ اور دوسرے کا نصب جیسے لاحولَ ولاقوةً الا باللہ ۔وجہ اس کی یہ ہے کہ پہلی جگہ لائے نفی جنس ہے اور اس کا اسم مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اور دوسری جگہ لا زائدہ ہے اور قوةً کا عطف حَوْلَ کے محل پر ہے اور حولَ محل کے اعتبار سے منصوب ہے۔

(۴)پہلے کا فتحہ اور دوسرے کا رفع جیسے لاحولَ ولاقوةٌ الا باللہ ۔وجہ اس کی یہ ہے کہ پہلی جگہ لائے نفی جنس ہے اور اس کا اسم مبنی پر فتحہ ہوتا ہے اور دوسری جگہ لامشبہ بلیس ہے اور اس کا اسم مرفوع ہوتا ہے۔

(۵)پہلے کا رفع اور دوسرے کا فتحہ جیسے لاحولٌ ولاقوةَ الا باللہ ۔وجہ اس کی ہے کہ پہلی جگہ لامشبہ بلیس کا ہے اور اس اسم مرفوع ہوتا ہے اور دوسری جگہ لائے نفی جنس کا ہے اور اس کا اسم مبنی بر فتحہ ہوتا ہے۔

نوٹ: پہلی دو صورتوں میں اور چوتھی صورت میں جب دونوں کے لئے الگ الگ خبر نکالیں گے تو پھر جملے کا جملے پر عطف آئے گا اور اگر دونوں کے لئے ایک خبر نکالیں تو پھر مفرد کا مفرد پر عطف آئے گا، الگ الگ خبر کی مثال جیسے لاحولَ عنِ المعصیۃِ ثابتٌ باحدٍ الا باللہ ولاقُوَّة علی الطَّاعۃ ثابتٌ باحدٍ الاَّ باللہ ۔ایک خبر کی مثال جیسے لاحولَ ولا قوّۃ ثابتان باحدٍ الاَّ باللہ ۔اور پانچویں صورت میں دونوں کے لئے الگ الگ خبر نکالیں گے ایک خبر نہیں نکال سکتے ،ایک خبر اس لئے نہیں نکال سکتے کہ پہلے لا کا اسم منصوب ہے اور دوسرے لا کا اسم مرفوع ہے تو اگر ان کے کے لئے ایک خبر لائے تو پھر یہ بات لازم آئے گی کہ ایک خبر منصوب بھی ہو اور مرفوع بھی ہو اور یہ جائز نہیں لہٰذا ہم اس کے لئے الگ الگ خبر لائیں گے جیسے لاحولٌ عنِ المعصیۃِ ثابتاً باحدٍ الاَّ باللہ ولاقوَّةَ علی الطاعۃِ ثابتٌ باحدٍ الاَّ باللہ ۔اور تیسری صورت میں ایک خبر نکالیں گے کیوں کہ اس مفرد کا عطف مفرد پر متعین کوئی دوسرا احتمال نہیں۔

ایک شبہ: چوتھے نمبر میں یہ شبہ پیدا ہو رہا تھا کہ یہ تو پانچویں کا بالکل عکس ہے اور پانچویں میں ہم ایک خبر نہیں نکال سکتے اور چوتھی صورت کے لئے نکالی تو اس کی کیا وجہ ہے؟

تو اس کی وجہ یہ ہے کہ چوتھی قسم میں پہلی جگہ لائے نفی جنس ہے اور دوسری جگہ لا زائدہ ہے اور قوةٌ کا عطف حَوْلَ کے محل پر ہے اور حولَ محل کے اعتبار سے مرفوع ہے مبتدا کی وجہ سے لہٰذا چوتھی قسم کا قیاس پانچویں پر نہیں کیا جا سکتا۔

Scanned with CamScanner

وقد یُحذف اسم لا لقرینۃٍ :کبھی کبھی لا کا اسم حذف کیا جاتا ہے جب اس پر قرینہ موجود ہو جیسے لاعلیک، اصل میں تھا لا باس علیک ،اس پر قرینہ یہ ہے کہ حرف حرف پر داخل نہیں ہوتا اور یہاں داخل ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا اسم محذوف ہے اور وہ بأس ہے۔

فَصْلٌ خَبَرُ مَا وَ لَا اَلْمُشَبَّهَتَيْنِ بِ لَيْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا،نَحو مَازَيْدٌقَائِمًاوَلَا رَجُلٌ حَاضِرًا .وَاِنْ وَقَعَ الْخَبَرُ بَعْدَ اِلَّا،نَحُوُ مَازَيْدٌ الَّا قَائِمٌ اَوْ تَقَدَّمَ الْخَبَرُعَلَى الْاِسْمِ نَحُوُ مَا قَائِمٌ زَيْداً اَوْ زِيْدَتْ (اِن) بَعْدَ مَا نَحُوُ(مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ) بَطَلَ الْعَمَلُ،كَمَارَأَيْتَ فِي اْلاَ مْثِلَةِ.وَهٰذا لُغَةُ اَهْلِ الْحِجَازِ .اَمَا بَنُوْتَمِيْم فَلاَ يُعْمِلُوْنَهُمَا اَصْلاً .قَالَ الشَّاعِرُ عَنْ لِسَانِ بَنِى تَمِيْمٍ:

وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهُ اِنْتَسِبْ
فَاَجَابَ مَا قَتْلُ الْمُحِبِّ عَلٰى الْمُحِبِّ حَرَامٌ

بِرَفْعِ (حَرَامٍ).

ترجمہ:-ماو لا مشبهتین بلیس کی خبر وہ ہے جو مسند ہو ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد جیسے مازیدٌ قائماً ولا رجلٌ حاضراً اور اگر خبر الا کے بعد واقع ہو جائے جیسے مازیدٌ الاَّ قائمٌ یا مقدم ہو جائے خبر اسم پر جیسے ماقائمٌ زیدٌ یا زیادہ کیا جائے انْ ما کے بعد جیسے ماانْ زیدٌ قائمٌ تو اس کا عمل باطل ہو جائے گا جیسا کہ دیکھ لیا تو نے مثالوں میں۔اور یہ لغت ہے اہل حجاز کی لیکن بنوتمیم ان دونوں کو بالکل عمل نہیں دیتے،شاعر نے بنوتمیم کی زبان سے کہا ہے ومھفھف الخ۔

تشریح:-یہ بارہویں فصل ہے اس میں مصنفؒ بارہویں اور آخری منصوب بیان کرتے ہے جو کہ ماولا المشبهتین بلیس کی خبر ہے۔

اس میں تین باتیں ہیں(۱)تعریف(۲)ان کے عمل کے باطل ہونے کی صورتیں(۳)ان کا عمل۔

پہلی بات:تعریف:ماو لا المشبهتین بلیس کی خبر مسند ہو گی ان میں سے ایک کے داخل ہونے کے بعد جیسے مازیدٌ قائمٌ ولا رجلٌ حاضراً۔

جنس و فصل:ھو معرّف ہے،المسند جنس ہے سب مسند کو شامل ہے،بعد دخولھا پہلی فصل ہے اس سے تمام مسند نکل گئے۔

دوسری بات:ان کا عمل تین صورتوں میں باطل ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

پہلی صورت: جب ان کی خبر الاّ کے بعد واقع ہو تو یہ عمل نہیں کرتے جیسے ما زیدٌ الاّ قائمٌ، وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ دونوں لیس کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں نفی میں، اور جب اس کی خبر الاّ کے بعد واقع ہو جائے تو اس میں نفی والا معنی ختم ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے لیس کے ساتھ مشابہت زائل ہو جاتی ہے لہذا جب لیس کے ساتھ مشابہت ختم ہوئی تو پھر یہ عمل نہیں کریں گے۔

دوسری صورت: جب ما کی خبر اسم پر مقدم ہو تو اس صورت میں ما عمل نہیں کرے گا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ما عمل کرنے میں کمزور ہے تو جب اس کے اسم اور خبر میں ترتیب ہو تو عمل کر سکتے ہیں اور اگر ترتیب نہ ہو تو پھر عمل نہیں کر سکتے۔

تیسری صورت: جب ما کے بعد انْ زائدہ آئے تو اس صورت میں بھی عمل نہیں کرے گا جیسے ما ان زیدٌ قائمٌ، وجہ اس کی یہ ہے کہ ما عمل کرنے میں ضعیف ہے تو جب اس کے اسم اور خبر میں فاصلہ نہ ہو تو عمل کرتا ہے ورنہ نہیں کر سکتا۔

تیسری بات: ما عمل کرتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے اہل حجاز اور بنوتمیم حضرات کا۔

اہل حجاز فرماتے ہیں کہ ما عمل کرتا ہے اور بنوتمیم فرماتے ہیں کہ عمل نہیں کرتا، بنوتمیم حضرات کی دو دلائل ہیں ایک عقلی اور دوسری نقلی، عقلی دلیل یہ ہے کہ ایک عامل کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ کسی نوع میں عمل کرتا ہے تو چاہیے کہ وہ اس نوع کے ساتھ خاص ہو حالانکہ ما اسم اور فعل دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ اور نقلی دلیل یہ ہے شاعر کہتا ہے:

ومهفهفٍ كالغُصْنِ قلتُ لَهُ انْتَسِبْ

فَاَجابَ ماقَتْــلُ الْمُــحِبِّ حــرامٌ

محل استشہاد: اس شعر میں حرامٌ، ما کے لئے خبر ہے اور مرفوع ہے لہذا ما نے عمل نہیں کیا۔

ترجمہ: بہت پتلی کمر والے شاخ جیسے میں نے اسے کہا کہ تو نسب بیان کر اس نے کہا کہ محب کو قتل کرنا حرام نہیں۔

ترکیب: واو بمعنی رب، مهفهف صیغہ واحد مذکر اسم مفعول، کاف جارہ، الغصن مفرد منصرف صحیح اس کا مجرور بکسرہ لفظاً، جار مجرور مل کر متعلق ہو صیغہ اس مفعول مهفهف کیلئے، جار مجرور مل کر متعلق ہوا، قلت فعل مؤخر کیلئے، قلت فعل، تُ ضمیر اس کا فاعل مرفوع محلاً فعل با فاعل اور اپنے متعلق سے مل کر قول ہوا، انتسب صیغہ واحد مذکر مخاطب فعل امر حاضر معلوم، انت ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل مرفوع محلاً فعل اپنے فاعل سے مل کر مقولہ ہو، فا عاطفہ، اجاب صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم، ھو ضمیر اس کا فاعل مرفوع محلاً، ما مشبہ بلیس غیر عاملہ بنوتمیم کے ہاں، قتل مضاف مضاف الیہ مل کر مبتداء، حرام اس کی خبر مرفوع بضمہ لفظاً مبتداء خبر مل کر جملہ بتاویل ھذا الترکیب مفعول بہ ہوا، اجاب فعل کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول

بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ معطوفہ ہوا۔

اور اہل حجاز حضرات اپنی دلیل میں قرآن کریم سے استدلال کرتے ہیں ماھذا بشراً اورماھُنَّ امھاتھم۔اور بنوتمیم کو یہ جواب دیتے ہیں کہ پہلی دلیل جو آپ نے پیش کی ہے، اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ جو ما اسم پر داخل ہوتا ہے وہ الگ ہے اور جو فعل پر داخل ہوتا ہے وہ اور ہے۔اور شعر کا جواب یہ ہے کہ یہ شعر آپ کے قبیلے کے ایک آدمی نے کہا ہے کسی دوسرے کا کوئی قول استدلال میں پیش کریں تو قابل قبول ہوسکتا ہے۔

اَلمَقصَدُ الثَّالِثُ فِی الْمَجْرُوْرَات

اَلْاَسْمَاءُ الْمَجْرُوْرَةُ هِيَ الْمُضَافُ اِلَيْهِ فَقَطْ،وَهُوَ كُلُّ اِسْمٍ نُسِبَ اِلَيْهِ شَيْءٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ لَفْظًا،نَحْوُ(مَرَرْتُ بِزَيْدٍ .وَيُعَبَّرُعَنْ هٰذاالتَّرْكِيْبِ فِي الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّهُ جَارٌّ وَمَجْرُوْرٌ. اَوْتَقْدِيْرًا،نَحْوُ(غُلَامُ زَيْدٍ)تَقْدِيْرُهٗ ،غُلَامٌ لِزَيْدٍ. وَيُعَبَّرُ عَنْهُ فِي الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّهٗ مُضَافٌ وَمُضَافٌ اِلَيْهِ.

ترجمہ:-مقصد ثالث مجرورات میں ہے۔

اسمائے مجرورہ فقط مضاف الیہ ہی ہے اور مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی نسبت کی گئی ہو بواسطہ حرف جر کے خواہ حرف جر ملفوظ ہو جیسے مررتُ بزیدٍ اور اس ترکیب کو اصطلاح میں جار مجرور سے تعبیر کیا جاتا ہے یا حرف جر مقدر ہو جیسے غُلامُ زَیْدٍ تقدیر اس کی غُلامٌ لِزَیْدٍ ہے اور تعبیر کیا جاتا ہے اس کو اصطلاح میں بایں طور کہ وہ مضاف مضاف الیہ ہے۔

تشریح:-یہاں سے تیسرا مقصد مجرورات کو بیان فرمارہے ہیں،اسمائے مجرورات صرف مضاف الیہ ہیں۔

وھو کلم اسمٍ نُسِبَ الخ:اس عبارت میں مضاف الیہ کی تعریف بیان فرماتے ہیں۔

مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی نسبت کی گئی ہو حرف جر کے ساتھ، چاہے وہ فعل ہو یا اسم،پھر حرف جر کلمہ میں مذکور ہوگا یا محذوف ہوگا جب مذکور ہو تو اس کو جار مجرور کہتے ہیں جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ۔اور جب محذوف ہو تو اس کو مضاف،مضاف الیہ کہتے ہیں جیسے غلامُ زیدٍ،اصل میں تھا غلامٌ لزیدٍ۔

وَيَجِبُ تَجْرِيْدُ الْمُضَافِ عَنِ التَّنْوِيْنِ اَوْمَايَقُوْمُ مَقَامَهٗ،وَهُوَنُوْنُ التَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ،نَحْوُ(جَاءَ نِيْ غُلَامُ زَيْدٍ،وَغُلَامَا زَيْدٍ ، وَمُسْلِمُوْ مِصْرٍ).

Scanned with CamScanner

ترجمہ:-اور مضاف کو تنوین سے یا اس چیز سے جو تنوین کے قائم مقام ہو خالی کرنا واجب ہے اور وہ نون تثنیہ اور جمع ہیں جیسے جَاءَنِی غُلَامُ زَیْدٍ اور غُلَامَا زَیْدٍ اور مُسْلِمُوْ مِصْرٍ۔

تشریح :-فرماتے ہیں کہ جب کسی کلمے کی اضافت ہو جائے تو اگر مضاف پر نون تنوین ہو یا نون تثنیہ اور نون جمع ہو تو یہ تینوں گر جائیں گے وجہ اس کی یہ ہے کہ تنوین، نون تثنیہ اور نون جمع انفصال کے لئے آتے ہیں اور مضاف، مضاف الیہ میں شدت اتصال ہوتا ہے اور ان دونوں کے درمیان منافات ہے لہذا یہ تینوں اضافت کے وقت گرتے ہیں۔ جَاءَنِیْ غُلَامُ زَیْدٍ ،وَغُلَامَا زَیْدٍ،وَمُسْلِمُوْمِصْرٍ .یہ اصل میں تھے غلامٌ لزید غلامان لزیدٍاور مُسْلِمونَ لِمِصْرٍ.

اَمَّا الْمَعْنَوِیَّةُ فَهِیَ اَنْ یَّكُوْنَ الْمُضَافُ غَیْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ اِلٰی مَعْمُوْلِهَا.وَهِیَ اِمَّا بِمَعْنَی اللَّامِ،نَحْوُ(غُلَامُ زَیْدٍ)اَوْ بِمَعْنَی (مِنْ)نَحْوُ(خَاتَمُ فِضَّةٍ)اَوْبِمَعْنٰی فِی نَحْوُصَلَاةُ اللَّیْلِ.وَفَائِدَةُ هٰذِهِ الْاِضَافَةِ تَعْرِیْفُ الْمُضَافِ اِنْ اُضِیْفَ اِلٰی مَعْرِفَةٍ كَمَا مَرَّ،اَوْتَخْصِیْصُهٗ اِنْ اُضِیْفَ اِلٰی نَكِرَةٍ،كَ (غُلَامُ رَجُلٍ).وَاَمَّا اللَّفْظِیَّةُ فَهِیَ اَنْ یَّكُوْنَ الْمُضَافُ صِفَةً مُضَافَةً اِلٰی مَعْمُوْلِهَا.وَهِیَ فِی تَقْدِیْرِ الْاِنْفِصَالِ نَحْوُ(ضَارِبُ زَیْدٍ) وَ(حَسَنُ الْوَجْهِ).وَفَائِدَتُهَا تَخْفِیْفٌ فِی اللَّفْظِ فَقَطْ.

ترجمہ:-اور جان لو کہ اضافت دو قسم پر ہے معنویہ اور لفظیہ معنویہ وہ ہے مضاف غیر ہو اس صیغہ صفت کا جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو،اور یہ بمعنی لام ہوگی جیسے غلامُ زیدٍیا بمعنی من ہوگی جیسے خاتَم فضّةٍیا بمعنی فی ہوگی جیسے صلوٰة اللیل۔اور اس اضافت کا فائدہ مضاف کو معرفہ بنانا ہے اگر اس کی اضافت کی جائے معرفہ کی طرف جیسے گزر چکا یا اس کو مخصص بنانا ہے اگر اس کی اضافت کی جائے نکرہ کی طرف جیسے غـلامُ رَجُـلٍ۔اور اضافت لفظیہ ہے تو یہ وہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور یہ انفصال کی تقدیر میں ہے جیسے ضـاربُ زیدٍاور حسـنُ الوجهِ ۔اور اس کا فائدہ صرف لفظ میں تخفیف ہے۔

تشریح:-یہاں سے فرماتے ہیں کہ اضافت کی دو قسمیں ہیں اضافت معنوی اور اضافت لفظی۔

اضافت معنوی وہ ہوتا ہے جس میں مضاف ایسا صیغہ صفت کا نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو یعنی اسم جامد ہو اور اپنے غیر معمول کی طرف مضاف ہو جیسے غلامُ زیدٍ ،اور یا صیغہ صفت کا ہو لیکن اپنے عامل کی طرف مضاف نہ ہو جیسے کریمُ البلد ۔یہاں کریم صفت مشبہ ہے لیکن بلد اس کے لئے معمول نہیں ہے،یا اپنے عامل کی طرف مضاف ہو لیکن

Scanned with CamScanner

صیغہ صفت کا نہ ہوگا جیسے ضَرْبُ زیدٍ.

معمول سے مراد فاعل یا مفعول ہے اور صیغہ صفت سے مراد، اسم فاعل، اسم مفعول، اسم تفضیل اور صفت مشبہ ہیں۔

وهي إمّا بمعنى اللام: یہاں سے فرماتے ہیں کہ اضافت معنوی یا لام کے معنی میں ہوگی اور یہ اس وقت جب مضاف الیہ مضاف کے جنس سے بھی نہ ہو اور مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف بھی نہ ہو جیسے غلام زیدٍ، اصل میں تھا غـلامٌ لزیدٍ، اور یا مِن کے معنی میں ہوگا اور یہ اس وقت ہوگا جب مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو جیسے خاتَم فضةٍ ای خاتم من فضةٍ. اور یا فی کے معنی میں ہوگا اور یہ تب ہوگا جب مضاف الیہ مضاف کیلئے ظرف ہو جیسے صلوٰة اللیل ای صلوٰةٌ فی اللیلِ۔

وفائدة هٰذهِ الخ: اضافت معنوی کے دو فائدے ہیں ایک فائدہ تعریف کا دیتا ہے اور دوسرا فائدہ تخصیص کا دیتا ہے۔

تعریف کا مطلب یہ ہے کہ اضافت معنوی مضاف کو معرفہ بنا دیتا ہے اور اس وقت ہوگا جب اس کی اضافت معرفہ کی طرف ہو جیسے غـلامُ زیـدٍ، غلام اضافت سے پہلے عام تھا سب کے غلاموں کو شامل تھا لیکن جب اس کو زید (معرفہ) کی طرف مضاف کیا تو اس میں تعریف آ گئی یعنی صرف زید کا غلام۔

دوسرا فائدہ تخصیص کا دیتا ہے یعنی اس کے افراد میں قلت اشتراک پیدا کر دیتا ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب اس کی اضافت نکرہ کی طرف ہو۔ قلت اشتراک کا مطلب یہ ہے کہ اس کی افراد میں کمی پیدا کر دیتا ہے جیسے غـلامُ رجـلٍ، اضافت سے پہلے غلام کے افراد میں کثرت تھی یعنی عورت اور مرد دونوں کے غلام کو شامل تھا لیکن جب رجــل کی طرف مضاف کیا تو اس کے افراد میں قلت پیدا ہوگئی کیونکہ اس کے افراد سے عورت نکل گئی۔

امّا اللفظية: اضافت لفظی وہ ہوتا ہے جس میں مضاف ایسا صیغہ صفت ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضاربُ زیدٍ

وهي في تقدير الانفصال :اضافت لفظی انفصال کی تقدیر میں ہوگا، مطلب یہ ہے کہ مضاف مضاف الیہ میں اگرچہ شدت اتصال ہوتا ہے لیکن اضافت لفظی ہو تو اس کے معنی میں انفصال ہوگا کیونکہ عاملیت اور معمولیت کا معنی جس طرح اضافت سے پہلے برقرار تھا وہ اضافت کے بعد بھی برقرار ہے یعنی اگر کوئی چیز اضافت سے پہلے فاعل ہو تو اضافت کے بعد بھی فاعل ہوگا جیسے ضـاربُ زیدٍ، اس مثال میں زید مضاف الیہ ہے لیکن معنی کے اعتبار سے فاعل ہے اس طرح مفعول بھی اضافت کے بعد برقرار ہوگا۔

وفائدتُها تخفيفٌ في اللفظ فقط: اضافت لفظی کا ایک ہی فائدہ ہے اور وہ یہ کہ لفظ میں تخفیف کا فائدہ دیتا ہے۔

پھر تخفیف کی تین صورتیں ہیں (۱) یا تخفیف مضاف میں ہو (۲) یا مضاف الیہ میں ہو (۳) اور یا دونوں میں ہو۔

Scanned with CamScanner

مضاف میں تخفیف کا مطلب یہ ہے کہ اگر مضاف کے آخر میں تنوین ہو یا نون تثنیہ اور جمع ہو تو وہ گر جائینگے جیسے ضاربُ زیدٍ ،اصل میں تھا ضاربٌ زیداً تھا۔اور مضاف الیہ میں تخفیف کا مطلب یہ ہے کہ مضاف الیہ کے آخر سے ضمیر حذف ہوگی اور مضاف میں مستتر ہوگی جیسے القائم الغلام،اصل میں تھا القائم غلامہٗ ،پھر غلامہ سے ضمیر کو حذف کردیا اور اس پر الف لام داخل کیا تو القائم الغلامُ ہوگیا۔

اور دونوں میں تخفیف کا مطلب یہ ہے کہ مضاف سے تنوین اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوگی جیسے حسنُ الوجہِ ،اصل میں تھا حسنٌ وجہُہٗ، پھر حسنٌ سے تنوین اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوگئی اور وجہ پر الف لام آیا تو ہوگیا حسن الوجہ۔

وَاعْلَمْ اَنَّکَ اِذَا اَضَفْتَ الْاِسْمَ الصَّحِیْحَ اَوِ الْجَارِی مَجْرَی الصَّحِیْحِ اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ، کَسَرْتَ آخِرَہٗ،وَاَسْکَنْتَ الْیَاءَ اَوْفَتَحْتَہَا ، کَ (غُلَامِیْ وَدَلْوِیْ وَظَبْیِیْ) وَاِنْ کَانَ آخِرُ الْاِسْمِ اَلِفًا،تَثْبُتُ،کَ (عَصَایَ وَرَحَایَ) خِلَافًا لِّلْهُذَیْلِ،کَ (عَصَیَّ وَرَحَیَّ)۔

ترجمہ:- اور جان لو کہ جب تو اسم صحیح یا جاری مجری صحیح کی یاء متکلم کی طرف اضافت کرے،تو آپ کسرہ دیں اس کے آخر کو اور ساکن کردیں یاء کو یا فتحہ دے جیسے غلامی اور دَلْوِیْ اور ظَبْیِیْ اور اگر اسم کا آخر الف ہو تو ثابت رکھے گا جیسے عصایَ ورحایَ خلاف کرتے ہوئے ھذیل کا جیسے عَصَیَّ وَرَحَیَّ۔

تشریح:- یہاں سے مصنفؒ اضافت کے کچھ اور احکامات بیان کرتے ہیں۔

نمبر ا:جب مفرد منصرف صحیح اور جاری مجریٰ صحیح کی اضافت ی ضمیر کی طرف کی جائے تو ی کے ماقبل کو تو کسرہ دیں گے کیونکہ ی ماقبل کسرہ چاہتا ہے اور ی پر سکون اور فتحہ دونوں پڑھنا درست ہے،سکون اس لئے کہ ی ضمیر ہے اور ضمائر مبنی ہوتے ہیں اور مبنی میں اصل سکون ہوتا ہے اور فتحہ اس لئے کہ فتحہ خفیف ہوتا ہے جیسے غلامیْ ،دَلْوِیْ.

نمبر ۲:وان کان اخر الاسم الفاً:جب آخر میں الف مقصورہ ہو یعنی وہ اسم مقصور ہو تو ی کی طرف اضافت کی صورت میں جمہور کے ہاں الف باقی رہ جائے گا اور یا پر فتحہ ہوگا جیسے عصَایَ اور رحایَ۔لیکن قبیلہ ہذیل کہتے ہیں کہ الف یاء سے بدل جائے گا اور یاء "یاء" میں مدغم ہوجائے گی جیسے عِصِیَّ اور رَحِیَّ۔

وَاِنْ کَانَ آخِرُ الْاِسْمِ یَاءً مَکْسُوْرًا مَاقَبْلَهَا،اَدْغَمْتَ الْیَاءَ فِی الْیَاءِ،وَفَتَحْتَ الْیَاءَ الثَّانِیَةَ،لِئَلَّا یَلْتَقِیَ السَّاکِنَانِ،تَقُوْلُ فِی الْقَاضِی اَلْقَاضِیَّ.وَاِنْ کَانَ آخِرُہٗ وَاوًا مَضْمُوْمًا مَاقَبْلَهَا،

Scanned with CamScanner

فَـلَبْتَهَـا يَـاءً، وَعَمِلْتَ كَمَا عَمِلْتَ الْآنَ تَقُوْلُ جَاءَ نِيَ مُسْلِمِيَّ وَفِي الْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ مُضَافَةً اِلٰى يَـاءِ الْمُتَكَلِّمِ، تَقُوْلُ اَخِيْ وَاَبِيْ وَحَمِيْ وَهَنِيْ وَ فِيْ عِنْدَ الْاَكْثَرِ وَفَمِيْ عِنْدَ قَوْمٍ، وَ(ذُوْ) لَا يُضَافُ اِلٰى مُضْمَرٍ اَصْلًا وَقَوْلُ الْقَائِلِ

اِنَّمَا يَعْرِفُ ذَاالْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْهُ

شَـاذٌ.

ترجمہ:-اور اگر اسم کا آخر ایسی یاء جس کا ماقبل مکسور ہے تو آپ یاء کو یاء میں مدغم کریں گے اور فتحہ دیں گے دوسری یاء کو تا کہ دوساکن اکٹھے نہ ہوں۔ تو کہے گا قاضی میں قاضیَّ اور اگر آخر اسم ایسی واو ہو جس کا ماقبل مضموم ہو تو تبدیل کرے گا تو اس کو یاء کے ساتھ اور پھر عمل کرے گا جیسا کہ عمل کیا ہے ابھی کہے گا تو جاء نی مسلِمِيَّ. اور اسمائے ستہ مکبرہ اس حال میں کہ وہ مضاف ہوں یاء متکلم کی طرف تو اس میں تو کہے گا اخی وابی وحمی وهنی وفی، اکثر کے ہاں اور فمی ایک کے قوم کے ہاں اور ذو ضمیر کی طرف بالکل مضاف نہیں کیا جاتا اور قائل کا قول انما یعرف الخ شاذ ہے۔

تشریح:-اضافت کے مختلف قاعدے بیان ہو رہے تھے یہاں مزید قواعد بیان فرما رہے ہیں۔

نمبر۳:وان کـان اخـر اسمٍ یـاء الخ: جب کسی اسم منقوص (وہ اسم جس کے آخر میں یا ماقبل مکسور ہو) کی اضافت ی ضمیر متکلم کی طرف کی جائے تو یا کو یا میں مدغم کیا جائے گا تا کہ التقائے ساکنین لازم نہ آئے جیسے قاضی سے قاضِيَّ.

نمبر۴:وانْ کانَ اخرہٗ واواً مضموماً :جب جمع مذکر سالم حالت رفعی کی اضافت ی ضمیر کی طرف کیا جائے تو وہ یاء سے بدل جائے گا اور یاء یاء میں مدغم ہو جائے گی جیسے مسـلـمـون کی اضافت جب ی ضمیر کی طرف ہو تو نون اضافت کی وجہ سے گر گیا پھر واو کو یاء کیا اور یاء کو یاء میں مدغم کیا تو مسلمُيَّ ہو گیا پھر ی کے ماقبل ضمہ کو کسرہ سے تبدیل کر دیا تو مسلمیَّ ہو گیا۔

نمبر۵:فـی الاسـمـاء الستہ مضافۃً :اسماء ستہ مکبرہ میں ابٌ، اخٌ، حمٌ اور هنٌ جب ان کی اضافت ی ضمیر کی طرف کی جائے تو قـولـن اور بيـعـنّ والے قانون کی رو سے حذف شدہ واو واپس نہیں آئے گا کیونکہ وہ نسیاً منسیاً کی طرح ہوگا۔ جیسے اَبِيْ، حمي، اخي، هني۔ اور فمٌ کے بارے میں اکثر فرماتے ہیں کہ میم سے تبدیل شدہ واو واپس آئے گا جیسے فمٌ اصل میں فوٌ تھا جب ی کی طرف مضاف ہوا تو فوْیٌ ہو گیا پھر واو کو ی کیا اور ی کو ی میں مدغم کیا تو فُيٌّ ہو گیا پھر ی کے ماقبل فتحہ کو کسرہ سے تبدیل کر دیا تو فِيَّ ہو گیا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں محذوف شدہ واو واپس نہیں آئے گا جیسے فمی اصل میں فم

تھا اس کی اضافت ی کی طرف کی اور یاء کے ماقبل کو کسرہ دیا تو فِیِی ہوگیا۔

اور رہ گیا "ذو" تو اس کی اضافت ضمیر کی طرف نہیں ہوتی کیونکہ ذو، کو واضع نے وضع کیا ہے کہ "ذو" اسم جنس کو ماقبل کے لئے صفت بنائے اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب یہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو۔

اعتراض: "ذو" تو ضمیر کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے شاعر کہتا ہے اِنَّمَا یعرفُ ذا الفضلِ منَ النّاس ذَوُوهُ (بیشک لوگوں میں سے بہتر لوگ بہتر جانتے ہیں) یہاں پر ذو کی اضافت ضمیر کی طرف ہوئی ہے یعنی ذووہ۔

جواب: یہ مثال شاذ ہے۔

وَاِذَا قَطَعْتَ هٰذِهِ الْاَسْمَاءَ عَنِ الْاِضَافَةِ قُلْتَ اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَ فَمٌ. وَذُوْلَا يُقْطَعُ عَنِ الْاِ ضَافَةِ اَلْبَتَّةَ هٰذَا كُلُّهُ بِتَقْدِيْرِ حَرْفِ الْجَرِّ اَمَّا مَايُذْكَرُ فِيْهِ حَرْفُ الْجَرِّ لَفْظًا، فَسَيَأْتِيْكَ فِي الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ:- اور جب آپ ان اسماء کو اضافت سے کاٹ لیں تو آپ کہیں گے اخ، اب، حم، ھن اور فم۔ اور ذو اضافت سے کبھی بھی منقطع نہیں ہوسکتا۔ یہ سب اس وقت ہے جب حرف جر مذکور نہ ہو ہاں جب حرف جر لفظا مذکور ہو تو اس کا بیان انشاء اللہ قسم ثالث میں آئے گا۔

تشریح:- یہاں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اسمائے ستہ مکبرہ میں پہلے پانچ مقطوع عن الاضافت ہوسکتے ہیں اور ذو مقطوع عن الاضافۃ نہیں ہوسکتا یعنی جب پہلے پانچ اضافت سے کاٹ دئے جائیں تو یہ ابٌ، اخٌ، حمٌ، ھنٌ اور فمٌ رہ جائیں گے ۔اور ذو اضافت سے اس لئے کٹ نہیں سکتا کہ اس کو واضع نے وضع کیا ہے کہ یہ اسم جنس کو ماقبل کے لئے صفت بنائے اور یہ تب ہوگا جب یہ مضاف ہو تو گویا کہ اسمائے ستہ مکبرہ میں ذُو اور دوسرے پانچوں میں دو قسم کا فرق ہے ۔

(۱) دوسرے اسماء ضمیر کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اور وجہ پہلے گزر گئی ہے۔

(۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ پانچوں اسماء مقطوع عن الاضافت ہوسکتے ہیں اور ذو مقطوع عن الاضافۃ نہیں ہوسکتا اور اس کی وجہ بھی گزر گئی ہے۔

ھذا کلہ بتقدیر الخ: فرماتے ہیں کہ اضافت کے جتنے بھی قاعدے گزر گئے اس سے وہ اضافت مراد ہے جس میں حرف جر مقدر ہو اور جب اس میں حرف جر مذکور ہو تو اس کی بحث تیسری قسم میں آئے گی انشاء اللہ۔ جو کہ حروف کی بحث ہے۔

Scanned with CamScanner

اَلْخَاتِمَۃُ فِی التَّوَابِع

اِعْلَمْ اَنَّ الَّتِی مَرَّتْ مِنَ الْاَسْمَاءِ الْمُعْرَبَۃِ کَانَ اِعْرَابُھَا بِالْاِصَالَۃِ بِاَنْ دَخَلَتْھَا الْعَوَامِلُ مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ وَالْمَنْصُوْبَاتِ وَالْمَجْرُوْرَاتِ. فَقَدْ یَکُوْنُ اِعْرَابُ الْاِسْمِ بِتَبْعِیَّۃِ مَا قَبْلَہٗ وَیُسَمّٰی التَّابِعَ، لِاَنَّہٗ یَتْبَعُ مَا قَبْلَہٗ فِی الْاِعْرَابِ، وَھُوَ کُلُّ ثَانٍ مُعْرَبٍ بِاِعْرَابِ سَابِقِہٖ مِنْ جِھَۃٍ وَّاحِدَۃٍ.

ترجمہ:-خاتمہ توابع میں ہے۔

جان لیں کہ وہ اسمائے معربہ یعنی مرفوعات، منصوبات، مجرورات جوگزر چکے ہیں ان کا اعراب بالاصالۃ تھا اس طور پر کہ ان پر عوامل داخل ہوتے ہیں، پس کبھی کبھی اسم کا اعراب اپنے ماقبل کے تابع ہونے کے سبب ہوتا ہے اور نام رکھا جاتا ہے اس اسم کا تابع اس لئے کہ وہ اپنے ماقبل کے اعراب میں تابع ہے۔ اور وہ تابع ہر وہ دوسرا ہے جو ایک جہت سے سابق کے اعراب کے ساتھ معرب ہو۔

تشریح:-خاتمہ کے اندر دو باتیں ہیں۔ پہلی بات ماقبل کے ساتھ ربط اور دوسری بات توابع کی تعریف۔

ماقبل کے ساتھ ربط یہ ہے کہ اس سے پہلے معربات اصلیہ بیان ہوئے اور یہاں سے معربات تبعیہ بیان کرتے ہیں۔ معربات اصلیہ سے مراد وہ ہیں جن پر اصل کے اعتبار سے اعراب ہو کسی کی متابعت کی وجہ سے نہ ہو اور معربات تبعیہ وہ ہوتے ہیں جن پر کسی کے تابع ہونے کی وجہ سے ہو۔

توابع کی تعریف: توابع جمع ہے تابع کی اور تابع کا معنی ہے پیچھے آنے والا اور پیروی کرنے والا، لہذا تابع کو تابع اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے متبوع کی پیروی کرتا ہے اعراب میں۔

وھو کل ثانٍ: اصطلاح میں تابع ہر وہ پچھلا اسم ہے جو معرب ہو اس سے پہلے والے اسم کے اعراب کے ساتھ ایک ہی جہت سے۔

پہلے والے کی اعراب کا مطلب یہ ہے کہ اگر پہلا اسم مرفوع ہو تو دوسرا بھی مرفوع ہوگا اور اگر پہلا منصوب ہو تو دوسرا بھی منصوب ہوگا الخ۔ ایک جہت کا مطلب یہ ہے کہ اگر پہلا اسم فاعلیت کی بناء پر مرفوع ہو تو دوسرا بھی فاعلیت کی بناء پر مرفوع ہوگا اور اگر پہلا اسم مفعولیت کی بناء پر منصوب ہو تو دوسرا بھی اسی طرح ہوگا اسی طرح اگر پہلا اسم مبتداء ہونے کی بناء پر مرفوع ہو تو دوسرا بھی اسی بناء پر مرفوع ہو اور اسی طرح خبریت میں بھی۔

Scanned with CamScanner

وَالتَّوَابِعُ خَمْسَةُ اَقْسَامٍ اَلنَّعْتُ وَالْعَطْفُ بِالْحُرُوْفِ ،وَالتَّاكِيْدُ ،وَالْبَدَلُ وَعَطْفُ الْبَيَانِ۔

فصــلٌ اَلنَّعْتُ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَاءَ نِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَوْفِيْ مُتَعَلِّقِ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَاءَ نِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ. وَيُسَمّٰى صِفَةً اَيْضاً.

وَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ يَتْبَعُ مَتْبُوْعَهٗ فِيْ عَشَرَةِ اَشْيَاءٍ ،فِي الْاِعْرَابِ ، وَالتَّعْرِيْفِ وَالتَّنْكِيْرِ ؛ وَالْاِفْرَادِ وَالتَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ ،وَالتَّذْكِيْرِ ،وَالتَّأْنِيْثِ نَحْوُ جَاءَ نِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَرَجُلَانِ عَالِمَانِ، وَرِجَالٌ عَالِمُوْنَ،وَزَيْدٌ الْعَالِمُ، وَامْرَأَةٌ عَالِمَةٌ.

وَالْقِسْمُ الثَّانِيْ يَتْبَعُ مَتْبُوْعَهٗ فِيْ خَمْسَةِ اَشْيَاءَ : فِي الْاِعْرَابِ ، وَالتَّعْرِيْفِ وَالتَّنْكِيْرِ ،وَالْاِفْرَادِ وَالتَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ كقوله تعالىٰ مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا۔

ترجمہ:-اورتوابع پانچ قسم پر ہیں نعت،عطف بالحروف،تاکید،بدل اورعطف بیان۔نعت وہ تابع ہے جوایسے معنی پر دلالت کرے جومتبوع میں ہے جیسے جَاءَ نِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ یاایسے معنی پرجومتبوع کے متعلق میں ہےجیسے جَاءَ نِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ اورنام رکھاجاتا ہےاس کاصفت بھی۔اورقسم اول تابع ہوتا ہےاپنے متبوع کےدس چیزوں میں یعنی اعراب،تعریف وتنکیرافرادوتثنیہ وجمع،تذکیروتانیث جیسے جَاءَ نِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ الخ۔اورقسم ثانی وہ تابع ہوتا ہےاپنے متبوع کےاول پانچ چیزوں میں فقط،یعنی اعراب،تعریف وتنکیر،مفردتثنیہ اورجمع میں۔جیسے اللہ تعالیٰ کاقول مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا۔

تشریح:-توابع کل پانچ ہیں:نعت،عطف بالحرف،تاکید،بدل اورعطف بیان۔

فصل النعت الخ:یہ پہلی فصل ہےاس میں نعت(صفت)کےاحکامات بیان فرمارہے ہیں۔نعت کودووجہوں سےدوسرے توابع پرمقدم کیا،پہلاکثرت استعمال کی وجہ سےاوردوسراوفرالفوائدکی وجہ سےیعنی زیادہ فوائدکی وجہ سے۔

نعت کی تعریف:نعت ہروہ تابع ہوتا ہےجوایسے معنی پردلالت کرے جومتبوع(موصوف)کی ذات میں ہویامتبوع کے متعلق میں ہواگرمتبوع کی ذات میں ہوتواس کوصفت بحالہ کہتے ہیں جیسے جاءَ نیْ رجلٌ عالِمٌ۔اوراگرمتبوع کے متعلق میں ہوتواس کوصفت بحال متعلقہ کہتے ہیں جیسے جاء نی رجلٌ اَبُوهُ عَالِمٌ۔

نوٹ:صفت بحالہ کی اپنے متعلق کےساتھ دس چیزوں میں موافقت ضروری ہےجن میں سے بیک وقت چارکاپایاجانا ضروری ہے۔وہ دس چیزیں مندرجہ ذیل ہیں،مرفوع،منصوب،مجرور،مفرد،تثنیہ،جمع،تذکیروتانیث اورمعرفہ ونکرہ۔جیسے

Scanned with CamScanner

جاء نی رجلٌ عالمٌ۔

اس مثال میں چار چیزیں یہ ہیں (۱) دونوں نکرہ ہیں (۲) دونوں مرفوع ہیں (۳) دونوں مذکر ہیں (۴) مفرد ہیں۔ دوسری تمام مثالیں اس پر قیاس ہیں۔

اور صفت بحال متعلقہ کی اپنے معمول کے ساتھ پانچ چیزوں میں موافقت ہوتی ہے جن میں سے بیک وقت دو کا پایا جانا ضروری ہے وہ یہ ہے، مرفوع، منصوب، مجرور، معرفہ اور نکرہ۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا۔ اس مثال میں القریۃ موصوف اور الظالم اس کی صفت ہے جو کہ دونوں معرفہ اور دونوں مجرور ہیں۔

وَفَائِدَةُ النَّعْتِ تَخْصِيْصُ الْمَنْعُوْتِ اِنْ كَانَا نَكِرَتَيْنِ ،نَحْوُ جَاءَ نِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ ، وَتَوْضِيْحُهُ اِنْ كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ، نَحْوُ (جَاءَ نِيْ زَيْدٌ الْفَاضِلُ. وَقَدْ يَكُوْنُ لِمُجَرَّدِ الثَّنَاءِ وَالْمَدْحِ ،نَحْوُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَقَدْ يَكُوْنُ لِلذَّمِّ ،نَحْوُ: ،اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. وَقَدْيَكُوْنُ لِلتَّاْكِيْدِ نَحْوُ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ.

ترجمہ:- اور نعت کا فائدہ منعوت کی تخصیص ہے اگر موصوف وصفت دونوں نکرہ ہو جیسے جَاءَ نِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اور اس موصوف کی وضاحت ہے اگر دونوں معرفہ ہوں جیسے جَاءَ نِيْ زَيْدٌ الْفَاضِلُ اور کبھی نعت محض ثناء اور مدح کے لئے ہوتی ہے جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور کبھی ہوتی ہے محض مذمت کے لئے جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور کبھی ہوتی ہے محض تاکید کے لئے جیسے نفخۃٌ واحدۃٌ۔

تشریح:- یہاں سے نعت کے فائدے بیان فرماتے ہیں۔

پہلا فائدہ یہ ہے کہ نعت موصوف میں تخصیص پیدا کرتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب موصوف اور صفت دونوں نکرہ ہوں، تخصیص کا مطلب یہ ہے کہ نکرہ کے افراد میں قلت پیدا کر دیتا ہے جیسے جَاءَ نِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ ، اس مثال میں عالمٌ صفت نے رَجُلٌ موصوف میں تخصیص پیدا کی یعنی نکرہ کے افراد میں قلت پیدا کی ، وجہ اس کی یہ ہے کہ صفت لگانے سے پہلے رجلٌ عام تھا عالم اور غیر عالم سب کو شامل تھا لیکن صفت لگانے کے بعد صرف عالم کے ساتھ خاص ہو گیا۔

وتوضیحہ :صفت کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ موصوف کی وضاحت کرتا ہے جب موصوف اور صفت دونوں معرفہ ہوں، وضاحت کا مطلب یہ ہے کہ یہ معرفہ کے افراد میں کمی کرتا ہے جیسے جاء نی زید الفاضل ، صفت لگانے سے قبل ممکن تھا کہ

زید کے نام لینے سے دوسرا کوئی زید بھی مخاطب کے ذہن میں آئے کہ کون سا زید مراد ہے لیکن جب صفت کو ذکر کیا تو متعین ہوا کہ فضیلت والا زید مراد ہے۔

وقد یکون لمجرد الثناء والمدح: کبھی کبھی صفت صرف موصوف کی ثناء اور مدح کے لئے آتا ہے جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس میں الرحمن الرحیم صرف لفظ اللہ کی ثناء اور مدح کے لئے آئے ہیں۔

وقد یکونُ للذم: اور کبھی کبھی صفت صرف ذم کے لئے آتا ہے جیسے اعُوذُ باللّٰہ منَ الشیطان الرجیم۔ اس مثال میں الرجیم صفت مذمت کے لئے ہے۔

وقدیکونُ للتاکید: اور کبھی صفت کے لئے آتی ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب موصوف دلالت کرتا ہو معنی صفت پر جیسے نفخۃٌ واحدۃٌ، اس میں واحدۃٌ صفت ہے لیکن یہاں تاکید کے لئے ہے کیونکہ واحدۃٌ کی معنی نفخۃٌ کی تنوین سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ تنوین وحدت کا ہے۔

واعلم اَنَّ النَّکِرَۃَ تُوْصَفُ بِالْجُمْلَۃِ الْخَبرِیَّۃِ، نَحْوُمَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَبُوْہُ عَالِمٌ، اَوْ قَامَ اَبُوْہُ. والْمُضْمَرُ لَا یُوْصَفُ بِہ.

ترجمہ:- اور جان لیجئے کہ بے شک نکرہ موصوف ہوتا ہے جملہ خبریہ کے ساتھ جیسے مررت برجل ابوہ عالم یامررت برجلٍ قام ابوہ۔ اور ضمیر اس کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاتا۔

تشریح:- یہاں مصنفؒ دو ضابطے بیان کر رہے ہیں۔

پہلا ضابطہ یہ ہے کہ نکرہ کی صفت جملہ خبریہ واقع ہوسکتا ہے، خبریہ کہنے سے انشائیہ نکل گیا کیونکہ انشائیہ نہ صفت واقع ہوسکتا ہے نہ صلہ اور نہ حال۔ اور نکرہ کی صفت جملہ اس لئے واقع ہوسکتا ہے کہ جملہ من حیث الجملہ نکرہ ہوتا ہے۔ اور اس عبارت سے معلوم ہوا کہ معرفہ کی صفت جملہ واقع نہیں ہوسکتا کیونکہ جملہ نکرہ ہوتا ہے تو پھر اس میں مطابقت نہیں رہتی۔

دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ ضمیر نہ موصوف واقع ہوسکتی ہے اور نہ صفت، موصوف تو اس لئے واقع نہیں ہوسکتی کہ ضمائر میں مخاطب کی ضمیریں اور متکلم کی ضمیریں اعرف المعارف ہیں، اور دوسری اگرچہ اعرف المعارف نہیں ہم انکو متکلم پر حمل کرتے ہیں تو جب یہ اعرف المعارف ہے تو یہ موصوف واقع ہونا جائز نہیں کیونکہ موصوف وہ ہوتا ہے جس کی صفت وضاحت کرے اور یہ پہلے سے معلوم اور واضح ہے اور ضمیر صفت اس لئے واقع نہیں ہوتی کہ صفت ایک زائد معنی پر دلالت کرتی ہے

Scanned with CamScanner

جو موصوف کی ذات کے ساتھ متعلق ہو اور ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے نہ کہ زائد معنی پر۔

فَصْلٌ اَلْعَطْفُ بِالْحُرُوْفِ تَابِعٌ يُنْسَبُ اِلَيْهِ مَا نُسِبَ اِلٰى مَتْبُوْعِهٖ وَكِلَاهُمَا مَقْصُوْدَانِ بِتِلْكَ النِّسْبَةِ. وَيُسَمّٰى عَطْفُ النَّسَقِ. وَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَتْبُوْعِهٖ اَحَدُ حُرُوْفِ الْعَطْفِ. وَسَيَأْتِيْ ذِكْرُهَا فِي الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى. نَحْوُ، قَامَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو.

ترجمہ:۔عطف بالحروف وہ تابع ہے کہ اس کی طرف وہ چیز منسوب کی جائے جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہو اور ہر دونوں مقصود ہوں اس نسبت سے اور اس کا نام عطف نسق رکھا جاتا ہے اور شرط اس کی یہ ہے کہ اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عطف میں سے ایک حرف عطف ہو اور عنقریب ان کا ذکر قسم ثالث میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا جیسے قام زید وعمرو۔

تشریح:۔یہ دوسری فصل ہے اور اس میں عطف بالحرف بیان فرما رہے ہیں۔

عطف کا لغوی معنی ہے مائل کرنا اور اس کو عطف اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے مابعد کو ماقبل کی طرف مائل کرتا ہے۔

اور اصطلاح میں عطف بالحرف وہ تابع ہے جس کی طرف اس چیز کی نسبت کی جائے جس کی نسبت متبوع کی طرف ہو اور یہ دونوں (معطوف علیہ، معطوف) کلام میں مقصود بالنسبت ہوتے ہیں۔

جنس وفصل :العطف بالحرف معرَّف ہے تابعٌ یُنسبُ الیه مانُسِبَ الیٰ متبوعه جنس ہے تمام توابع کو شامل ہے۔ و کلاهما الخ فصل ہے اس سے باقی تمام توابع نکل گئے، نعت، تاکید اور عطف بیان اس لئے نکل گئے کہ ان تینوں میں متبوع مقصود بالنسبت ہوتا ہے اور بدل اس لئے نکل گیا کہ اس میں تابع مقصود ہوتا ہے حالانکہ یہاں دونوں مقصود ہیں۔

ویُسمّٰی عطف النَسقِ :فرماتے ہیں کہ عطف بالحرف کو عطف نسق بھی کہتے ہیں نسق کا معنی ترتیب ہے اس کو بھی عطف نسق اس لئے کہتے ہیں کہ کبھی کبھی معطوف، معطوف علیہ کے بعد ترتیب کے ساتھ آتا ہے جیسے جَاءَ نِی زَیْدٌ وَعَمْرٌو ثُمَّ بَکْرٌ ۔اور عطف نسق کے لئے شرط یہ ہے کہ متبوع اور تابع کے درمیان حروف عاطفہ میں سے ایک ہو۔حروف عاطفہ کا بیان تیسری قسم میں آئے گا انشاءاللہ تعالیٰ۔

وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ، يَجِبُ تَاْكِيْدُهٗ بِالضَّمِيْرِ الْمُنْفَصِلِ، نَحْوُ (ضَرَبْتُ اَنَا وَزَيْدٌ) اِلَّا اِذَا فُصِلَ، نَحْوُ ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ يَجِبُ اِعَادَةُ حَرْفِ الْجَرِّ نَحْوُ مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ.

Scanned with CamScanner

ترجمہ:-اور جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف ڈالا جائے تو واجب ہے اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ جیسے ضَرَبْتُ اَنَا وَزَیْدٌ مگر جس وقت فاصلہ کیا جائے جیسے ضَرَبْتُ الْیَوْمَ وَزَیْدٌ۔اور جب ضمیر مجرور پر عطف ڈالا جائے تو حرف جر کا لوٹانا واجب ہے جیسے مَرَرْتُ بِکَ وَبِزَیْدٍ۔

تشریح :-جب کسی اسم کا ضمیر مرفوع متصل پر عطف کیا جائے تو اس صورت میں ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کے لئے ضمیر مرفوع منفصل لانا واجب ہے جیسے ضربتُ انا و زیدٌ۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر متصل کا فعل کے ساتھ شدت اتصال ہوتا ہے اس اتصال کی وجہ سے یہ فعل کے لئے جزء بنتا ہے اور جزء غیر مستقل ہوتا ہے اور اسم مستقل ہوتا ہے تو اگر ہم ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل نہ لائے تو پھر مستقل چیز کا عطف غیر مستقل پر آتا ہے اور یہ جائز نہیں لہذا تاکید ہم اس لئے لاتے ہیں کہ مستقل کا عطف مستقل پر ہو جائے جو کہ ضمیر مرفوع منفصل ہے۔

تاکید اس وقت لائیں گے جب معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان فاصلہ نہ ہو اور اگر فاصلہ ہو تو پھر تاکید ضروری نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ فاصلہ خود تاکید ہے جیسے ضَرَبْتُ الْیَوْمَ وَ زَیْدٌ

واذا عُطِفَ :-جب ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف کیا جائے تو اس میں حرف جر کا اعادہ لازمی ہے جیسے مَرَرْتُ بِکَ وَبِزَیْدٍ۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ مجرور کا اپنے جر کے ساتھ شدت اتصال ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ جز بنتا ہے اور معطوف مستقل ہے تو حرف جر کا اعادہ اس لئے ضروری ہے تا کہ من کل الوجوہ غیر مستقل پر عطف نہ آئے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَعْطُوْفَ فِیْ حُکْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ اَعْنِیْ اِذَا کَانَ الْاَوَّلُ صِفَةً لِشَیْءٍ اَوْ خَبَرًا لِاَ مْرٍ اَوْصِلَةً اَوْحَالًا ، فَالثَّانِیْ کَذٰلِکَ اَیْضًا وَالضَّابِطَةُ فِیْهِ اَنَّهٗ حَیْثُ یَجُوْزُ اَنْ یُّقَامَ الْمَعْطُوْفُ مَقَامَ الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ جَازَ الْعَطْفُ وَحَیْثُ لَا فَلَا. وَالْعَطْفُ عَلٰی مَعْمُوْلَیْ عَامِلَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ جَائِزٌ اِنْ کَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَیْهِ مَجْرُوْرًا مُقَدَّمًا وَالْمَعْطُوْفُ کَذٰلِکَ ، نَحْوُ فِی الدَّارِ زَیْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو . وَفِیْ هٰذِهِ الْمَسْاَلَةِ مَذْهَبَانِ آخَرَانِ وَهُمَا اَنْ یَجُوْزَ مُطْلَقًا عِنْدَ الْفَرَّاءِ ، وَلَا یَجُوْزُ مُطْلَقًا عِنْدَ سِیْبَوَیْهِ.

ترجمہ:-اور جان لو کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جس وقت اول صفت ہو کسی چیز کی یا خبر کسی چیز کی یا صلہ یا حال ہو گا تو دوسرا بھی اسی طرح ہو گا اور ضابطہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ جس جگہ معطوف کو معطوف علیہ کے قائم مقام کرنا جائز ہو

Scanned with CamScanner

تو عطف جائز ہوگا اور جس جگہ قائم مقام کرنا ناجائز ہو تو عطف بھی جائز نہ ہوگا۔ دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر عطف جائز ہے اگر معطوف علیہ مجرور مقدم ہو اور معطوف بھی اسی طرح ہو جیسے فی الدار زید و الحجرۃ عمرو ۔ اور اس مسئلہ میں دو مذہب اور ہیں اور وہ یہ کہ یہ فراء کے ہاں مطلقاً یہ عطف جائز ہے اور امام سیبویہؒ کے ہاں مطلقاً جائز نہیں۔

تشریح :۔فرماتے ہیں کہ معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی اگر معطوف علیہ کسی چیز کے لئے صفت ہو تو معطوف بھی اس کے لئے صفت ہوگی جیسے جاء نی زید العاقل و العالم ۔ اور اگر خبر ہو تو معطوف بھی اس کے لئے خبر ہوگی جیسے زیدٌ عاقل و عالمٌ اور صفت اور حال بھی اسی طرح ہیں۔

اور اس مذکورہ مثالوں کے لئے ضابطہ یہ ہے کہ جہاں یہ جائز ہو کہ معطوف، معطوف علیہ کے قائم مقام ہو جائے تو وہاں عطف بھی جائز ہے، اور جہاں جائز نہ ہو کہ معطوف، معطوف علیہ کے قائم مقام ہو تو وہاں عطف جائز نہیں ہے جیسے زیدٌ عَالِمٌ وَ عاقل یہاں عاقل عالم کا قائم مقام بن سکتا ہے کیونکہ جس طرح عالم میں ایک ضمیر ہے جو مبتداء کی طرف لوٹ رہی ہے اسی طرح عاقل میں بھی ہے۔ اور ما زید قائماً و لا ذاهب عمرو یہاں عطف جائز نہیں کیونکہ ذاھب قائماً کا قائم مقام نہیں بن سکتا اس لئے کہ قائماً خبر کے مقام پر واقع ہے زید مبتداء کے لئے اور یہ خبر نہیں بن سکتا کیونکہ اس میں عائد نہیں جو مبتداء کی طرف راجع ہو۔

وَالْعَطْفُ عَلٰی مَعْمُوْلَیْ عَامِلَیْنِ الخ :یہاں سے فرماتے ہیں کہ دو اسموں کا عطف دو مختلف عوامل کے معمول پر ایک حرف عطف کے ذریعے جائز ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ معطوف علیہ اور معطوف دونوں میں معمول مجرور مقدم ہو جیسے فی الدار زیدٌ والحجرہ عمرٌو ۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ جائز نہ ہو لیکن چونکہ ان کی مثالیں کلام عرب میں زیادہ ہیں لہذا جائز قرار دیا گیا۔

اس مسئلہ میں دو اور مذاہب بھی ہیں۔

امام فراءؒ کے نزدیک عطف مطلقاً جائز ہے چاہے معمول مجرور مقدم ہو یا نہ ہو ان کی دلیل اہل عرب کے استعمال سے ہے کہ فی الدار زید و الحجرۃ عمرو وغیرہ نیز جس طرح ایک عامل کے دو معمولوں پر عطف جائز ہے اسی طرح دو عاملوں کے معمولوں پر بھی عطف جائز ہوگا۔

امام سیبویہؒ فرماتے ہیں کہ مطلقاً عطف جائز نہیں اور یہ جو مشہور ہے کہ فی الدار زید و والحجرۃ عمرٌو تو یہ

Scanned with CamScanner

اصل میں ہے فی الدار زید وفی الحجرۃ عمرو ۔اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر ایک حرف عطف سے عطف کیا جائے تو لازم آئے گا ایک حرف عطف کا دو عاملوں کے قائم مقام ہونا اور یہ جائز نہیں کیونکہ حرف عطف کمزور ہے۔

فَصْلٌ اَلتَّاْكِيْدُ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلٰى تَقْرِيْرِ الْمَتْبُوْعِ فِيْ مَا نُسِبَ اِلَيْهِ، اَوْعَلٰى شُمُوْلِ الْحُكْمِ لِكُلِّ فَرْدٍمِنْ اَفْرَادِالْمَتْبُوْعِ. وَالتَّاْكيد عَلٰى قِسْمَيْنِ :

۱۔لَفْظِيٌّ : وَهُوَ تَكْرِيْرُ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ، نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدٌ زَيْدٌ، وَجَاءَ جَاءَ زَيْدٌ.

۲۔ وَمَعْنَوِيٌّ وَهُوَ بِاَلْفَاظٍ مَعْدُوْدَةٍ، وَهِيَ النَّفْسُ وَ الْعَيْنُ لِلْوَاحِدِ اَوْلِمُثَنّٰى وَالْمَجْمُوْعِ بِاخْتِلَافِ الصِّيْغَةِ وَالضَّمِيْرِ نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدٌ نَفْسُهٗ وَالزَّيْدَانِ اَنْفُسُهُمَا اَوْ نَفْسَاهُمَا ، وَالزَّيْدُوْنَ اَنْفُسُهُمْ، وَكَذٰلِكَ. عَيْنُهٗ، وَاَعْيُنُهُمَا اَوْ عَيْنَاهُمَا ، وَاَعْيُنُهُمْ. وَ جَاءَتْنِي هِنْدٌ نَفْسُهَاوَجَاءَ تْنِي الْهِنْدَانِ. اَنْفُسُهُمَااَوْ نَفْسَاهُمَا، وَجَاءَ تْنِي الْهِنْدَاتُ اَنْفُسُهنَّ. وَكِلَا وَكِلْتَالِلْمُثَنّٰى خَاصَّةً ، نَحْوُ قَامَ الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا، وَقَامَتِ الْمَرْاَتَانِ كِلْتَاهُمَا . وكُلٌّ واَجْمَعُ وَ اَكْتَعُ واَبْتَعُ وَاَبْصَعُ لِغَيْرِ الْمُثَنّٰى بِاخْتِلَافِ الضَّمِيْرِ فِيْ كُلٍّ ، وَالصِّيْغَةِ فِي الْبَوَاقِيْ، تَقُوْلُ جَاءَ نِي الْقَوْمُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ وَ قَامَتْ النِّسَاءُ كُلُّهُنَّ جَمْعَاءَ كَتْعَاءُ بَتْعَاءُ بَصْعَاءُ.

ترجمہ:-فصل: تاکید وہ تابع ہے جو اس چیز میں متبوع کے ثابت ہونے پر دلالت کرے جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے یا متبوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد کے لئے حکم کے شامل ہونے پر دلالت کرے۔اور تاکید دو قسم پر ہے لفظی اور وہ پہلے لفظ کا تکرار ہے جیسے جاء نی زَیدٌ زیدٌ اور جَاءَ جاء زَیْدٌ اور معنوی اور وہ گنے چنے الفاظ کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ الفاظ نفس اور عین ہیں واحد، تثنیہ اور جمع کے لئے صیغہ اور ضمیر کے مختلف ہونے کے ساتھ جیسے جاء نی زید نفسہ الخ۔اور کلا اور کلتا خاص کر تثنیہ کے لئے ہیں جیسے قام الرجلان کلاھما الخ۔اور کل اور اجمع اکتع ابتع ابصع غیر تثنیہ کے لئے ہیں کل میں ضمیر کے اختلاف کے ساتھ اور باقیوں میں صیغہ کے اختلاف کے ساتھ کہے گا جَاءَ نِي الْقَوْمُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ وَ قَامَتْ النِّسَاءُ كُلُّهُنَّ جَمْعَاءَ كَتْعَاءُ بَتْعَاءُ بَصْعَاءُ ۔

تشریح :-تاکید ہر وہ تابع ہوتا ہے جو متبوع کو پکا کرے نسبت کے اعتبار سے یا شمول افراد کے اعتبار سے۔نسبت کے

اعتبار سے پکا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ فعل کی جو نسبت متبوع کی طرف ہو اس میں سامع کو جو شک ہے تو متکلم اس کو تاکید کے ذریعے دور کرتا ہے جیسے جاء زیدٌ زیدٌ ۔اور شمول افراد کے اعتبار سے پکا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ فعل کی جو نسبت متبوع کی افراد کی طرف ہے اور اس میں سامع کو شک ہے مخاطب اس کو تاکید کے ذریعے دور کرتا ہے جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ کُلُّھُمْ

والتاکید علی قسمین :تاکید کی دو قسمیں ہیں تاکید لفظی اور تاکید معنوی۔

تاکید لفظی وہ ہوتا ہے جس میں لفظ کا تکرار ہو چاہے وہ لفظ اسم ہو جیسے جاءَ زیدٌ زیدٌ، چاہے وہ فعل ہو جیسے جاء جاء زیدٌ ،اور چاہے وہ حرف ہو جیسے اِنَّ اِنَّ زیداً قائمٌ ۔چاہے جملہ میں ہو جیسے زیدٌ قائمٌ زیدٌ قائمٌ، چاہے مرکب تقیدی میں ہو جیسے جاءَ رجلٌ عالمٌ رجلٌ عالمٌ،اور تاکید معنوی کے لئے چند الفاظ ہیں جیسے نفسٌ ،عینٌ ، کلا و کلتا، کلٌ ،اجمعُ ،اکتعُ ،ابتعُ ،ابصعُ۔

پھر یہ الفاظ تین قسم پر ہیں۔

(۱) پہلی قسم: نفسٌ اور عینٌ یہ مفرد، تثنیہ اور جمع تینوں کی تاکید کے لئے آتے ہیں، جب یہ مفرد کی تاکید کے لئے آئیں، تو یہ خود بھی مفرد ہوں گے اور ان کے ساتھ ضمیر بھی مفرد کی لگے گی جو متبوع کی طرف راجع ہوگی جیسے جاءَ نِی زَیْدٌ نَفْسُہٗ وَعَیْنُہٗ ۔اور اگر نفسٌ اور عینٌ تثنیہ کے لئے تاکید واقع ہو تو اس صورت میں یہ تثنیہ بھی واقع ہوتے ہیں اور جمع بھی لیکن ان کے ساتھ ضمیر تثنیہ کی ہوگی جیسے جاء نی الزیدانِ نفساھما و انفسھما،اور اگر یہ جمع کے لئے تاکید واقع ہوں تو اس صورت میں یہ دونوں بھی جمع ہوں گے اور ان کے ساتھ ضمیر بھی جمع کی لگے گی جیسے جاء نی الزیدُون انفُسُھُم۔

(۲) دوسری قسم: کلا اور کلتا یہ دونوں تثنیہ کے لئے آتے ہیں لیکن کلا مذکر کے لئے آتا ہے اور کلتا مؤنث کے لئے آتا ہے۔

(۳) تیسری قسم: کلٌ ،اجمعُ ،اکتعُ ،ابتعُ ،ابصعُ ہیں یہ سب مفرد اور جمع کی تاکید کے لئے آتے ہیں تثنیہ کی تاکید کے لئے نہیں آتے ۔لیکن ان سب میں کلٌ صیغہ کے اعتبار سے تبدیل نہیں ہوگا اور ضمیر متبوع کے اعتبار سے تبدیل ہوگی اور باقی تمام شکل کے اعتبار سے تبدیل ہوتے ہیں اور ضمیر کے اعتبار سے تبدیل نہیں ہوتے جیسے جاء نی القومُ کلُّھم وَاَجْمَعُون وَاَکْتَعُون وَاَبْتَعُون وَاَبْصَعُوْنَ۔

وَاِذَا اَرَدْتَ تَاْکِیْدَ الضَّمِیْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ بِ النَّفْس وَالْعَیْنِ ،یَجِبُ تَاْکِیْدُہٗ بِالضَّمِیْرِ

Scanned with CamScanner

المنفصل ،نحو ضربتَ انتَ نفسُک. ولا یؤکَّد بـ کلٍّ و اجمعَ الّا ما لہٗ اجزاءٌ وابعاض یصحُّ افتراقُها حِسًّا ،کـ القوم .اوحُکمًا کما تقولُ .اشتریتُ العبدَ کلَّہٗ ولا تقولُ اکرمتُ العبدَ کلَّہٗ۔ واعلَمْ انَّ اکتعَ وابتعَ وابصعَ اتباعٌ لاجمعَ ،ولیس لهامعنٰی ههنا بدونہٖ ،فلا یجوز تقدیمُها علی اجمعَ ،ولا ذِکرُها بـدونِہٖ.

ترجمہ:-اور جب تو ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کانفس اور عین کے ساتھ ارادہ کرے تو اس کی تاکید ضمیر منفصل سے واجب ہے جیسے ضربت انت ونفسک ۔اور کل اور اجمع کے ساتھ تاکید نہیں لائی جائے گی مگر اس چیز کی جس کے لئے ایسا اجزاء اور حصے ہوں جن کا جدا ہونا حسی طور پر صحیح ہو جیسے القوم یا حکم کے اعتبار سے جیسے تو کہے اشتریت العبد کلہ اور تو نہیں کہے گا اکرمتُ العبدَ کلَّہ ۔اور جان لیں کہ اکتع ،ابتع ،ابصع تابع ہیں اجمع کے اور ان کا اجمع کے سوا کا کوئی معنی نہیں پس ان کو اجمع پر مقدم کرنا جائز نہیں اور نہ ان کو اجمع کے بغیر ذکر کرنا جائز ہے۔

تشریح :-جب ضمیر مرفوع متصل کی تاکید نفس اور عینؔ کے ساتھ لائیں تو اس صورت میں ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ لانا واجب ہے جیسے ضربتَ انتَ نفسُک ،وجہ اس کی یہ ہے کہ نفس اور عینؔ فاعل واقع ہوتے ہیں تو اگر ہم تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ نہ لائیں تو پھر اس میں التباس آئے گا کہ نفس اور عینؔ فاعل ہیں یا تاکید ہیں۔یہ ضمیر بارز کی مثال ہے اور ضمیر مستتر کی مثال جیسے اُسکُنْ انتَ وزوجُکَ۔

ولا یؤکَّدُ بکلٍّ واجمعُ :فرماتے ہیں کہ کلٌّ اور اجمع اس چیز سے تاکید واقع ہوتا ہے جس چیز کے اجزاء اور ابعاض ہو، چاہے وہ اجزاء حساً ہوں جیسے القوم اور چاہے حکماً ہوں جیسے اشتریتُ العبدَ کلّہ۔

واعلمْ انَّ اکتعُ ،ابتعُ، :یہاں سے فرماتے ہیں کہ اجمعُ ،اکتعُ ،ابتعُ ،ابصعُ میں اجمع اصل ہے اور باقی تینوں اس کے فرع ہیں اور ان تینوں کے معنی اجمع کے بغیر سمجھ میں نہیں آتا اور ان تینوں کا اجمعُ پر مقدم کرنا بھی جائز نہیں۔

فَصْلٌ وَالْبَـدَلُ ،تابعٌ یُنْسَبُ اِلَیْهِ مَا نُسِبَ اِلٰی مَتْبُوْعِهٖ ،وَهُوَ الْمَقْصُوْدُبِالنِّسْبَةِ دُوْنَ مَتْبُوْعِهٖ .وَاَقْسَامُ الْبَدَلِ اَرْبَعَةٌ:

١۔بَدَلُ الْکُلِّ مِنَ الْکُلِّ ، وَهُوَ مَا مَدْلُوْلُهٗ ، مَدْلُوْلُ الْمَتْبُوْعِ نَحْوُ جَاءَ نِیْ زَیْدٌ اَخُوْکَ.

٢۔وَبَدَلُ الْبَعْضِ مِنَ الْکُلِّ ، وَهُوَ مَامَدْلُوْلُهٗ جُزْءُ مَدْلُوْلِ الْمَتْبُوْعِ نَحْوُ ضَرَبْتُ زَیْدًا رَأْسَه.

۳؎ وبدلُ الاشتمالِ ،وھُو ما مدلولُہ متعلقُ المتبوعِ سُلِبَ زیدٌ ثوبُہ.

۴؎ وبدلُ الغلطِ ،وھُو ما یُذکرُ بعدَ الغلطِ نحوُ جاءَ نی زیدٌ جعفرٌ و رأیتُ رجُلاً حماراً.

ترجمہ:۔ بدل وہ تابع ہے جس کی طرف اس چیز کی نسبت کی گئی ہو جو اس کے متبوع کی طرف منسوب ہے اور وہی مقصود بالنسبت ہو تابع نہ کہ اس کا متبوع اور بدل کے اقسام چار ہیں بدل الکل من الکل اور یہ وہ ہے کہ اس کا مدلول اور متبوع کا مدلول ایک ہو جیسے جاء نی زیدٌ اخوک اور بدل البعض من الکل یہ وہ ہے کہ اس کا مدلول متبوع کے مدلول کا جز ہو جیسے ضربتُ زیداً رأسہٗ اور بدل الاشتمال وہ ہے کہ اس کا مدلول متبوع کا متعلق ہو جیسے سُلب زیدٌ ثوبُہ اور بدل الغلط وہ ہے غلطی کے بعد کہ ذکر کیا جائے جیسے جاء نی زید جعفرٌ ،رایتُ رجُلاً حماراً۔

تشــــریح :۔دل کا لغت میں معنی ہوتا ہے عوض ،اور اصطلاح میں بدل اس تابع کو کہتے ہیں جس کی طرف نسبت کی جائے اس چیز کی جس کی نسبت متبوع کی طرف ہو اور اس میں بدل مقصود بالنسبت ہوتا ہے۔

جنس و فصل :البدل معرّف ہے ،تابع الخ جنس ہے تمام توابع کو شامل ہے وھو مقصودٌ بالنسبۃ فصل ہے اس سے دوسرے توابع نکل گئے نعت تاکید اور عطف بیان اس لئے نکل گئے کہ ان میں تابع مقصود بالنسبۃ ہوتا ہے اور عطف بالحرف اس لئے نکل گیا کہ اس میں دونوں مقصود بالنسبۃ ہوتے ہیں۔

واقسام البدل اربعۃ: فرماتے ہیں کہ بدل کی چار قسمیں ہیں ،بدل الکل ،بدل البعض ،بدل الاشتمال اور بدل الغلط۔

(۱) بدل الکل :وہ ہوتا ہے جس میں مبدل منہ اور بدل کا مصداق ایک ہو جیسے جاء نی زیدٌ اخوک۔

(۲) بدل البعض :وہ ہوتا ہے جس میں بدل مبدل منہ کے مصداق کا بعض ہو جیسے ضربتُ زیداً راسہ۔

(۳) بدل الاشتمال :وہ ہے جس میں بدل مبدل منہ کا نہ کل ہو اور نہ بعض ہو بلکہ مبدل منہ کا متعلق ہو جیسے سُلبَ زیدٌ ثوبُہ ظاہر ہے کہ کپڑا زید کا نہ کل ہے اور نہ اس کا بعض بلکہ اس کے ساتھ متعلق ہے۔

(۴) بدل الغلط :وہ ہوتا ہے جو غلطی کے بعد بولا جائے جیسے کسی نے کہا کہ جاء نی زیدٌ لیکن جب دیکھا کہ وہ تو زید نہیں جعفر ہے تو فوراً کہا جعفرٌ ،یا رأیتُ رجلاً حماراً۔ کسی جسم کو دیکھا تو سمجھا کہ آدمی ہے لیکن جب غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ گدھا ہے۔

والبدلُ اِنْ کانَ نکرۃً مِنْ معرفۃٍ ، یجبُ نعتُہٗ کقولِہٖ تعالٰی بالنّاصیۃِ ناصیۃٍ کاذبۃٍ .ولایجبُ ذٰلکَ فی عکسِہٖ ولا فی المُتجانسَیْنِ.

Scanned with CamScanner

ترجمہ:-اور بدل اگر نکرہ ہو معرفہ سے تو واجب ہے اس کی صفت لانا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان بالناصیة ناصیة کاذبة اور نہیں واجب اس کے برعکس میں اور نہ ہی متجانسین میں۔

تشریح :-عبارت کو سمجھنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ مبدل منہ اور بدل کی چار صورتیں ہیں یا دونوں معرفہ ہوں گے یا دونوں نکرہ ہوں گے یا مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہوگا اور یا اس کا عکس، یعنی مبدل منہ نکرہ اور بدل معرفہ ہوگا۔

اب عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہو تو اس نکرہ کی صفت لانا ضروری ہے، کقولہ تعالیٰ بالناصیةِ ناصیةٍ کاذبةٍ خاطئةٍ۔

اس کی وجہ جاننے سے پہلے دو باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ معرفہ مشہور ہوتا ہے اور نکرہ غیر مشہور ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مبدل منہ اور بدل میں مقصود بدل ہوتا ہے اور مبدل منہ غیر مقصود ہوتا ہے۔

جب مبدل منہ معرفہ ہو اور بدل نکرہ ہو تو پھر غیر مقصود چیز مشہور ہوگی اور مقصود غیر مشہور ہوگی اور یہ جائز نہیں، کیونکہ افضل سے ادنیٰ کی طرف نزول لازم آئے گا تو بدل کے لئے ہم صفت اس لئے لاتے ہیں تا کہ یہ تخصیص حاصل کرے اور تخصیص کی وجہ سے یہ معرفہ کے قریب ہو جائے اور قاعدہ یہ ہے کہ جو حکم اصل کا ہو اس کے قریب کا بھی وہی حکم ہوگا۔

اور یہ صفت لانا اس کے عکس میں واجب نہیں عکس کا مطلب یہ ہے کہ جب مبدل منہ نکرہ ہو اور بدل معرفہ ہو، وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں مقصودی چیز کا مشہور ہونا درست ہے کیونکہ اس میں ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف عدول ہوتا ہے اور یہ جائز ہے۔

متجانسین میں بھی صفت لانے کی ضرورت نہیں۔ متجانسین کا مطلب یہ ہے کہ جب دونوں معرفے ہو یا دونوں نکرے ہو۔ معرفہ کی صورت میں بدل کے لئے صفت کی ضرورت اس لئے نہیں کہ دونوں صفت معرفہ میں برابر ہیں اور نکرہ کی صورت میں بدل کے لئے صفت اس لئے ضروری ہے کہ دونوں صفت نکرہ میں برابر ہے۔

فَصْلٌ عَطْفُ الْبَیَانِ تَابِعٌ غَیْرُ صِفَةٍ یُوضِحُ مَتْبُوْعَهٗ ،وَهُوَ اَشْهَرُ اِسْمَیْ شَیْیءٍ ، نَحْوُقَامَ اَبُوْحَفْصٍ عُمَرُ وَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ .وَلَا یَلْتَبِسُ بِا لْبَدْلِ لَفْظًا فِیْ مِثْلِ قَوْلِ الشَّاعِرِ :

اَنَا ابْنُ التَّارِکِ الْبَکرِیِّ بِشْرٍ
عَلَیْهِ الطَّیْرُ تَرْ قُبُهٗ وُقُوعًا

ترجمہ:۔عطف بیان وہ تابع ہے جو غیر صفت ہو کر اپنے متبوع کی وضاحت کرے اور وہ کسی چیز کے دوناموں میں سے زیادہ مشہور ہوتا ہے جیسے قام ابو حفص عمرؓ اور قام عبداللہ ابن عمرؓ۔اور عطف بیان بدل کے ساتھ باعتبار لفظ کے ملتبس نہیں ہوتا شاعر کے قول کی مثل میں شعرالخ۔

تشریح :۔یہاں پانچویں تابع عطف بیان کو ذکر کر رہے ہیں۔

عطف بیان ہر وہ تابع ہے جو صیغہ صفت کا نہ ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت کرتا ہے اور عطف بیان وہ ہے کہ جب ایک چیز کے دو نام ہو یعنی ایک نام اور ایک کنیت ہو اور ان دونوں میں جو مشہور ہو وہ عطف بیان بنے گا جیسے قام ابو حفص عمرؓ۔اس مثال میں حضرت عمرؓ کا ایک نام ہے اور ایک کنیت ہے لیکن چونکہ نام مشہور ہے لہذا عطف بیان بنے گا۔دوسری مثال قام عبداللہ بن عمرؓ،اس میں کنیت یعنی ابن عمرؓ عطف بیان بنے گا کیونکہ کنیت مشہور ہے۔

ولا یلتبس بالبدل الخ:۔اس عبارت میں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ بدل اور عطف بیان میں لفظاً اور معناً فرق ہے یا نہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان معناً فرق تو ہے وہ یہ ہے کہ مبدل اور بدل میں بدل مقصود بالنسبت ہوتا ہے اور مبین عطف بیان میں مبین مقصود ہوتا ہے۔اور ان دونوں کے درمیان لفظی فرق نہیں ہاں بعض تراکیب سے ان دونوں کے درمیان لفظی فرق معلوم ہوتا ہے اور بعض تراکیب سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جس میں مبین معرف باللام مضاف الیہ ہو اور اس کا مضاف بھی معرف باللام اور صیغہ صفت ہو تو اس صورت میں بعد والے اسم کو عطف بیان تو بنانا جائز ہے لیکن بدل بنانا جائز نہیں۔جیسے شعر میں آتا ہے:

انا ابن التارکِ البکریِّ بشرٍ

علیه الطیر ترقُبُـــــهٗ وقُوْعاً

ترجمہ:میں ایسے بہادر آدمی کا بیٹا ہو جو بکری بشر جیسے بہادر آدمی کو میدان کارزار میں مار کر چھوڑ دیتا ہے اس حال میں کہ پرندے اس کے مرنے کا انتظار کر رہے ہیں اور اس حال میں کہ پرندے اس کے اوپر ہوا میں موجود ہیں۔

محل استشہاد:اس شعر میں بشر کو البکری سے عطف بیان تو بنا سکتے ہیں لیکن بدل نہیں بنا سکتے۔عطف بیان تو اس لئے بنا سکتے ہے کہ اس میں شرائط ہیں (مبین معرف باللام مضاف الیہ ہو اور مضاف معرف باللام صیغہ صفت ہو) اور بدل اس لئے نہیں بنا سکتے کہ مبدل منہ اور بدل کا عامل ایک ہوتا ہے تو پھر اگر تارکُ البکری اور بشر دونوں کے لئے عامل ایک جیسا ہو

Scanned with CamScanner

یعنی ایک کی طرف مضاف۔ ہے اضافت لفظی کے ساتھ تو دوسرے کی طرف بھی اضافت لفظی کے ساتھ مضاف ہو اور جب تارک ،بشر کے لئے مضاف الیہ بنے تو پھر اس میں اضافت لفظی کا احتمال نہیں کیونکہ اس میں مضاف سے تنوین اضافت کی وجہ سے نہیں گری بلکہ الف لام کی وجہ سے گری ہے تو اس میں بھی تخفیف نہیں ہوئی اور البکری میں بھی کوئی تخفیف نہیں ہوئی اور اضافت لفظی کا صرف یہی ایک فائدہ ہے تو یہ اضافت لغو ہوئی لہذا عطف بیان تو بنا سکتے ہیں لیکن بدل نہیں بنا سکتے۔

اَلْبَابُ الثَّانِیْ فِی الْاِسْمِ الْمَبْنِیِّ

وَهُوَ اِسْمٌ وَقَعَ غَيْرَ مُرَكَّبٍ مَعَ غَيْرِهِ مِثْلُ ا ،ب ،ت ،ث ، وَمِثْلُ وَاحِدٍ ، وَاثْنَانِ، وَثَلاثَةٍ وَكَلَفْظَةِ زَيْدٍ وَحْدَهُ، فَاِنَّهُ مَبْنِيٌّ بِالْفِعْلِ عَلَى السُّكُوْنِ وَمُعْرَبٌ بِالْقُوَّةِ. اَوْشَابَهَ مَبْنِيَّ الْاَصْلِ بِاَنْ يَكُوْنَ فِي الدَّلالَةِ عَلٰى مَعْنَاهُ مُحْتَاجًا اِلٰى قَرِيْنَةٍ كَالْاِشَارَةِ نَحْوُ (هٰؤُلَاءِ) وَنَحْوِهَا اَوْيَكُوْنَ عَلٰى اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ اَحْرُفٍ ،اَوْتَضَمَّنَ مَعْنَى الْحَرْفِ، نَحْوُ (ذَا) وَ(مَن) وَ(اَحَدَعَشَرَ) اِلٰى (تِسْعَةَعَشَرَ). وَهٰذَاالْقِسْمُ لَا يَصِيْرُ مُعْرَبًا اَصْلًا. وَحُكْمُهُ اَنْ لَّا يَخْتَلِفَ آخِرُهُ بِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ ، وَحَرَكَاتُهُ تُسَمّٰى ضَمًّا وَفَتْحًا وَكَسْرًا،وَسُكُوْنُهُ وَقْفًا. وَهُوَ عَلٰى ثَمَانِيَةِ اَنْوَاعٍ :

۱۔ اَلْمُضْمَرَاتُ۔ ۲۔ وَاَسْمَاءُ الْاِشَارَاتِ۔ ۳۔ وَالْمَوْصُوْلَاتُ۔ ۴۔ وَاَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ ۵۔ وَالْاَصْوَاتِ ۶۔ وَالْمُرَكَّبَاتُ۔ ۷۔ وَالْكِنَايَاتُ۔ ۸ وَبَعْضُ الظُّرُوْفِ .

ترجمہ:- دوسرا باب اسم مبنی میں ہے۔ اور مبنی وہ اسم ہے جو اس حال میں واقع ہو کہ اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے الف باء تاء ثاء اور جیسے واحد واثنان وثلثة اور جیسے لفظ زید اکیلا، یہ سکون پر مبنی بالفعل ہے، اور معرب بالقوۃ ہے، یا مشابہ ہو مبنی الاصل کے ساتھ اس طور پر کہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ کی طرف محتاج ہو مثل اشارہ کے جیسے ھؤلاء وغیرہ، یا تین حروف سے کم ہو یا حرف کے معنی کو متضمن ہو جیسے ذا اور مَن اور احدَ عشَرَ سے لے کر تِسْعَةَ عَشَرَ تک اور یہ قسم بالکل معرب نہیں ہوتا۔ اور حکم اس کا یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے مختلف نہیں ہوتا، اور اس کے حرکات کا نام ضم فتح کسرہ رکھا جاتا ہے اور اس کے سکون کا نام وقف رکھا جاتا ہے اور وہ آٹھ قسموں پر ہے مضمرات وغیرہ الخ۔

تشریح :- مصنفؒ نے باب اول میں اسم معرب بیان کیا اب یہاں باب ثانی میں اسم مبنی بیان کو فرما رہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

مبنیٌ اصل میں مبنُوِیٌ تھا، دعِیٌ قانون کی رو سے واو واقع ہوئی اسم متمکن کے آخر میں اور ماقبل اس کا ایک اور واو مدہ تھی تو اس کو یاء سے تبدیل کر دیا پھر واو اور یاء اکٹھے آئے ایک کلمہ میں اور پہلا ان کا ساکن ہے تو واو کو یاء کیا اور یا کو یاء میں مدغم کیا تو بن گیا مبنِیٌّ پھر یاء کے ماقبل ضمے کو کسرہ سے تبدیل کر دیا تو مبنیٌّ ہو گیا۔

مبنی کا لغت میں معنی ہوتا ہے قرار پکڑنا اور عدم تغیر اور مبنی کو بھی مبنی اس لئے کہتے ہیں کہ عوامل کے داخل ہونے کی وجہ سے اس کا آخر تبدیل نہیں ہوتا۔

اور اصطلاح میں اس کی دو تعریفیں ہیں۔

پہلی تعریف: مبنی ہر وہ اسم ہے جو غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے، اب، ت اور جیسے واحدٌ، اثنانِ و ثلاثةٌ اور جیسے اکیلا زید اور فرماتے ہیں کہ یہ پہلی قسم مبنی بالفعل ہے بالفعل کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ حالت میں مبنی ہے اور بالقوہ معرب ہے یعنی اس میں یہ استعداد اور صلاحیت ہے کہ معرب بن سکے، اور یہ اس وقت جب اس پر عامل داخل ہو جائے تو پھر یہ معرب ہوگا جیسے جاء زیدٌ

دوسری تعریف: یہ ہے کہ مبنی ہر وہ اسم ہوتا ہے جو مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھے۔

پھر اس کی مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھنے کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ یہ مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھے اس طور پر کہ یہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی قرینے کا محتاج ہو جیسے اسمائے اشارات اور موصولات، کیونکہ اسمائے اشارات مشارٌ الیہ کا محتاج ہیں اور اسمائے موصولات صلے کا محتاج ہوتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ یہ مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھے اس طور پر کہ اس کے حروف تین سے کم ہو جیسے ذا اور من یہ مبنی ہے کیونکہ یہ حروف میں سے فی اور من کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اور حروف مبنی ہوتے ہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ یہ مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھے اس طور پر کہ یہ حرف کے معنی کو متضمن ہو جیسے احدَ عشرَ سے لے کر تسعةَ عشر تک، یہ واؤ کے معنی کو متضمن ہیں یعنی یہ اصل میں تھے احدٌ و عشر الیٰ تسعةٌ و عشر اور یہ دوسری قسم ہمیشہ مبنی ہوگی کبھی معرب نہ ہوگی۔

وحکمہ أن لا یختلف آخرہ: مبنی کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر مختلف عوامل کے داخل ہونے کی وجہ سے نہیں بدلے گا جیسے جاء نی ھؤلاء، رأیت ھؤلاء الخ.

وحرکاتہ: حرکات بنائیہ کل چار ہیں، ضم حالت رفعی میں، فتح حالت نصبی میں، کسر حالت جری میں اور سکون۔

Scanned with CamScanner

وھو علی ثمانیۃ انواع: مبنی کے کل آٹھ اقسام ہیں۔ ضمائر، اسمائے اشارات، موصولات، اسمائے افعال، اصوات، مرکبات، کنایات اور بعض ظروف۔

اعتراض: مصنفؒ نے بعض ظروف کیوں کہا؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ ظروف بعض معرب ہیں اور بعض مبنی ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ اسمائے موصولات اور کنایات میں بھی بعض معرب ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں بعض معرب ہیں اور ظروف اکثر معرب ہیں۔

فَصْلٌ اَلْمُضْمَرُ: اِسْمٌ وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى مُتَكَلِّمٍ اَوْ مُخَاطَبٍ اَوْ غَائِبٍ تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى اَوْ حُكْمًا. وَهُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ ١۔ مُتَّصِلٌ: وَهُوَ مَالَا يُسْتَعْمَلُ وَحْدَهٗ، اِمَّا مَرْفُوْعٌ نَحْوُ ضَرَبْتُ اِلٰى ضَرَبْنَا اَوْ مَنْصُوْبٌ، نَحْوُ ضَرَبَنِيْ اِلٰى ضَرَبَهُنَّ وَ اِنَّنِيْ اِلٰى اِنَّهُنَّ اَوْ مَجْرُوْرٌ نَحْوُ غُلَامِيْ وَ لَهٗ اِلٰى غُلَامِهِنَّ وَلَهُنَّ. ٢۔ وَمُنْفَصِلٌ وَهُوَ مَا يُسْتَعْمَلُ وَحْدَهٗ، اِمَّا مَرْفُوْعٌ نَحْوُ اَنَا اِلٰى هُنَّ اَوْ مَنْصُوْبٌ نَحْوُ اِيَّايَ اِلٰى اِيَّاهُنَّ فَذٰلِكَ سِتُّوْنَ ضَمِيْرًا.

ترجمہ:۔ ضمیر وہ اسم ہے جو اس متکلم یا مخاطب یا غائب پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو جس کا ذکر پہلے لفظاً یا معناً یا حکماً ہو چکا ہو۔ اور وہ ضمیر دو قسم پر ہے متصل اور یہ وہ ہے کہ اکیلے استعمال نہ کیا جائے کے لئے، یا مرفوع ہوگی جیسے ضربت سے ضربن تک یا منصوب ہوگی جیسے ضربنی سے ضربھن تک اور اننی سے انھن تک یا مجرور ہوگی جیسے غلامی سے اور لی سے غلامھن اور لھن تک اور منفصل وہ ہے جو اکیلے استعمال کی جائے، یا مرفوع ہوگی جیسے انا سے لے کر ھنّ تک یا منصوب ہوگی جیسے ایّایَ سے لے کر ایّاھُنّ تک پس یہ ساٹھ ضمیریں ہیں۔

تشریح: اس سے پہلے مصنفؒ نے مبنی کی اقسام اجمال کے ساتھ بیان کئے اب یہاں سے ہر ایک کی تفصیل بیان کرتے ہیں، پہلا ان میں ضمیر ہے۔

ضمیر کو دیگر اقسام پر اس لئے مقدم کیا کہ ان کے تمام افراد مبنی ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

اور ضمیر مبنی اس لئے ہے کہ یہ حروف کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے احتیاج میں یعنی جس طرح حرف کا معنی دوسرے کلمے کے بغیر سمجھ میں نہیں آتا اسی طرح ضمیر کا معنی بھی مرجع کے بغیر سمجھ میں نہیں آتا۔

ضمیر کی تعریف: ضمیر کا معنی ہے راز، پوشیدہ خیال، اور اصطلاح میں ضمیر وہ اسم ہے جس کو وضع کیا گیا ہو تاکہ دلالت کرے

Scanned with CamScanner

متکلم، مخاطب پر اور ایسے غائب پر جسکا ذکر ہوا ہو، یا وہ ذکر لفظاً ہو جیسے ضَرَبَ زیدٌ غُلامَهٗ۔ اس مثال میں ہ ضمیر سے پہلے زید کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور یا ضمیر غائب کا ذکر ہے پہلے معناً ہو جیسے اعدلوا هو اقربُ للتقوی۔ اس میں ہو ضمیر کا مرجع اعدلوا میں جو عدل ہے وہ ہے، اور یا ذکر حکماً ہو جیسے قل هو الله احد، اس میں ہو ضمیر کا مرجع مضمون جملہ ہے۔

وهیٰ علیٰ قسمین متصل: ضمائر دو قسم پر ہیں۔

(۱) متصل، متصل کا معنی ہے جڑا ہوا اور اصطلاح میں وہ ہوتا ہے جو اکیلا استعمال نہیں ہوتا یعنی جو اپنے عامل کے ساتھ مل کر آئے اور ترکیب میں فاعل یا نائب فاعل بنے جیسے ضَرَبْتُ سے لے کر ضَرَبْنَ تک، اس کو مرفوع متصل کہتے ہیں۔

(۲) منصوب متصل وہ ہوتا ہے جو فعل کے بعد واقع ہو اور اس کے لئے مفعول بہ بنے جیسے ضَرَبَنِیْ سے ضَرَبَهُنَّ تک، اور یا حروف مشبہ بالفعل کے بعد واقع ہو اور اس کے لئے اسم بنے جیسے اِنَّنِی سے اِنَّهُنَّ تک۔

(۳) مجرور متصل وہ ہوتا ہے جو اسم کے بعد آئے اور اس کے لئے مضاف الیہ بنے جیسے غلامی سے غلامهن تک، اور یا حروف جارہ کے بعد آئے اور اس کے لئے مجرور بنے جیسے لی سے لهنَّ تک۔

ومنفصلٌ:۔ ضمیر کی دوسری قسم ہے منفصل، اس کا معنی ہے اکیلا، اور اصطلاح میں وہ ہوتا ہے جو اکیلا مستعمل ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

مرفوع منفصل اور منصوب منفصل۔

مرفوع منفصل وہ ہوتا ہے جو اپنے عامل کے ساتھ مل کر نہ آئے اور ترکیب میں مبتدا یا خبر بنے جیسے اَنَا سے هُنَّ تک۔

اور منصوب منفصل وہ ہوتا ہے جو اپنے عامل کے ساتھ مل کر نہ آئے اور ترکیب میں اس کے لئے مفعول بہ بنے جیسے اِیَّایَ سے اِیَّاهُنَّ تک۔ پس یہ کل ساٹھ ضمیریں بن گئی، ۱۲ مرفوع متصل، ۱۲ منصوب متصل، ۱۲ مجرور متصل، ۱۲ مرفوع منفصل، ۱۲ منصوب منفصل۔

فائدہ:۔ یہ بات یاد رکھیں کہ صرفی حضرات گردان غائب سے شروع کرتے ہے اور نحوی حضرات متکلم سے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ صرفی بحث کرتے ہیں گردان سے اور گردان ہونے میں غائب اصل ہے اور نحوی حضرات شروع کرتے ہیں معرفہ سے اور معرفہ ہونے میں متکلم اصل ہے اس لئے وہ متکلم سے شروع کرتے ہیں۔

واعْلَمْ اَنَّ الْمَرْفُوْعَ الْمُتَّصِلَ خَاصَّةً یکونُ مستتراً فِی الْمَاضِیْ لِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ کَضَرَبَ اَیْ

هُوَ وَضَرَبَتْ أَيْ هِيَ وَفِي الْمُضَارِعِ الْمُتَكَلِّمِ مُطْلَقًا نَحْوُ اِضْرِبُ أَيْ أَنَا وَنَضْرِبُ أَيْ نَحْنُ وَلِلْمُخَاطَبِ كَتَضْرِبُ أَنْتَ وَلِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ كَيَضْرِبُ أَيْ هُوَ وَ تَضْرِبُ أَيْ هِيَ وَفِي الصِّفَةِ أَعْنِي اِسْمَ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ وَغَيْرِ هِمَا مُطْلَقًا.

ترجمہ:-اور جان لیں کہ مرفوع متصل خاص کر مستتر ہوتی ہے ماضی غائب اور غائبہ میں جیسے ضرب میں ھو اور ضربت میں ھی اور مضارع متکلم میں مطلقاً جیسے اضرب میں انا اور نضرب میں نحن اور مخاطب میں جیسے تضرب میں انت اور غائب اور غائبہ میں جیسے یضرب میں ھو اور تضرب میں ھی اور صیغہ صفت میں میری مراد اسم فاعل و مفعول وغیرہ میں مطلقاً پوشیدہ ہوتی ہے۔

تشریح :-اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ضمیر مرفوع متصل کی دو قسمیں ہیں، بارز اور مستتر ضمیر بارز وہ ہوتی ہے جو ظاہر پڑھی جائے۔اور ضمیر مستتر وہ ہوتی ہے جو ظاہر نہ پڑھی جائے۔

پھر ضمیر مستتر کی دو قسمیں ہیں واجب الاستتار اور جائز الاستتار۔

واجب الاستتار وہ ہوتا ہے کہ جن صیغوں میں وہ ضمیر چھپی ہوئی ہو اور ان صیغوں کا فاعل ہمیشہ وہی ضمیر بنتی ہے دوسرا اسم ظاہر ان کے لئے فاعل نہیں بن سکتا، اور اس کے لئے چار مقامات ہیں۔

(۱)واحد مذکر مخاطب فعل مضارع کے صیغے میں جیسے تضربُ میں اَنْتَ، (۲)واحد مذکر مخاطب فعل امر کے صیغے میں جیسے اِضْرِبْ میں انتَ۔(۳)واحد متکلم فعل مضارع کا صیغہ جیسے اَضْرِبُ میں اَنَا۔(۴)جمع متکلم فعل مضارع کا صیغہ جیسے نضْرِبُ میں نحنُ۔

اور جائز الاستتار وہ ہوتی ہے کہ جن صیغوں میں وہ ضمیر چھپی ہوئی ہو، ان صیغوں کے لئے وہ بھی فاعل بن سکتی ہے اور دوسرا اسم ظاہر بھی ان کے لئے فاعل بن سکتا ہے پھر اس کے لئے تین مقامات ہیں۔

(۱)واحد مذکر غائب (۲)واحد مؤنث غائب چاہے ماضی معلوم یا مجہول اور چاہے مضارع معلوم ہو یا مجہول، جیسے ضَرَبَ میں ھو اور ضَرَبَتْ میں ھِیَ (۳) تمام اسمائے صفات میں۔

اسمائے صفات کل پانچ ہیں، اسم فاعل، اسم مفعول، صیغہ مبالغہ، صفت مشبہ اور اسم تفضیل جیسے زیدٌ ضارِبٌ اس میں ھو ضمیر مستتر ہے۔

Scanned with CamScanner

وَلَا یَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُ الْمُنْفَصِلِ اِلَّا عِنْدَ تَعَذُّرِ الْمُتَّصِلِ کَ اِیَّاکَ نَعْبُدُ، وَ مَا ضَرَبَکَ اِلَّا اَنَا، وَاَنَا زَیْدٌ، وَمَا اَنْتَ اِلَّا قَائِمًا. وَاعْلَمْ اَنَّ لَھُمْ ضَمِیْرًا یَقَعُ قَبْلَ جُمْلَۃٍ تُفَسِّرُہٗ، وَیُسَمّٰی ضَمِیْرَ الشَّاْنِ فِی الْمُذَکَّرِ وَضَمِیْرَ الْقِصَّۃِ فِی الْمُؤَنَّثِ، نَحْوُ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ، وَ اِنَّھَا زَیْنَبُ قَائِمَۃٌ.

ترجمہ:۔اور منفصل کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے مگر ضمیر متصل کے مشکل ہونے کی صورت میں جیسے ایاک نعبد الخ۔اور جان لیں کہ بیشک اُن کے لئے ایک ضمیر ہے جو جملہ سے پہلے واقع ہوتی ہے وہ جملہ اس کی تفسیر کرتا ہے اور مذکر میں اس کا نام ضمیر شان رکھا جاتا ہے اور ضمیر قصہ مؤنث میں جیسے قل ھو اللہ احد اور انھا زینب قائمۃٌ۔

تشریح: اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ کلام عرب میں ضمیر متصل استعمال ہوگی اور منفصل استعمال نہیں ہوگی، وجہ اس کی یہ ہے کہ کلام عرب میں اختصار مطلوب ہوتا ہے اور اختصار ضمیر متصل سے حاصل ہوتی ہے ضمیر منفصل سے حاصل نہیں ہوتی، ہاں جب ضمیر متصل کا استعمال متعذر ہو جائے تو اس وقت ضمیر منفصل کا استعمال کرنا درست ہے۔

مصنفؒ نے چار مقامات ایسے بیان کئے ہیں جہاں ضمیر متصل کا استعمال مشکل ہے لہذا وہاں ضمیر منفصل مستعمل ہوگی۔

پہلی صورت یہ ہے کہ جب ضمیر اپنے عامل سے مقدم ہو جیسے اِیَّاکَ نَعْبُدُ، تو یہاں ضمیر منفصل استعمال ہوگی نہ کہ متصل، وجہ اس کی یہ ہے کہ ضمیر متصل کا اپنے عامل کے ساتھ اتصال ہوتا ہے جب یہ ضمیر اپنے عامل پر مقدم ہوئی تو اتصال ممکن نہ رہا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جب عامل اور ضمیر میں فاصلہ ہو جیسے مَا ضَرَبَکَ الا انا ، یہاں پر ضَرَبَ فعل اور انا فاعل کے درمیان الّا کا فاصلہ ہے تو اس صورت میں ضمیر منفصل استعمال ہوگی، وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر ہم یہاں ضمیر متصل استعمال کریں تو پھر متکلم کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ جب ضمیر کا عامل، عامل معنوی ہو جیسے انا زیدٌ ،تو یہاں ضمیر منفصل لائی جائے گی، وجہ اس کی یہ ہے کہ عامل معنوی کے ساتھ ضمیر کا اتصال ممکن نہیں۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ جب ضمیر کا عامل حرف ہو جیسے ماانت الّا قائماً ۔تو یہاں پر منفصل لانے کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر کا اتصال حرف کے ساتھ جائز نہیں اس لئے متصل مستعمل نہیں ہوتی۔

واعلم انّ لھم ضمیراً یقعُ : غائب کی ایک ضمیر ہوتی ہے جو ایسے جملے سے پہلے واقع ہو جو جملہ اس ضمیر کی تفسیر کرتا ہو

Scanned with CamScanner

اور وہ جملہ اس ضمیر کی تفسیر اس لئے کرتا ہے کہ اس ضمیر کا مرجع پہلے نہیں گزرا ہو اور یہ ضمیر معہود فی الذہن کی طرف لوٹتی ہے اور اس ضمیر کو مذکر میں ضمیر شان کہتے ہیں جیسے قل هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اور مونث میں ضمیر قصہ کہتے ہیں جیسے انها زينبُ قائمةٌ۔

وَيَدْخُلُ بَيْنَ الْمُبْتَدأ وَالْخَبَرِ صِيغَةُ مَرْفُوعٍ مُنْفَصِلٍ مُطَابِقٍ لِلْمُبْتَدأ، اِذَا كَانَ الْخَبَرُ مَعْرِفَةً اَوْ (اَفْعَلَ) مِنْ كَذَا . وَيُسَمّٰى فَصْلًا، لِاَنَّهُ يَفْصِلُ بَيْنَ الْخَبَرِ وَالصِّفَةِ، نَحْوُ، زَيْدٌ هُوَ الْقَائِمُ، وَكَانَ زَيْدٌ هُوَ اَفْضَلَ مِنْ عَمْرٍو، وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ).

ترجمہ:- جب خبر معرفہ یا اسم تفضیل مستعمل بمن ہو تو مبتداء و خبر کے درمیان ایسا صیغہ مرفوع منفصل داخل ہوتا ہے جو مبتدا کے مطابق ہوتا ہے، اور اس کا فصل رکھا جاتا ہے کیونکہ یہ جدائی لاتا ہے خبر اور صفت کے درمیان جیسے زید هو القائم اور كان زيد هو افضل من عمرو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا كنت انت الرقيب عليهم۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف ضمیر فصل کو بیان فرمارہے ہیں: ضمیر فصل وہ صیغہ مرفوع منفصل کا ہوتا ہے جو مبتداء اور خبر کے درمیان واقع ہوتا ہے اور برابر ہے کہ مبتدا اور خبر پر عامل لفظیہ داخل ہوں یا نہ ہوں، اور یہ صیغہ مرفوع منفصل مبتدا کے مطابق ہوگا افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر و تانیث، غیبوبت اور خطابت میں۔

اور اس کے لئے شرط یہ ہے کہ جب خبر معرفہ ہو یا اسم تفضیل ہو اور اس کا استعمال من کے ساتھ ہو جیسے زَيْدٌ هو الْقَائم، یہ وہ مثال ہے جس میں خبر معرفہ ہو، نیز عامل لفظی بھی اس پر داخل نہ ہو اس کی بھی مثال ہے كانَ زيدٌ هُوَ افضل من عمرٍ - یہ وہ مثال ہے جس میں خبر اسم تفضیل ہو اور اس کا استعمال من کے ساتھ ہو، نیز وہ مثال بھی ہے جس پر عامل لفظی داخل ہو۔ دوسری مثال كُنتَ اَنتَ الرَّقيبَ عليهم۔ اور اس ضمیر کو ضمیر فصل کہتے ہیں کیونکہ یہ خبر اور صفت کے درمیان فاصلہ لے کر آتی ہے۔

اعتراض: مصنفؒ نے صیغہ مرفوع متصل کہا تو صیغے کی جگہ ضمیر نہیں کہا۔؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ ضمیر ہے یا اسم ہے تو مصنفؒ صیغے کا لفظ لے آئے کیونکہ اس میں اختلاف نہیں۔

فَصْلٌ اَسْمَاءُ الْاِشَارَةِ مَا وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى مُشَارٍ اِلَيْهِ . وَهِيَ خَمْسَةُ اَلْفَاظٍ لِسِتَّةِ مَعَانٍ وَذٰلِكَ ذَا لِلْمُذَكَّرِ وَذَانِ وَ ذَيْنِ لِمُثَنَّاهُ وَتَا وَتِيْ وَذِيْ وَتِهٖ وَذِهٖ وَتِهِيْ وَذِهِيْ لِلْمُؤَنَّثِ وَ تَانِ وَ تَيْنِ لِمُثَنَّاهُ، وَاُولَاءِ بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ لِجَمْعِهِمَا.

ترجمہ:- اسمائے اشارہ وہ اسماء ہیں جن میں سے ہر ایک کو وضع کیا گیا ہے تاکہ دلالت کرے مشار الیہ پر اور وہ پانچ الفاظ ہیں

Scanned with CamScanner

چھ معانی کے لئے اور یہ ذا ہے مذکر کے لئے اور ذان و ذین تثنیہ مذکر کے لئے اور تا اور تی اور ذی اور تہ اور ذہ اور تھی اور ذھی مؤنث کے لئے اور تان وتین تثنیہ مؤنث کے لئے اور اُولاء مد اور قصر کے ساتھ جمع مذکر و مؤنث کے لئے۔

تشریح: یہاں سے مبنی کی دوسری قسم اسمائے اشارات کا بیان ہے۔

اسمائے اشارات کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حروف کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے احتیاج میں یعنی جس طرح حروف کا معنی دوسرے کلمے کے بغیر سمجھ میں نہیں آتا اسی طرح اسمائے اشارات کا معنی بھی مشارٌ الیہ کے بغیر سمجھ میں نہیں آتا۔

تعریف: اسم اشارہ وہ اسم ہے جس کو واضع نے اس لئے وضع کیا ہو کہ دلالت کرے مشارٌ الیہ پر۔

اسمائے اشارات پانچ الفاظ ہے اور چھ معانی کے لئے ہیں۔ اصل میں اسمائے اشارات بھی چھ تھے لیکن چونکہ جمع مذکر و مونث دونوں کے لئے ایک اسم اشارہ مقرر کیا لہذا پانچ بن گئیں۔ چھ معانی سے مراد یہ ہیں: واحد مذکر، تثنیہ مذکر، جمع مذکر، واحد مونث، تثنیہ مونث اور جمع مونث۔

اور پانچ الفاظ یہ ہے: ذا واحد مذکر کے لئے، ذان اور ذَیْنِ تثنیہ مذکر کے لئے ذان حالت رفعی میں اور ذین حالت نصبی اور جری میں، تا، تی، تہ تھی، ذِیْ، ذِہٖ اور ذھی واحد مونث کے لئے، تان اور تَیْنِ تثنیہ مونث کے لئے، اولآء اور اولی جمع مذکر و مونث دونوں کے لئے۔

وَقَدْ يُلْحَقُ بِأَوَائِلِهَا هَاءُ التَّنبِيهِ، نَحْوُ هٰذَا هٰذَانِ وَهٰؤُلَاءِ، وَيَتَّصِلُ بِأَوَاخِرِهَا حَرْفُ الْخِطَابِ. وَهُوَ أَيْضًا خَمْسَةُ أَلْفَاظٍ لِسِتَّةِ مَعَانٍ نَحْوُ كَ، كُمَا، كُمْ، كِ، كُنَّ، فَذٰلِكَ خَمْسَةٌ وَعِشْرُونَ الْحَاصِلُ مِنْ ضَرْبِ خَمْسَةٍ فِيْ خَمْسَةٍ، وَهِيَ (ذَاكَ) إِلَى (ذَاكُنَّ) وَ(ذَانِكَ) إِلَى (ذَانِكُنَّ)، وَكَذٰلِكَ الْبَوَاقِيْ.

وَاعْلَمْ أَنَّ (ذَا) لِلْقَرِيْبِ، وَ(ذٰلِكَ) لِلْبَعِيْدِ وَ (ذَاكَ) لِلْمُتَوَسِّطِ.

ترجمہ:- اور کبھی کبھی ان کے شروع میں ھاء تنبیہ لگائی جاتی ہے جیسے ھٰذا ھٰذانِ، ھٰؤلاءِ، اور کبھی ان کے آخر میں حرف خطاب متصل ہو جاتا ہے۔ اور وہ بھی پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کے لئے جیسے کَ کما الخ پس یہ پچیس ہیں جو حاصل ہوتے ہیں پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے اور وہ ذاک سے لے کر ذاکن تک اور ذانک سے ذانِکُنَّ تک اور اسی طرح باقی ہیں۔ اور جان لیں کہ بیشک ذا قریب کے لئے اور ذالک بعید کے لئے اور ذَاکَ متوسط کے لئے ہے۔

تشریح:- فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی اسم اشارہ کے ابتدا میں ھاء لگتی ہے اس کو ھاء تنبیہ کہتے ہیں جیسے ھذا وھذان و

ھولاء ،اور کبھی اسم اشارہ کے آخر میں کَ آتا ہے اس کو حرف خطاب کہتے ہیں اور یہ بھی کل پانچ الفاظ ہیں اور چھ معانی کے لئے ہیں جیسے کَ، کُمَا کُمْ، کِ کُما کُنَّ۔ پس تمام اسمائے اشارات پچیس بن گئے یعنی پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے حاصل ہوئے اور وہ یہ ہیں:

ذاکَ، ذاکما ،ذاکم، ذاکِ ، ذاکُنَّ اور ذانکَ ذانکما،ذانکم ذانکِ ذانکن،اوراسی طرح باقی میں یعنی تاک الخ،تانک الخ اور اولائک الخ۔

واعلم انَّ ذا للقریب:فرماتے ہیں کہ ذا اسم اشارہ قریب کے لئے آتا ہے اور ذالکَ اسم اشارہ بعید کے لئے ،اور ذاکَ متوسط کے لئے آتا ہے۔

فَصْلٌ اَلْمَوْصُوْلُ اِسْمٌ لَایَصْلُحُ اَنْ یَّكُوْنَ جُزْءً ا تَامًّا مِنْ جُمْلَةٍ اِلَّا بِصِلَةٍ بَعْدَهٗ .وَالصِّلَةُ جُمْلَةٌ خَبَرِیَّةٌ،وَلَا بُدَّمِنْ عَائِدٍ فِیْهَا یَعُوْدُ اِلَی الْمَوْصُوْلِ،مِثَالُهٗ اَلَّذِیْ فِیْ قَوْلِنَا جَاءَ الَّذِیْ اَبُوْهُ قَائِمٌ ،اَوْقَامَ اَبُوْهُ.وَالَّذِیْ لِلْمُذَكَّرِ وَاللَّذَانِ وَاللَّذَیْنِ لِمُثَنَّاهُ، وَالَّتِیْ لِلْمُؤَنَّثِ،وَ اللَّتَانِ وَاللَّتَیْنِ لِمُثَنَّاہُ،وَالَّذِیْنَ والْاُلٰی لِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ ،وَ اللَّاتِیْ وَاللَّوَاتِیْ وَاللَّاءِ وَاللَّائِیْ لِجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ،وَمَا وَمَنْ وَاَیٌّ وَاَیَّةٌ ،وَ ذُوْ بِمَعْنَی الَّذِیْ فِیْ لُغَةِ بَنِیْ طَیٍّ، كَقَوْلِ الشَّاعِرِ :

فَاِنَّ الْمَاءَ مَاءُ اَبِیْ وَجَدِّیْ وبِئْرِیْ ذُوْ حَفَرْتُ وَذُوْ طَوَیْتُ

اَیْ الَّذِیْ حَفَرْتُهٗ وَالَّذِیْ طَوَیْتُهٗ

ترجمہ:-موصول وہ اسم ہے جو جملہ کا جزوتام بننے کی صلاحیت نہ رکھے مگر اس صلہ کے ساتھ جو اس کے بعد ہے اور صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور اس جملہ میں عائد ضروری ہے جولوٹے گا موصول کی طرف اس کی مثال، الذی جو ہمارے قول میں ہے جاء الذی ابوہ قائم یا جاء الذی قَامَ اَبُوهُ ۔اور وہ اَلَّذِیْ ہے مذکر کے لئے اور الذان الَّذین تثنیہ مذکر کے لئے اور الَّتی مونث کے لئے اور اللتان اور اللتین تثنیہ مونث کے لئے اور اَلَّذِیْنَ، الالی جمع مذکر کے لئے اور اللّاتی واللَّوَاتِی اور اللاء اور اللائی جمع مؤنث کے لئے اور مَا مَنْ اَیّ اَیَّة اور ذو بمعنی الَّذِی بنی طی کی لغت میں،جیسا کہ شاعر کا قول فَاِنَّ المَاءَ اَلخ۔

تشریح :-اس فصل میں اسمائے موصولات کو بیان فرمارہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

اسماء موصولات کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مبنی الاصل میں سے حروف کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں احتیاج میں، یعنی جس طرح حروف کا معنی دوسرے کلمے کے بغیر سمجھ میں نہیں آتا اسی طرح اسماء موصولات کا معنی بھی صلے کے بغیر سمجھ میں نہیں آتا۔

تعریف: اسمائے موصول ہر وہ اسم ہے جو صلے کے بغیر جملے کا جز تام نہ بنے، پھر جب صلہ جملہ ہو تو اس کے لئے تین شرائط ہیں۔

(۱) صلہ جملہ ہو یہ شرط اس لئے لگائی کہ اسم موصول میں ابہام ہوتا ہے اور صلہ اس کو ابہام دور کرتا ہے اور جملہ ہی ابہام کو دور کرسکتا ہے مفرد نہیں۔

(۲) صلہ جملہ خبریہ ہو انشائیہ نہ ہو یہ اس لئے کہ صلے کا اپنے موصول کے ساتھ ربط ہوتا ہے اور جملہ انشائیہ ربط قبول نہیں کرتا جملہ خبریہ اپنے ماقبل کے ساتھ ربط ہوتا ہے۔

(۳) جملہ میں ایسی ضمیر چاہیے کہ جو موصولہ کی طرف لوٹ رہی ہو ضمیر کے اعادے کی شرط اس لئے لگائی کہ جملہ مستقل ہوتا ہے اور جملے کا استقلال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میرا اپنے ماقبل کے ساتھ ربط نہیں، حالانکہ صلے کا موصولہ کے ساتھ ربط ہوتا ہے تو ضمیر اس لئے لوٹاتے ہیں تاکہ صلے کا اپنے موصولہ کے ساتھ ربط پیدا ہو جائے۔ جیسے جاء الذی ابوہ قائم اور قامَ ابوہُ، اس مثال میں جاءَ فعل ہے الذی موصولہ ہے اور ابوہُ قائم جملہ اس کے لئے صلہ ہے جو اس میں تینوں شرائط پائی جاتی ہے کیونکہ یہ جملہ خبریہ ہے اور اس میں ہ ضمیر الذی موصولہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔

اسماء موصولات کی تفصیل: الذی واحد مذکر کے لئے آتا ہے، الذان اور الَّذَیْنِ تثنیہ مذکر کے لئے آتے ہیں لیکن الذان حالت رفعی میں اور الذین حالت نصبی و جری میں، التی واحد مونث کے لئے، اللتان اور اللتین تثنیہ مؤنث کے لئے آتے ہیں مگر اللّتان حالت رفعی میں اور اللتَین حالت نصبی و جری میں، الذِین جمع مذکر کے لئے آتا ہے، اللاتی و اللواتی و اللاء و اللائی جمع مونث کے لئے آتے ہیں۔

مَنْ اور مَا بھی الذی موصولہ کے معنی میں ہوتے ہیں اور یہ دونوں چھ صیغوں کے لئے آتے ہیں۔ واحد مذکر، تثنیہ مذکر، جمع مذکر، واحد مونث، تثنیہ مونث اور جمع مونث۔ لیکن ما اور مَن میں فرق یہ ہے کہ مَا غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور مَنْ ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔

اَیٌّ ساتھ معنی الذی موصولہ کے ہوتا ہے اور اَیَّۃٌ بھی ساتھ معنی التی موصولہ کے ہوتا ہے۔ اور ذو بھی قبیلہ بنی طے کی لغت

میں ساتھ معنی الذی موصولہ کے ہوتا ہے اور اس کے لئے استدلال میں ایک شعر پیش کیا ہے:

فانَّ المآءَ مآءُ اَبی وجــدّی

وبیرِیْ ذُوحفرتُ وذوطویتُ

ترجمہ: جس پانی کے بارے میں جھگڑا ہے وہ پانی میرے باپ دادا کا پانی ہے اور میرا کنواں وہ کنواں ہے جس کو میں نے کھودا ہے اور میں نے مُدوّر کیا ہے۔

فائدہ:- جب کسی چیز کی دلیل میں شعر لایا جائے تو اس شعر میں ایک خاص چیز کی طرف اشارہ ہوتا ہے تو اس کو محل استشہاد کہتے ہیں۔

محل استشہاد:- اس شعر میں محل استشہاد یہ ہے کہ اس میں ذو ،الذی کے معنی میں ہے اَیْ اَلَّذِیْ حَفَرْتُہٗ وَالَّذِیْ طَوَیْتُہٗ۔

ترکیب: انّ حرف از حروف مشبہ بالفعل ناصب الاسم ورافع الخبر السماء اس کا اسم منصوب بالفتحہ لفظاً ،ماء اس کی خبر مضاف ،ابی مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ ،واو عاطفہ ،جدی مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف ،معطوف علیہ معطوف مل کر مضاف الیہ ہوا ،ماء مضاف کا ،مضاف مضاف الیہ مل کر خبر ہوئی ۔ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ واو عاطفہ بیری مضاف مضاف الیہ مل کر مبتداء ،ذو ساتھ معنی الذی اسم موصول کے ،حفرت الخ اس کا صلہ ،حفرت صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم ،تُ ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل مرفوع محلاً واو عاطفہ ،طویت ،فعل فاعل مل کر معطوف ،معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ ہوا ،الذی اسم موصول کا ،موصول صلہ مل کر خبر ہوئی مبتداء کیلئے ،مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

والاَلِفُ واللام الخ: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہونے والا الف لام بھی اَلَّذِیْ موصولہ کے معنی میں ہوتا ہے جیسے جَاءَ نِیْ الضَّارِبُ زَیْداً اَیْ اَلَّذِیْ یَضْرِبُ زَیْداً ،وَجَاءَ نِی الْمَضْرُوْبُ غُلَامُہٗ اَیْ اَلَّذِیْ یُضْرَبُ غُلَامُہٗ۔

وَیَجُوْزُ حَذْفُ الْعَائِدِ مِنَ اللَّفْظِ اِنْ کَانَ مَفْعُوْلاً ،نَحْوُ قَامَ الَّذِیْ ضَرَبْتُ اَیْ الَّذِیْ ضَرَبْتُہٗ.وَاعْلَمْ اَنّ (اَیًّا) وَ (اَیَّۃٌ) مُعْرَبَۃٌ اِلاّ اِذَا حُذِفَ صَدْرُ صِلَتِہا ،کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی (ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ کُلِّ شِیْعَۃٍ اَیُّہُمْ اَشَدُّ عَلَی الرَّحْمٰنِ عِتِیًّا ،اَیْ ھُوَ اَشَدُّ.

ترجمہ:- اور عائد کو لفظ سے حذف کرنا جائز ہے اگر وہ عائد مفعول ہو جیسے قَامَ الَّذِیْ ضَرَبْتُ یعنی اَلذِیْ ضَرَبْتُہٗ ۔اور جان لیں کہ اَیْ وَاَیَّۃ معرب ہیں مگر جب حذف کیا جائے ان کے صلہ کا اول جز جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (ترجمہ) ہم کھینچیں

Scanned with CamScanner

گے ہر گروہ میں سے اس کو جوان میں سے رحمٰن پر از روئے نافرمانی کے زیادہ سخت ہے۔

تشریح :- جب صلہ جملہ ہو تو اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اس میں ایک ضمیر ایسی ہونی چاہیے کہ جو موصولہ کی طرف لوٹ رہی ہو تو یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس ضمیر کو لفظ سے حذف کرنا جائز ہے معنی سے جائز نہیں لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ جب یہ مفعول بہ ہو جیسے قَامَ الَّذِیْ ضَرَبْتَ اَیْ الَّذِیْ ضَرَبْتُهٗ.

واعلمُ اَنَّ اَيًّا واَيَّة :فرماتے ہیں کہ ایٌّ وایّةٌ معرب ہیں لیکن جب اس کے صلے کا صدر حذف کیا جائے تو پھر یہ مبنی ہوں گے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كلِّ شيعةٍ اَيُّهم اَشَدُّ عَلَى الرَّحمٰنِ عِتِيًّا ۔اس میں ایُّهم کا ایٌّ مبنی ہے اس لئے کہ اس میں صلے کا صدر محذوف ہے جو کہ هو ہے، اور اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دو احتیاج ہیں ایک تو یہ مضاف الیہ کی طرف محتاج ہے اور دوسرا یہ صلے کی طرف محتاج ہے۔

فَصْلٌ اَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ : هُوَ كُلُّ اِسْمٍ بِمَعْنَى الْاَمْرِ اَوِ الْمَاضِى ،نَحْوُ (رُوَيْدَزَيْدًا) اَىْ اَمْهِلْهُ. وَ(هَيْهَاتَ زَيْدٌ) اَىْ بَعُدَ،اَوْكَانَ عَلٰى وَزْنِ (فَعَالِ) بِمَعْنَى الْاَمْرِ ،وَهُوَ مِنَ الثُّلَاثِيِّ قِيَاسٌ،كَ (نَزَالِ) بِمَعْنٰى اِنْزِلْ ، وَ(تَرَاكِ) بِمَعْنٰى اُتْرُكْ .وَيُلْحَقُ بِهِ(فَعَالِ) مَصْدَرًا مَعْرِفَةً،كَ (فَجَارِ)بِمَعْنَى الْفُجُوْرِ ، اَوْ صِفَةً لِلْمُؤَنَّثِ ، نَحْوُ :(يَا فَسَاقِ)بِمَعْنٰى فَاسِقَةٍ ،وَ(يَا لَكَاعِ) بِمَعْنَى لَا كِعَةٍ، اَوْعَلَمًا لِلْاَعْيَانِ مُؤَنَّثًا،كَ (قَطَامِ غَلَابِ وحَضَارِ). وَهٰذِهِ الثَّلَاثَةُ لَيْسَتْ مِنْ اَسْمَاءِ الْاَفْعَالِ، وَاِنَّمَا ذُكِرَتْ هٰهُنَا لِلْمُنَاسَبَةِ.

ترجمہ:- اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو بمعنی امر اور بمعنی ماضی ہو جیسے **رويد زيدا** یعنی **امهله** اور **هيهات زيد** یعنی **بعُد زيد** یا فعال بمعنی امر کے وزن پر ہو اور وہ ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے جیسے **نزال** بمعنی **انزل** اور **تراک** بمعنی **اُترک**۔
اور اس کے ساتھ فعال لاحق کیا جاتا ہے اس حال میں کہ وہ مصدر معرفہ ہو جیسے **فجار** بمعنی **الفجور** یا مؤنث کی صفت ہو جیسے یافساق بمعنی فاسقة یالكاع بمعنی لا كعة یا ذوات مؤنثہ کا علم ہو جیسے **قطام** اور **غلاب** اور **حضار** اور یہ تین اسمائے افعال سے نہیں ہیں ان کا ذکر یہاں صرف مناسبت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

تشریح :- یہ چوتھی فصل ہے اس میں اسمائے افعال بیان کرتے ہیں۔
اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو امر کے معنی میں ہو جیسے **رُوَيدَ زيداً ای اَمهِله**، اور یا ماضی کے معنی میں ہو جیسے **هيهات**

Scanned with CamScanner

زیدٌ ای بُعدَ، اور یا یہ اسم فعل ایسے فَعالِ کے وزن پر ہوگا جو امر کے معنی میں جیسے نزَالِ بمعنی اِنزِل کے ہے اور تراکِ بمعنی اُترُکْ کے ہے۔

وھو من الثلاثی قیاس: اس عبارت میں مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ایسا فَعال کا وزن جو امر کے معنی میں ہو یہ ثلاثی مجرد سے قیاسی ہوگا، قیاسی کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اشتقاق ثلاثی مجرد کے ہر باب سے درست ہے جیسے ضَرَاب بمعنی اضرِب اور نَصَارِ بمعنی اُنصُرْ۔

ویلحقُ به فعَالِ مصدراً معرفَةً: یہاں سے فرماتے ہیں کہ ایسا فَعالِ کا وزن جو امر کے معنی میں ہو اور اسم فعل ہو تو اس وزن کے ساتھ تین اور اوزان بھی ملحق ہوتے ہیں۔

پہلا وزن یہ ہے کہ یا یہ فعال کا وزن معدول ہو مصدر معرفہ سے جیسے فَجَارِ یہ الفجورُ سے معدول ہوا ہے اور الفجور مصدر معرفہ ہے۔

دوسرا وزن یہ ہے کہ یہ فعال کا وزن معدول ہو اس صفت سے جو مؤنث کے لئے ہو جیسے فَساقِ یہ فاسِقَةٌ کے معنی میں ہے۔

تیسرا وزن یہ ہے کہ یہ فعالِ کا وزن عین مؤنث کا نام ہو جیسے قطامِ اور غلاب یہ دونوں عورت کے نام ہیں اور حَضَارِ یہ ستارے کا نام ہے۔

وھذہ الثلاثة لیستْ منْ :مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ تین اوزان یعنی جو فعالِ کے ساتھ ملحق ہوں یہ اسمائے افعال نہیں لیکن چونکہ ان کا فعالِ کے ساتھ مناسبت ہے اسی مناسبت کی وجہ سے ذکر کئے گئے ہیں۔ اور ان اوزان کی فعالِ کے ساتھ وزن میں بھی مناسبت ہے اور معدولیت میں بھی، وزن میں تو مناسبت ظاہر ہے کیونکہ تمام اوزان فعالِ کی طرح ہیں۔ اور معدولیت میں مناسبت اس طرح ہے کہ فعالِ کا وزن بھی مبالغہ کے لئے معدول ہے اور دوسرے اوزان بھی مبالغہ کے لئے معدول ہیں۔

فَصْلٌ اَلْاَصْوَاتُ : كُلّ لَفْظٍ حُكِيَ بِه صَوْتٌ، كَـ (غَاقِ) لِصَوْتِ الغُرابِ،اَوْ صُوِّتَ بِه الْبَهَائِمَ،كَـ (نَخَّ) لِاِ نَا خَةِ الْبَعِيْرِ .

ترجمہ:۔فصل،اسمائے اصوات ہر وہ لفظ جس کے ذریعے کسی آواز کی حکایت کی گئی ہو جیسے غاق کوے کی آواز،اور وہ الفاظ جن

Scanned with CamScanner

کے ذریعے جانوروں کو آواز دی جائے نخ اونٹ بٹھانے کیلئے۔

تشریح :- یہ پانچویں فصل ہے اس میں اسمائے اصوات بیان فرما رہے ہیں۔

اعتراض: الاصوات مبتداء ہے اور کــلُّ لفظِ اس کی خبر ہے اور مبتدا اور خبر میں مطابقت ضروری ہے کیونکہ خبر، مبتدا پر حمل ہوتا ہے اور یہاں یہ حمل درست نہیں، کیونکہ مبتدا جمع ہے اور خبر مفرد ہے۔

جواب: یہاں حمل درست ہے کیونکہ الاصــــوات میں الف لام جنسی ہے اور الف لام جنسی جب جمع پر داخل ہو جائے تو اس کی جمعیت ختم کرتا ہے لہذا الاصوات ، الصوت کے معنی میں ہے جو کہ مفرد ہے اور معرفہ اس لئے کہا کہ مبتدا میں اصل معرفہ ہے۔

تعریف: اصوات جمع ہے صوت کی، اور اس کا لغوی معنی آواز دینا،

اصطلاح میں اسم صوت ہر وہ لفظ ہے جس کے ذریعے کوئی آواز نقل کیا جائے جیسے غاق کوے کی آواز نقل کرنے کے لئے آتا ہے اور یا اسم صوت وہ ہے جس کے ذریعے کسی جانور کو آواز دیا جائے جیسے نَخَّ اونٹ بٹھانے کے لئے بولا جاتا ہے۔

مبنی ہونے کی وجہ: اسمائے اصوات کی مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ترکیب میں واقع نہیں ہوتے اور اگر واقع بھی ہو جائیں تو ترکیب اس پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

فَصْلٌ اَلْمُرَكَّبَاتُ. كُلُّ اِسْمٍ رُكِّبَ مِنْ كَلِمَتَيْنِ ، لَيْسَتْ بَيْنَهُمَا نِسْبَةٌ ، فَاِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِى حَرْفًا ، يَجِبُ بِنَاؤُهُمَا عَلَى الْفَتْحِ ، كَ (اَحَدَعَشَرَ) اِلٰى (تِسْعَةَعَشَرَ)اِلَّا (اِثْنَىْ عَشَرَ) فَاِنَّهَا مُعْرَبَةٌ كَالْمُثَنّٰى . وَاِنْ لَمْ يَتَضَمَّنْ ذٰلِكَ ، فَفِيْهَا لُغَاتٌ ، اَفْصَحُهَا بِنَاءُ الْاَوَّلِ عَلَى الْفَتْحِ، وَاِعْرَابُ الثَّانِىْ غَيْرَ مُنْصَرِفٍ، كَ (بَعْلَبَكَّ)نَحْوُ جَاءَ نِىْ بَعْلَبَكُّ ، وَرَأَيْتُ بَعْلَبَكَّ ، وَمَرَرْتُ بِبَعْلَبَكَّ .

ترجمہ :- مرکب ہر وہ اسم ہے جو مرکب ہوا ایسے دو کلموں سے جن کے درمیان کوئی نسبت نہ پس اگر دوسرا کلمہ حرف کو متضمن ہے تو ان دونوں کا مبنی برفتحہ ہونا واجب ہے جیسے اَحَدَ عَشَرَ سے لے کر تِسْعَةَ عَشَرَ تک مگر اِثْنَا عَشَرَ پس بیشک وہ تثنیہ کی طرح معرب ہے، اور اگر اس کو متضمن نہ ہو تو اس میں کئی لغات ہیں ان میں سے زیادہ فصیح لغت اول کا مبنی برفتحہ ہونا اور ثانی کا معرب غیر منصرف ہونا جیسے بعلبک جیسے جاء نی بعلبک الخ۔

تشریح :- یہ چھٹی فصل ہے اس میں مبنی کی چھٹی قسم مرکبات کو بیان کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

یہاں المرکبات میں الف لام جنس کا ہے اس الف لام کی وجہ سے اس کی جمعیت باطل ہوگئی تو اب یہ معنی ہوگا کہ المرکب کل اسم الخ۔

تعریف: مرکب کا لغوی معنی ہے جوڑنا اور ملانا، اور اصطلاح میں مرکب ہر وہ اسم ہوتا ہے جو دو کلموں سے مرکب ہو اور ان دو کلموں کے درمیان نسبت نہ ہو۔

فانْ تضمَّنَ الثانی : یہاں سے مصنفؒ مرکب کے احوال اور احکام بیان کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ مرکب دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا یا اس کا دوسرا جز حرف کو متضمن ہوگا یا نہیں اگر دوسرا جز حرف کو متضمن ہو تو پھر مرکب کے دونوں جز مبنی بر فتحہ ہوں گے اور یہ مرکب بنائی ہوگا جیسے اَحَدَ عَشَرَ سے لے کر تسعة عَشَرَ تک درمیان سے اثنا عَشَر کو نکال کر۔ پہلا جز تو اس لئے مبنی ہوگا کہ درمیان میں آنے کی وجہ سے اس کا آخر ختم ہوگیا تو اعراب کی جگہ ہی باقی نہ رہی اور دوسرا جز اس لئے مبنی ہوگا کہ وہ حرف کو متضمن ہے اور حروف مبنی ہے تو یہ بھی مبنی ہوگا، اور باقی رہ گیا اثنا عَشَرَ تو اس کا پہلا جز معرب ہوگا اور دوسرا جز مبنی ہوگا۔ پہلا جز اس لئے معرب ہوگا کہ یہ اصل میں اثنان تھا تو جب اس کی اضافت عَشَرَ کی طرف ہوئی اور اس کی نون اضافت کی وجہ سے گر گیا تو یہ اس تثنیہ مضاف کے مشابہ ہوگیا جس کا نون اضافت کے وقت گر جاتا ہے اور چونکہ مضاف معرب ہوتا ہے لہذا اس کی مشابہت کی وجہ سے معرب ہے۔

وانْ لم یتضمَّنْ ذالکَ ففیها لُغاتٌ الخ : فرماتے ہیں کہ اگر مرکب کا دوسرا جز حرف کو متضمن نہ ہو تو پھر اسکا اعراب کیا ہوگا؟ اس میں اقوال ہیں لیکن اصح قول اس میں یہ ہے کہ اس کا پہلا جز مبنی بر فتحہ ہوگا اور دوسرا جز معرب غیر منصرف ہوگا، پہلا جز اس لئے مبنی ہوگا کہ درمیان میں آنے کی وجہ سے اس کا آخر ختم ہوگیا تو اعراب کی جگہ ہی نہ رہی اور دوسرا جز اس لئے معرب غیر منصرف ہوگا کہ اس میں ایک علم اور ایک عجمہ ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں مبنی ہونے کا کوئی حکم نہیں جیسے جاء نی بعلَبَکُّ، رأیتُ بعلَبَکَّ، مررتُ ببعْلَبَکَّ۔

فَصْلٌ اَلْكِنَايَاتُ هِيَ اَسْمَاءٌ تَدُلُّ عَلٰى عَدَدٍ مُّبْهَمٍ، وَهِيَ كَمْ وَ كَذَا، اَوْحَدِيْثٍ مُّبْهَمٍ، وَهُوَ كَيْتَ وَ ذَيْتَ. وَاعْلَمْ اَنَّ كَمْ عَلٰى قِسْمَيْنِ :

١۔ اِسْتِفْهَامِيَّةٌ وَمَا بَعْدَهَا مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ عَلَى التَّمْيِيْزِ، نَحْوُ (كَمْ رَجُلاً عِنْدَكَ).

٢۔ وَخَبَرِيَّةٌ :وَمَا بَعْدَهَا مَجْرُوْرٌ مُفْرَدٌ، نَحْوُ (كَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُهُ) اَوْمَجْمُوْعٌ نَحْوُ (كَمْ رِجَالٍ

Scanned with CamScanner

13

لَقِيْتُهُمْ)،وَمَعْنَاهُ التَّكْثِيْرُ،وَتَدْخُلُ (مِنْ) فِيْهِمَا،تَقُوْلُ (كَمْ مِنْ رَّجُلٍ لَقِيْتُهُ) وَ(كَمْ مِنْ مَّالٍ اَنْفَقْتُهُ).

ترجمہ:۔فصل کنایات وہ اسماء ہیں جو عدد مبہم پر دلالت کرتے ہوں اور وہ کم و کذا ہیں یا کسی مبہم بات پر دلالت کرتے ہوں اور وہ کیت و ذیت ہیں۔اور جان لو کہ بے شک کم دو قسم پر ہے استفہامیہ اور اس کا مابعد بناء بر تمیز منصوب مفرد ہوتا ہے جیسے کم رجلا عندک اور خبریہ اور اس کا مابعد مجرور مفرد ہوتا ہے جیسے کَم مَالٍ اَنفقتُه یا مجموع جیسے کَمْ رِجَالٍ لَقِيْتهم اور اس کا معنی تکثیر ہے اور من ان دونوں میں داخل ہوتا ہے کہے گا تو کم من رجل لقیتہ و کم من مال انفقتہ۔

تشریح :۔یہ ساتویں فصل ہے اور اس میں ساتویں قسم بیان فرمارہے ہیں جو کہ اسمائے کنایات ہیں،لیکن اسمائے کنایات سب کے سب مبنی نہیں کیونکہ ان میں سے فلانٌ،فلانۃٌ ورھنٌ اور ھنۃٌ معرب ہیں۔

کنایات جمع ہے کنایۃٌ کی،لیکن اس سے معنی مصدری مراد نہیں بلکہ ماحصل بالمصدر مقصود ہے یعنی جو معنی مصدر سے حاصل ہو،اور مایُکنیٰ به الشّئی ،یعنی جس کے ذریعے کسی چیز کا کنایہ کیا جائے۔

اصطلاح میں کنایات وہ اسماء ہیں جو دلالت کرے عدد مبہم پر جیسے کم اور کذا اور یا دلالت کرے حدیث مبہم پر جیسے کیتَ و ذَیتَ۔

نوٹ:کَیتَ و ذیتَ مکرر ذکر ہوتے ہیں اور ان کے درمیان واو عاطفہ ضروری ہے۔

مبنی ہونے کی وجہ:اسمائے کنایات میں کم کی دو قسمیں ہیں کم استفہامیہ اور کم خبریہ۔

کم استفہامیہ کی مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرف استفہام کو متضمن ہے اور حروف مبنی ہیں لہذا یہ بھی مبنی ہوگا۔اور دوسری وجہ اس کے مبنی ہونے کی یہ ہے کہ اس کی وضع حرف کی طرح ہوئی ہے اور حرف مبنی ہے تو یہ بھی مبنی ہوگا۔

اور کم خبریہ اس لئے مبنی ہے کہ ہم اس کو کم استفہامیہ پر حمل کرتے ہیں۔اور کذا کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کاف حرف تشبیہ اور ذا اسم اشارہ سے مرکب ہے اور یہ دونوں مبنی ہیں لہذا یہ بھی مبنی ہوگا۔اور کیت و ذیتَ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جملے کی جگہ پر واقع ہیں اور جملہ صاحب مفصل کے نزدیک مبنی الاصل ہے لہذا یہ دونوں بھی مبنی ہوں گے۔

واعلمْ اَنَّ کمْ علیٰ قسمین:یہاں سے مصنفؒ کَمْ کے اقسام اور اس کی تمیز بیان فرماتے ہیں کہ!

کم کی دو قسمیں ہیں کم استفہامیہ اور کم خبریہ۔

Scanned with CamScanner

کم استفہامیہ وہ ہوتا ہے جو استفہام پر دلالت کرے، اور کم خبریہ وہ ہوتا ہے جو خبر پر دلالت کرے۔

کم استفہامیہ کی تمیز مفرد منصوب ہوگی جیسے کَمْ رَجُلاً عِنْدَکَ۔ اور کَم خبریہ کی تمیز کبھی مفرد مجرور ہوگی جیسے کَمْ مالٍ انفقتُہٗ (میں نے بہت مال خرچ کیا) اور کبھی جمع مجرور ہوگی جیسے کَمْ رجالٍ لقیتُھم (بہت سے آدمیوں سے میں نے ملاقات کی)۔

دونوں کی تمیز میں فرق یہ ہے کہ کم استفہامیہ کی تمیز عدد بنائے گی جیسے کم رجلاً عندکَ (تمہارے پاس کتنے آدمی ہیں) اور کم خبریہ کی تمیز میں تکثیر ہوگی جیسے کَمْ مالٍ اَنْفَقْتُہٗ (بہت سارا مال میں نے خرچ کیا)۔

فائدہ:- جب کم اور اس کی تمیز کے درمیان فعل متعدی ہو تو اس صورت میں کم استفہامیہ اور کم خبریہ دونوں کی تمیز پر من کا داخل کرنا واجب ہوگا تا کہ اس کی تمیز فعل متعدی کی تمیز سے ملتبس نہ ہو جائے۔

وتدخُلُ مِنْ فیھما: فرماتے ہیں کہ کَمْ استفہامیہ اور خبریہ کی تمیز پر من بیانیہ بھی داخل ہوتی ہے جیسے کم استفہامیہ کی مثال کم مِنْ رَجُلٍ لَقِیْتَہٗ ۔ اور کم خبریہ کی مثال جیسے کَمْ مِنْ مَالٍ اَنْفَقْتُہٗ ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ تمیز بھی بیان کے لئے آتا ہے اور مِنْ بھی بیان کے لئے آتا ہے۔

وَقَدْ یُحْذَفُ التَّمْیِیْزُ لِقِیَامِ قَرِیْنَةٍ، نَحْوُ کَمْ مَا لُکَ ؟اَیْ کَمْ دِیْنَارًا مَالُکَ، وَکَمْ ضَرَبْتُ ؟ اَیْ کَمْ ضَرْبَةً ضَرَبْتُ. وَاعْلَمْ اَنَّ کَمْ فِی الْوَجْهَیْنِ یَقَعُ مَنْصُوْبًا، اِذَا کَانَ بَعْدَهٗ فِعْلٌ غَیْرُ مُشْتَغِلٍ عَنْهُ بِضَمِیْرِهٖ، نَحْوُ کَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ وَکَمْ غُلَامٍ مَلَکْتُ مَفْعُوْلًا بِهٖ. وَنَحْوُ کَمْ ضَرْبَةً ضَرَبْتُ ،وَکَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتُ مَصْدَرًا. وَکَمْ یَوْمًا سِرْتَ ،وَ کَمْ یَوْمٍ صُمْتُ، مَفْعُوْلًا فِیْهِ.

ترجمہ:- اور کبھی کبھی قرینہ کے موجود ہونے کی وجہ سے تمیز حذف کیا جاتا ہے جیسے کم مالک یعنی کم دینارا مالک، کم ضربت یعنی کم ضربة ضربت۔ اور جان لو کہ کم دو صورتوں میں منصوب واقع ہوتا ہے جس وقت اس کے بعد ایسا فعل ہو جو اس سے اعراض کرنیوالا نہ ہو اس کی ضمیر میں مشغول ہونے وجہ سے جیسے کم رجلاً ضربت و کم غلامٍ ملکتُ اس حال میں کہ مفعول بہ ہے اور جیسے کم ضربةً ضربت و کم ضربةٍ ضربت اس حال میں کہ مفعول مطلق ہے اور کم یوما سرت و کم یوم صمت اس حال میں کہ مفعول فیہ ہے۔

تشریح :- فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی تمیز حذف ہوتا ہے قرینہ کی موجودگی کے وقت، جیسے کَمْ مالُکَ، یہ اصل میں تھا کَمْ ديناراً مالُکَ۔ اس میں تمیز (دیناراً) حذف ہے کیونکہ اس پر قرینہ موجود ہے اور قرینہ یہ ہے کہ کَمْ مال کی تمیز کے لئے آیا

ہے اور مال دینار اور درہم ہی ہوتا ہے۔ یہ کم استفہامیہ کی مثال ہے۔

کم خبریہ کی مثال جیسے کَمْ ضَربتُ، اصل میں تھا کَمْ ضَرْبۃٍ ضربتُ، یہاں اس سے تمیز (ضربۃ) حذف کیا گیا ہے کیونکہ اس پر قرینہ موجود ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ کَمْ فعل پر داخل ہے اور حالانکہ کَمْ فعل پر داخل نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ اس کی تمیز درمیان سے حذف کیا گیا ہے۔

واعلم انّ کم فی الوجهین الخ: یہاں سے مصنفؒ کم استفہامیہ اور خبریہ کا اعراب بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہ کبھی منصوب ہوں گے کبھی مجرور اور کبھی مرفوع ہوں گے۔

منصوب کی صورت یہ ہے کہ کم استفہامیہ اور خبریہ تب منصوب ہوں گے جب اس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور یہ فعل یا شبہ فعل اس کم میں عمل کرنے سے اعراض نہ کرتا ہو اس کے ضمیر کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے جیسے کَمْ رجلاً ضربتُ، یہ کم استفہامیہ کی مثال ہے اور کم خبریہ کی مثال کَمْ غلامٍ ملکتُ۔

نوٹ: کَـــمْ تین وجہوں سے منصوب ہوتا ہے یا مفعول بہ کی وجہ سے یا مفعول مطلق کی وجہ سے اور یا مفعول فیہ کی وجہ سے مفعول بہ کی مثالیں اوپر گزر گئیں، مفعول مطلق کی مثال جیسے کَمْ ضَرْبۃً ضربتَ، یہ استفہامیہ کی مثال ہے، اور کم خبریہ کی مثال جیسے کَمْ ضَرْبۃٍ ضربتُ، مفعول فیہ کی مثال کَمْ یوماً سِرتُ وکَمْ یومٍ صمتُ.

وَمَجْرُوْرًا اِذَا كَانَ قَبْلَهٗ حَرْفُ جَرٍّ اَوْ مُضَافٌ، نَحْوُ بِكَمْ رَجُلًا مَرَرْتَ وَ عَلٰى كَمْ رَجُلٍ حَكَمْتُ وَغُلَامُ كَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ، وَ مَالُ كَمْ رَجُلٍ سَلَبْتُ وَمَرْفُوْعًا اِذَا لَمْ يَكُنْ شَيْءٌ مِنَ الْاَمْرَيْنِ، مُبْتَدَأً اِنْ لَمْ يَكُنْ ظَرْفًا نَحْوُ كَمْ رَجُلًا اَخُوْكَ وَ كَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتَهٗ وَخَبَرًا اِنْ كَانَ ظَرْفًا، نَحْوُ كَمْ يَوْمًا سَفَرُكَ، وَكَمْ شَهْرٍ صَوْمِيْ.

ترجمہ:- اور کم استفہامیہ اور خبریہ مجرور ہوں گے جب اس سے پہلے حرف جر ہو یا مضاف ہو، جیسے بکَمْ رجلاً مررْتَ اور علیٰ کَمْ رجلٍ حکمتُ اور غلام کم رجلاً ضربتَ و مالُ رجلٍ سلبت۔ اگر ان دونوں امروں میں سے کوئی نہ ہو تو مرفوع ہوں گیا گر ظرف نہ ہو تو مبتداء ہونے کی بناء پر ہو جیسے کم رجلاً اخوک الخ اور اگر ظرف ہو تو خبر ہونے کی بناء پر جیسے کم یوماً سفرک اور کم شهر صومی۔

تشریح :- اور کم استفہامیہ اور خبریہ مجرور ہوں گے جب اس سے پہلے حرف جر ہو یا مضاف ہو، حرف جر کی مثال جیسے

Scanned with CamScanner

بکَمْ رجلاً مرَرْتُ یہ کم استفہامیہ کی مثال ہے، کم خبریہ کی مثال جیسے علیٰ کَمْ رجلٍ حکمتُ ۔اور مضاف کی مثال جیسے غلام کم رجلاً ضربتُ ومالُ رجلٍ سلبتُ۔

ومرفوعاً اذا لم یکنْ شیئاً: جب نصب اور جر کا کوئی حکم نہ ہو تو کَمْ مرفوع ہوگا۔اور یہ مرفوع ہوگا مبتداء اور خبر کے اعتبار سے ،مبتدا کی وجہ سے اس وقت مرفوع ہوگا جب یہ ظرف نہ ہو کیونکہ ظرف مبتدا واقع نہیں ہوتا جیسے کَمْ رَجلاً اَخوکَ وکَمْ رَجُلٍ ضربتُہٗ۔اور خبر کی وجہ سے اس وقت مرفوع ہوگا جب ظرف ہو جیسے کمْ یوماً سافَرْتُ وکَمْ شَھْرٍ صَوْمِی۔

فَصْلُ اَلظُّرُوْفُ الْمَبْنِیَّۃِ عَلٰی اَقْسَامٍ

۱۔مِنْھَا مَا قُطِعَ عَنِ الْاِ ضَافَۃِ،بِاَنْ حُذِفَ الْمُضَافُ اِلَیْہِ کَـ(قَبْلُ)وَ(بَعْدُ وَ فَوْقُ) وَ(تَحْتُ)۔قَالَ اللّٰـہ تَـعَالٰی (لِلّٰہِ مِنْ قَبْلُ وَ مِن بَعْدُ) اَیْ مِنْ قَبْلِ کُلِّ شَیْءٍ ، وَمِنْ بَعْدِ کُلِّ شَیْءٍ ۔ ھٰذَا اِذَا کَانَ الْـمَحْذُوْفُ مَنْوِیًّا لِلْمُتَکَلِّمِ ،وَاِلَّا لَکَانَتْ مُعْرَبَۃً،وَعَلٰی ھٰذَا الْقِیَاسِ (لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ بَعْدٍ) وَتُسَمّٰی الْغَایَاتِ۔

ترجمہ:- فصل ظروف مبنیہ کی چند قسمیں ہیں بعض ان میں سے وہ ہیں جو اضافت سے کاٹ دیے گئے ہوں اس طور پر کہ مضاف الیہ حذف کیا گیا ہو جیسے قبل وبَعْدُ وَفَوْق وتحت فرمایا اللہ تعالیٰ نے لـلّٰہ الامر مِنْ قبل ومن بعد یعنی مِنْ قبل کل شئی ومن بعد کل شئی ۔یہ اس وقت ہے کہ جب محذوف منوی ہو متکلم کے لئے ورنہ معرب ہوں گے اور اسی پر پڑھا گیا ہے للہ الامر من قبل ومن بعد اور ان کا غایات رکھا جاتا ہے۔

تشریح :-یہ آٹھویں فصل ہے اس میں مبنی کی آٹھویں قسم بیان فرمارہے ہیں۔

آٹھویں قسم وہ ظروف ہیں جو مبنی ہیں اور اس کی کئی اقسام ہیں۔

مِنْھَا مَا قُطِعَ عَنِ الْاِضَافَۃِ: ظروف مبنیہ میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ جو اضافت سے قطع کیے گئے ہو یعنی اس طور پر کہ ان کا مضاف الیہ حذف کیا گیا ہو اور وہ قبلُ،بعدُ،فوق اور تحت ہیں۔

ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مبنی الاصل میں سے حروف کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں احتیاجی میں یعنی جس طرح حرف دوسرے کلمے کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح یہ سب بھی مضاف الیہ کی طرف محتاج ہوتے ہیں۔

قبلُ اور بعدُ کی حالتیں :قبلُ اور بعدُ کی تین حالتیں ہیں ایک حالت میں مبنی ہوتے ہیں اور دو حالتوں میں معرب ہوتے ہیں

Scanned with CamScanner

، یہ اس وقت مبنی ہوں گے جب یہ دونوں مضاف ہوں اور ان کا مضاف الیہ محذوف منوی ہو یعنی لفظوں میں تو مذکور نہ لیکن نیت میں مذکور ہو جیسے للہ الامر من قبلُ و منْ بعدُ، اصل میں للہ الامر من قبلُ کلّ شئیٍ و منْ بعدُ کلّ شئیٍ۔

اور معرب ہونے کی دو حالتیں یہ ہیں۔

(۱) جب یہ مضاف ہوں اور اس کا مضاف الیہ مذکور ہو۔

(۲) دوسری حالت یہ ہے کہ جب مضاف ہوں اور ان کا مضاف الیہ نسیاً منسیاً ہو یعنی نہ لفظوں میں مذکور ہو اور نہ نیت میں ، جیسے رُبَّ بعدٍ کانَ خیراً من قبلٍ۔ اور مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جب قبلُ اور بعدُ معرب ہوں تو اس صورت میں یہ من قبلٍ و بعدٍ پڑھے جائیں گے۔

وتُسمّٰی الغایاتُ: فرماتے ہیں کہ قبلُ اور بعدُ کو غایات بھی کہتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ غایَات جمع ہے غایۃ کی اور غایہ کا معنی ہے کسی چیز کی انتہاء، تو جب ان کا مضاف الیہ مذکور تھا تو وہ مضاف الیہ کلمے کی انتہا تھی اور جب مضاف حذف کیا گیا تو یہ کلمے کے انتہا بن گئے اس لئے ان کو غایات کہتے ہیں۔

۲۔ وَمِنھَا(حَیْثُ)بُنِیَتْ تَشْبِیْھًا لَھَابِا لْغَایَا تِ لِمُلَا زَمَتِھَا الْاِضَافَۃَ اِلَی الْجُمْلَۃِ فِی الْاَ کْثَرِ،قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی (سَنَسْتَدْ رِجُھُمْ مِنْ حَیْثُ لَایَعْلَمُوْنَ.وَقَدْ تُضَافُ اِلَی الْمُفْرَدِ کَقَوْلِ الشَّاعِرِ :

اَمَا تَرٰی حَیْثُ سُھَیْلٌ طَالِعًا

اَیْ مَکَانَ سُھَیْلٍ،ف حَیْثُ ھٰذابِمَعْنٰی(مَکَانَ).وَشَرْطُہٗ اَنْ یُّضَافَ اِلَی الْجُمْلَۃِ ، نَحْوُاِجْلِسْ حَیْثُ یَجْلِسُ زَیْدٌ.

ترجمہ:- اور ان میں سے حیث جو غایات کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے مبنی کیا گیا ہے اکثر استعمال میں اسکے جملہ کی طرف اضافت لازم ہونے کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سنستدرجھم من حیث لایعلمون۔ اور حیث کبھی کبھی مفرد کی طرف مضاف کیا جاتا ہے جیسا کہ شاعر کا قول ہے اماتری الخ. اور شرط اس کی یہ ہے کہ وہ مضاف ہو جملہ کی طرف خواہ جملہ اسمیہ ہو مثال گزر چکی ہے یا جملہ فعلیہ ہو جیسے اِجْلِسْ حَیْثُ یَجْلِسُ زَیْدٌ یعنی اجلس مکانَ جلوسِ زیدٌ۔

تشریح :- اور ظروف مبنیہ میں سے حیثُ بھی ہے اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اضافت جملے کو لازم ہے تو اس لزوم کی وجہ سے یہ غایات کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے، اور چونکہ غایات مبنی ہیں لہذا یہ بھی مبنی ہوگا۔ اور فرماتے ہیں کہ

Scanned with CamScanner

حیث اکثر جملے کی طرف مضاف ہوگا جیسے قول تعالیٰ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ من حیثُ لایعْلَمُوْنَ ۔لیکن یہ حیث اصل میں جملے کی طرف مضاف نہ ہوگا بلکہ اس مصدر کی طرف مضاف ہوگا جو اس فعل کو متضمن ہو۔

وقدیُضافُ الی المفرد : کبھی حیثُ مفرد کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے اور اس کی دلیل میں ایک شعر پیش کیا ہے۔اما تریٰ حیثُ سُهیل طالِعاً، اس شعر میں محل استشہاد یہ ہے کہ حیث مفرد کی طرف مضاف ہے یعنی حیثُ سھیلٍ ایٔ مکانَ سھیلٍ ،یعنی یہاں پر حیثُ مکان کے معنی میں ہے۔شعر کا دوسرا مصرعہ یہ ہے،نجماًیضیئ کالشھاب ساطعا پورے شعر کا ترجمہ اور ترکیب پیش خدمت ہے۔

ترجمہ: کہ آیا تو نہیں دیکھتا سہیل ستارے کی جگہ کو اس حال میں کہ وہ طلوع ہو رہا ہے وہ ایک ستارہ ہے جو آگ کے شعلہ کی مانند چمک رہا ہے۔

ترکیب:ہمزہ استفہام،ما نافیہ،تریٰ صیغہ واحد مذکر مخاطب فعل مضارع معلوم،انت ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل مرفوع محلاً،حیث مُضاف،سہیل مفرد منصرف صحیح اس کا مضاف الیہ مجرور بکسرہ لفظاً ذوالحال،طالعاً اس کا حال منصوب بالفتحہ لفظاً،ذوالحال اپنے حال سے مل کر مضاف الیہ ہوا حیث مضاف کیلئے،مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ ہوا تریٰ فعل کیلئے۔

نجماً موصوف،یضیئ صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم،ھو ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل مرفوع محلاً راجع بسوئے نجم ،کاف جارہ،الشھـــاب اس کا مفرد منصرف صحیح اس کا مجرور بکسرہ لفظاً ذوالحال،ساطعاً مفرد منصرف صحیح اس کا حال،ذوالحال حال مل کر مجرور ہوا کاف جار کیلئے،جار مجرور مل کر ظرف لغو متعلق ہوا یضیئ فعل کا،فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صفت ہو اموصوف کیلئے،موصوف صفت مل کر مفعول بہ ہوا تریٰ فعل کا،فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

حیثُ کے لئے شرط یہ ہے کہ یہ جملے کی طرف مضاف ہوگا جیسے اِجْلِسْ حیثُ یجلسُ زیدٌ۔

۳۔ وَمِنْهَا(اِذَا) وَهِيَ لِلْمُسْتَقبَلِ.وَاِذَا دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِیْ،صَارَ مُسْتَقْبَلاً ، نَحْوُ اِذَاجَاءَ نَصرُاللّٰهُ . وَفِيْهَا مَعْنَى الشَّرطِ.وَيَجُوْزُ اَنْ تَقَعَ بَعْدَهَا الْجُمْلَةُ الاِسْمِيَّةُ ،نَحْوُ آتِيْکَ اِذَاالشَّمْسُ طَالِعَةٌ .وَالْمُخْتَارُ الْفِعْلِيَّةُ نَحْوُ : آتِيْکَ اِذَاطَلَعَتِ الشَّمْسُ .وَقَدْ تَكُوْنُ لِلْمُفَاجَاءَ ةِ فَيُخْتَارُ بَعْدَهَا الْمُبْتَدَأُ نَحْوُ خَرَجْتُ فَاِذَاالسَّبُعُ وَاقِفٌ.

ترجمہ:- اور ظروف مبنیہ میں سے (اذا) ہے وہ مستقبل کے لئے ہے اور جب وہ ماضی پر داخل ہوتا ہے تو وہ مستقبل ہو جاتی ہے

جیسے اذا جاء نصر اللہ اور اس میں معنی شرط ہے اور جائز ہے کہ اس کے بعد جملہ اسمیہ واقع ہو جیسے اٰتیک اذا الشمس طالعة اور مختار جملہ فعلیہ ہے جیسے اٰتیک اذا طلعت الشمس. اور اذا کبھی مفاجاۃ کے لئے ہوتا ہے پس اس کے بعد مبتداء مختار ہے جیسے خَرَجْت فَاِذَاالسَّبُعُ وَاقِفٌ۔

تشریح :-ومنھا اذا وھی :ظروف مبنیہ میں سے ایک اذا ہے اور یہ مستقبل کے لئے آتا ہے اور اگر ماضی پر داخل ہو جائے تو ماضی کو مضارع کے معنی میں تبدیل کرتا ہے جیسے اذاجاء نصرُ اللہ اور اذا میں شرط کا معنی ہے۔

ویجوزُ انْ تقعَ بعدَھا : اس عبارت میں مصنفؒ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اذا جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے، جملہ فعلیہ پر اس لئے کہ اذا میں شرط کا معنی ہے اور شرط جملہ فعلیہ کا مقتضی ہے جیسے اٰتیکَ اذا طلعَتِ الشمسُ۔ اور جملہ اسمیہ پر اس لئے داخل ہوتا ہے کہ اگر چہ اذا میں شرط کا معنی ہے لیکن واضع نے شرط کے لئے وضع نہیں کیا ہے۔ لیکن اذا کا جملہ فعلیہ پر داخل ہونا افضل ہے۔

وقد تکونُ للمفاجاۃِ: اور کبھی کبھی اذا مفاجاۃ کے لئے بھی آتا ہے۔ مفاجاۃ کا معنی ہے اچانک، لیکن جب یہ مفاجاۃ پر داخل ہو تو اس کے بعد مبتدا ضروری ہے جیسے خَرَجتُ فاذا السبُعُ واقفٌ (میں نکلا تو اچانک درندہ کھڑا تھا)۔

۴۔ وَمِنْهَا (اِذْ) وَهِیَ لِلْمَاضِی،وَتَقَعُ بَعْدَهَا الْجُمْلَتَانِ،اَلِا سْمِیَّةُ وَالْفِعْلِیَّةُ،نَحْوُ(جِئْتُکَ اِذْطَلَعَتِ الشَّمْسُ)وَ (اِذِالشَّمْسُ طَالِعَةٌ).

ترجمہ:- اور ظروف مبنیہ میں سے اذ ہے اور وہ ماضی کے لئے آتا ہے اور اس کے بعد دونوں قسم کے جملے یعنی اسمیہ وفعلیہ واقع ہوتے ہیں جیسے جئتک الخ۔

اسمائے ظروف میں سے ایک (اذ) ہے اور یہ ماضی کے لئے آتا ہے اور اگر یہ مضارع پر بھی داخل ہو جائے تو اس کو ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے۔

اذ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی وضع اور بناء حرف کی طرح ہے اور چونکہ حرف مبنی ہے لہذا یہ بھی مبنی ہوگا۔

وتَقعُ بعدَھا الجملتانِ: فرماتے ہیں کہ اذ کے بعد جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں واقع ہو سکتے ہیں یہ جملہ اسمیہ پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے جئتک اذالشمس طالعۃٌ۔ اور جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے جئتک اذ طلعتِ الشمس۔

۵۔ وَمِنْهَا اَیْنَ وَ اَنّٰی لِلْمَکَانِ بِمَعْنَی الِاسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَیْنَ تَمْشِی؟وَ اَنّٰی تَقْعُدُ،وَبِمَعْنَی الشَّرْطِ،

Scanned with CamScanner

نَحْوُ اَیْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ وَ اَنّٰی تَقُمْ اَقُمْ ۔

ترجمہ:-اور ظروف مبنیہ میں سے این اور انیٰ ہیں جو مکان کے لئے ہیں اس حال میں کہ وہ استفہام کے معنی میں ہیں جیسے این تمشی الخ اور ساتھ معنی شرط کے جیسے این تجلس اجلس الخ۔

تشریح :-:اور اسمائے ظروف میں سے ایْن اور انّٰی بھی ہیں اور یہ دونوں ظرف مکان کے لئے آتے ہیں، اور یہ دونوں استفہام اور شرط کے معنی پر آتے ہیں۔استفہام کی مثال جیسے ایْنَ تمشی و اَنّٰی تقعد۔شرط کی مثال این تجلسْ اجلس و انّٰی تقم اقم.

ان دونوں کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ استفہام اور شرط کے معنی پر آتے ہیں اور چونکہ استفہام اور شرط مبنی ہیں لہذا یہ بھی مبنی ہوں گے۔

۶۔ وَمِنْهَا (مَتٰی) لِلزَّمَانِ شَرْطًا اَوْاِسْتِفْهَامًا، نَحْوُ (مَتٰی تَصُمْ اَصُمْ)، وَ (مَتٰی تُسَافِرُ؟).

۷۔ وَمِنْهَا (كَیْفَ) لِلِاسْتِفْهَامِ حَالًا نَحْوُ: (كَیْفَ اَنْتَ؟)، اَیْ فِیْ اَیِّ حَالٍ اَنْتَ ؟

۸۔ وَمِنْهَا (اَیَّانَ) لِلزَّمَانِ اِسْتِفْهَامًا نَحْوُ (اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ ؟).

ترجمہ:-ظروف مبنیہ میں سے متیٰ ہے جو زمان کے لئے ہے باعتبار شرط کے یا باعتبار استفہام کے مَتٰی تَصُمْ اَصُمْ، اور مَتٰی تُسَافِرُ؟۔ اور ظروف مبنیہ میں سے کیف ہے جو استفہام کے لئے ہے باعتبار حال کے جیسے کیف انت؟ یعنی فی ای حال انت اور ان میں سے ایان ہے جو زمان کے لئے ہے باعتبار استفہام کے جیسے اَیَّانَ یوم الدین۔

تشریح :-اور اسمائے ظروف میں سے ایک متیٰ ہے اور یہ ظرف زمان کے لئے آتا ہے اور یہ شرط اور استفہام کے معنی پر آتا ہے جیسے متیٰ تصُم اصُمْ، اور متیٰ تُسافرُ اُسَافِرُ۔

متیٰ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ استفہام اور شرط کے معنی میں ہوتا ہے اور یہ دونوں مبنی ہیں لہذا متیٰ بھی مبنی ہوگا۔

ومنها کیفَ :اور اسمائے ظروف میں کیف بھی ہے اور یہ حال دریافت کرنے کے لئے آتا ہے جیسے کیفَ انتَ ایْ فی ایِّ حالٍ انتَ۔

کیف کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ استفہام کے معنی کو متضمن ہے اور استفہام مبنی ہوتا ہے لہذا یہ بھی مبنی ہوگا۔

ومنها ایّان للزمانِ استفهاماً: اسمائے ظروف میں ایک ایّانَ ہے، یہ ظرف زمان کے لئے آتا ہے اور استفہام کے معنی کو

Scanned with CamScanner

متضمن ہوتا ہے جیسے ایّانَ یومُ الدین۔

مبنی ہونے کی وجہ: اس کی مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ استفہام کے معنی کو متضمن ہے۔

۹۔وَمِنْهَا مُذْ وَمُنْذُ بِمَعْنٰی اَوَّلِ الْمُدَّةِ اِنْ صَلُحَ جَوَابًا لِمَتٰی نَحْوُ مَا رَأَیْتُهٗ مُذْ اَوْ مُنْذُ یَوْمِ الْجُمُعَةِ فِیْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَتٰی مَارَأَیْتَ زَیْدًا؟ اَیْ اَوَّلُ مُدَّةِ اِنْقِطَاعِ رُؤْیَتِیْ اِیَّاهُ یَوْمُ الْجُمُعَةِ. وَبِمَعْنٰی جَمِیْعِ الْمُدَّةِ اِنْ صَلُحَ جَوَابًا لِکَمْ نَحْوُ مَارَأَیْتُهٗ مُذْ اَوْ مُنْذُ یَوْمَانِ فِیْ جَوَابِ مَنْ قَالَ کَمْ مُدَّةً مَا رَأَیْتَ زَیْدًا؟ اَیْ جَمِیْعُ مُدَّةِ مَارَأَیْتُهٗ یَوْمَانِ.

ترجمہ:- اور ظروف مبنیہ میں سے مذ اور منذ ہیں جو اول مدۃ کے لئے ہیں اگر ہر ایک متی کے جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسے مارأیتہٗ مذ او منذ یوم الجمعۃ اس شخص کے جواب میں جو کہے متی مارأیت زیداً یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی اول مدۃ یوم الجمعۃ ہے اور جمیع مدت کے معنی میں بھی آتا ہے اگر ہر کم کے جواب بننے کی ایک صلاحیت رکھے جیسے مارأیتہ مذ او منذیومان اس شخص کے جواب میں جو کہے کم مدۃ مارأیت زیدا یعنی کل مدت اس کو نہ دیکھنے کی دو دن ہے۔

تشریح :- اسمائے ظروف میں سے مذ و منذ بھی ہیں۔

پہلی بات:- ان کے مبنی ہونے کی یہ ہے کہ یہ حروف جارہ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اور حروف جارہ مبنی ہیں لہذا یہ بھی مبنی ہوں گے۔

دوسری بات:- مذو منذ کا معنی: ان دونوں کے دو معنی ہیں۔

کبھی یہ دونوں ابتدائی مدت کرنے کے لئے آیت ہیں اور کبھی جمیع مدت کے لئے آتے ہیں۔ ابتدائی مدت کے لئے تب آئیں گے جب یہ متی کے جواب میں واقع ہو اور جمیع مدت کے لئے اس وقت آئیں گے جب یہ کم کے جواب میں واقع ہوں۔ ابتدائی مدت کی مثال جیسے آپ سے کوئی پوچھے متیٰ مارأیتَ زیداً تو اس کے جواب میں کہے مارأیتہٗ مذ یوم الجمعۃ او منذُ یومِ الجمعۃ. ای اولُ مدۃ انقطاع رؤیتی ایّاہ یومُ الجمعۃ۔ جمیع مدت کی مثال جیسے آپ سے کوئی پوچھے کَمْ مدۃً مارأیتَ زیداً، تو آپ اس کے جواب میں کہیں مارأیتہٗ مُذْ او منذُ یومان، ای جمیع مدۃ انقطاع رؤیتی ایّاہ یومان.

۱۰۔ وَمِنْهَا لَدٰی وَ لَدُنْ بِمَعْنٰی عِنْدَ نَحْوُ اَلْمَالُ لَدَیْکَ.

وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا اَنَّ عِنْدَ لَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْحُضُوْرُ وَيُشْتَرَطُ ذٰلِکَ فِی لَدٰی وَ لَدُنْ .وَجَاءَ فِيْهِ لُغَاتٌ اُخَرُ لَدْنِ ،وَ لُدْ نِ، وَلَدَنْ، وَ لَدْ، وَ لُدْ، وَلُدُ).

ترجمہ:-اورظروف مبنیہ میں سے لَدی و لدن ہیں جو بمعنی عند ہیں جیسے المال لدیک اورفرق لدی و لدن اور عند میں یہ ہے کہ عند میں چیز کا حاضر ہونا شرط نہیں کیا گیا اور یہ بات لَدی و لدن میں شرط ہے۔اوراس میں کئی لغات آئی ہیں لَدْنِ ،و،لُدْ نِ،وَلَدَنْ وَ لَد،وَلُدْ ،ولُدُ۔

تشریح :-اسمائے ظروف میں سے لَدیٰ اور لدُن بھی ہے یہ دونوں عندَ کے معنی میں ہوتے ہیں جیسے المالُ لدَیْکَ ای عندَکَ۔

والفرْقُ بينَهُمَا:لدیٰ ،لدُنْ اور عندَ میں فرق یہ ہے کہ عندَ میں چیز کا حضور شرط نہیں یعنی اگر کوئی آپ سے کہے المالُ عندکَ (مال تیرے پاس ہے)اور مال واقعی طور پر اس وقت موجود نہ ہو بلکہ گھر میں یا اور جگہ ہو تو وہ آدمی جھوٹا نہیں کہلائے گا۔ اورلدیٰ ،لدُن میں حضور شرط ہے یعنی اگر کوئی کہے المالُ لَدیْکَ ،اور مال وہاں تیرے پاس موجود نہ ہو تو یہ شخص جھوٹا کہلائے گا،اس میں گھر وغیرہ کا اعتبار نہ ہوگا۔

لُغات:لدیٰ،لدُن میں یہ لغات بھی آئے ہیں،لَدْنِ وَ لُدْنِ ولَدَنْ ولَدْ ولُدْ ولُدُ۔

ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک لغت لَدُ بھی ہے اور لَدُ کی وضع حرف کی طرح ہوا ہے اور حرف چونکہ مبنی ہے لہذا لَدُ بھی مبنی ہوگا اور باقی کو ہم لَدُ پر حمل کرتے ہیں۔

اا۔وَمِنْهَا (قَطُّ) لِلْمَا ضِیُ الْمَنْفِیِّ نَحْوُ مَا رَأَيْتُهٗ قَطُّ .

۱۲۔وَمِنْهَا عَوْضُ لِلْمُسْتَقْبَلِ الْمَنْفِيِّ نَحْوُ لااَضْرِ بُهٗ عَوْضُ.

ترجمہ:-اورظروف مبنیہ میں قَط ہے جو ماضی منفی کے لئے آتا ہے جیسے مَارَأَيْتُهٗ قَطّ، اوران میں سے عوض ہے جو مستقبل منفی کے آتا ہے جیسے لااَضْرِ بُهٗ عَوْضُ۔

تشریح :-اسمائے ظروف میں سے قطُّ بھی ہے یہ ماضی منفی کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے مارأیتهُ قطُّ۔

اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک لغت قَطْ بھی ہے طا کے سکون کے ساتھ،اور قطْ کی وضع حرف کی طرح ہے اور حرف مبنی ہے تو یہ بھی مبنی ہوگا۔

Scanned with CamScanner

ومنها عوض: اور اسمائے ظروف میں سے عوض بھی ہے یہ مضارع منفی کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے لا اضربہٗ عَوْضُ (میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا)۔

اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ غایات کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے اضافت میں، کیونکہ یہ بھی مضاف الیہ کی طرف محتاج ہوتا ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا اُضِيْفَ الظُّرُوْفُ اِلَى الْجُمْلَةِ،اَوْ اِلٰى اِذْ جَازَ بِنَاؤُهَا عَلَى الْفَتْحِ . كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ. وَ كَ يَوْمَئِذٍ .وَكَذٰلِكَ مِثْلُ وَ غَيْرُمَعَ مَا وَاَنْ وَاَنَّ تَقُوْلُ ضَرَبْتُهٗ مِثْلَ مَا ضَرَبَ زَيْدٌ،وَغَيْرَ اَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ.

۱۳۔ وَمِنْهَا اَمْسِ بِالْكَسْرِ عِنْدَ اَهْلِ الْحِجَازِ.

ترجمہ:- اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ جب اضافت کی جائے ظروف کی جملہ کی طرف یا اذ کی طرف تو جائز ہے ان کا بنی بر فتحہ ہونا جیسا کہ قول اللہ تعالیٰ کا ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم اور جیسے یومئذ حینئذ اور اسی طرح لفظ مثل اور غیر ما کے ساتھ اور اَن مصدریہ کے ساتھ اور اَنَّ کے ساتھ کہے گا تو ضربتہ مثل ماضرب زید اور جیسے غیر اِنْ ضَرَبَ زَيْدٌ اور ظروف مبنیہ میں سے امس کسرہ کے ساتھ ہے اہل حجاز کے ہاں۔

تشریح :- یہاں سے فرماتے ہیں کہ وہ ظروف جو مبنی نہ ہوں تو جب ان کی اضافت جملے کی طرف کی جائے بغیر کسی واسطہ کے یا ان کی اضافت جملے کی طرف اذ کے واسطہ سے، تو پھر ان ظروف کو معرب بھی پڑھ سکتے ہیں اور مبنی بر فتحہ بھی پڑھ سکتے ہیں جیسے یومَ ینفعُ الصادقینَ صدقُھم ۔ اس میں یومَ معرب اور مبنی بر فتحہ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ یہ وہ مثال ہے جب براہ راست جملے کی طرف اضافت ہو، اور جب اِذْ کے واسطے اضافت ہو جیسے یومَئِذٍ، یہ اصل میں تھا یومَ اذْ کان کذا، اس میں یومَ ظرف کی اضافت کان کذا جملے کی طرف ہوئی ہے لیکن اِذ کے واسطے ہے اور اسی طرح حینئذٍ بھی ہے۔ اصل میں تھا حینَ اِذْ کَانَ کَذا.

وکذلک مثل وغیرہ: اسی طرح جب مثل اور غیر ما مصدریہ، اَن اور اَنَّ کے ساتھ آئے تو یہ معرب بھی پڑھنا جائز ہے اور مبنی بر فتحہ بھی پڑھنا جائز ہے، جیسے ضَرَبْتُهٗ مِثْلَ مَاضَرَبَ زَيْدٌ وغَيْرَ اَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ ،لقیامی انّک تقومُ۔

ومنها اَمْسِ: اسمائے ظروف میں سے ایک امسِ ہے یہ اہل حجاز کے نزدیک مبنی بر کسرہ ہوتا ہے۔

نوٹ: جب اسم کی اضافت کی جائے یا اس پر الف لام داخل ہو جائے یا اس کو نکرہ بنایا جائے تو یہ معرب ہوگا۔

وَالْخَاتِمَةُ فِیْ سَائِرِ اَحْکَامِ الْاِسْمِ وَلَوَاحِقِهٖ غَیْرَ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ، وَفِیْهَا فُصُوْلٌ

فَصْلٌ اِعْلَمْ اَنَّ الْاِسْمَ عَلٰی قِسْمَیْنِ :۱- مَعْرِفَةٌ ۲- وَنَکِرَةٌ .

اَلْمَعْرِفَةُ: اِسْمٌ وُضِعَ لِشَیْءٍ مُعَیَّنٍ وَهِیَ سِتَّةُ اَقْسَامٍ :

۱۔ اَلْمُضْمَرَاتُ ۲۔ وَالْاَعْلَامُ ۳۔ وَالْمُبْهَمَاتُ، اَعْنِیْ اَسْمَاءَ الْاِشَارَاتِ وَالْمَوْصُوْلَاتِ

۴۔ وَالْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ ۵۔ وَالْمُضَافُ اِلٰی اَحَدِهَا اِضَافَةً مَعْنَوِیَّةً ۶۔ وَالْمُعَرَّفُ بِالنِّدَاءِ.

ترجمہ:-اور خاتمہ اسم کے بقیہ احکام میں ہے اور اس کے ملحقات میں ہے ایسے احکام جو معرب ومبنی کے علاوہ ہیں اور اس میں چند فصلیں ہیں۔ جان لیں کہ اسم دو قسم پر ہے معرفہ اور نکرہ معرفہ وہ اسم ہے جو کسی شئی معین کے لئے وضع کیا گیا ہو اور اس کی چھ قسمیں ہیں (۱) مضمرات (۲) اعلام (۳) مبہمات یعنی اسمائے اشارات، اور موصولات (۴) معرف باللام (۵) اور ان میں کسی ایک کی طرف اضافت معنوی کے ساتھ مضاف ہونا۔ (۶) معرف بالنداء

تشریح :- خاتمہ اسم کے تمام احکام کے بارے میں ہے اور ان احکام کے بارے میں ہے جو اسم کے ساتھ ملحق ہے اور معرب او رمبنی ہونے کی وجہ سے نہ ہو اور اس میں دس فصلیں ہیں۔

فصلٌ اعلم اَنَّ الاسمَ : اسم کی دو قسمیں ہیں معرفہ اور نکرہ۔

معرفہ کا معنی ہے پہچاننا اصطلاح میں معرفہ وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو معین چیز کے لئے۔

وهیَ ستّةُ اَقسامٍ : معرفہ کی چھ قسمیں ہیں اگر چہ معرفہ کی سات قسمیں ہیں لیکن یہاں مصنفؒ نے اسمائے اشارات اور اسمائے موصولات کو ایک قسم میں جمع کیا ہے لہذا چھ قسمیں بن گئی ہیں۔

ضمائر، اعلام، مبہمات، معرف باللام، المضاف الی احدھا (یعنی ہر وہ اسم جو مذکورہ چھ قسموں میں سے ایک کی طرف مضاف ہو اضافت معنوی کے ساتھ، کیونکہ اضافت لفظی تعریف کا فائدہ نہیں دیتی) اور معرفہ بالنداء۔

وَالْعَلَمُ مَا وُضِعَ لِشَیْءٍ مُعَیَّنٍ لَا یَتَنَاوَلُ غَیْرَهٗ بِوَضْعٍ وَّاحِدٍ ،وَاَعْرَفُ الْمَعَارِفِ اَلْمُضْمَرُ الْمُتَکَلِّمُ ، نَحْوُ (اَنَا) وَ(نَحْنُ)ثُمَّ الْمُخَاطَبُ ، نَحْوُ(اَنْتَ)ثُمَّ الْغَائِبُ نَحْوُ (هُوَ)ثُمَّ الْعَلَمُ ، ثُمَّ الْمُبْهَمَاتُ ، ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ ،ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِالنِّدَاءِ.وَالْمُضَافُ فِیْ قُوَّةِ الْمُضَافِ اِلَیْهِ.

Scanned with CamScanner

وَالنَّكِرَةُ مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ، كَـ(رَجُلٍ) وَ(فَرَسٍ).

ترجمہ:-اور علم وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو معین شئی کے لئے اس حال میں کہ وہ اس کے غیر کو شامل نہ ہو وضع واحد کے ساتھ۔سب سے زیادہ أعرف المعارف ضمیر متکلم ہے جیسے انا اور نحن، پھر مخاطب جیسے انت، پھر ضمیر غائب جیسے ھو پھر علم پھر مبہمات پھر معرف باللام پھر معرف بالنداء، اور مضاف مضاف الیہ کی قوت میں ہوتا ہے۔اور نکرہ وہ ہوتا ہے جو کسی چیز غیر معین چیز کیلئے وضع کیا گیا ہو رجل اور فرس (گھوڑا)۔

تشریح :-:یہاں سے مصنفؒ معرفہ کے اقسام میں سے علم کی وضاحت کرتا ہے صرف علم کی وضاحت اس لئے کیا کہ دوسرے اقسام کی تعریفیں واضح تھیں اور علم کی تعریف واضح نہیں تھی۔

تعریف:-علم وہ ہوتا ہے جو ایک معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو اور اپنے غیر کو ایک وضع کے ساتھ شامل نہ ہوتا ہو۔

وَأَعْرَفُ المعارِفِ اَلْمُضْمَرُ الخ:یہاں سے مصنفؒ معرفہ کی اقسام کی ترتیب بیان فرماتے ہیں کہ ان میں بالترتیب کون کون سے أعرفُ المعارف ہیں۔

نوٹ:أعرف المعارف کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تعریف اتنی واضح ہو کہ دوبارہ تعریف کی ضرورت ہی نہ ہو۔

تو فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ أعرف المعارف تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لیکن معرفہ کے اقسام میں سب سے زیادہ أعرفُ المعارف ضمیر متکلم ہے کیونکہ اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہوتا۔اس کے بعد مخاطب کی ضمیر اعرف المعارف ہے اور اس کو متکلم کے بعد اس لئے لائے کہ اس کی افراد جب زیادہ ہو جائے تو اس میں اشتباہ ہوتا ہے جیسے اَنْتَ۔اور اس کے بعد ضمیر غائب ہے اور اس کو آخر میں اس لئے لایا کہ اس میں اشتباہ زیادہ ہوتا ہے۔

ضمیر کے بعد أعرف المعارف اعلام ہیں اور اعلام کے بعد مبہمات ہیں۔اعلام کو مبہمات پر اس لئے مقدم کیا کہ علم ذات کی تعین کے لئے آتا ہے اور مبہمات جنس کی تعین کے لئے آتے ہیں، مبہمات کے بعد معرف باللام ہے اور مبہمات کو معرف باللام پر اس لئے مقدم کیا کہ مبہمات کے تمام افراد معرفہ ہیں اور لام کے افراد میں الف عہد ذہنی معرفہ نہیں (یعنی یہ جب اسم پر داخل ہو جائے تو اس کو معرفہ نہیں بناتا) معرف باللام کے بعد معرف بالنداء ہے اور معرف باللام کو اس پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ معرف باللام میں متکلم کے قصد کو دخل نہیں ہوتا اور معرف بالنداء میں متکلم کے قصد کو دخل ہوتا ہے۔

اور باقی رہ گیا مضاف تو چونکہ مضاف تعریف مضاف الیہ سے حاصل کرتا ہے اس لئے مضاف، مضاف الیہ کی قوۃ

میں ہوگا لہذا جو مرتبہ معرفہ ہونے میں مضاف الیہ کا ہے وہی مرتبہ مضاف کا ہوگا۔

والنکرۃ: یہاں سے دوسری قسم نکرہ کو بیان فرمارہے ہیں۔

تعریف: نکرہ وہ اسم ہے جو غیر معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے رجلٌ اور فرسٌ۔

فَصْلٌ اَسْمَاءُ الْعَدَدِ. مَا وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى كَمِّيَّةِ آحَادِ الْاَشْيَاءِ. وَاُصُوْلُ الْعَدَدِ اِثْنَاعَشَرَةَ كَلِمَةً وَاحِدَةً اِلٰى عَشَرَةٍ وَمِأَةٌ وَ اَلْفٌ. وَاِسْتِعْمَالُهُ مِنْ (وَاحِدٍ) اِلٰى (اِثْنَيْنِ) عَلَى الْقِيَاسِ، اَعْنِيْ لِلْمُذَكَّرِ بِدُوْنِ التَّاءِ، وَلِلْمُؤَنَّثِ بِالتَّاءِ، تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ وَاحِدٌ وَفِيْ رَجُلَيْنِ اِثْنَانِ وَفِيْ اِمْرَأَةٍ وَاحِدَةٌ وَفِيْ اِمْرَأَتَيْنِ اِثْنَتَانِ وَ ثِنْتَانِ .

ترجمہ:- اسم عدد وہ اسم ہے جو اس لئے وضع کیا گیا ہو کہ اشیاء کے افراد کی مقدار پر دلالت کرے۔ اور اصولی عدد بارہ ہیں واحد سے لےکر عشر تک اور مائۃ اور الف۔ اور اس کا استعمال واحد سے اثنین تک قیاس پر ہے یعنی مذکر کے لئے بغیر تاء اور مونث کے لئے تاء کے ساتھ کہے گا تو ایک مرد میں واحد اور دو مردوں میں اثنان اور ایک عورت میں واحدۃ اور دو عورتوں میں اثنتان یا ثنتان.

تشریح:- یہ دوسری فصل ہے اس میں اسمائے عدد بیان فرمارہے ہیں۔

اس میں تین باتیں ہیں: اسمائے عدد کی تعریف، اصول عدد کی تعداد اور اسمائے عدد کے استعمال کا طریقہ۔

اسمائے عدد کی تعریف: اسمائے عدد وہ اسم ہے جس اشیاء کے افراد کی تعداد پر تا کہ دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

تعداد: اصول عدد کل بارہ ہیں۔ ایک سے دس تک، اور مائۃ اور الفٌ۔

نوٹ: اصول عدد سے اعداد کی اصل اور اکائی مراد ہے۔

استعمال کا طریقہ: ایک اور دو میں عدد تمیز کے مطابق ہوگا یعنی اگر تمیز مذکر ہو تو عدد بھی مذکر ہوگا اور اگر تمیز مؤنث ہو تو عدد بھی مؤنث ہوگا۔ مذکر کی مثال جیسے رجلٌ واحدٌ اور رجلانِ اثنان۔ مؤنث کی مثال: امرأۃٌ واحدۃٌ اور امرأتانِ اِثْنَتَانِ۔

وَمِنْ (ثَلَاثَةٍ) اِلٰى (عَشَرَةٍ) عَلٰى خِلَافِ الْقِيَاسِ اَعْنِيْ لِلْمُذَكَّرِ بِالتَّاءِ، تَقُوْلُ (ثَلَاثَةُ رِجَالٍ) اِلٰى (عَشَرَةِ رِجَالٍ) وَلِلْمُؤَنَّثِ بِدُوْنِهَا، تَقُوْلُ (ثَلَاثُ نِسْوَةٍ اِلٰى (عَشْرِ نِسْوَةٍ) وَبَعْدَ الْعَشَرَةِ تَقُوْلُ (اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا) وَ (اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا) وَ (ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا) اِلٰى تِسْعَةَ عَشَرَ) وَ (اِحْدٰى

Scanned with CamScanner

عَشْرَةَ اِمْرَأَةً ، وَاثْنَتَا عَشْرَةَ اِمْرَأَةً ، وَثَلَاثَ عَشْرَةَ اِمْرَأَةً اِلٰی (تِسْعَ عَشْرَةَ اِمْرَأَةً)

ترجمہ:- اور ثلاث سے لے کر عشرۃ رجال تک خلاف قیاس ہے یعنی مذکر کے لئے تاء کے ساتھ تو کہے گا ثلاثۃ رجال تا عشرۃ رجال اور مؤنث کے لئے بغیر تاء کے کہے گا تو ثلاث نسوۃ سے عشر نسوۃ تک۔ اور عشرۃ کے بعد تو کہے گا اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا (گیارہ مرد) وَاثْنَا عَشَرَ رَجُلًا وَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا، تِسْعَةَ عَشَرَ تک اِحْدٰی عَشْرَةَ اِمْرَأَةً، وَاثْنَتَا عَشْرَةَ اِمْرَأَةً ، وَثَلَاثَ عَشْرَةَ اِمْرَأَةً تِسْعَ عَشْرَةَ اِمْرَأَةً (انیس عورتیں) تک۔

تشریح :- تین سے لے کر دس تک تمیز عدد کے مخالف ہوگی یعنی اگر تمیز مذکر ہو تو عدد مؤنث ہوگا اور اگر تمیز مؤنث ہو تو عدد مذکر ہوگا۔ مذکر کی مثال جیسے ثلاثۃ رجالٍ، اربعۃ رجالٍ... الخ۔ مؤنث کی مثال جیسے ثلاث نسوۃٍ الیٰ عشر نسوۃٍ۔

مذکر میں تمیز کے مخالف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب عدد تین تک پہنچ جائے تو پھر وہ جماعۃ کی تاویل میں ہوتا ہے اور جماعۃ مؤنث ہے تو مطابقت کے لئے عدد مؤنث ہوگا، اور مؤنث میں عدد اس لئے مذکر ہوگا تا کہ مذکر اور مؤنث میں فرق واضح ہو جائے۔

گیارہ اور بارہ میں قاعدہ یہ ہے کہ مرکب کے دونوں جز تمیز کے موافق ہوں گے جیسے احدَ عَشَر رجلاً، اثنا عشر رجلاً۔

پہلے جزء کے موافق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مرکب ہے اور مرکب مفرد کی فرع ہے اور یہاں مفرد سے مراد ایک اور دو ہیں، اور ایک اور دو میں بھی عدد موافق تھا تو اصل کی طرح فرع میں بھی موافق ہوگا، اور دوسرا جز اس لئے تمیز کے موافق ہوگا کہ یہ ہم تیرہ سے لے کر انیس تک پر قیاس کرتے ہیں کیونکہ اس میں دوسرا جز تمیز کے مطابق ہوتا ہے۔

۱۳ سے لے کر ۱۹ تک قاعدہ یہ ہے کہ مرکب کا پہلا جز تمیز کے مخالف ہوگا اور دوسرا جز تمیز کے موافق ہوگا، یعنی اگر تمیز مذکر ہو تو مرکب کا پہلا جز مؤنث ہوگا اور دوسرا جز مذکر، جیسے ثلاثۃ عشَر رجلاً الیٰ تسعۃ عشرَ رجلاً۔ اور اگر تمیز مؤنث ہو تو مرکب کا پہلا جز مذکر اور دوسرا جز مونث ہوگا جیسے ثلاث عشرۃ امراۃً الیٰ تسعَ عَشْرَۃَ امراۃً۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ ۱۳ سے لے کر ۱۹ اعداد یہ مرکبات ہیں اور مرکب فرع ہے مفرد کی، اور یہاں مفرد سے مراد ۳ سے ۹ تک اعداد ہیں اور ۳ سے ۹ تک اعداد میں عدد تمیز کے مخالف تھا تو جب اصل میں مخالف ہے تو فرع میں بھی مخالف ہوگا۔ اور دوسرا جز تمیز کے موافق اس لئے ہوگا کہ اگر مذکر میں ہم نے یہ مخالف لایا یعنی اس طرح کہ تسعۃ عشرۃ رجلاً کہے تو یہ درست نہیں

کیونکہ یہ مرکب بنائی ہے اور مرکب بنائی ایک کلمہ کے حکم میں ہوتا ہے تو پھر تانیث کی دو علامتیں ایک کلمہ میں جمع ہوتی ہے اور یہ جائز نہیں۔ اور مؤنث میں اگر چہ دوسرا جز مؤنث (عشرۃ) ہے لیکن پہلا جز مذکر ہے تو تانیث کی دو علامتیں جمع نہیں ہوتی۔

وَبَعْدَ ذٰلِكَ تَقُوْلُ عِشْرُوْنَ رَجُلًا وَعِشْرُوْنَ اِمْرَاَةً بِلَا فَرْقٍ بَيْنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ اِلٰى تِسْعِيْنَ رَجُلاً وَامْرَأَةً. و اَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلًا ، وَاِحْدٰى وَّعِشْرُوْنَ اِمْرَاَةً، وَاثْنَانِ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلًا ، وَاثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً ، وَثَلَاثَةٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلًا ، وَثَلَاثٌ وَّعِشْرُوْنَ اِمْرَاَةً اِلٰى تِسْعَةٍ وَتِسْعِيْنَ رَجُلًا ، وَتِسْعٍ وَّتِسْعِيْنَ اِمْرَاَةً .

ثُمَّ تَقُوْلُ مِاَةُ رَجُلٍ وِمِائَةُ اِمْرَاَةٍ، و اَلْفُ رَجُلٍ وَ اَلْفُ اِمْرَاَةٍ ،وَ مِائَتَا رَجُلٍ وَمِائَتَا اِمْرَاَةٍ وَاَلْفَا رَجُلٍ وَو اَلْفَا اِمْرَاَةٍ، بِلَا فَرْقٍ بَيْنَ الْمُذَكَّرِ الْمُؤَنَّثِ.

فَاِذَا زَادَ عَلَى الْمِائَةِ وَ الْاَلْفِ يُسْتَعْمَلُ عَلٰى قِيَاسِ مَا عَرَفْتَ .وَيُقَدَّمُ الْاَلْفُ عَلَى الْمِائَةِ ، وَالْمِائَةُ عَلَى الْاٰحَادِ وَالْاٰحَادُ عَلَى الْعَشَرَاتِ ، تَقُوْلُ عِنْدِىْ اَلْفٌ وَّمِائَةٌ وَّاَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلاً،وَ اِلْفَا نِ وَمِائَتَانِ وِاثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا،وَاَرْبَعَةُ آلَافٍ وَتِسْعُ مِائَةٍ وَّخَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اِمْرَاَةً. وَعَلَيْكَ بِالْقِيَاسِ.

ترجمہ:- اور اس کے بعد تو کہے گا عشرون رجلاً الخ بغیر کسی فرق کے مذکر و مؤنث کے درمیان تسعین رجلاً و امرأۃ تک، اور احد و عشرون رجلاً الخ سے لے کر تسع و تسعین رجلاً و تسع و تسعین امرأۃ تک۔ پھر کہے گا تو مائۃ رجل و مائۃ امرأۃ اور الف رجل اور ألف امرأۃ الخ مذکر و مؤنث کے درمیان بغیر کسی فرق کے۔

پھر جب بڑھ جائے ماۃ اور الف پر تو اسی قیاس پر ہوگا جو تو نے جان لیا۔ اور الف کو ماۃ پر مقدم کیا جائے گا ماۃ کو آحاد پر اور احاد کو دھائیوں پر آپ کہیں گے، عِنْدِىْ اَلْفٌ وَّمِائَةٌ وَّاَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلاً (میرے پاس ایک ہزار ایک سو اکیس آدمی ہیں۔) اور اِلْفَا نِ وَمِائَتَانِ اور اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا، اور اَرْبَعَةُ آلَافٍ وَتِسْعُ مِائَةٍ وَّخَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اِمْرَاَةً۔ (میرے پاس چار ہزار نو سو پینتالیس عورتیں ہیں۔) اور باقی اسی پر قیاس کر لیں۔

تشریح :- ۲۰ سے ۹۰ تک: ۲۰، ۳۰، ۴۰، الی ۹۰ تک ان کو عقود دھائیاں کہتے ہیں یہ ہمیشہ مذکر استعمال ہوتے ہیں چاہے تمیز مذکر ہو یا مؤنث، جیسے عِشْرُوْنَ رَجُلاً، عِشْرُوْنَ امرأۃ الخ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مذکر کی صورت میں تو درست ہے لیکن

مؤنث کی صورت میں ہم اس میں تانیث کی علامت اس لئے نہیں لا سکتے کہ یا تو ہم تانیث کی علامت واو اور نون سے پہلے لائیں گے یا بعد میں اگر پہلے لائیں یہ بات لازم آئے گی کہ تانیث کی علامت کلمے کے درمیان میں واقع ہو اور یہ جائز نہیں۔ اور اگر تانیث کی علامت واو اور نون کے بعد لائیں گے تو چونکہ واو اور نون الگ کلمہ ہے تو پھر یہ بات لازم آئے گی کہ تانیث کی علامت الگ کلمے میں لگ گئی اور یہ بھی جائز نہیں۔ اس لئے عقود دہائیاں مذکر ہوں گے۔

۲۱ اور ۲۲: اس میں مرکب کا پہلا جز موافق ہوگا اور دوسرا جز ہمیشہ مذکر ہوگا جیسے واحدٌ وعشرونَ رجلاً، اثنانِ وعشرون رجلاً، احدیٰ وعشرون امراَةً، اثنتان وَعشرونَ امراَةً.

وجہ: پہلا جز اس لئے موافق ہوگا کہ یہ مرکب ہے اور مرکب فرع ہے مفرد کی، اور مفرد سے یہاں ایک اور دو ہے اور اس میں عدد قیاس کے مطابق تھا اس لئے یہاں فرع میں بھی مطابق ہوگا۔

۲۳ سے ۹۹ تک کے لئے قاعدہ یہ ہے کہ مرکب کا پہلا جز تمیز کے مخالف ہوگا اور دوسرا جز ہمیشہ کے لئے مذکر ہوگا جیسے ثلاثةٌ وعشرونَ رجلاً. اربعةٌ وعشرونَ رجلاً، خمس وثلاثون امراَةً، ستٌّ واربعون امراَةً۔

پہلا جز تمیز کے مخالف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ۲۳ سے لے کر ۹۹ تک فرع ہے ۳ سے لے کر ۹ تک کے لئے، اور اُس میں عدد تمیز کے مخالف تھا لہذا یہاں بھی ہوگا۔ اور دوسرا جز ہمیشہ اس لئے مذکر ہوگا کہ یہ عقود دھائیاں ہیں اور یہ اپنے اصل پر ہوگی۔

ثُمَّ تقولُ مائه رجلَ الخ : یہاں مائةٌ اور الفٌ کا قاعدہ بیان کرتا ہے تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ دونوں ہمیشہ مذکر ہوں گے جیسے مائةُ رجُلٍ ومائةُ امراَةٍ والفُ رجلٍ والفُ امراَةٍ۔ اور اسی طرح تثنیہ کی مثالیں بھی ہیں وجہ مائةٌ والفٌ دونوں کے مذکر ہونے کی ہے کہ مائةٌ میں تو پہلے سے تانیث کی علامت مذکور ہے اگر ہم اس پر دوبارہ تانیث کی علامت لائیں تو اس میں ثقل آ جائے گی اور یہ جائز نہیں، اور لفظ الفٌ کو ہم مائةٌ پر قیاس کرتے ہیں۔

فاذاً زادَ علی المائةِ الخ: یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جب مائةٌ اور الفٌ پر کوئی عدد زیادہ ہو جائے تو یہ زیادتی اس قیاس کے مطابق استعمال کریں گے جو پہلے گزرا یعنی ایک سے لے کر سو تک جو قاعدے گزرے ہیں۔

ویُقدَّمُ الالفُ علی المائةِ الخ :اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب بہت سے اعداد جمع ہو تو اس صورت میں پہلے الفٌ ہوگا اور پھر مائةٌ پھر عدد ہوگا اور پھر عقود دہائی ہوں گے جیسے عندی الفٌ ومائةٌ واحدٌ وعشرونَ رجلاً۔

Scanned with CamScanner

وَاعْلَمْ اَنَّ الْوَاحِدَ وَالْاِثْنَيْنِ لَا مُمَيِّزَ لَهُمَا لِاَنَّ لَفْظَ الْمُمَيَّزِ يُغْنِيْ عَنْ ذِكْرِ الْعَدَدِ فِيْهِمَا تَقُوْلُ عِنْدِيْ رَجُلٌ وَرَجُلَانِ . وَاَمَّا سَائِرُ الْاَعْدَادِ فَلَا بُدَّ لَهَا مِنْ مُمَيِّزٍ ،فَتَقُوْلُ مُمَيِّزَ الثَّلَاثَةِ اِلَى الْعَشَرَةِ مَخْفُوْضٌ مَجْمُوْعٌ تَقُوْلُ ثَلَاثَةُ رِجَالٍ وَثَلَاثُ نِسْوَةٍ اِلَّا اِذَا كَانَ الْمُمَيِّزُ لَفْظَ الْمِائَةِ فَحِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ مَخْفُوْضًا مُفْرَدًا تَقُوْلُ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَتِسْعُ مِائَةٍ. وَالْقِيَاسُ ثَلَاثُ مِئَاتٍ اَوْ مِئِيْنَ .وَمُمَيِّزُ اَحَدَ عَشَرَ اِلَى تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ تَقُوْلُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا ، وَاِحْدٰى عَشْرَةَ اِمْرَأَةً ، وَتِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ رَجُلًا ،وَتِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اِمْرَأَةً .وَمُمَيِّزُ مِائَة والف وَتَثْنِيَتِهِمَا وَجَمْعِ الْاَلْفِ مَخْفُوْضٌ مُفْرَدٌ تَقُوْلُ مِائَةُ رَجُلٍ، مِائَةُ اِمْرَأَةٍ وَ اَلْفُ رَجُلٍ وَاَلْفُ اِمْرَأَةٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ وَمِائَتَا اِمْرَأَةٍ وَ اَلْفَا رَجُلٍ وَاَلْفَا اِمْرَأَةٍ وَ ثَلَاثَةُ آلَافِ رَجُلٍ ،وَثَلَاثُ آلَافِ اِمْرَأَةٍ وَقِسْ عَلٰى هٰذَا.

ترجمہ:- جان لو کہ ایک اور دو کیلئے کوئی ممیز نہیں ہوتی کیونکہ ممیز کا لفظ ان دونوں میں عدد کے ذکر سے مستغنی کردیتا ہے آپ کہیں گے عندی رجل و رجلان، اور لیکن باقی اعداد کے لئے ضروری ہے تمیز، پس ثلاثه سے لےکر عشرة تک کی تمیز جمع مجرور ہوگی کہے گا تو ثلاثة رجال و ثلاث نسوة مگر جب تمیز لفظ مائة ہوتو اس وقت مفرد مجرور ہوگی تو کہے گا ثلاث مائة وتسع مائة حالانکہ قیاس ثلاثه مئین یا مئات ہے۔اور احد عشر سے تسعة وتسعین تک کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے اَحَدَعَشَرَ رجلًا ، وَاِحْدٰى عَشْرَةَ اِمْرَأَةً ، وَتِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ رَجُلًا ،وَتِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اِمْرَأَةً ۔اورمائة اورالف اوران کے تثنیہ اور الف کے جمع کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے کہے گا تو مِائَةُ رَجُلٍ، مِائَةُ اِمْرَأَةٍ وَ اَلْفُ رَجُلٍ وَاَلْفُ اِمْرَأَةٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ وَمِائَتَا اِمْرَأَةٍ وَ اَلْفَا رَجُلٍ وَاَلْفَا اِمْرَأَةٍ وَ ثَلَاثَةُ آلَافِ رَجُلٍ ،وَثَلَاثُ آلَافِ اِمْرَأَةٍ ۔اور اسی پر قیاس کریں۔

تشریح :-:فرماتے ہیں کہ تحقیق واحد اور اثنین کے لئے کوئی تمیز نہیں، اس لئے کہ لفظ ممیز ان دونوں میں عدد کے ذکر کرنے سے بے پرواہ کردیتا ہے جیسے آپ کہیں عندی رجلٌ ورجلانِ اور ایسا نہیں کہا جاتا کہ عندی واحدٌ رجلاً وعندی اثنان رجُلین.

واَمّا سائر الاعدادِ فلا بُدَّ لهاالخ: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اعداد تین قسم پر ہیں، عدد اقل، عدد اوسط اور عدد اکثر۔ عدد اقل تین سے لےکر ۱۰ تک ہے، عدد اوسط ۱۱ سے لےکر ۹۹ تک ہے، اور عدد اکثر ۱۰۰ سے لےکر لا متناہی ہے۔

Scanned with CamScanner

عددِ اقل: اس کی تمیز جمع مجرور ہوگی، جمع اس لئے ہوگی کہ تین یا تین سے اوپر کا عدد جماعۃ کے تاویل میں ہوتا ہے اور مجرور اس لئے ہوگی کہ یہ مضاف الیہ بنتی ہے جیسے ثلاثۃُ رجالٍ۔ اور جب تمیز لفظ مائۃٌ آجائے تو پھر مفرد آئے گا جیسے ثلاثُ مائۃٍ۔ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ مؤنث کی صورت میں جمع مؤنث سالم آئے اور مذکر کی صورت میں جمع مذکر سالم آئے ایسا اس لئے نہیں ہوتا کہ لازم آتا ہے تانیث کی دو علامتوں کا جمع ہونا اور یہ جائز نہیں ہے۔

عدد اوسط: اس کی تمیز مفرد منصوب ہوگی، مفرد اس لئے ہوگی کہ یہاں تمیز میں اصل افراد ہے اور منصوب اس لئے ہوگی کہ یہاں اضافت متعذر ہے اس لئے کہ پہلے سے دو کلمے ہیں اگر اضافت کریں تو تین کلمے ہو جائیں گے تو ثقل پیدا ہوگا۔

عدد اکثر: اس کی تمیز مفرد مجرور ہوگی، مفرد اس لئے کہ اس کا تقابل ہے عدد اقل کے ساتھ، اور وہاں تمیز جمع ہے، اور مجرور اس لئے کہ یہاں تمیز مضاف الیہ ہے جیسے مائۃ رجلٍ۔ باقی مثالیں متن میں ملاحظہ فرمائیں۔

فَصْلٌ اَلْاِسْمُ اِمَّا مُذَكَّرٌ وَاِمَّا مُؤَنَّثٌ

١. فَالْمُؤَنَّثُ مَا فِيْهِ عَلَامَةُ التَّانِيْثِ لَفْظاً اَوْ تَقْدِيْرًا ٢. وَالْمُذَكَّرُ مَا بِخِلَافِهِ وَعَلَامَةُ التَّأْنِيْثِ ثَلَاثَةٌ: ١. اَلتَّاءُ كَ طَلْحَةَ ٢. وَالْاَلِفُ الْمَقْصُوْرَةُ كَ حُبْلٰى ٣. وَالْاَلِفُ الْمَمْدُوْدَةُ كَ حَمْرَاءَ وَالْمُقَدَّرَةُ اِنَّمَا هِيَ التَّاءُ فَقَطْ .كَ اَرْضٍ وَ دَارٍ بِدَلِيْلِ اُرَيْضَةٍ وَ دُوَيرَةٍ.ثُمَّ الْمُؤَنَّثُ عَلٰى قِسْمَيْنِ

١۔ حَقِيْقِيٌّ، وَهُوَ مَا بِاِزَائِهٖ ذَكَرٌ مِنَ الْحَيْوَانِ ، كَ اِمْرَأَةٍ وَ نَاقَةٍ.

٢۔ وَلَفْظِيٌّ، وَهُوَ مَا بِخِلَافِهٖ كَ ظُلْمَةٍ وَ عَيْنٍ .وَقَدْ عَرَفْتَ اَحْكَامَ الْفِعْلِ اِذَا سُنِدَ اِلَى الْمُؤَنَّثِ، فَلَا نُعِيْدُهَا.

ترجمہ: -اسم یا مذکر ہوگا یا مؤنث پس مؤنث وہ ہے جس میں تانیث کی علامت ہو لفظاً یا تقدیراً اور مذکر وہ ہے جو اس کے خلاف ہو اور تانیث کی تین نشانیاں ہیں تاء جیسے طلحۃ الف مقصورہ جیسے حبلیٰ اور الف ممدودہ جیسے حمراء اور مقدرہ تو وہ صرف تاء ہے جیسے ارض اور دار، اریضۃ و دویرۃٌ کی دلیل کے ساتھ۔

پھر مؤنث دو قسم پر ہے حقیقی اور حقیقی وہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو جیسے امرأۃ، ناقۃ، اور لفظی وہ ہے جو اس کے خلاف ہو جیسے ظلمۃٌ و عینٌ اور آپ پہچان چکے ہیں احکام فعل کے جب مسند ہو مؤنث کی طرف پس اس کا اعادہ نہیں کریں گے۔

Scanned with CamScanner

تشریح :- یہاں سے مصنفؒ تذکیروتانیث کے اعتبار اسم کی تقسیم بیان فرمارہے ہیں کہ:

اس کی دو قسمیں ہیں (۱) مذکر (۲) مؤنث

مؤنث وہ ہوتا ہے جس میں تانیث کی کوئی علامت ہو پھر تانیث کی تین نشانیاں ہیں دو لفظا کی اور ایک تقدیراً لفظایہ ہیں (۱) تائے ظاہرہ کا ہونا جیسے طلحة (۲) الف مقصورہ یا ممدودہ کا ہونا جیسے حبلی، لیکن الف مقصورہ کیلئے تین شرائط ہیں (۱) وہ الحاق کیلئے نہ ہو احترازی مثال جیسے ارطا اس میں الف مقصورہ جعفر کے ساتھ الحاق کیلئے ہے (۲) وہ الف تین حروف کے بعد ہو احترازی مثال فتیً اس میں دو حروف کے بعد واقع ہے (۳) وہ الف زائدنہ ہو احترازی مثال جیسے قبعثریٰ اس میں الف مقصورہ زائد ہے۔

اور تقدیراً علامت صرف ایک ہے وہ تاء مقدرہ ہے جیسے ارض اور دار ان میں تاء مقدر ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ اس کی تصغیر آتی ہے اریضة اور دویرة۔

پھر مؤنث کی دو قسمیں ہیں حقیقی (۲) لفظی

حقیقی وہ ہے جس کے مقابلے میں کوئی نرحیوان موجود ہو جیسے ناقةٌ اس کے مقابلے میں جمل موجود ہے اور امرأة اس کے مقابلے میں رجلٌ موجود ہے۔

اور لفظی وہ ہے جس کے مقابلے میں کوئی نرحیوان موجود نہ ہو عام ہے کہ علامت تانیث لفظاً ہو یا تقدیراً یا حکماً، لفظاً کی مثال جیسے ظلمة اس کے مقابلے میں نور موجود ہے لیکن وہ نرحیوان نہیں ہے اور تقدیراً کی مثال جیسے عین اس میں علامت تانیث تقدیراً ہے وہ اس طرح کہ اس کی تصغیر آتی ہے عیینة اور حکماً کی مثال جیسے عقرب اس کا چوتھا حرف تاء تانیث کے حکم میں ہے یہ حیوان ہے لیکن اس کے مقابلے میں نرحیوان موجود نہیں ہے۔

باقی فعل کے احکام جب اس کو مؤنث کی طرف مسند کیا جائے وہ بیان ہو چکے ہیں لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

فَصْلٌ :اَلْمُثنّٰی اِسْمٌ اُلْحِقَ بِآخِرِهٖ اَلِفٌ اَوْ یَاءٌ مَفْتُوْحٌ مَاقَبْلَهَا وَنُوْنٌ مَکْسُوْرَةٌ لِیَدُلَّ عَلٰی اَنَّ مَعَهٗ آخَرَ مِثْلَهٗ ، نَحْوُ رَجُلَانِ وَ رَجُلَیْنِ .هٰذَا فِی الصَّحِیْحِ .اَمَّا الْمَقْصُوْرُ، فَاِنْ کَانَتْ اَلِفُهٗ مُنْقَلِبَةً عَنْ وَاوٍ،وَکَانَ ثُلَاثِیًا رُدَّ اِلٰی اَصْلِهٖ کَعَصَوَانِ فِیْ عَصًا. وَاِنْ کَانَتْ عَنْ یَاءٍ اَوْ وَاوٍ وَهُوَ اَکْثَرُمِنَ الثُّلَاثِیِّ ،اَوْلَیْسَتْ مُنْقَلِبَةً عَنْ شَیْءٍ ، تُقْلَبُ یَاءً ، کَرَحَیَانِ فِیْ رَحًی ، وَ مَلْهَیَانِ فِیْ مَلْهًی ،

Scanned with CamScanner

وحُبَارَيَانِ فِيْ حُبَارىٰ وَ حُبْلَيَانِ فِيْ حُبْلٰى.

ترجمہ:-تثنیہ وہ اسم ہے کہ اس کے آخر میں لاحق کیا گیا ہو الف یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ تا کہ یہ دلالت کرے اس بات پر کہ اس کے ساتھ اس کا مثل اور بھی ہے جیسے رَجُلان اور رَجُلَيْن اور یہ الحاق صحیح میں ہے۔اور بہر حال اسم مقصور ہو تو اگر اس کا الف واو سے تبدیل ہو کر آیا ہے اور وہ ثلاثی ہے تو اس کو اپنی اصل کی طرف لوٹایا جائے گا جیسے عصوان عصا میں اور اگر یاء سے یا واؤ سے تبدیل ہو کر آیا ہے اور وہ ثلاثی سے زائد ہے یا کسی شئی سے تبدیل شدہ نہیں ہے تو تبدیل کیا جائے گا یاء کے ساتھ جیسے رحیان رحی میں الخ۔

تشریح :-یہاں مصنفؒ افراد، تثنیہ اور جمع کے اعتبار سے اسم کی تقسیم بیان فرمار ہے ہیں۔

اس فصل میں تثنیہ کو بیان فرمار ہے ہیں اور وہ تین قسم پر ہے، صحیح، اسم مقصورہ اور اسم ممدودہ۔

یہ تثنیہ قسمیں ہیں، مفرد کے اقسام اس لئے ذکر نہیں کئے کہ مفرد اصل ہے اور تثنیہ اور جمع اس کے فروع ہیں تو اصل کا ذکر فروع کے ضمن میں خود بخود آئے گا۔

الصحیح: وہ اسم ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ حالت رفعی میں، جیسے رجلانِ، اور یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ حالت نصبی اور جری میں جیسے رجُلَيْنِ۔

اسم مقصورہ: یہ الف یا تو واو سے تبدیل ہو کر آیا ہوگا اور یا یاء سے تبدیل ہو کر آیا ہوگا اگر واو سے تبدیل ہو کر آیا ہو اور ثلاثی ہو تو واو اپنے اصل پر واپس ہوگا، تثنیہ بناتے وقت جیسے عصَا سے عصَوان، یعنی اپنے اصل کا اعتبار کرتے ہوئے۔اور اگر زائد علی الثلاثہ ہو اور واو سے تبدیل ہو کر آیا ہو یا یاء سے یا کسی سے بھی تبدیل ہو کر نہ آیا ہو یعنی اپنی اصل پر ہے تو اس سے تثنیہ بناتے وقت اس الف کو یاء تبدیل کریں گے۔جیسے رَحیٰ سے رَحَیَانِ (پن چکی) اور ملھیٰ سے ملھیان (مشغول کیا ہوا) حباری سے حباریان (ایک پرندہ ہے) حبلیٰ سے حبلیان (حاملہ عورت) ان تمام مثالوں میں واو سے اس لئے تبدیل نہیں کریں گے کہ پھر التقائے ساکنین لازم آتی ہے اور التقائے ساکنین جائز نہیں۔

وَاَمَّا الْمَمْدُوْدَةُ ، فَاِنْ كَانَتْ هَمْزَتُهٗ اَصْلِيَّةً ، تُثْبَتُ، كَ (قُرَّاءَانِ) فِيْ (قُرَّاءٍ) وَاِنْ كَانَتْ لِلتَّانِيْثِ تُقْلَبُ وَاوًا كَ حَمْرَاوَانِ فِيْ حَمْرَاءَ وَاِنْ كَانَتْ بَدَلًا مِنْ اَصْلٍ وَاوًا اَوْ يَاءً جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ كَ كَسَاوَانِ وَ كَسَاءَانِ.

Scanned with CamScanner

ترجمہ:-اور بہر حال ممدودہ تو اگر اس کا ہمزہ اصلیہ ہے تو ثابت رکھا جائے گا جیسے قُرَّآءٍ میں قُرَّآنِ، اور اگر تانیثی ہے تو بدل دیا جائے گا واؤ کے ساتھ جیسے حمراوان حمراء میں اور اگر اصل سے تبدیل شدہ ہے یعنی واؤ سے یا یاء سے تو اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں جیسے کساوان ، کساان.

تشریح :-:فرماتے ہیں کہ اگر تثنیہ ممدودہ سے ہو تو تین حالتوں سے خالی نہیں ہوگا۔

(۱) یہ ہمزہ اصلی ہوگا یعنی غیر زائدہ ہوگا اور واو اور یاء تبدیل ہو کر نہیں آیا ہوگا تو اس کا حکم یہ ہے کہ تثنیہ بناتے وقت اس کو اپنے حالت پر چھوڑیں گے جیسے قُرَّآءٌ سے قُرَّآنِ۔

(۲) یا یہ ہمزہ تانیثی ہوگا، اس کا حکم یہ ہے کہ واو سے تبدیل ہوگا جیسے حَمْرَآءُ سے حمرَاوان وغیرہ۔اور یاء سے اس لئے تبدیل نہیں کریں گے کیونکہ پھر تانیث کی علامت درمیان میں آتی ہے۔

(۳) یہ ہمزہ واو یا یاء سے تبدیل ہو کر آیا ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں دو وجہیں پڑھنی جائز ہیں، اگر واو سے تبدیل ہو کر آیا ہو تو تثنیہ بناتے وقت اس کو واو سے تبدیل کریں گے۔اور اگر یاء سے تبدیل ہو کر آیا ہو تو پھر یاء سے تبدیل کرنا بھی جائز ہے اور اپنی اصل پر چھوڑنا بھی جائز ہے، جیسے کِسَآءٌ سے کِسَآءَانِ اور کِسَاوَانِ (کمبل، چادر)۔

وَيَجِبُ حَذْفُ نُوْنِهِ عِنْدَ الْاِضَافَةِ تَقُوْلُ (جَاءَ نِي غُلَامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمَا مِصْرٍ).

وَكَذَالِكَ تُحْذَفُ تَاءُ التَّانِيْثِ فِي تَثْنِيَّةِ الْخُصْيَةِ وَالْاِلْيَةِ خَاصَّةً تَقُوْلُ خُصَيَانِ وَاِلْيَانِ، لِاَنَّهُمَا مُتَلَازِمَان،فَكَاَنَّهُمَا شَيْءٌ وَاحِدٌ .

وَاعْلَمْ اَنَّهُ اِذَااُرِيْدَ اِضَافَةُ مُثَنًّى اِلَى الْمُثَنّٰى يُعَبَّرُعَنِ الْاَوَّلِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَقَدصَغَتْ قُلُوبُكُمَاوَ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا .وَذٰلِكَ لِكَرَاهَةِ اِجْتِمَاعِ تَثْنِيَتَيْنِ فِيْمَا تَاَكَّدَ الْاِتِّصَالُ بَيْنَهُمَا لَفْظًا وَمَعْنًى.

ترجمہ:-اور تثنیہ کے نون کو حذف کرنا اضافت کے وقت واجب ہے کہے گا تو جاء نی الخ اور اسی طرح خاص کر لفظ خصیہ اور لفظ اَلیہ کے تثنیہ میں تاء تانیث کو حذف کیا جائے گا۔اور جان لو کہ جب کسی تثنیہ کی دوسری تثنیہ کی طرف اضافت کی جائے تو اول تثنیہ کو تعبیر کیا جائے گا لفظ جمع کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فقد صغت قلوبکما اور یہ ان چیزوں میں دو تثنیوں کے اجتماع کے مکروہ ہونے کی وجہ سے جن میں اتصال مؤکد ہو لفظاً اور معناً بھی۔

Scanned with CamScanner

تشریح :-: یہاں سے فرماتے ہیں کہ تثنیہ کی نون اضافت کے وقت حذف کرنا واجب ہے جیسے غلاما زیدٍ وغیرہ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ نون تثنیہ مفرد کی تنوین کے بدلے میں آیا ہے اور تنوین اضافت کے وقت حذف کیا جاتا ہے لہذا یہ بھی حذف کیا جائے گا۔ اور تنوین اس لئے حذف ہوتا ہے کہ تنوین دلالت کرتا ہے انفصال پر، اور اضافت دلالت کرتا ہے اتصال پر، اور ان دونوں کے درمیان منافاۃ ہے اس لئے حذف کیا جاتا ہے۔

و کذالکَ تُحذف تاء الخ: اسی طرح خصیۃٌ اور الیۃٌ میں تاء تانیث حذف کی جاتی ہے، کیونکہ یہ دونوں بمنزلہ مفرد کے ہیں، کیونکہ ان دونوں کے درمیان شدت تعلق ہے اب اگر اس کے درمیان تانیث کی صورت میں تاء ذکر کریں تو ان دونوں کے درمیان جدائی آئے گی، جیسے خُصیانِ اور الْیانِ وغیرہ۔

واعلم انّہٗ اذا اریدَ الخ: فرماتے ہیں کہ جب تثنیہ کی اضافت کی جائے دوسرے تثنیہ کی ضمیر کی طرف، تو پہلے تثنیہ کی جمع سے تعبیر کی جائے گی جیسے کقولہ تعالیٰ فقدْ صغَتْ قلوبُکُمَا، اور فاقطعوا ایدیھُما وغیرہ۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مضاف اور مضاف الیہ میں اتصال موکد ہو لفظاً ہو یا معناً تو وہاں دو تثنیوں کا اجتماع مکروہ ہے اسی وجہ سے پہلے تثنیہ کی تعبیر لفظ جمع سے کی جائے گی۔

فَصْلٌ اَلْمَجْمُوْعُ اِسْمٌ دَلَّ عَلٰی آحَادٍ مَقْصُوْدَةٍ بِحُرُوْفِ مُفْرَدِہٖ بِتَغَیُّرٍ مَّا اِمَّا لَفْظِیٌّ کَ رِجَالٍ فِیْ رَجُلٍ ، اَوْتَقْدِیْرِیٌّ ، کَ فُلْکٍ عَلٰی وَزْنِ اُسُدٍ؛ فَاِنَّ مُفْرَدَہٗ اَیْضًافُلْکٌ لٰکِنَّہٗ عَلٰی وَزْنِ قُفْلٍ. فَ قَوْمٌ وَ رَهْطٌ وَنَحْوُہٗ وَاِنْ دَلَّ عَلٰی آحَادٍ لٰکِنَّہٗ لَیْسَ بِجَمْعٍ اِذْلَا مُفْرَدَلَہٗ.

ثُمَّ الْجَمْعُ عَلٰی قِسْمَیْنِ: ١۔ مُصَحَّحٌ وَهُوَ مَا لَمْ یَتَغَیَّرْ بِنَاءُ وَاحِدِہٖ. ٢۔ وَمُکَسَّرٌ : وَهُوَ مَا یَتَغَیَّرُ فِیْهِ بِنَاءُ وَاحِدِہٖ. وَالْمُصَحَّحُ عَلٰی قِسْمَیْنِ : ١۔ مُذَکَّرٌ: وَهُوَ مَا اُلْحِقَ بِآخِرِہٖ وَاوٌ مَضْمُوْمٌ مَا قَبْلَهَا، وَنُوْنٌ مَفْتُوْحَةٌ ، کَ مُسْلِمُوْنَ، اَوْیَاءٌ مَکْسُوْرٌ مَا قَبْلَهَا وَنُوْنٌ کَذٰلِکَ لِیَدُلَّ عَلٰی اَنَّ مَعَهٗ اَکْثَرَ مِنْهُ نَحْوُ مُسْلِمِیْنَ وَهٰذَا فِی الصَّحِیْحِ اَمَّا الْمَنْقُوْصُ فَتُحْذَفُ یَاؤُہٗ، مِثْلُ قَاضُوْنَ وَدَاعُوْنَ وَالْمَقْصُوْرُ یُحْذَفُ اَلِفُهٗ وَیُبْقٰی مَا قَبْلَهَا مَفْتُوْحًا لِیَدُلَّ عَلٰی اَلِفٍ مَحْذُوْفَةٍ مِثْلُ مُصْطَفَوْنَ . وَیُخْتَصُّ بِاُولِی الْعِلْمِ وَاَمَّا قَوْلُهُمْ سِنُوْنَ وَاَرَضُوْنَ وَثُبُوْنَ وقُلُوْنَ فشاذٌ .

وَیَجِبُ اَنْ لَا یَکُوْنَ اَفْعَلَ مُؤَنَّثُهٗ فَعْلَاءُ کَ اَحْمَرَ وَ حَمْرَاءَ ، وَلَافَعْلَانَ مُؤَنَّثُهٗ فَعْلٰی ،کَ

Scanned with CamScanner

سَکْرَانَ، وَلَا فَعِیلًا) بِمَعْنٰی مَفْعُوْلٍ کَ جَرِیْحٍ بِمَعْنٰی مَجْرُوْحٍ وَلَافَعُوْلاً بِمَعْنٰی فَاعِلٍ کَ صَبُوْرٍ بِمَعْنٰی صَابِرٍ. وَیَجِبُ حَذْفُ نُوْنِ بِالْاِضَافَةِ نَحْوُ مُسْلِمُوْ مِصْرٍ.

ترجمہ:- مجموع وہ اسم ہے جو افراد مقصودہ پر دلالت کرے اس کے مفرد کے حروف میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ پھر یہ تبدیلی یا لفظی ہوگی جیسے رجال رجل میں یا تقدیری جیسے فلک بروزن اُسد پس اس کا مفرد بھی فُلک ہے لیکن وہ بروزن قفل ہے پس قوم اور رھطا اور اس کی مثل اگرچہ دلالت کرتے ہیں افراد مقصودہ پر لیکن وہ جمع نہیں ہیں اس لئے کہ ان کا کوئی مفرد نہیں۔

پھر جمع کی دو قسمیں ہیں مصحح اور یہ وہ ہے کہ اس کے واحد کی بنا تبدیل نہ ہو اور مکسر اور یہ وہ ہے کہ اس کے واحد کی بنا تبدیل ہو۔

اور جمع مصحح دو قسم پر ہے مذکر اور یہ وہ ہے کہ اس کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ لاحق کیا گیا ہو جیسے مُسْلِمُوْن یا یاء ماقبل مکسور اور نون اسی طرح مفتوحہ تا کہ دلالت کرے اس بات پر کہ اس کے ساتھ اس سے زائد ہیں جیسے مسلمین اور یہ بات اسم صحیح میں ہے۔

اور بہر حال اسم منقوص تو اس کی یاء کو حذف کیا جائے گا جیسے قاضون، داعون اور اسم مقصور کے الف کو حذف کیا جائے گا، اور اس کے ماقبل کو مفتوح باقی رکھا جائے گا تا کہ دلالت کرے الف محذوفہ پر جیسے مصطفَوْنَ - یہ جمع واؤ ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ، یا یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ کے ساتھ۔ یہ ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے اور بہر حال معترض کا یہ کہنا کہ ارضون اور ثبون اور قلون تو یہ شاذ ہیں۔

اور واجب ہے یہ کہ نہ ہو وہ اسم ایسا افعل جس کی مؤنث فعلاء ہے جیسے احمر، حمراء اور نہ ایسا فعلان جس کی مؤنث فعلیٰ ہے جیسے سکران، سکریٰ اور نہ ایسا فعیل جو بمعنی مفعول ہو جیسے جریح بمعنی مجروح اور نہ ایسا فعول جو بمعنی فاعل ہو جیسے صبور بمعنی صابر۔ اور واجب ہے اس کے نون کو حذف کرنا اضافت کی وجہ سے جیسے مسلمو مصر۔

تشریح:- یہاں سے اسم جمع کی تعریف بیان فرما رہے ہیں۔

جمع کی تعریف: جمع وہ اسم ہے جو حروف مفردہ کے ساتھ افراد مقصودہ پر دلالت کریں کچھ نہ کچھ تغیر کے ساتھ، یہ تغیر دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا لفظی ہوگا یا تقدیری، جیسے فُلْکٌ، اگر متکلم اس کو اُسُدٌ کے وزن پر خیال کرے تو جمع ہوگا اور اگر قُفْلٌ کے وزن پر خیال کرے تو پھر واحد ہوگا۔

Scanned with CamScanner

پھر جمع کی دو قسمیں ہیں جمع مصحح اور جمع مکسر۔

نوٹ: جمع مصحح وہ ہوتی ہے جس میں واحد کی بناء سالم ہو اس کو جمع سالم بھی کہتے ہیں۔

اور جمع مکسر وہ ہوتی ہے، جس میں واحد کی بناء ٹوٹ جائے۔

پھر جمع مصحح کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) جب جمع مذکر سالم صحیح سے ہو تو اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ جمع جس کے مفرد کے آخر میں واو ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ ہو حالت رفعی میں، اور یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ ہو حالت نصبی اور جری میں، جیسے مسلمون اور مسلمِینَ۔

(۲) جب جمع مذکر سالم اسم منقوص سے ہو تو اس کی تعریف بھی صحیح کی طرح ہے لیکن اس کی یاء اضافت کے وقت حذف ہوگا جیسے قاضون اور داعُون وغیرہ۔

(۳) جب اسم مقصورہ سے ہو تو اس کی تعریف بھی صحیح کی طرح ہے لیکن اس کے آخر میں الف حذف ہوگا اور ماقبل اس کا مفتوح ہوگا تاکہ الف کے گرنے پر دلالت کرے جیسے مُصْطَفون۔ جمع مذکر سالم کی جمع واو اور نون کے ساتھ آتی ہے پھر یہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا یا اسمی ہوگا یا صفتی۔ جب جمع مذکر سالم اسمی ہو۔

تو جب تین شرائط پائے جائے تو پھر جمع واو اور نون کے ساتھ آئے گی، تین شرائط یہ ہیں۔ ذوی العقول ہو، علم ہو اور آخر میں تاء نہ ہو۔

اعتراض: ہم تمہیں دکھاتے ہیں کہ یہ تین شرائط نہیں ہوں گے اور پھر بھی جمع واو اور نون والی ہوگی جیسے اَرضـــون جمع ہے اَرْضٌ کی، اور قُلون جمع ہے قُلَةٌ کی۔

جواب: یہ شاذ ہیں۔

جب جمع مذکر سالم صفتی ہو تو اس کی صحت کے لئے چھ شرائط ہیں، ذوی العقول ہو، آخر میں تاء نہ ہو، اس اَفْعَلُ کے وزن پر نہ ہو جس کی مونث فعلاء کے وزن پر آتی ہے جیسے احمر حمرآء، اور فعلان کے وزن پر جس کی مونث آتی ہو جیسے سکرٰن وسکریٰ، اور اس فعیل کے وزن پر ہو جو بمعنی مفعول کے ہو جیسے جریحٌ بمعنی مَجْرُوْحٌ، اور نہ اس فعولٌ کے وزن پر ہو جو بمعنی فاعلٌ کے ہو جیسے صَبُورٌ بمعنی صابرٌ۔

ویجبُ حذف نونہٖ بالاضافۃ: جمع کا نون اضافت کے وقت حذف کرنا واجب ہے جیسے مسلموا مصرٍ وغیرہ، وجہ اس

کی یہ ہے کہ نون تنوین کے بدلے میں آیا ہے۔

٢۔ وَمُؤَنَّثٍ : وَهُوَ مَا أُلْحِقَ بِآخِرِهِ اَلِفٌ وَيَاءٌ نَحْوُ (مُسْلِمَاتٍ).

وَشَرْطُهُ اِنْ كَانَ صِفَةً وَلَهُ مُذَكَّرٌ، اَنْ يَكُوْنَ مُذَكَّرُهُ قَدْ جُمِعَ بِالْوَاوِ وَالنُّوْنِ نَحْوُ مُسْلِمُوْنَ. وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مُذَكَّرٌ، فَشَرْطُهُ اَنْ لَّا يَكُوْنَ مُؤَنَّثًا مُجَرَّدًا عَنِ التَّاءِ، كَـ الْحَائِضِ وَالْحَامِلِ. وَاِنْ كَانَ اِسْمًا غَيْرَ صِفَةٍ، جُمِعَ بِالْاَلِفِ وَالتَّاءِ بِلَاشَرْطٍ، كَـ هِنْدَاتٍ وَالْمُكَسَّرُ صِيْغَتُهُ فِي الثُّلَاثِيِّ كَثِيْرَةٌ، تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ، كَـ رِجَالٍ وَاَفْرَاسٍ وَفُلُوْسٍ، وَفِي غَيْرِ الثُّلَاثِيِّ عَلٰى وَزْنِ فَعَالِلَ وَ فَعَالِيْلَ قِيَاسًا كَمَا عَرَفْتَ فِي التَّصْرِيْفِ.

ترجمہ:- اور مؤنث وہ ہے کہ اس کے آخر میں الف اور تاء لاحق کیا گیا ہو جیسے مسلماتٍ اور شرط اس کی یہ ہے کہ اگر وہ صفت ہو اور اس کے لئے مذکر ہو تو کہ اس کا مذکر ایسا ہو کہ اس کی جمع واؤ نون کے ساتھ لائی گئی جیسے مسلمون اور اگر اس کے لئے مذکر نہ ہو تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسی مؤنث نہ ہو جو تاء سے خالی ہو جیسے حائض، حامل۔ اور اگر وہ مؤنث مفرد اسم غیر صفت ہو تو اس کی جمع الف و تاء کے ساتھ لائی جائے گی بغیر کسی شرط کے جیسے ہندات۔ اور جمع مکسر کے صیغے ثلاثی میں کثیر ہیں جن کو سماع کے ساتھ پہچانا جا سکتا ہے جیسے رجال، افراس، فلوس اور غیر ثلاثی میں فعالل اور فعالِیْل کے وزن پر ہیں قیاسا جیسا کہ آپ پہچان چکے ہیں علم صرف میں۔

تشریح :- جمع مؤنث سالم: جس کے آخر میں الف اور تاء لاحق ہو جیسے مسلمةٌ سے مسلماتٌ وغیرہ۔

اس کا عطف والمصحح علی قسمین میں المذکر پر ہے کہ جمع سالم کی دو قسمیں ہیں ایک جمع مذکر سالم اور دوسری قسم جمع مؤنث سالم ہے۔ جمع مؤنث سالم کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر اسمی ہو تو بغیر کسی شرط کے اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آئے گی اور اگر جمع مؤنث سالم صفتی ہو تو اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آنے کے لئے دو شرائط ہیں۔

(١) اس مؤنث کے مقابلے میں ایسا مذکر ہو جس کی جمع واو اور نون کے ساتھ آتی ہو (٢) اگر اس کیلئے مذکر نہ ہو تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کی تأنیث تاء سے خالی ہو جیسے حائضٌ اور حاملٌ یہ دونوں مؤنث، ہیں اس کا مذکر بھی نہیں لیکن تاء تأنیث سے خالی ہیں لہذا اس کی جمع حائضات اور حاملات نہیں آئے گی بلکہ اس کی جمع حوائض اور حوامل آتی ہے۔ اس کی جمع حائضات اور حاملات اس لئے نہیں آئے گی کہ پھر پتہ نہیں چلے گا کہ یہ حائض اور حامل کی جمع ہے یا حائضة اور

حاملۃ کی کیونکہ اس کی جمع حائضات اور حاملات آتی ہے۔

جمع مکسر: اس کے لئے ثلاثی مجرد میں کوئی خاص وزن نہیں بلکہ سماع پر موقوف ہے جیسے رجال، افراس وغیرہ، اور رباعی اور خماسی میں فَعالِلُ اور فَعالِیْلُ اوزان ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ رباعی میں مفرد کے تمام الفاظ جمع ہوں گے جیسے درہم سے دراہم، اور دینار کی جمع دنانیر ہے اور خماسی میں مفرد کے تمام الفاظ جمع میں نہیں ہوں گے جیسے جَحْمَرِش کی جمع جَحَامِر آتی ہے۔

ثُمَّ الْجَمْعُ عَلٰی قِسْمَیْنِ جَمْعُ قِلَّةٍ وَهُوَ مَا يُطْلَقُ عَلَى الْعَشَرَةِ فَمَا دُوْنَهَا وَاَبْنِيَتُهٗ اَفْعُلٌ وَ اَفْعَالٌ وَاَفْعِلَةٌ وَ فِعْلَةٌ وَجَمْعَا الصَّحِيْحِ بِدُوْنِ اللَّامِ كَزَيْدُوْنَ وَمُسْلِمَاتٍ ـ

ترجمہ:- پھر جمع کی دو قسمیں ہیں جمع قلت اور یہ وہ ہے جو دس یا اس سے کم پر بولی جائے اور اس کے اوزان جب جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم دونوں الف لام سے خالی ہوں جیسے زیدُون اور مُسْلِمات۔

تشریح:- یہاں سے معنی کے اعتبار سے جمع کی دو قسمیں بیان فرمارہے ہیں۔

معنی کے اعتبار سے جمع کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع قلت (۲) جمع کثرت۔

جمع قلت کا اطلاق دس اور دس سے کم پر ہوتا ہے اور جمع کثرت کا اطلاق دس سے زیادہ پر ہوتا ہے۔

جمع قلت کے لئے چھ اوزان ہیں جن میں چار مشہور ہیں اور دو غیر مشہور چار مشہور یہ ہیں، اَفْعُلٌ، اَفْعَالٌ، اَفْعِلَةٌ، فِعْلَةٌ۔

اور غیر مشہور یہ کہ جب جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم دونوں الف لام سے خالی ہوں۔

فَصْلٌ اَلْمَصْدَرُ اِسْمٌ يَدُلُّ عَلَى الْحَدَثِ فَقَطْ، وَيُشْتَقُّ مِنْهُ الْاَفْعَالُ، كَالضَّرْبِ وَالنَّصْرِ مَثَلاً. وَاَبْنِيَتُهٗ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ غَيْرُ مَضْبُوْطَةٍ تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ. وَمِنْ غَيْرِهٖ قِيَاسِيَّةٌ كَالْاِفْعَالِ وَالْاِنْفِعَالِ وَالْاِسْتِفْعَالِ وَالْفَعْلَلَةِ وَالتَّفَعْلُلِ مَثَلًا.

فَالْمَصْدَرُ اِنْ لَمْ يَكُنْ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهٖ اَعْنِيْ يَرْفَعُ الْفَاعِلَ اِنْ كَانَ لَازِمًا نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ قِيَامُ زَيْدٍ. وَيَنْصِبُ مَفْعُوْلًا اَيْضًا اِنْ كَانَ مُتَعَدِّيًا نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًوا. وَلَا يَجُوْزُ تَقْدِيْمُ مَعْمُوْلِ الْمَصْدَرِ عَلَيْهِ فَلَا يُقَالُ اَعْجَبَنِيْ زَيْدٌ ضَرْبُ عَمْرًا وَلَا عَمْرًا ضَرْبُ زَيْدٍ. وَيَجُوْزُ اِضَافَتُهٗ اِلَى الْفَاعِلِ نَحْوُ كَرِهْتُ ضَرْبَ زَيْدٍ عَمْرًا، اَوْ اِلَى الْمَفْعُوْلِ بِهٖ نَحْوُ كَرِهْتُ

Scanned with CamScanner

ضَرُبَ عَمْرٍو زَیْدٌ .وَاَمَّا اِنْ کَانَ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا فَلْعَمَلُ لِلْفِعْلِ الَّذِیْ قَبْلَهٗ نَحْوُ ضَرَبْتُ ضَرْبًاعَمْرًا. فَ عَمْرٌو مَنْصُوْبٌ بِ ضَرَبْتُ۔

ترجمہ:-فصل مصدر وہ اسم ہے جو صرف حدث پر دلالت کرے اور اس سے افعال مشتق ہوتے ہوں جیسے ضَرْبٌ نَصْرٌ مثلاً اور اس کے اوزان ثلاثی مجرد سے منضبط نہیں ہیں، سماع کے ساتھ پہنچانے جاتے ہیں اور غیر ثلاثی مُجرد سے قیاسی ہیں جیسے اَفْعَالٌ وغیرہ مثلاً۔ پس مصدر اگر مفعول مطلق نہ ہوتو اپنے فعل کی طرح عمل کرتا ہے مطلب یہ کہ اگر وہ مصدر لازمی ہے تو فاعل کو رفع دیتا ہے جیسے اعجبنی قیام زیداور اگر متعدی ہے تو مفعول کو بھی نصب دیتا ہے۔جیسے اَعْجَبَنِیْ ضَرْبُ زَیْدٍ عَمْرًا ۔اور مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا جائز نہیں پس اعجبنی الخ نہیں کہا جائے گا. اور اگر وہ مصدر مفعول مطلق ہے تو عمل اس فعل کے لئے ہوگا جو اس سے پہلے ہے جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًاعَمْرًا اس میں ضربا مصدر مفعول مطلق ہے اس وقت عمل مصدر کو نہیں دیں گے بلکہ ضَرَبْتُ ضَرْبًا عَمْرًا۔

تشریح :- یہاں سے مصنف مصدر کو بیان فرمارہے ہیں۔

مصدر کی تعریف: یہ ہر وہ اسم ہے جو فقط معنی حدثی پر دلالت کرے، معنی حدثی سے مراد وہ معنی ہے جو غیر کے ساتھ قائم ہو اور اس سے افعال مشتق ہوتے ہیں جیسے الضربُ سے ضَرب وغیرہ۔

مصدر کے اوزان: ثلاثی مجرد سے مصدر کے اوزان قیاسی نہیں ہے بلکہ عرب والوں سے سماع پر موقوف ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں مصدر کے اوزان ۳۲ ہیں، بعض ۳۵ اور بعض ۵۰ کہتے ہیں ۔اور غیر ثلاثی مجرد یعنی ثلاثی مزید، رباعی مجرد اور رباعی مزید سے مصدر کے اوزان قیاسی ہیں یعنی جو ماضی اَفْعَلَ کے وزن پر ہو اس کا مصدر اِفْعَالٌ آتا ہے اور اِنفعلَ ماضی کا مصدر انفعال آتا ہے وغیرہ۔

مصدر کا عمل: اگر مصدر مفعول مطلق نہ ہوتو یہ اپنے فعل کی طرح عمل کرے گا، اگر فعل لازم ہوتو یہ مصدر بھی صرف فاعل کو رفع دے گا جیسے قیام زیدٍ۔اور جب فعل متعدی ہوتو وہ اپنے مفعول کو نصب دیتا ہے اسی طرح اس فعل کا مصدر بھی متعدی ہوگا اور مفعول بہ کو نصب دے گا۔

ولایجوزُ تقدیم :فرماتے ہیں کہ مصدر پر اس کے معمول کا مقدم کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ مصدر عمل کرنے میں کمزور ہے جب مقدم ہو تو عمل کرسکتا ہے اور اگر مقدم نہیں تو پھر یہ عمل نہیں کرسکتا، جیسے اَعْجَبَنِیْ زَیْدٌ ضَرْبٌ عَمْرًا،اَعْجَبَنِیْ عَمْرًا ضَرْبُ زَیْدٍ۔

Scanned with CamScanner

ویجوز اضافتهُ الی الفاعل: فرماتے ہیں کہ مصدر کی اضافت فاعل کی طرف بھی جائز ہے اور مفعول کی طرف بھی، فاعل کی مثال جیسے کَرِھتُ ضَرْبَ زیدٍ عمرواً مفعول کی مثال جیسے کَرِھتُ ضربَ عمرٍو زیدٌ۔

وَاَمَّا اِنْ کانَ مفعولاً مطلقاً: اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو مصدر عمل نہیں کرے گا اس صورت میں اس سے پہلے جو فعل ہے وہ عمل کرے گا، جیسے ضربتُ ضرباً عمرواً تو عمرواً منصوب ہے ضربتُ فعل کی وجہ سے۔ اور مصدر کا اس صورت میں غیر عامل ہونا اس لئے ہے کہ مصدر عامل ضعیف ہے اس لئے عامل قوی فعل کی موجودگی میں عمل نہیں کرسکتا۔

فَصْلٌ اِسْمُ الْفَاعِلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِیَدُلَّ عَلٰی مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَی الْحُدُوْث. وَصِیْغَتُهٗ مِنَ الثُّلَاثِیِّ الْمُجَرَّدِ عَلٰی وَزْنِ فَاعِلٍ کَ ضَارِبٍ وَ نَاصِرٍ ،وَمِنْ غَیْرِهٖ عَلٰی صِیْغَةِ الْمُضَارِعِ مِنْ ذٰلِکَ الْفِعْلِ بِمِیْمٍ مَضْمُوْمٍ مَکَانَ حَرْفِ الْمُضَارَعَةِ وَکَسْرِ مَا قَبْلَ الْاٰخِرِ کَ مُدْخِلٍ وَ مُسْتَخْرِجٍ .وَهُوَ یَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الْمَعْرُوْفِ اِنْ کَانَ بِمَعْنَی الْحَالِ اَوِ الْاِسْتِقْبَالِ وَمُعْتَمِدًا عَلٰی الْمُبْتَدَأِ،نَحْوُ زَیْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ اَوْ ذِی الْحَالِ نَحْوُ جَاءَ نِی زَیْدٌ ضَارِباً اَبُوْهُ ،اَوْ مَوْصُوْلٍ نَحْوُ مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ اَبُوْهُ عَمْراً ،اَوْ مَوْصُوْفٍ نَحْوُ عِنْدِیْ رَجُلٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْراً اَوْ هَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَائِمٌ زَیْدٌ اَوْ حَرْفِ النَّفْیِ نَحْوُ مَاقَائِمٌ زَیْدٌ.فَاِنْ کَانَ بِمَعْنَی الْمَاضِیْ وَجَبَتِ الْاِضَافَةُ مَعْنًی نَحْوُ زَیْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍو اَمْسِ هٰذَا اِذَا کَانَ مُنَکَّرًا،اَمَّا اِذَا کَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ یَسْتَوِیْ فِیْهِ جَمِیْعُ الْاَزْمِنَةِ نَحْوُ زَیْدٌ الضَّارِبُ اَبُوْهُ عَمْراً اَلْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْسِ.

ترجمہ:-اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہے بطریق حدوث کے۔ اور ثلاثی مجرد سے اسم فعل کا صیغہ اکثر فَاعِلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے ضَارِبٌ ونَاصِرٌ اور غیر ثلاثی مجرد سے اسی فعل کے مضارع پر آتا ہے میم مضمومہ کو حرف مضارعت کی جگہ پر رکھنے اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دینے کے ساتھ جیسے مُدخِل اور مستخرِج۔ اور وہ اپنے فعل معروف کی طرح عمل کرتا ہے اگر بمعنی حال یا استقبال ہو اور سہارا لینے والا ہو مبتداء پر یا ذوالحال پر یا موصول پر یا موصوف پر یا حرف استفہام پر یا حرف نفی پر۔ پس اگر اسم فاعل بمعنی ماضی ہو تو اضافت معنویہ واجب ہے جیسے زیدٌ ضاربُ عمرٍو اَمسِ۔ یہ اس وقت ہے جب اسم فاعل نکرہ ہو لیکن جب معرف باللام ہو تو اس میں سب زمانے برابر ہیں۔

تشریح :- یہاں سے اسمائے عاملہ میں سے اسم فاعل کو بیان فرمارہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

اسم فاعل کی تعریف: اسم فاعل وہ اسم ہے جو معنی مصدری سے مشتق ہو، تاکہ دلالت کرے ایسی ذات پر جس کے ساتھ فعل عارضی طور پر قائم ہو۔

وصیغتُہٗ من الثلاثی المجرد: ثلاثی مجرد سے اسم فاعل اکثر فَاعِلٌ کی وزن پر آتا ہے جیسے ضاربٌ وناصرٌ وغیرہ۔

اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل اس باب کے فعل مضارع معلوم کے وزن پر آتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ علامت مضارع حذف کر کے اس کی جگہ میم مضمومہ لائیں گے اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دیں گے اور آخر میں تنوین تمکن علامت اسمیت لے کر آئیں گے، جیسے یُخرِجُ سے مخرجٌ، یَستَخرِجُ سے مُستَخرِجٌ وغیرہ۔

اسم فاعل کا عمل: اسم فاعل اپنے فعل معروف کی طرح عمل کرتا ہے یعنی جس طرح اگر اس فعل لازمی ہو یہ بھی صرف فاعل کو رفع دے گا اور مفعول بہ کا تقاضا نہیں کرے گا اور اگر اس کا فعل متعدی ہو تو اس صورت میں یہ فاعل کو رفع دینے کے ساتھ مفعول کو بھی نصب دے گا۔

اسم فاعل کے عمل کرنے کے لئے شرائط: اسم فاعل کے عمل کرنے کے لئے دو شرائط ہیں (۱) اس کے اندر حال یا استقبال کا معنیٰ ہو کیونکہ اس کی مشابہت فعل مضارع سے ہے اور فعل مضارع میں حال یا استقبال ہوتا ہے تو شرط لگائی تاکہ اس فعل مضارع کے ساتھ مشابہت پختہ ہو جائے۔

اس اسم فاعل نے چھ چیز تکیہ پکڑا ہو، تکیہ پکڑنے سے مراد یہ ہے کہ ان چھ چیزوں کا اسم فاعل کے ساتھ ترکیبی تعلق ہو، وہ چھ چیزیں یہ ہیں۔

(۱) مبتداء پر تکیہ پکڑے جیسے زیدٌ قائمٌ ابوہٗ۔

(۲) ذوالحال پر تکیہ پکڑے جیسے جاءَ نِی زَیدٌ ضَارِباً اَبُوْہٗ عَمْرًوا۔

(۳) موصول پر تکیہ پکڑے جیسے مرَرْتُ بالضَّارِبُ اَبُوْہٗ عَمْرًوا۔

(۴) موصوف پر تکیہ پکڑے جیسے عِندِیْ رَجلٌ ضَارِبٌ اَبُوْہٗ عَمرواً۔

(۵) ہمزہ استفہام پر تکیہ پکڑے جیسے اَقَائمٌ زَیدٌ۔

(۶) حرف نفی پر تکیہ پکڑے جیسے مَاقَائِمٌ زَیدٌ۔

اور اگر اسم فاعل متعدی ہو اور حال یا استقبال کا معنیٰ نہ ہو بلکہ ماضی ہو تو اس کی اضافت معنوی واجب ہے جیسے زیدٌ

Scanned with CamScanner

ضَارِبُ عَمْرٍو اَمْسِ۔ کیونکہ اس میں حال یا استقبال کا معنیٰ نہیں اس وجہ سے یہ مفعول بہ نہیں بنتا تو اضافت کی وجہ سے یہ معنا مفعول بہ ہوگا اور لفظاً مجرور ہوگا۔

فَصْلٌ اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ مُتَعَدٍّ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ الْفِعْلُ. وَصِيْغَتُهُ مِنْ مُجَرَّدِ الثُّلَاثِيِّ عَلٰى وَزْنِ مَفْعُوْلٍ لَفْظًا كَـ مَضْرُوْبٍ أَوْ تَقْدِيْرًا، كَـ مَقُوْلٍ و مَرْمِيٍّ وَمِنْ غَيْرِهٖ كَاِسْمِ الْفَاعِلِ بِفَتْحِ مَا قَبْلَ الْآخِرِ، كَـ مُدْخَلٍ وَ مُسْتَخْرَجٍ وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الْمَجْهُوْلِ بِالشَّرَائِطِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي اِسْمِ الْفَاعِلِ نَحْوُ زَيْدٌ مَضْرُوْبٌ غَلَامُهٗ آلآنَ أَوْ غَدًا أَوْ أَمْسِ.

ترجمہ:- اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس پر فعل واقع ہوا، اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مَفْعُوْلٌ کے وزن پر آتا ہے لفظاً جیسے مَضْرُوْبٌ یا تقدیراً جیسے مَقُوْلٌ اور مَرْمِیٌّ اور غیر ثلاثی مجرد کا اسم مفعول اسم فاعل کی طرح ہے آخر کے ماقبل کے فتحہ کے ساتھ جیسے مُدْخَل مُسْتَخْرَجٌ۔ وہ عمل کرتا ہے اپنے فعل مجہول کی طرح انہی شرائط کے ساتھ جو اسم فاعل میں مذکور ہو چکی ہیں۔

تشریح :- اسم مفعول ہر وہ اسم ہے جو مشتق ہو فعل متعدی سے تا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے مضروبٌ۔

وصیغتُہ سے اسم مفعول کے اوزان بیان فرما رہے ہیں اس کے اوزان ثلاثی مجرد سے اکثر مفعول کے وزن پر آتے ہیں لفظاً ہو یا تقدیراً جیسے لفظاً کی مثال جیسے مَضْرُوْبٌ، اور تقدیراً کی مثال جیسے مَقُوْلٌ اور مَرْمِیٌّ۔

اور غیر ثلاثی مجرد سے مضارع مجہول کے وزن پر آئے گا فرق صرف اتنا ہے کہ علامت مضارع کی جگہ میم مضمومہ لے کر آئیں گے اور آخر کے ماقبل کو فتحہ دے آخری حرف پر تنوین تمکن علامت اسمیت کی لے کر آئیں گے۔ اور یہ اسم مفعول اپنے فعل مجہول کی طرح عمل کرتا ہے اور اس کے عمل کرنے کے لئے وہ شرائط ہیں جو اسم فاعل کے لئے تھیں۔

فَصْلٌ اَلصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لَازِمٍ، لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الثُّبُوْتِ. وَصِيْغَتُهَا عَلٰى خِلَافِ صِيْغَةِ اِسْمِ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ، وَاِنَّمَا تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ، كَـ حَسَنٍ وَ صَعْبٍ وَ ظَرِيْفٍ. وَهِيَ تَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهَا مُطْلَقًا بِشَرْطِ الْاِعْتِمَادِ الْمَذْكُوْرِ.

ترجمہ: صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازمی سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ بطور ثبوت کے فعل قائم

Scanned with CamScanner

ہے۔اور صفت مشبہ کے صیغے اسم فاعل واسم مفعول کے صیغہ کے خلاف ہوتے ہیں اوران کو پہچانا جاتا ہے سماع کے ساتھ جیسے حسن صعب اور ظریف۔اوروہ عمل کرتا ہے اپنے فعل کی طرح مطلقاً اعتماد مذکور کی شرط کے ساتھ۔

تشریح:۔یہاں سے صفت مشبہ کو بیان فرمارہے ہیں۔

صفت مشبہ وہ اسم جو مشتق ہو فعل لازمی سے تاکہ دلالت کرے اُس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہو بطریقہ استقلال اور دوام کے جیسے حَسَنٌ۔

اسم فاعل اور صفت مشبہ میں فرق یہ ہے کہ اسم فاعل میں صفت عارضی ہوتی ہے اور صفت مشبہ میں صفت لازمی ہوتی ہے جیسے ضارب اس شخص کو کہیں گے جس میں پہلے سے صفت ضرب نہیں تھی لیکن حسن اس کو کہیں گے جس میں صفت حسن ہر وقت پائی جائے۔

صفت مشبہ کے اوزان:اس کے صیغے اسم فاعل اور اسم مفعول کے خلاف ہے یعنی ان کے وزن پر نہیں ہوتے، بلکہ یہ سماع پر موقوف ہیں یہ جمہور علماء کا قول ہے اور ابن مالک اور صاحب الفیہ کہتے ہیں کہ اس کے صیغے اسم فاعل کے وزن پر آئیں گے۔

عمل:یہ اپنے فعل لازمی کی طرح عمل کرتا ہے یعنی فاعل کو رفع دیتا ہے جب فعل لازمی ہو اور اگر فعل متعدی ہو تو مفعول کو نصب دے گا حال اور استقبال کے شرط کے علاوہ، کیونکہ حال اور استقبال جہاں ہوتے ہیں وہاں حدوث ہوتا ہے اور صفت مشبہ کی تعریف میں ہم نے کہا کہ بطور استقلال۔حدوث اور استقلال کے درمیان منافات ہے اور یہ صفت مشبہ بھی چھ چیزوں میں سے اسم موصول نکال کر باقی پانچوں میں سے ایک پر تکیہ پکڑے گا۔اسم موصول کو اس لئے نکالا کہ صفت مشبہ میں جو الف لام ہے وہ تعریف کا ہے موصولہ کی نہیں۔

وَمَسَائِلُهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ،لِأَنَّ الصِّفَةَ اِمَّا بِاللَّامِ أَوْ مُجرَّدَةٌ عَنْهَا، وَمَعْمُوْلُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اِمَّا مُضَافٌ أَوْ بِاللَّامِ أَوْ مُجَرَّدٌ عَنْهُمَا فَهٰذِهِ سِتَّةٌ، وَمَعْمُوْلُ كُلٍّ مِنْهَا اِمَّا مَرْفُوْعٌ أَوْ مَنْصُوْبٌ أَوْ مَجْرُوْرٌ،فَذٰلِكَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ.وَتَفْصِيْلُهَا نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهُهُ ثَلَاثَةُ أَوْجُهٍ، وَكَذٰلِكَ اَلْحَسَنُ الْوَجْهُ .وَالْحَسَنُ وَجْهٌ ، وَحَسَنُ وَجْهِهٖ، وَحَسَن الْوَجْهِ ، وَحَسَنُ وَجْهٌ .

ترجمہ:۔اور اس کے مسائل اٹھارہ ہیں اس لئے کہ صفت مشبہ یا الف کے ساتھ ہوگا یا الف لام سے خالی ہوگا اور ان میں سے ہر ایک کا معمول یا مضاف ہوگا یا الف لام کے ساتھ ہوگا یا دونوں سے خالی ہوگا پس یہ چھ ہیں اور ہر ایک کا معمول مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور پس یہ اٹھارہ ہیں۔اور اس کی تفصیل جیسے جَاءَ نِيْ زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهُهُ تین وجہیں اور اسی طرح اَلْحَسَنُ

Scanned with CamScanner

الْوَجْهِ اور اَلْحَسَنُ وَجْهٌ ، وَحَسَنٌ وَجْهِهٖ، وَحَسَن الْوَجْهِ ، وَحَسَنٌ وَجْهٌ۔

تشریح :ومسائلھا ثمانیۃ عشر: صفت مشبہ اٹھارہ قسم پر ہیں۔

دلیل حصر: صفت مشبہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا یا معرف باللام ہوگا یا الف لام سے خالی ہوگا، اگر معرف باللام ہو تو پھر اس کا معمول تین حالتوں سے خالی نہیں ہوگا یا مضاف ہوگا یا معرف باللام ہوگا اور یا دونوں سے خالی ہوگا، اور ان میں سے ہر ایک یا تو مرفوع ہوگا یا منصوب ہوگا یا مجرور۔ تو یہ کل نو اقسام ہوئے اور اگر صیغہ صفت معرف باللام نہ ہو تو پھر بھی اسی تفصیل کے ساتھ سے نو اقسام بنتے ہیں تو یہ نو اور نو کل اٹھارہ ہو گئے۔ مثالیں جیسے جاء نی زیدٌ الحسنُ وجهُهٗ، تین وجوں کے ساتھ اور اسی طرح الحسنُ الوجهُ والحسنُ وجهٌ وحسنٌ وجهِهٖ وحسنُ الوجهِ وحسنٌ وجهٌ۔

وَهِيَ عَلٰى خَمْسَةِ اَقْسَامٍ ، مِنْهَا مُمْتَنِعٌ(اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ، وَالْحَسَنُ وَجْهِهٖ).وَمُخْتَلَفٌ فِيْهِ(حَسَنُ وَجْهِهٖ)وَالْبَوَاقِي اَحْسَنُ اِنْ كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرٌ وَاحِدٌ، وَحَسَنٌ اِنْ كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرَانِ ، وَقَبِيْحٌ اِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ ضَمِيْرٌ. وَالضَّابِطَةُ اَنَّكَ مَتٰى رَفَعْتَ بِهَا مَعْمُوْلَهَا،فَلَا ضَمِيْرَ فِي الصِّفَةِ،وَمَتٰى نَصَبْتَ اَوْ جَرَرْتَ فَفِيْهَا ضَمِيْرُ الْمَوْصُوْفِ ،نَحْوُ زَيْدٌ حَسَنُ وَجْهِهٖ.

ترجمہ:-اور وہ پانچ قسموں پر ہیں ان میں سے بعض ممتنع ہیں الحسن وجه الحسن وجهه اور بعض مختلف فیہ حسن وجهه اور باقی احسن ہیں اگر ان میں واحد کی ضمیر ہو۔ اور حسن ہیں اگر ان میں دو ضمیریں ہیں اور قبیح ہے اگر اس میں ضمیر نہ ہو۔ اور ضمیر پہچاننے کا ضابطہ یہ ہے کہ جب تو رفع دے گا صفت مشبہ کے معمول کو تو اس وقت صفت مشبہ میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی اور جب نصب اور جر دے گا تو اس وقت صفت مشبہ میں ضمیر ہوگی جو موصوف کی طرف لوٹے گی جیسے زیدٌ حسنٌ وجهه.

تشریح :-یہ اٹھارہ صورتیں پانچ قسم پر ہیں. مُمْتنع،مختلف فيه،اَحْسَن،حَسَن اور قبیح۔

(۱) ممتنع: یہ دو صورتوں میں ہے جب صیغہ صفت معرف باللام ہو اور معمول ضمیر کی طرف مضاف بھی نہ ہو اور نہ معرف باللام ہو، وجہ یہ اس لئے ممتنع ہے کہ الحَسَنُ وجْهِهٖ

اس کی ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اضافت لفظی ہے اور اضافت لفظی تخفیف کا فائدہ دیتی ہے اور تخفیف مضاف میں ہوگی یا یا مضاف الیہ میں ہوگی یا مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں ہوگی ،مضاف میں آخر سے تنوین دور کریں گے اور نون تثنیہ اور نون جمع گرائیں گے اور مضاف الیہ میں آخر سے ضمیر کو ختم کریں گے اور صفت مضاف میں مستتر کی جائے گی

Scanned with CamScanner

اور یہاں پر تنوین الف لام کی وجہ سے گری ہے اور مضاف الیہ سے ضمیر بھی نہیں گری ہے۔

(۲) مختلف: جب صیغہ صفت غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول ضمیر کی طرف مضاف ہو جیسے حسنٌ وجهُهٗ۔ اس میں اختلاف ہے بصریین اور کوفیین کا۔ بصریین حضرات فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے قباحت کے ساتھ، اور کوفیین حضرات فرماتے ہیں یہ جائز ہے بغیر قباحت کے۔ بصریین کی دلیل یہ ہے کہ اضافت کا جو کامل فائدہ ہے وہ حاصل نہیں کیونکہ مضاف سے تنوین تو گری ہے لیکن مضاف الیہ میں ضمیر باقی ہے اور کوفیین کی دلیل یہ ہے کہ اضافت نے فائدہ دیا ہے کم ہو یا زیادہ۔

(۳،۴،۵) احسن، حسن اور قبیح: اٹھارہ صورتوں میں دو ممتنع ہیں ایک مختلف فیہ ہے اور باقی پندرہ میں نو احسن ہیں دو حسن ہیں اور چار قبیح ہیں۔

٭ حصر: وجہ حصر یہ ہے کہ صیغہ صفت اپنے معمول کے ساتھ مل کر ماقبل کے لئے صفت بنتی ہو اور موصوف اور صفت میں قاعدہ یہ ہے کہ صفت میں ایسی ضمیر ہونی چاہیے جو موصوف کی طرف لوٹ رہی ہو تو یہ عائد (ضمیر) ایک ہوگا یا دو ہوں گے یا بالکل نہیں ہوگا، اگر ضمیر ایک ہو تو احسن ہوگا اور دو ضمیر ہو تو یہ حسن ہوگا اور اگر کوئی ضمیر نہ ہو تو یہ قبیح ہوگا۔

احسن تو اس لئے ہوگا کہ ربط کے لئے ایک ضمیر درکار ہے اور وہ موجود ہے اور حسن اس لئے ہے کہ ضمیر ایک درکار ہے اور یہاں دو ہیں۔ اور قبیح اس لئے ہیں کہ اس میں ضمیر نہیں ہے۔

اب یہ ضمیر کس طرح پہچانی جائے گی تو اس کے لئے ایک ضابطہ اور قانون ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

جب تو صیغہ صفت کے معمول کو رفع دے تو پھر ضمیر کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ معمول خود فاعل بنتا ہے اور اگر نصب یا جر دیں تو پھر ضمیر لانے کی ضرورت ہوگی تا کہ یہ ضمیر موصوف کی طرف لوٹے جیسے زَيْدٌ حَسن وَجُهَهٗ۔

فَصْلٌ اِسْمُ التَّفْضِيْلِ : اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِيَدُلَّ عَلٰى الْمَوْصُوْفِ بِزِيَادَةٍ عَلٰى غَيْرِهٖ .وَصِيْغَتُهٗ أَفْعَلُ،فَـلَا يُبْنٰى اِلَّامِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِالَّذِيْ لَيْسَ بِلَوْنٍ وَلَاعَيْبٍ نَحْوُ زَيْدٌأَفْضَلُ النَّاسِ .فَاِنْ كَانَ زَائِدًاعَلٰى الثُّلَاثِيِّ، أَوْ كَانَ لَوْنًا أَوْعَيْبًا، يَجِبُ أَنْ يُبْنٰى أَفْعَلَ مِنْ ثُلَاثِيٍّ مُجَرَّدٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مُبَالَغَةٍ وَشِدَّةٍ وَكَثْرَةٍ ثُمَّ يُذْكَرُ بَعْدَهٗ مَصْدَرُ ذٰلِكَ الْفِعْلِ مَنْصُوْبًا عَلٰى التَّمْيِيْزِ، كَمَا تَقُوْلُ هُوَ أَشَدُّ اِسْتِخْرَاجًا وَ أَقْوٰى حُمْرَةً وَ أَقْبَحُ عَرَجًا. وَقِيَاسُهٗ أَنْ يَكُوْنَ لِلْفَاعِلِ كَمَا مَرَّ،وَقَدْ جَـاءَ لِلْمَفْعُوْلِ قَلِيْلًا نَحْوُ أَعْذَرُ ، وَأَشْغَلُ وَأَشْهَرُ .

Scanned with CamScanner

ترجمہ:- اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو، تاکہ دلالت کرے اس ذات پر جو اپنے غیر سے معنی مصدری کے ساتھ زیادہ متصف ہو۔ اور اسم تفضیل کا صیغہ اَفْعَلُ ہے پس نہیں بنایا جاتا مگر اس ثلاثی مجرد سے جس میں لون وعیب والا معنی نہ ہو جیسے زید افضل الناس ۔

پس اگر فعل ثلاثی مجرد سے زائد ہو یا وہ ثلاثی مجرد ہو جس میں لون یا عیب کے معنی ہیں تو اس وقت واجب ہے کہ افعل کے وزن پر ثلاثی مجرد کے ان الفاظ سے یعنی شدت یا کثرتا ور قیاس یہ ہے کہ ہو اس کا استعمال فاعل کے لئے جیسا کہ پہلے گزر چکا اور کبھی مفعول کے لئے بھی کم آتا ہے جیسے أَعْذَرُ وَأَشْغَلُ وَأَشْهَرُ.

تشریح :- یہاں سے اسم تفضیل کو بیان فرما رہے ہیں۔

اسم تفضیل کی تعریف:- اسم تفضیل وہ اسم ہے جو مشتق ہو فعل یعنی مصدر سے تاکہ معنی مصدری کے اندر زیادتی پر دلالت کرے بنسبت دوسرے کے، اس کا صیغہ مذکر سے افعل کے وزن پر آئے گا۔

اسم تفضیل ثلاثی مجرد سے ان ابواب سے آئے گا جس میں لون اور عیب کا معنی نہ ہو، لون اور عیب کا معنی جن ابواب میں ہو اس سے اسم تفضیل اس لئے نہیں آئے گا کیونکہ ان ابواب سے صفت مشبہ کا وزن بھی اَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے، پھر یہ پتہ نہیں چلے گا کہ یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے یا اسم تفضیل کا صیغہ ہے، جیسے زیدٌ افضل الناس ۔ اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل اس لئے نہیں آتا کہ اس میں باب کے حروف اور اسم تفضیل کے وزن کی حفاظت نہیں ہوتی۔

اگر غیر ثلاثی مجرد اور لون اور عیب کے ابواب سے اسم تفضیل لانا مقصود ہو یہ تو طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ ابواب جو ثلاثی مجرد سے ہو اور اس میں مبالغہ اور کثرت کا معنی ہو تو ان ابواب سے اَفْعَلُ کا وزن لائیں گے اور اس کو اس مصدر پر داخل کریں گے جس باب سے اسم تفضیل کا معنی ادا کرنا مقصود ہو اور وہ مصدر تمیز کی وجہ سے منصوب ہوگا جیسے هُوَ أَشَدُّ اِسْتِخْرَاجًا، أَقْوَى حُمْرَةٍ وَ أَقْبَحُ عَرَجًا.

وقیاسُہٗ اَن یکونَ: قیاس یہ ہے کہ اسم تفضیل کا استعمال فاعل کے لئے ہو، مفعول کے لئے نہیں ہوا گر اس کا استعمال فاعل اور مفعول دونوں کے لئے ہو تو پھر پتہ نہیں چلے گا کہ اس کا استعمال فاعل کے لئے ہے یا مفعول کے لئے، اور چونکہ فاعل اور مفعول میں فاعل اشرف ہے اس لئے فاعل کے لئے استعمال ہوگا اور کبھی کبھی اس کا استعمال مفعول کے لئے ہوتا ہے اور یہ غیر قیاسی ہے جیسے اَعْذَرُ، اَشْغَلُ اور اَشْهَرُ۔

Scanned with CamScanner

وَاسْتِعْمَالُهٗ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ إِمَّا مُضَافٌ كَـ زَيْدٌ أَفْضَلُ الْقَوْمِ أَوْ مُعَرَّفٌ بِاللَّامِ نَحْوُ زَيْدٌ الْأَفْضَلُ أَوْ بِمِنْ، نَحْوُ (زَيْدٌ أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو)، وَيَجُوْزُ فِي الْأَوَّلِ الْإِفْرَادُ وَمُطَابَقَةُ اسْمِ التَّفْضِيْلِ لِلْمَوْصُوْفِ، نَحْوُ (زَيْدٌ أَفْضَلُ الْقَوْمِ)، وَ(الزَّيْدَانِ أَفْضَلُ الْقَوْمِ) وَ(الزَّيْدَانِ أَفْضَلُ الْقَوْمِ وَأَفْضَلَا الْقَوْمِ، وَالزَّيْدُوْنَ أَفْضَلُ الْقَوْمِ وَأَفْضَلُوْا الْقَوْمِ. وَفِي الثَّانِيْ يَجِبُ الْمُطَابَقَةُ، نَحْوُ زَيْدٌ الْأَفْضَلُ، وَالزَّيْدَانِ الْأَفْضَلَانِ ،وَالزَّيْدُوْنَ الْأَفْضَلُوْنَ.

وَفِي الثَّالِثِ يَجِبُ كَوْنُهٗ مُفْرَدًا مُذَكَّرًا أَبَدًا، نَحْوُ زَيْدٌ وَهِنْدٌ وَالزَّيْدَانِ وَالْهِنْدَانِ وَالزَّيْدُوْنَ وَالْهِنْدَاتُ أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو).

ترجمہ: اور اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں سے ہے۔

یا تو مضاف ہوگا جیسے زیدٌ افضل القوم یا معرف باللام ہوگا جیسے زیدٌ الافضلُ اور یا مِن کے ساتھ ہوگا جیسے زیدٌ افضلُ من عمرو۔

پہلی صورت میں اس کو مفرد لانا اور اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق لانا دونوں جائز ہے جیسے زیدٌ افضلُ القومِ وَالزیدان افضل القوم اور افضلا القوم اور الزیدون افضل القوم وافضلوا القوم۔ اور دوسری صورت میں اس کا موصوف کے مطابق ہونا واجب ہے جیسے زیدٌ الافضل وزیدٌ الافضلان وزیدٌ الافضلون۔

اور تیسری صورت میں (جب مِنْ کے ساتھ مستعمل ہو) تو پھر ہمیشہ کے لئے مفرد مذکر ہونا واجب ہے جیسے زیدٌ افضل من عمرو وھندٌ افضلُ من عمروٍ، والزیدان والھندان افضل من عمروٍ۔

تشریح:- یہاں سے اسم تفضیل کے استعمال کو بیان فرمارہے ہیں اس کا استعمال تین طریقوں سے ہے۔

(۱) مضاف کے ساتھ جیسے زیدٌ افضل القوم۔

(۲) معرف باللام کے ساتھ جیسے زیدٌ الافضلُ۔

(۳) مِن کے ساتھ جیسے زیدٌ افضلُ من عمرو۔

جب صیغہ صفت مضاف ہو تو اس صورت میں اس کو مفرد بھی لانا جائز ہے اور موصوف کے مطابق لانا بھی جائز ہے جیسے زیدٌ افضلُ القوم وَالزیدان افضل القوم اور افضلا القوم اور الزیدون افضل القوم وافضلوا القوم۔

Scanned with CamScanner

معرف باللام میں اسم تفضیل موصوف کے موافق ہوگا جیسے زیدٌ الافضل وزیدٌ الافضلان وزیدٌ الافضلون۔

اور جب مِنْ کے ساتھ مستعمل ہو تو پھر ہمیشہ کے لئے مفرد مذکر ہوگا یعنی مذکر اور مؤنث دونوں صورتوں میں، جیسے زیدٌ افضل من عمرٍو وھندٌ افضلُ من عمرٍو، وزیدان افضل من عمرٍو۔

وَعَلَى الْأَوْجُهِ الثَّلَاثَةِ يُضْمَرُ فِيْهِ الْفَاعِلُ، وَهُوَ يَعْمَلُ فِيْ ذٰلِكَ الْمُضْمَرِ. وَلَا يَعْمَلُ فِي الْمُظْهَرِ أَصْلاً، إِلَّا فِيْ مِثْلِ قَوْلِهِمْ مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَحْسَنَ فِيْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِيْ عَيْنِ زَيْدٍ فَإِنَّ (الْكُحْلَ) فَاعِلٌ لِ (أَحْسَنَ)، وَهٰهُنَا بَحْثٌ.

ترجمہ:- اور ان تین طریقوں میں اسم تفضیل ضمیر میں عمل کرے گا اور اسم ظاہر میں عمل نہیں کرے گا مگر اس جیسے قول میں کہ رَأَيْتُ رَجُلًا أَحْسَنَ فِيْ عَيْنِهِ الخ کیونکہ الکحل، احسن کیلئے فاعل ہے۔ اور یہاں مزید بحث ہے۔

تشریح:- کہ اسم تفضیل کے استعمال کے جو تین طریقے ہیں ان تین طریقوں میں اسم تفضیل ضمیر میں عمل کرے گا اور اسم ظاہر میں عمل نہیں کرے گا وجہ اس کی یہ ہے کہ جب اسم، فعل کی طرح عمل کرتا ہے تو دو وجوں سے کرتا ہے یا اسم کی مشابہت فعل کے ساتھ گی ہو یا اس کی مشابہت اس چیز کے ساتھ ہو جس کی مشابہت فعل کے ساتھ ہوتی ہے، اور یہاں اسم تفضیل کی مشابہت نہ فعل کے ساتھ ہے اور نہ اس چیز کے ساتھ ہے جس کی مشابہت فعل کے ساتھ ہے۔ تو یہ اسم تفضیل ضعیف معمول میں تو عمل کرسکتا ہے جو کہ ضمیر ہے لیکن قوی معمول میں عمل نہیں کرسکتا جو کہ اسم ظاہر ہے ہاں بعض صورتوں میں یہ اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے لیکن اس کے لئے تین شرائط ہیں۔

(۱) یہ اسم تفضیل نفی کے بعد واقع ہو۔

(۲) اسم تفضیل لفظاً ایک چیز کے لئے صفت بن رہی ہو اور معناً اُس چیز کے متعلق کے لئے صفت بن رہی ہو اور یہ متعلق اس چیز اور دوسری کسی چیز کے درمیان مشترک ہو۔

(۳) اس چیز کا متعلق ایسا ہو کہ جو اس چیز کے اعتبار سے مفضّل ہو اور دوسری چیز کے اعتبار سے مفضّل علیہ ہو۔

یہ تینوں شرائط اس میں مذکور ہیں جیسے مارایتُ رَجُلاً اَحْسَنَ فی عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْه فِيْ عَيْنِ زيدٍ۔

پہلی شرط کی رو سے احسن ما نافیہ کے بعد واقع ہے اور دوسری شرط کی رو سے احسن لفظاً رجلاً کے لئے صفت بنتا ہے اور معناً اس رجلاً کے متعلق یعنی الکحل کے لئے صفت بنتا ہے، اور یہ الکحل، عین رجل اور عین زید کے درمیان

مشترک ہے۔اور تیسری شرط کی رو سے الکحل رَجُلًا کے اعتبار سے مفضّل اور زید کے اعتبار سے مفضّل علیه ہے۔معنی یہ ہے کہ نہیں دیکھا میں کسی آدمی کو جس کی آنکھ میں سرمہ زید کی آنکھ میں سرمہ سے زیادہ اچھا ہو۔

وهھنابحث :- یہاں سے مصنف فرماتے ہیں کہ یہاں اس مسئلہ میں مزید بحث ہے وہ یہ کہ اس عبارت کو مختصر عبارت کے ساتھ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یوں کہیں ما رایت رجلاًاحسن فی عینه الکحل من عین زید اس میں منه کی ضمیر اور فی کو حذف کردیا اور اس سے مختصر عبارت میں کہہ سکتے ہیں کہ یوں کہیں کہ ما رأیت کعین زید احسن فیها الکحل یہ عبارت دوسری عبارت سے بھی زیادہ مختصر ہے اور معنی میں بھی کوئی فرق نہیں آتا۔

اَلْقِسْمُ الثَّانِیْ فِیْ الْفِعْلِ

وَقَدْ سَبَقَ تَعْرِیْفُهٗ وَأَقْسَامُهٗ ثَلَاثَةٌ : ۱۔مَاضٍ ۲۔وَمُضَارِعٌ ۳۔وَأمرٌ .

أَلْاَوَّلُ : اَلْـمَـاضِـیْ : وَهُوَ فِعْلٌ دَلَّ عَلٰی زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِکَ وَهُوَمَبْنِیٌّ عَلَی الْفَتْحِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ مَعَهٗ ضَـمِیْـرٌ مَّـرْفُـوْعٌ مُتَـحَـرِّکٌ وَلَا وَاوٌ،کَـ(ضَـرَبَ)، وَمَـعَ الـضَّـمِیْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَحَرِّکِ عَلَی السُّکُوْنِ،کَـ(ضَرَبْتُ)،وَعَلَی الضَّمِّ مَعَ الْوَاوِ،کَـ(ضَرَبُوْا).

اَلثَّـانِـیْ: اَلْـمُـضَـارِعُ وَهُـوَ فِـعْـلٌ یُشْبِـهُ الْاِ سْـمَ بِـأَ حَـدِ حُرُوْفِ (اَتَیْنِ) فِیْ أَوَّلِهٖ لَفْظًا فِی اِتِّفَاقِ الْـحَـرَکَاتِ وَالسَّکَنَاتِ،نَحْوُ (یَضْرِبُ)وَ(یَسْتَخْرِجُ)،فَهُوَ کَـ (ضَارِبٌ) وَ (مُسْتَخْرِجٍ)،وَفِیْ دُخُوْلِ لَامِ التَّاْ کِیْدِ فِی أَوَّلِهِمَا ،تَقُوْلُ(اِنَّ زَیْدًا لَیَقُوْمَ)، کَمَا تَقُوْلُ (اِنَّ زَیْدًالَقَائِمٌ)،وَفِیْ تَـسَاوِیْهِمَا فِـیْ عَـدَ دِالْـحُـرُوْفِ.وَمَـعْـنًی فِیْ أَنَّهٗ مُشْتَرَکٌ بَیْنَ الْحَالِ وَالْاِسْتِقْبَالِ کَاِسْمِ الْفَاعِلِ،وَلِذٰلِکَ سَـمَّـوْهُ مُـضَـارِعًـا.وَالسِّیْـنُ وَ سَـوْفَ تُـخَصِّصُهٗ بِالْاِسْتِقْبَالِ نَحْوُ(سَیَضْرِبُ وَسَوْفَ یَضْرِبُ)، وَاللَّامُ الْمَفْتُوْحَةُ بِالْحَالِ نَحْوُ(لَیَضْرِبُ).

ترجمہ:-دوسری قسم فعل کے بیان میں ہے۔

اس کی تعریف گزرچکی ہیں اور اس کی تین قسمیں ہیں ماضی ،مضارع امر۔

اول ماضی ہے اور وہ وہ فعل ہے جو ایسے زمانے پر دلالت کرے جو تیرے زمانہ سے پہلے ہے، اگر اس کے ساتھ ضمیر مرفوع

متحرک نہ ہو اور نہ ہی واؤ ہو تو وہ مبنی بر فتحہ ہوتا ہے جیسے ضرب اور ضمیر مرفوع متحرک کے ساتھ مبنی بر سکون ہوگا جیسے ضربت اور واؤ کے ساتھ مبنی بر ضم ہوگا جیسے ضربوا۔ اور دوسرا فعل مضارع ہے اور یہ وہ فعل ہے جو حروف اتین میں سے کسی ایک کے اس کے شروع میں آنے کی وجہ سے اسم کے مشابہ ہو، خواہ وہ مشابہت لفظی ہو حرکات وسکنات کے متفق ہونے میں جیسے ،ضارب اور مستخرج کی طرح یضرب ویستخرج ، اوران کے شروع میں لام تاکید کے داخل ہونے میں جیسے کہ کہا تو ان زیداً لیقوم جیسا کہ کہتا ہے تو ان زیداً القائم اور عدد حروف میں ان کے برابر ہونے میں۔ اور خواہ وہ مشابہت معنوی ہو اس بات میں کہ وہ فعل مشترک ہو حال واستقبال میں جیسے اسم فاعل مشترک ہے حال واستقبال میں اور اسی وجہ سے نحویوں نے نام رکھا ہے اس کا مضارع۔

اور سین وسوف اس مضارع کو استقبال کے معنی میں کر دیتے ہیں مگر سین استقبال قریب کے معنی میں اور سوف استقبال بعید کے معنی میں کر دیتا ہے اور لام مفتوحہ اس کو حال کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے لیضرب۔

تشریح :- یہاں سے کلمہ کی دوسری قسم فعل کو بیان فرمارہے ہیں۔

فعل کی تعریف مقدمہ میں گزر چکی ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں ماضی، مضارع اور امر۔

الاوّل الماضی: ماضی وہ فعل ہے جو گزرے ہوئے زمانے پر دلالت کرے جیسے فَعَلَ (کیا اُس ایک مرد نے گزرے ہوئے زمانے میں) اور یہ ماضی مبنی علی الفتح ہوگی بشرطیکہ اس کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک اور واو نہ ہو جیسے ضرَبَ۔

مبنی تو اس لئے ہوگی کہ افعال میں اصل بناء ہے اور علی الفتح اس لئے ہوگی کہ ماضی کثیر الاستعمال ہے اور کثرت تقاضا کرتی ہے خفت کا، اور فتحہ بھی خفیف ہوتا ہے اس لئے مبنی بر فتحہ ہوگی۔

ومع الضمیرِ المرفوعِ: جب ماضی کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک لگا ہو تو اس وقت یہ مبنی بر سکون ہوگی جیسے ضَربتُ، ضربتِ اور ضَربتُ۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ ضمیر مرفوع متحرک شدت اتصال کی وجہ سے کلمے کے لئے جز بنتا ہے تو اگر ہم فعل کو مبنی بر فتحہ بنائیں تو پھر چار حرکتیں لگاتار جمع ہوں گے جو موجب ثقل ہے لہذا یہ مبنی بر سکون ہوگی۔

وعلی الضّم مع الواو: اور جب ماضی کے ساتھ واو لگا ہو تو اس وقت مبنی بر ضم ہوگی جیسے ضَربوا۔

وجہ: مبنی بر ضم کی وجہ یہ ہے کہ واو ماقبل ضمہ چاہتی ہے جیسے ضربوا۔

Scanned with CamScanner

والثانی المضارع: فعل مضارع وہ فعل ہے جو اسم فاعل سے مشابہہ ہو، اس وجہ سے کہ اس کی ابتداء میں حروف اتین میں سے ایک حرف ہے پھر یہ مشابہت لفظاً ہوگی یا معناً، لفظاً مشابہت کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) یا اس فعل مضارع اور فاعل کے حرکات وسکنات میں اتفاق کی وجہ سے مشابہت ہوگی جیسے یضرِبُ سے ضَارِبٌ اور یَستخرِجُ سے مُستَخرِجٌ۔

(۲) اس فعل مضارع اور اسم فاعل کا ابتداء میں لام تاکید داخل ہونے میں مشابہت ہو جیسے اِنَّ زیداً لَیقومُ. اور جیسے اِنَّ زیداً القائمٌ۔

(۳) یا اس فعل مضارع اور اسم فاعل کی مشابہت ہوگی حروف کے تعداد کی برابری میں ۔

اور معناً مشابہت یہ ہے کہ اس فعل مضارع میں اسم فاعل کی طرح حال اور استقبال کا معنیٰ ہوگا، اور اسی وجہ سے نحویوں نے اس کو مضارع کا نام دیا ہے۔ مضارع کا معنیٰ ہے مشابہہ اور اس کو بھی مضارع اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی مشابہت ہے اسم فاعل کے ساتھ۔

وسَیَضرِبُ وسوفَ یضرِبُ الخ: اس سے پہلے عبارت میں گزرا کہ مضارع میں حال اور استقبال کے معنیٰ ہوتا ہے لیکن یہاں سے فرماتے ہیں کہ سین اور سوف یہ مضارع کو استقبال کے معنیٰ میں کر دیتے ہیں مگر سین استقبال قریب کے معنیٰ میں اور سوف استقبال بعید کے معنیٰ میں کر دیتے ہیں۔

واللامُ المفتوحَۃُ بالحال: لام مفتوحہ مضارع کو صرف حال کے ساتھ خاص کر دیتا ہے جیسے لَیَضرِبُ (البتہ ضرور بضرور مارے وہ ایک مرد زمانہ حال میں)۔

وَحُرُوْفُ الْمُضَارَعَةِ مَضْمُوْمَةٌ فِي الرُّبَاعِيِّ نَحْوُ (يُدَحْرِجُ)وَ (يُخرِجُ) لِأَنَّ أَصْلَهُ (يُأَخْرِجُ) وَمَفْتُوحَةٌ فِيْ مَاعَدَاهُ، كَـ (يَضرِبُ) وَ (يَستَخرِجُ). وَاِنَّمَا أَعْرَبُوْهُ مَعَ أَنَّ أَصْلَ الْفِعْلِ الْبِنَاءُ لِمُضَارَعَتِهِ أَيْ لِمُشَابَهَتِهِ الْاِسْمَ فِيْ مَا عَرَفْتَ. وَأَصْلُ الْاَسْمَاءِ الْاِعْرَابُ، وَذٰلِكَ اِذَالَمْ يَتَّصِلْ بِهِ نُوْنُ تَاكِيْدٍ وَلَا نُوْنُ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ.

وَاِعْرَابُهُ ثَلَاثَةُ أَنْوَاعٍ : ۱۔رَفْعٌ ۲۔وَنَصْبٌ ۳۔وَجَزْمٌ نَحْوُ(هو يَضْرِبُ، وَلَنْ يَّضْرِبَ ، وَلَمْ يَضْرِبْ).

ترجمہ: اور حروف مضارعۃ رباعی میں مضموم ہوں گے جیسے یدحرج اور یخرج کیونکہ اس کی اصل یأخرج ہے، اور اس کے علاوہ

Scanned with CamScanner

میں مفتوح ہوں گے جیسے یضرب اوریستخرج ۔اور فعل میں اصل بناء ہے لیکن نحاۃ نے اس کو یہ اعراب کی مشابہت کی وجہ سے دیا جیسا کہ آپ نے سمجھ لیا اور اصل اسماء میں معرب ہونا ہے۔اور یہ اعراب اس وقت ہوگا جب اس کے ساتھ نون تاکید یا نون جمع مؤنث متصل نہ ہو۔اور مضارع کے اعراب تین قسم پر ہیں رفع نصب اور جزم جیسے ھو یَضرِبُ، وَلَنْ يُضرِبَ ، وَلَمْ يَضرِبْ.

تشریح : یہاں سے مضارع کا قانون بیان کرتا ہے۔

تو قانون یہ ہے کہ جس باب کی ماضی میں چار حروف ہوتو اس باب کی مضارع معلوم میں حروف اَتَين مضموم ہوں گے،اور جن ابواب کے ماضی میں تین یا پانچ حروف ہوتو اس کی مضارع معلوم میں حروف اَتَين مفتوح ہوں گے۔مضموم کی مثال جیسے يُدَحرِجُ،يُخرِجُ،يُصَرِّفُ۔اور مفتوح کی مثال جیسے يَضرِبُ،يَستَخرِجُ۔

وانَّمَا اعْرِبُوْهُ الخ: یہاں سے ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض: یہ ہے کہ آپ نے فعل مضارع کو اعراب کیوں دیا حالانکہ آپ نے پہلے کہا تھا کہ افعال میں اصل بناء ہے۔؟

جواب: اس کو اعراب اس لئے دیا کہ اس کی مشابہت ہے اسم فاعل کے ساتھ اور اسماء میں اصل انصراف ہے۔

وذالکَ اذا لم يتصل به الخ: فعل مضارع اس وقت معرب ہوگا جب اس کے ساتھ نون جمع مؤنث اور نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ نہ لگا ہو اور اگر اس کے ساتھ یہ دونوں لگے ہوں تو پھر مضارع بھی مبنی ہوگا۔

فعل مضارع کے اعراب تین قسم پر ہیں،رفع،نصب اور جزم۔جیسے هُوَ يَضرِبُ ولَنْ يضرِبَ اور لَمْ يَضرِبْ۔

فَصلٌ فِیْ أَصْنَافِ اِعْرَابِ الْفِعْلِ

وَهِیَ أَرْبَعَةٌ اَلْاَوَّلُ :أَنْ يَكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ، وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ وَالْجَزْمُ بِالسُّكُوْنِ ، وَيُخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ الصَّحِيْحِ غَيْرِ الْمُخَاطَبَةِ، وَالثَّانِی اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِثُبُوْتِ النُّوْنِ وَالنَّصْبُ وَالْجَزْمُ بِحَذْفِهَا وَيُخْتَصُّ بِالتَّثْنِيَةِ وَجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَالْمُفْرَدَةِ الْمُخَاطَبَةِ صَحِيْحًا كَانَ أَوْ غَيْرَهُ،تَقُوْلُ هُمَايَفْعَلاَ نِ وَهُمْ يَفْعَلُوْنَ وَاَنْتِ تَفْعَلِيْنَ وَلَنْ يَّفْعَلا وَلَنْ يَّفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلِیْ.

وَالثَّالِثُ أَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ، وَالنَّصْبُ بِالفَتْحَةِلَفْظًا، وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللَّامِ ، وَيُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الْيَائِیِّ وَالْوَاوِیِّ غَيْرَ تَثْنِيَةٍ وَجَمْعٍ وَمُخَاطَبَةٍ تَقُوْلُ(هُوَيَرْمِیْ وَيَغْزُوْ، وَلَنْ يَّرْمِیَ وَيَغْزُوَ ،

وَلَمْ يَرْمِ وَ يَغْزُ).

وَالرَّابِعُ أَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ، وَالنَّصْبُ بِتَقْدِيْرِ الْفَتْحَةِ، وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللَّامِ،وَيُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الْأَلْفِيِّ غَيْرَ تَثْنِيَةٍ وَجَمْعٍ وَمُخَاطَبَةٍ نَحْوُ(هُوَ يَسْعٰى ، وَلَنْ يَسْعٰى، وَلَمْ يَسْعَ).

ترجمہ:۔فصل فعل کے اعراب کی انواع کے بیان میں اور وہ چار ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ نصب فتحہ کے ساتھ اور جزم سکون کے ساتھ ہو اور یہ خاص ہے مفرد صحیح کے ساتھ جو مؤنث مخاطب کے علاوہ ہو اور دوسری قسم یہ ہے کہ رفع نون اعراب کے ثبوت کے ساتھ اور نصب اور جزم اس کے حذف کے ساتھ ہو اور یہ قسم خاص ہے تثنیہ، جمع مذکر، اور مفرد مؤنث مخاطب کے ساتھ خواہ صحیح ہوں یا غیر صحیح آپ کہیں گے هُمَا يَفْعَلَانِ ،هُمْ يَفْعَلُوْنَ ،أَنْتِ تَفْعَلِيْنَ ،لَنْ يَّفْعَلَا ،لَنْ يَّفْعَلُوْا ،لَنْ تَفْعَلِيْ ۔اور تیسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم لام کلمہ کرنے کے ساتھ اور یہ قسم خاص ہے ناقص یائی واوی جو تثنیہ، جمع اور مؤنث مخاطب کے صیغے کے علاوہ ہو آپ کہیں گے هُوَ يَرْمِيْ ،يَغْزُوْ، لَنْ يَّرْمِيَ ،يَغْزُوَ ،لَمْ يَرْمِ اور لَمْ يَغْزِ .اور چوتھی قسم یہ کہ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ اور جزم لام کلمہ کے حذف کرنے کے ساتھ ہو اور یہ قسم خاص ہے ناقص الفی کے ساتھ جو تثنیہ، جمع اور مؤنث مخاطب کے صیغے کے علاوہ ہو جیسے هو يسعی ،لن يسعی ،اورلم يسع.

تشریح :۔یہاں سے فعل مضارع کا اعراب کے اعتبار سے اقسام بیان کرتے ہیں اور وہ چار ہیں۔

(۱)فعل مضارع کے وہ پانچ صیغے جن کے آخر میں ضمیر بارز اور نون اعرابی نہیں ہوتا جبکہ وہ صحیح ہو تو ان کا اعراب ہوگا رفع ضمہ لفظی کے ساتھ، نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم سکون کے ساتھ جیسے هُوَ يَضْرِبُ ولَنْ يَضْرِبَ اور لَمْ يَضْرِبْ۔

(۲)فعل مضارع کے وہ سات صیغے جن کے آخر میں ضمیر بارز بھی ہو اور نون اعرابی بھی ہوتا ہے چاہے وہ صحیح ہو یا چاہے معتل واوی ہو یا معتل یائی ہو یا معتل الفی ہو تو اس کا اعراب ہوگا رفع نون اعرابی کے باقی رکھنے کے ساتھ، اور نصب اور جزم نون اعرابی کے گرا دینے کے ساتھ، جیسے هـمـايـفـعـلانِ هـمْ يـفـعـلـونَ وانـتِ تفعلِيْنَ. ولنْ يفعلا، ولن يفعلوا ،ولن تفعلي، ولم تفعلا، ولم تفعلوا ولمْ تفعَلِيْ۔

(۳)فعل مضارع کے وہ پانچ صیغے جن کے آخر میں ضمیر بارز ہو اور نہ نون اعرابی ہو جبکہ وہ معتل واوی، معتل یائی ہو تو ان کا اعراب ہوگا رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ، نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم حرف علت کے گر جانے کے ساتھ، جیسے هـوَ يرمی

Scanned with CamScanner

ویغزوا ،ولن یَرمی ویغزوَ ولَمْ یرمِ ویغزوا.

(۴) فعل مضارع کے وہ پانچ صیغے جن کے آخر میں نہ نون اعرابی ہوتا ہے اور نہ ضمیر بارز، جبکہ وہ معتل الفی ہو تو اس کا اعراب ہوگا رفعہ ضمہ تقدیری کے ساتھ، نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ اور جزم الف کے گر جانے کے ساتھ، جیسے ھوَ یسعیٰ ولنْ یسعیٰ ولمْ یسْعَ الخ۔

فَصْلٌ اَلْمَرْفُوْعُ عَامِلُهٗ مَعْنَوِيٌّ وَهُوَتَجَرُّدُهٗ عَنِ النَّاصِبِ وَالْجَازِمِ ، نَحْوُ(هُوَ يَضْرِبُ وَيَغْزُوْوَيَرْمِيْ وَيَسعىٰ

ترجمہ:۔فصل فعل مرفوع کا عامل معنوی ہوتا ہے اور معنوی عامل ناصب اور عامل جازم سے خالی ہونا ہے جیسے ھو یضرب ویغزو یرمی اور یسعی ۔

تشریح :۔اس فصل میں فرماتے ہیں کہ جب فعل مضارع مرفوع ہو تو اس کا عامل معنوی ہوگا اور عامل معنوی کا مطلب یہ ہے کہ حروف نواصب اور جوازم سے خالی ہوگا جیسے هُوَ یَضرب ویغزو ویرمی ویسعیٰ۔

فَصْلٌ اَلْمَنْصُوْبُ عَامِلُهٗ خَمْسَةُ اَحْرُفٍ

۱۔اَنْ ۲۔وَلَنْ ۳۔وَكَيْ ۴۔وَاِذَنْ ۵۔وَأَنْ اَلْمُقَدَّرَةُ.

نَحْوُ (اُرِيْدُاَنْ تُحْسِنَ اِلَيَّ)،وَ(اَنَا لَنْ أَضْرِبَكَ) وَ(أَسْلَمْتُ كَيْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ) وَ(اِذَنْ يَغْفِرَاللّٰهُ لَكَ).

وَتُقَدَّرُ (اَنْ) فِيْ سَبْعَةِمَوَاضِعَ

۱۔بَعْدَ (حَتّٰى) نَحْوُ(أَسْلَمْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ الْجَنَّةَ).

۲۔وَلَامُ (كَيْ)نَحْوُ(قَامَ زَيْدٌلِيَذْهَبَ).

۳۔وَلَامُ الْجَحْدِ نَحْوُ(وَمَاكَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ).

۴۔والْفَاءُ الْوَاقِعَةُ فِيْ جَوَابِ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالِاسْتِفْهَامِ وَالنَّفْيِ وَالتَّمَنِّي وَالْعَرْضِ، نَحْوُ(أَسْلِمْ فَتَسْلَمَ وَلَاتَعْصِ فَتُعَذَّبَ. وَهَلْ تَعْلَمُ فَتَنْجُوَ ،وَمَاتَزُوْرُنَا فَنُكْرِمَكَ، وَلَيْتَ لِيْ مَالًافَأُنْفِقَهٗ،وَاَلَا تَنْزِلُ بِنَافَتُصِيْبَ خَيْرًا).

۵۔ وَبَعْدَالْوَاوِالْوَاقِعَةِفِيْ جَوَابِ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ كَذٰلِكَ نَحْوُ(أَسْلِمْ وَتَسْلَمَ)الخ .

Scanned with CamScanner

٦۔وَبَعْدَ (أَوْ) بِمَعْنٰى (اِلٰى أَنْ) أَوْ (اِلَّا أَنْ نَحْوُ(لَاَحْبِسَنَّکَ أَوْ تُعْطِيَنِیْ حَقِّی).

٧۔وَوَاوِ الْعَطْفِ اِذَكَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَيْهِ اِسْمًاصَرِيْحًا نَحْوُ(أَعْجَبَنِیْ قِيَامُکَ وَتَخْرُجَ).

وَيَجُوْزُ اِظْهَارُ (أَنْ)مَعَ لَامِ (کَیْ)نَحْوُ(أَسْلَمْتُ لِأَنْ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ) وَمَعَ وَاوِ الْعَطْفِ نَحْوُ (أَعْجَبَنِیْ قِيَامُکَ وَأَنْ تَخْرُجَ). وَيَجِبُ اِظْهَارُ(أَنْ)فِیْ لَامِ(کَیْ) اِذَااتَّصَلَتْ بِ(لَا) النَّافِيَةِ نَحْوُ(لِئَلَّا يَعْلَمَ).

ترجمہ:۔اور فعل منصوب تو اس کا عامل پانچ حروف ہیں،ان،لن،کی،اذن اوران مقدرہ۔
جیسے أُرِيْدُأَنْ تُحْسِنَ اِلَیَّ ،أَنَا لَنْ أَضْرِبَکَ،أَسْلَمْتُ کَیْ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ،اِذَنْ يَغْفِرَاللّٰهُ لَکَ ،اوران سات جگہوں میں مقدر ہوتا ہے(۱)حتی کے بعد جیسے أَسْلَمْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ الْجَنَّةَ(۲)لام کی کے بعد جیسے قَامَ زَيْدٌلِيَذْهَبَ(۳)لام جحد کے بعد جیسے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ (۴)اس فاء کے بعد جو امر، نہی، نفی، عرض کے جواب میں واقع ہو جیسے أَسْلِمْ فَتَسْلَمَ ،لَاتَعْصِ فَتُعَذَّبَ،هَلْ تَعَلَّمُ فَتَنْجُو ،مَاتَزُوْرُنَا فَنُكْرِمَکَ،وَلَيْتَ لِیْ مَالًافَأُنْفِقَهُ،وَأَلَا تَنْزِلُ بِنَافَتُصِيْبَ خَيْرًا (۵)اس واو کے بعد ان چیزوں کے جواب میں واقع ہو جیسے أَسْلِمْ وَتَسْلَمَ الخ (۶)اس او کے بعد جو الی ان کے معنی میں ہو جیسے لَاَحْبِسَنَّکَ أَوْ تُعْطِيَنِیْ حَقِّی (۷)واوعطف کے بعد جب معطوف علیہ صریح اسم ہو جیسے أَعْجَبَنِیْ قِيَامُکَ وَتَخْرُجَ ، اوراس کا اظہار لام کی کے ساتھ جائز ہے جیسے أَسْلَمْتُ لِأَنْ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ اور واوعطف کے ساتھ جیسے أَعْجَبَنِیْ قِيَامُکَ وَأَنْ تَخْرُجَ. اور لام کی جب لا نافیہ کے ساتھ متصل ہو تو اس کا اظہار واجب ہے جیسے لِئَلَّا يَعْلَمَ .

تشریح :جب فعل مضارع منصوب ہو تو اس کا عامل پانچ چیزیں ہیں۔اَنْ،لَنْ،کَیْ،اِذَنْ اور اَنْ مقدرہ۔اَنْ کی مثال جیسے اُرِيدُ اَنْ تُحسِنَ.لن کی مثال جیسے لَنْ اَضْرِبَکَ. کَیْ کی مثال جیسے اسلمتُ کَیْ ادخلَ الجنَّة.اِذَنْ کی مثال اِذَنْ يغفِرَ الله ُ لکَ.

وتُقَدَّرُ اَنْ فی سبعَةِ مواضِعَ : چھ چیزوں کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے۔

(۱)حتّٰی کے بعد جیسے اسلمتُ حتیٰ ادخُلَ الجنَّة ای اَن ادخل الجنّة۔

(۲)لام کَیْ کے بعد جیسے قامَ زيدٌ ليَذهبَ ای لاَنْ يَذْهبَ۔

(۳)لام جحد کے بعد جیسے ما كان الله ُلِيُعَذِّبَهُمْ ای لاَنْ يُعَذِّبَهُمْ۔

وجہ:ان تینوں کے بعد اَن کے مقدر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تینوں حروف جارہ ہے اور حروف جارہ اسم پر داخل ہوتے ہیں

Scanned with CamScanner

فعل پر داخل نہیں ہوتے اور یہاں فعل پر داخل ہے تو ہم نے اَنْ کو اس لئے مقدر کیا تا کہ اَنْ فعل کو مصدر کی تاویل میں کر دے اور مصدر اسم ہوتا ہے۔

(۴) والفاءِ الواقعۃِ: اس فاء کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے جو چھ چیزوں میں سے ایک چیز کے جواب میں واقع ہو، (۱) امر کے جواب میں جیسے اَسْلِمْ فتَسْلَمْ۔ (۲) نہی کے جواب میں جیسے لاتعصِ فتُعَذَّبَ۔ (۳) استفہام کے جواب میں جیسے ھلْ تَعلَمُ فتنجوَ۔ (۴) نفی کے جواب میں جیسے ماتزورنا فنکرمَکَ۔ (۵) تمنی کے جواب میں جیسے لَیْتَ لِیْ مَالاًفاُنْفِقَہٗ۔ (۶) عرض کے جواب میں جیسے الا تنزل بنَا فتُصیبَ خیراً۔

فاء کے بعد اَنْ کے مقدر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ فاء عاطفہ ہے اور اس کا مابعد والا جملہ معطوفہ جملہ خبریہ ہے اور معطوف علیہ جملہ انشائیہ ہے اور جملہ خبریہ کا عطف خبریہ پر ہوتا ہے انشائیہ پر نہیں ہوتا۔ تو ہم نے فاء کے بعد اَنْ کو اس لئے مقدر کیا تا کہ یہ اس جملے کو مصدر کی تاویل میں بنادے اور جب یہ مصدر کی تاویل میں ہو جائے تو پھر اس مصدر کا عطف اُس مصدر پر آئے گا جو ماقبل فعل سے سمجھ میں آتا ہے۔

وبعد الواو الواقعۃِ الخ: اس واو کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے جو مذکورہ بالا چھ چیزوں میں سے ایک کے جواب میں واقع ہو اور اس کی مقدر ہونے کی وجہ اوپر کی طرح ہے۔

(۵) وبعد او بمعنی الیٰ اَنْ اَوْ الخ: اُس او کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے جو ساتھ معنی الیٰ اَنْ کے ہو یا الاَّ اَنْ کے ہو جیسے لَا حبسَنَّکَ اوْ تُعْطِیَنِیْ حقِّیْ۔

(۶) وواو العطف اذا: اُس واو عطف کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے، جس کا معطوف علیہ اسم ظاہر ہو اور معطوف فعل ہو جیسے قیامُکَ وتخرجَ۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اس میں فعل کا عطف اسم پر آتا ہے جو جائز نہیں اور جب واو کے بعد اَنْ مقدر ہو تو پھر یہ اَنْ فعل کو مصدر کی تاویل میں کر دیتا ہے لہذا اس صورت میں مصدر کا عطف اسم پر آتا ہے اور مصدر بھی اسم ہوتا ہے۔

ویجوزُ اِظھارُ اَنْ الخ: لام کَیْ کے بعد جو اَن مقدر ہوتا ہے اس کا ظاہر کرنا بھی جائز ہے جیسے اسلمتُ لاَنْ ادخُلَ الجنّۃَ۔ اور واو عطف کے بعد بھی معنی ظاہر کرنا جائز ہے جیسے اعجبنی قیامُکَ واَنْ تخرُجَ۔

ویجوزُ اِظھا الخ: جب لام کَیْ لائے نفی کے ساتھ متصل ہو جائے تو اس وقت اَن کا ظاہر کرنا واجب ہے جیسے

Scanned with CamScanner

لئلا یَعلَمَ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ پھر اس میں دولاموں کا اجتماع آتا ہے اور یہ اور دولاموں کا جمع ہونا موجب ثقل ہے۔

وَاعلَمْ اَنَّ (اَنْ) اَلْوَاقِعَۃَ بَعْدَ الْعِلْمِ لَیْسَتْ ھِیَ النَّاصِبَۃِ لِلْفِعْلِ الْمُضَارِعِ وَاِنَّمَا ھِیَ الْمُخَفَّفَۃُ مِنَ الْمُثَقَّلَۃِ، نَحْوُ (اَنْ سَیَقُوْمُ)، قَالَ تَعَالٰی (عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُم مَّرْضٰی) وَ (اَنْ) اَلْوَاقِعَۃُ بَعْدَ الظَّنِّ جَازَ فِیْہِ الْوَجْھَانِ اَلنَّصْبُ بِھَا وَاَنْ تَجْعَلَھَا کَالْوَاقِعَۃِ بَعْدَ الْعِلْمِ نَحْوُ (ظَنَنْتُ اَنْ سَیَقُوْمُ).

ترجمہ:۔ جان لو کہ وہ ان جو مادہ علم کے بعد واقع ہو وہ نصب نہیں دیتا فعل مضارع کو بلکہ وہ مخففہ من المثقلہ ہوتا ہے جیسے ان سیقوم اللہ تعالیٰ نے فرمایا علم ان سیکون منکم مرضی، اور وہ ان جو مادہ ظن کے بعد واقع ہو تو اس میں دو وجہیں پڑھنی جائز ہیں اس کے ساتھ نصب دینا اور یا یہ کہ آپ اس کو مادہ علم کے بعد والے ان کی طرح بنا دو جیسے ظننت ان سیقوم

تشریح: یہاں سے فرماتے ہیں کہ جب اَنْ علم کے بعد واقع ہو یعنی ان ابواب کے بعد جو یقین کا فائدہ دیتا ہو تو اسکے بعد اَن ناصبہ نہ ہوگا بلکہ اَنْ مخففہ منَ المُثَقَّلہ ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اَن مخفَّفہ من المثقلہ تحقیق کے لئے آتا ہے اور تحقیق یقین کے مناسب ہے اور اَن ناصبہ اس لئے نہ ہوگا کہ اَن ناصبہ امید کے لئے آتا ہے اور امید یقین کے مناسب نہیں ہے۔ جیسے علمتُ ان سیقُوْمُ، اور لقولہٖ تعالیٰ عَلِمَ اَنْ سَیَکونُ منکُم مرضیٰ۔

واَنِ الواقِعَۃَ بعد الظَّنِّ الخ: اور جب اَن ظن کے بعد واقع ہو تو اس میں دو وجہیں پڑھنی جائز ہے، یعنی اَن مخففہ من المثقلہ اور اَنْ ناصبہ .

اَن مخففہ تو اس لئے کہ ظن طرف راجح کے لئے آتا ہے اور طرف راجح اور یقین میں مناسبت ہے اور اَنْ ناصبہ اس لئے ہے کہ اس ظن میں پوری طرح یقین نہیں ہے۔

فَصْلٌ اَلْمَجْزُوْمُ عَامِلُہٗ لَمْ وَلَمَّا وَلامُ الْاَمْرِ وَلَا فِی النَّھْیِ وَکَلِمُ الْمَجَازَاتِ، وَھِیَ اِنْ وَمَھْمَا وَاِذْمَا وَحَیْثُمَا وَاَیْنَ وَمَتٰی وَمَا وَمَنْ وَاَیُّ وَاَنّٰی وَاِنْ الْمُقَدَّرَۃُ . نَحْوُ لَمْ یَضْرِبْ وَلَمَّا یَضْرِبْ ، وَلِیَضْرِبْ وَلَا تَضْرِبْ ،وَاِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ الخ.

ترجمہ:۔ اور فعل مجزوم کا عامل لم ،لما ،لام امر ، لام نہی ،اور کلم المجازات ہیں اور کلم المجازات وہ اِن ،مھما ،اذ ما ،حیثما ،این ،متی ،ما ،من ،ایَ ،انّٰی اور اِن مقدرہ ہیں جیسے لَمْ یَضْرِبْ ،لَمَّا یَضْرِبْ ،لِیَضْرِب ،لا تَضْرِبْ ،اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ.

تشریح: فصل المجزومُ عاملُہٗ الخ: یہاں سے فعل مضارع کے عوامل جوازم بیان فرما رہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

فعل مضارع کے عوامل جوازم یہ ہیں۔لم ،لمّا،لام امر،لائے نھی،اور کلِمُ المجازات۔

کلِمُ المجازات یہ ہیں،اِنْ،مَھْمَا،اِذْمَا،حَیْثُمَا،اَیْنَ،متٰی،مَا، مَنْ،ایُّ،اَنّٰی اوراِنْ مقدرہ۔جیسے لَمْ یَضْرِبْ،لمّایضرِبْ،لِیضْرِبْ،لاتضْرِبْ، واِنْ تضْرِبْ اَضْرِبْ۔کلم المجازات سے مراد وہ کلمات ہیں جو پہلے جملے کے شرط اوردوسرے جملے کے جزاء ہونے پر دلالت کرتے ہیں چونکہ ان میں بعض اسم ہیں اور بعض حرف اس لئے مصنفؒ نے کلم المجازات کہا تا کہ دونوں کو شامل ہو جائے۔

یہ عوامل فعل مضارع پر داخل ہوکر اس کو جزم دیتے ہیں لیکن ان میں لم،لما،لام امر اور لائے نہی صرف ایک فعل کو جزم دیتے ہیں جبکہ کلم المجازات شرط اور جزاء دونوں کو جزم دیتے ہیں جیسے اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ۔

وَاعْلَمْ اَنَّ (لَمْ) تَقْلِبُ الْمُضَارِعَ مَاضِیًا مَنْفِیًّا،وَ(لَمَّا) کَذٰلِکَ اِلَّا اَنَّ فِیْهَا تَوَقُّعًا بَعْدَهٗ وَدَوَامًا قَبْلَهٗ نَحْوُ(قَامَ الْاَمِیْرُ وَلَمَّا یَرْکَبْ) وَاَیْضًا یَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ بَعْدَ (لَمَّا) خَاصَّةً تَقُوْلُ(نَدِمَ زَیْدٌ وَلَمَّا)اَیْ وَلَمَّا یَنْفَعْهُ النَّدَمُ . وَلَا تَقُوْلُ(نَدِمَ زَیْدٌ وَلَمْ)۔

وَاَمَّا کَلِمُ الْمَجَازَاةِ حَرْفًا کَانَتْ اَوْ اِسْمًا ،فَهِیَ تَدْخُلُ عَلَی الْجُمْلَتَیْنِ لِتَدُلَّ عَلٰی اَنَّ الْاُوْلٰی سَبَبٌ لِلثَّانِیَةِ، وَتُسَمَّی الْاُوْلٰی شَرْطًا،وَالثَّانِیَةُ جَزَاءً۔

ترجمہ:اور جان لو کہ لم مضارع کو ماضی منفی میں تبدیل کر دیتا ہے اور لما بھی اسی طرح ہے لیکن یہ کہ اس کے بعد امید اور اس سے پہلے دوام ہوتی ہے جیسے قام الامیر ولم یرکب اور اسی طرح لما کے بعد خاص کر فعل کو حذف کرنا جائز ہے جیسے ندم زید ولما یعنی ولما ینفعہ الندم ۔اور ایسا نہیں کہہ سکتے کہ ندم زید ولم۔اور بہر حال کلم المجازات حرف ہوں یا اسم تو دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں تا کہ دلالت کریں اس بات پر کہ پہلا جملہ دوسرے کیلئے سبب ہے پہلے کو شرط اور دوسرے کو جزاء کہا جاتا ہے۔

تشریح :-: یہاں سے مصنفؒ لَمْ اور لمّا کا عمل اور ان کے درمیان فرق بیان کرتے ہیں،تو لَمْ اور لمّا کا عمل یہ ہے کہ یہ دونوں فعل مضارع پر داخل ہوتے ہیں اس کو جزم دیتے ہیں اور اس کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے،اور ان دونوں کے درمیان تین قسم کا فرق ہے ایک فرق کتاب میں مذکور نہیں اور دو قسم فرق کتاب میں مذکور ہیں جو کتاب میں مذکور نہیں ہے وہ یہ ہے کہ لَمْ کی نفی میں استغراق نہیں ہوتا اور لمّا کی نفی میں استغراق ہوتا ہے۔استغراق کا مطلب یہ ہے کہ لما کی نفی پورے زمانہ ماضی کو گھیر لیتی ہے اور لم کی نفی پورے زمانہ ماضی کو نہیں گھیرتی جیسے لَمْ یَضْرِبْ (نہیں مارا اس ایک مرد نے) اور لمّا

Scanned with CamScanner

کی مثال جیسے لمّا یضرِبْ (ابھی تک نہیں مارا اس ایک مرد نے)

اور جو دو قسم کے فرق کتاب میں مذکور ہیں ان میں سے پہلا یہ ہے۔

(۱) لمّا کے بعد فعل کا واقع ہونا ممکن ہے جیسے قامَ الامیر ولمّا یَرْکبْ ،اور لَمْ کے بعد فعل کا وقوع ممکن نہیں۔(۲) دوسرا یہ ہے کہ لمّا کے بعد فعل کا حذف جائز ہے جیسے نَدِمَ زیدٌ ولمّا اَیْ ولمّا ینفعْهُ النَدَمُ۔ اور لَمْ کے بعد فعل کا حذف جائز نہیں یعنی اس طرح نہیں کہہ سکتے نَدِمَ زیدٌ ولَمْ۔

واَمّا کلِمُ المجازاتِ: یہاں سے فرماتے ہیں کہ کلِمُ المجازات چاہے حرف ہو یا اسم ہو تو یہ دو جملوں پر داخل ہوں گے تا کہ دلالت کریں اس بات پر کہ ان میں سے اول سبب ہے اور دوسرا مسبب ہے اور ان میں پہلے کو شرط اور دوسرے کو جزاء کہتے ہیں۔

ثُمَّ اِنْ کَانَ الشَّرْطُ وَالْجَزَاءُ مُضَارِعَیْنِ ،یَجِبُ الْجَزْمُ فِیْهِمَا لَفْظًا، نَحو اِنْ تُکْرِمْنِی اُکْرِمْکَ .وَاِنْ کَانَا مَاضِیَیْنِ، لَمْ تَعْمَلْ فِیْهِمَا لَفْظًا،نَحْوُ اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ.وَاِنْ کَانَ الْجَزَاءُ وَحْدَهٗ مَاضِیًا یَجِبُ الجزمُ فِی الشَّرْطِ ،نحو(اِنْ تَضْرِبْنِیْ ضَرَبْتُکَ). وَاِنْ کَانَ الشَّرْطُ وَحْدَهٗ مَاضِیًا جَازَ فِی الْجَزَاءِ الْوَجْهَانِ نَحْوُ اِنْ جِئْتَنِیْ اُکْرِمُکَ .

ترجمہ:- پھر اگر شرط و جزاء دونوں فعل مضارع ہوں تو دونوں میں لفظاً جزم پڑھنا واجب ہے جیسے اِنْ تُکْرِمْنِی اُکْرِمْکَ اور اگر دونوں ماضی ہوں تو اس میں لفظاً عمل نہیں کریں گے جیسے اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ. اور اگر اکیلے جزاء فعل ماضی ہو تو شرط میں جزم پڑھنا واجب ہے جیسے اِنْ تَضْرِبْنِیْ ضَرَبْتُکَ اور اگر اکیلے شرط ماضی ہو تو جزاء میں دو جہیں پڑھنی جائز ہیں جیسے اِنْ جِئْتَنِیْ اُکْرِمُکَ۔

تشریح: یہاں سے مصنفؒ شرط اور جزاء جزم کی مختلف صورتیں بیان فرما رہے ہیں تو شرط اور جزاء کے جزم کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) جب شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہو تو اس صورت میں دونوں مجزوم ہوں گے جیسے اِنْ تُکْرِمْنِیْ اُکْرِمْکَ، وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ دونوں مضارع ہے اور مضارع اعراب قبول کرتا ہے تو جب اس پر اِنْ داخل ہو تو اس کو جزم دیا۔

(۲) جب شرط اور جزاء دونوں ماضی ہو تو اس صورت میں ان دونوں پر جزم نہیں آئے گا جیسے اِنْ ضَربْتَ ضَربْتُ، وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ ماضی ہے اور ماضی مبنی ہوتی ہے یہ اعراب قبول نہیں کرتی۔

Scanned with CamScanner

(۳) جب شرط مضارع ہو اور جزاء ماضی ہو تو شرط مجزوم ہوگا اور جزاء اپنے حال پر، وجہ اس کی یہ ہے کہ شرط مضارع ہے اور اعراب قبول کرتا ہے اور جزا ماضی ہے اور یہ مبنی ہوتی ہے اعراب قبول نہیں کرتی جیسے اِنْ تضْرِبْنِیْ ضَرَبْتُکَ۔

(۴) جب شرط ماضی ہو اور جزا مضارع ہو تو اس صورت میں جزا مجزوم اور مرفوع دونوں طرح پڑھنا جائز ہے جیسے اِنْ جِئتَنِیْ اُکْرِمْکَ۔

مجزوم کی وجہ یہ ہے کہ مضارع ہے اور مرفوع کی وجہ یہ ہے کہ جزا شرط کے تابع ہوتی ہے اور یہاں شرط نے جزم قبول نہیں کیا ہے لہذا جزا پر بھی جزم نہیں آئے گا۔

وَاعْلَمْ اَنَّهُ اِذَاكَانَ الْجَزَاءُ مَا ضِيًا بِغَيْرِ (قَدْ) لَمْ يَجُزِ الْفَاءُ فِيْهِ نَحْوُ اِنْ أَكْرَمْتَنِيْ أَكْرَمْتُكَ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَمَن دَخَلَهُ كَانَ ءَامِنًا). وَاِنْ كَانَ مُضَارِعًا مُثْبَتًا أَوْ مَنْفِيًّا بِ (لا) جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ نَحْوُ (اِنْ تَضْرِبْنِي أَضْرِبْكَ، أَوْ فَأَضْرِبُكَ) وَ(اِنْ تَشْتِمْنِيْ لَا اَضْرِبْكَ، أَوْ فَلا أَضْرِبُكَ). وَاِنْ لَمْ يَكُنْ اَلْجَزَاءُ اَحَدَ الْقِسْمَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ، يَجِبُ الْفَاءُ فِيْهِ. وَذٰلِكَ فِيْ أَرْبَعِ صُوَرٍ:

اَلْأُوْلٰى: أَنْ يَكُوْنَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا مَعَ (قَدْ)، كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى (اِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ)

وَالثَّانِيَةُ: أَنْ يَكُوْنَ مُضَارِعًا مَنْفِيًّا بِغَيْرِ لَا، كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: (وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ).

وَالثَّالِثَةُ: أَنْ يَكُوْنَ جُمْلَةً اِسْمِيَّةً، كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى (مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ أَمْثَالِهَا)

والرابعة: أَنْ يَكُوْنَ جُمْلَةً اِنْشَائِيَّةً، اِمَّا أَمْرًا، كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: (قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ)، وَاِمَّا نَهْيًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى (فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ).

ترجمہ:- اور جان لو کہ جب جزاء بغیر قد کے ماضی ہو تو اس پر فاء کا داخل کرنا جائز نہیں جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اور اگر مضارع مثبت یا منفی ہو تو اس میں دو صورتیں پڑھنی جائز ہیں جیسے اور اگر جزاء ان مذکورہ دو قسموں میں سے نہ ہو تو اس میں فاء کا لانا واجب ہے اور یہ چار صورتوں میں ہوگا۔

(۱) اول یہ کہ جزاء ماضی ہو قد کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے اِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ (۲) دوسری صورت یہ کہ جزاء مضارع منفی ہو بغیر لا کے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ (۳) تیسری صورت یہ کہ جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (۴) چوتھی صورت یہ کہ جزء جملہ انشائیہ یا تو امر ہو

Scanned with CamScanner

جیسے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ یا نہی ہو جیسے فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ

تشریح :- یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جزاء پر فاء کا داخل کرنا کب واجب ہے، کب جائز ہے اور کب فاء داخل نہیں ہوتی۔ تو اس کی کل چھ صورتیں ہیں ایک صورت میں فاء داخل کرنا جائز ہے، ایک صورت میں اختیار ہے دخول اور عدم دخول میں اور چار صورتوں میں دخول فاء واجب ہے۔

پہلی صورت: جب جزاء فعل ماضی ہو بغیر قد کے تو اس پر فاء کا داخل کرنا جائز نہیں جیسے ان اکرمتنی اکرمتک اور من دخلهٗ کان امناً۔

وجہ: یہ کلم المجازات یعنی (ان) نے فعل ماضی میں عمل کیا یعنی اس کو اپنے اصل یعنی ماضی کے معنی سے نکالا ہے اور اس میں استقبال کا معنی پیدا کیا تو ماضی میں استقبال کا معنی اس کے جزاء ہونے پر دلالت کرتا ہے لہٰذا دوسرے حرف یعنی فا کے داخل کرنے کی ضرورت نہیں۔

دوسری صورت: جب جزاء فعل مضارع مثبت ہو بغیر سین اور سوف کے اور یا مضارع منفی ہو لا کے ساتھ تو اس صورت میں جزاء پر فا کا داخل کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہے۔

فا کے داخل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کلم الجازاۃ یعنی اِنْ نے مضارع میں عمل کیا ہے وہ اس طرح کہ مضارع میں زمانہ حال اور استقبال ہوتا ہے لیکن اس اِنْ نے مضارع کو استقبال کے ساتھ خاص کیا اور یہ استقبال کے ساتھ خاص کرنا اس کے جزاء ہونے پر دلالت کرتا ہے لہٰذا دوسرے حرف کے داخل ہونے کی ضرورت نہیں جیسے ان تضربنی اضربک اور ان تشتمنی لا اضربک اور فاء کے داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ ان نے اس میں عمل کیا ہے لیکن پوری طرح عمل نہیں کیا اس لئے کہ اس میں پہلے سے زمانہ استقبال موجود تھا جیسے ان تضربن اضربک اور ان تشتمنی فلا اضربک۔

یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو فاء کا داخل کرنا واجب ہے اور یہ چار صورتوں میں ہے۔

پہلی صورت: مع قد پھر جب جزاء ماضی ہو قد کے ساتھ تو اس صورت میں اس پر فا کا داخل کرنا واجب ہے جیسے ان یسرق فقد سرق اخ له من قبل (اگر اس نے چوری کی ہے تو تحقیق اس کا بھائی بھی اس سے پہلے چوری کر چکا ہے)۔

فاء کے داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کلم الجازاۃ نے اس ماضی میں لفظی عمل نہیں کرتا ہے کیونکہ یہ مبنی ہے اور اعراب کو قبول نہیں کرتا اور معنوی عمل بھی قبول نہیں کرتا کیونکہ جب ماضی قد کے ساتھ مستعمل ہو تو یہ عمل قبول کرنے میں قوی نہیں اس

Scanned with CamScanner

وجہ سے اس کی جزاء کا پتہ نہیں چلتا لہذا فاء داخل کیا تا کہ اس کے جزاء ہونے پر دلالت کرے۔

دوسری صورت :۔ جب جزاء فعل مضارع منفی ہو بغیر لا کے تو اس پر فا کا داخل کرنا واجب ہے جیسے ومن یبتغ غیر الاسلام فلن یقبل منه .(جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا)۔

اس صورت میں فا داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کلم المجازاۃ نے نہ لفظی عمل کیا ہے اور نہ معنوی اگر کوئی کہے کہ اس میں تو استقبال کا معنی موجود ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لـن کی وجہ سے ہے اور لفظی عمل اس لئے نہیں کیا کہ یہاں جزم نہیں دیا۔

تیسری صورت :۔ جب جزاء جملہ اسمیہ ہو تو اس پر بھی فا کا داخل کرنا واجب ہے کیسے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (جو کوئی ایک نیکی لائے گا سو اس کو اس کی دس نیکیاں ملیں گی)۔

اس صورت میں فا کے داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جملہ اسمیہ مبنی ہوتا ہے اعراب قبول نہیں کرتا لہذا اعراب قبول نہ کرنے کی وجہ سے اس کی جزاء کا پتہ نہیں چلتا تو فا داخل کیا تا کہ اس کے جزاء ہونے پر دلالت کرے۔

چوتھی صورت :۔ جب جزاء جملہ انشائیہ ہو چاہے امر یہ ہو یا نہیہ ہو تو اس پر فا کا داخل کرنا واجب ہے امر کی مثال جیسے قـل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی اور نہی کی مثال جیسے فان علمتموهن مؤمنات فلا ترجعوهن الی الکفار. (اگر تم ان عورتوں کو مومن جانو تو ان کو کافروں کی طرف مت لوٹاؤ)

اس صورت میں فا داخل کرنے کہ وجہ یہ ہے کہ یہاں ان نے نہ لفظی عمل کیا ہے اور نہ معنوی اگر کوئی کہے کہ ان نے لفظی عمل کیا ہے کیونکہ مجزوم ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ ان کی وجہ نہیں بلکہ امر اور نہی کی وجہ سے ہے اور اگر کوئی کہے کہ معنوی عمل بھی کیا ہے کہ اس میں استقبال کا معنی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی امر اور نہی کی وجہ سے ہے۔

وَقَدْ يَقَعُ (إِذَا) مَعَ الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ مَوْضِعَ الْفَاءِ كَقَوْلِهِ تَعَالٰى (وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ). وَاِنَّمَا تُقَدَّرُ (اِنْ) بَعْدَ الْاَفْعَالِ الْخَمْسَةِ الَّتِيْ هِيَ:

۱۔ اَلْاَمْرُ نَحْوُ (تَعَلَّمْ تَنْجُ).

۲۔ وَالنَّهْيُ نَحْوُ (لَا تَكْذِبْ يَكُنْ خَيْرًا لَكَ).

۳۔ وَالْاِسْتِفْهَامُ نَحْوُ (هَلْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْكَ).

Scanned with CamScanner

۴۔ وَالتَّمَنِّيْ نَحْوُ(لَيْتَکَ عِنْدِیْ أَخْدِمْکَ).

۵۔ وَالْعَرْضُ نَحْوُ(اَلَا تَنْزِلُ بِنَا تُصِبْ خَيْرًا).

وَبَعْدَ النَّفْيِ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ نَحْوُ لَا تَفْعَلْ شَرًّا يَكُنْ خَيْرًا لَكَ .

وَذٰلِكَ اِذَا قُصِدَ أَنَّ الْاَوَّلَ سَبَبٌ لِلثَّانِيْ كَمَا رَأَيْتَ فِيْ الْاَمْثِلَةِ فَاِنَّ مَعْنٰى قَوْلِنَا(تَعَلَّمْ تَنْجُ) هُوَ اِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ.وَكَذٰلِكَ الْبَوَاقِيْ فَلِذٰلِكَ اِمْتَنَعَ قَوْلُكَ(لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ)لِاِمْتِنَاعِ السَّبَبِيَّةِ اِذْلَا يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ اِنْ لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ .

ترجمہ:-اور کبھی جملہ اسمیہ میں فاء کی جگہ اذا داخل ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْهِمْ اِذَاهُمْ يَقْنَطُوْنَ). اور جن پانچ افعال کے بعد مقدر کیا جائے گا وہ ہیں!

۱:امر جیسے تَعَلَّمْ تَنْجُ.

۲۔نہی جیسے لَا تَكْذِبْ يَكُنْ خَيْرًا لَكَ .

۳۔استفہام جیسے نَحْو هَلْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْكَ .

۴۔تمنی جیسے لَيْتَكَ عِنْدِیْ أَخْدِمْكَ .

۵۔عرض جیسے اَلَا تَنْزِلُ بِنَا تُصِبْ خَيْرًا .

اور بعض جگہوں میں نفی کے بعد جیسے لَا تَفْعَلْ شَرًّا يَكُنْ خَيْرًا لَكَ .اور یہ اس وقت جب یہ قصد کیا جائے کہ پہلا جملہ سبب ہے دوسرے کیلئے جیسا کہ آپ نے مثالوں میں دیکھا کیونکہ تعلم تنج کا معنی ہے ان تتعلم تنج .اور اسی طرح باقی میں اسی لئے آپ کا یہ قول ممتنع ہے کہ لا تکفر سببیت کے ممتنع ہونے کی وجہ سے کیونکہ یہ صحیح نہیں کہ کہا جائے کہ ان لا تکفر تدخل النار .

تشریح :-اس عبارت میں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح جملہ اسمیہ میں جزاء پر فا داخل ہوتی ہے اسی طرح اس فا کی جگہ جزاء پر کبھی اذا مفاجاتیہ بھی داخل ہوتی ہے جیسے وان تصبهم سيئة بما قدمت ايديهم اذا هم يقنطون اس صورت میں جزاء پر فا داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح فا تعقیب کے لئے آتا ہے اسی طرح اذا مفاجاتیہ بھی تعقیب کے لئے آتا ہے تعقیب کا مطلب یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے بعد ہوگا۔

وانما تقدر ان بعد الخ :-شروع میں گزرا ہے کہ ان کلمۃ المجازاۃ میں ان مقدرہ بھی ہوگا تو یہاں فرماتے ہیں کہ ان پانچ

Scanned with CamScanner

افعال کے بعد مقدر ہوتا ہے تعلم تنجح ای ان تتعلم تنجح

نہی کے بعد جیسے لاتکذب یکن خیرا لک ای ان لا تکذب له یکن خیرا لک ۔

استفہام کے بعد جیسے هل تزورنا نکرمک ای هل ان تزورنا نکرمک

تمنی کے بعد جیسے لیتک عندی ای ان لیتک عندی اخدمک

عرض کے بعد جیسے الا تنزل بنا ای ان تنزل تصیب خیراً۔

وبعد النفی فی بعض : فرماتے ہیں کہ جس طرح اِنْ مقدرہ مذکورہ پانچ چیزوں کے بعد مقدر ہوتا ہے اسی طرح کبھی کبھی نفی کے بعد بھی ان مقدر آتا ہے جیسے لا تفعل شرا یکن خیراًلک ای ان لا تفعل شراًیکن خیرا لک ۔

وذالک اذاقصد ان الاول الخ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان مذکورہ پانچ چیزوں کے بعد کب مقدرہ ہوگا جب ان پانچ چیزوں میں پہلی چیز دوسرے کے لئے سبب بنے جیسے ان تعلم تنجح ای ان تتعلم تنجح (اگر تو نے علم حاصل کیا تو نجات پائے گا) یہاں پر علم حاصل کرنا نجات کے لئے سبب ہے اگر پہلا فعل دوسرے کے لئے سبب نہ ہو تو وہاں پر ان مقدرہ نہ ہوگی جیسے لا تکفر تدخل النار ای ان لا تکفر تدخل النار (اگر تو نے کفر نہیں کیا تو آگ میں داخل ہوگا) یہاں پر کفر نہ کرنا آگ میں داخل ہونے کے لئے سبب نہیں بنتا بلکہ کفر کرنا یہ سبب ہے دخول نار کا تو یہاں ان مقدر نہیں ہوگا۔

وَالثَّالِثُ الْاَ مْرُ وَهُوَ صِيغَةٌ يُطْلَبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنَ الْفَاعِلِ الْمُخَاطَبِ،بِأَنْ تَحْذِفَ مِنَ الْمُضَارِعِ حَرْفَ الْمُضَارَعَةِ،ثُمَّ تَنْظُرَ، فَإِنْ كَانَ مَا بَعْدَ حَرْفِ الْمُضَارَعَةِ سَاكِنًا ، زِدْتَّ هَمْزَةَ الْوَصْلِ مَضْمُوْماً اِنْ اِنْضَمَّ ثَالِثُهُ ، نَحْوُ : اُنْصُر،وَمَكْسُوْرَةًاِنْ اِنْفَتَحَ أَوْ اِنْكَسَرَ، كَ اِعْلَمْ ،وَاِضْرِبْ ، وَاِسْتَخْرِج. وَاِنْ كَانَ مُتَحَرِّكًا فَلا حَاجَةَ اِلَى الْهَمْزَةِ،نَحْوُ عِدْ وَحَاسِبْ.وَالْاَ مْرُ مِنْ بَابِ الْاَفْعَالِ مِنَ الْقِسْمِ الثَّانِيْ . وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلٰى عَلاَمَةِ الْجَزْمِ ، كَ اِضْرِبْ ، وَاغْزُ ، وَارْمِ وَاسْعَ ، وَاِضْرِبَا ، واضْرِبُوا، وَاضْرِبِيْ.

ترجمہ:- تیسری قسم امر ہے یہ وہ صیغہ ہے جس کے ساتھ فاعل مخاطب سے فعل کو طلب کیا جاتا ہے اس طرح فعل مضارع سے حرف مضارع کو حذف کردیں پھر دیکھیں گے اگر حرف مضارع کے بعد والا حرف ساکن ہو اگر تیسرا حرف مضموم ہے تو ہمزہ وصلی بڑھائیں جیسے اُنْصر اور تیسرا حرف مکسور ہو تو ہمزہ وصلی مکسورہ بڑھائیں جیسے اِعْلَمْ ،اِضْرِبْ ،اِسْتَخْرِج ۔اوراوراگر

تیسرا حرف متحرک ہو تو ہمزہ ملانے کی ضرورت نہیں جیسے عد ،حاسب ۔اور باب افعال سے فعل امر قسم ثانی میں سے ہے۔اور وہ امر جزم کی علامت کے ساتھ مبنی ہوتا ہے جیسے اِضْرِبْ،اُغْزُ ،اِرْمِ ،اِسْعَ ،اِضْرِبَا ، اِضْرِبُوا اور اِضْرِبِیْ

تشریح :-: یہاں سے فعل کی تیسری قسم فعل امر کو بیان فرما رہے ہیں۔

امر کی تعریف:-ایسا صیغہ ہے جس کے ذریعے فعل طلب کیا جائے فاعل مخاطب سے جیسے اضــــرب (مار تو ایک مرد زمانہ استقبال میں)

بان تحذف من المضارع الخ: یہاں سے مصنف امر کا قانون بیان فرما رہے ہیں کہ امر مضارع معلوم کے مخاطب کے چھ صیغوں سے بنتا ہے طریقہ اس کے بنانے کا یہ ہے کہ تاء علامت مضارع حذف کرنے کے بعد دیکھیں گے کہ اس کے مابعد والا حرف ساکن ہے یا متحرک اگر ساکن ہے تو پھر عین کلمہ کو دیکھیں گے کہ مضموم ہے یا مفتوح ہے یا مکسور اگر عین کلمہ مضموم ہو تو اس کی ابتداء میں ہمزہ وصلی مضمومہ لائیں اور آخر میں وقف کریں گے وقف کرنے سے حرکت حرف علت اور نون اعرابی گر جائے گا جیسے انصر اگر عین کلمہ مفتوح یا مکسور ہے تو اس کی ابتداء میں ہمزہ وصلی مکسورہ لائیں گے جیسے اِضْرِبْ ،اور اِفْتَح وغیرہ اور اگر تاء کے بعد والا حرف متحرک ہو تو اس کے آخر میں وقف کریں گے جیسے تعد سے عِدْ اور تُحَاسِب سے حاسِب ۔

والامر من باب الافعال الخ: یہاں سے ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں کسی نے اعتراض کیا کہ جب مضارع کا عین کلمہ مکسور ہو تو اس کی ابتداء میں ہمزہ وصلی مکسورہ لائیں گے باب افعال میں عین کلمہ مکسور ہے پھر بھی اس کی ابتداء میں ہمزہ مفتوحہ لائے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ باب افعال سے امر قسم ثانی میں سے ہے یعنی تاء کے بعد والا حرف متحرک ہے نہ کہ ساکن یعنی اکـــرم اصل میں تھا تُاَکْرِمُ تو جب تاء کو حذف کیا تو بن گیا اَکْرِمْ۔

ومبنی علی علامۃ :-اس عبارت میں مصنف فعل امر کا اعراب بیان فرما رہے ہیں۔

جب امر واحد مذکر کے لئے ہو اور صحیح ہو تو اس صورت میں مبنی ہوگا جزم کی علامت کے ساتھ جیسے اضرب اور جب ناقص ہو تو اس صورت میں واؤ، الف ،یاء کے گر جانے کے ساتھ مبنی ہوگا جیسے اُدْعُ اور اِرْمِ اور تثنیہ اور جمع ہو تو اس صورت میں مبنی ہوگا نون اعرابی کے گر جانے کے ساتھ صحیح مثال جیسے اضربا اضربو ا اور ناقص کی مثال جیسے اغزو ا،اغزُوا.

Scanned with CamScanner

فَصْـلٌ فِعْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ هُوَ فِعْلٌ حُذِفَ فَاعِلُهُ، وَأُقِيْمَ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَهُ. وَيَخْتَصُّ بِالْمُتَعَدِّيْ.
وَعَلَامَتُهُ فِي الْمَاضِيْ أَنْ يَكُوْنَ أَوَّلُهُ مَضْمُوْمًا فَقَطْ، وَمَا قَبْلَ آخِرِهِ مَكْسُوْرًا فِي الْأَبْوَابِ الَّتِيْ
لَيْسَتْ فِيْ أَوَائِلِهَا هَمْزَةُ وَصْلٍ وَلَا تَاءٌ زَائِدَةٌ، نَحْوُ (ضُرِبَ وَدُحْرِجَ وَأُكْرِمَ) وَأَنْ يَكُوْنَ أَوَّلُهُ
وَثَانِيْهِ مَضْمُوْمًا، وَمَا قَبْلَ آخِرِهِ كَذٰلِكَ فِيْمَا فِيْ أَوَّلِهِ تَاءٌ زَائِدَةٌ نَحْوُ (تُفُضِّلَ وَتُضُوْرِبَ) وَأَنْ
يَكُوْنَ أَوَّلُهُ وَثَالِثُهُ مَضْمُوْمًا وَمَا قَبْلَ آخِرِهِ كَذٰلِكَ فِيْمَا فِيْ أَوَّلِهِ هَمْزَةُ وَصْلٍ نَحْوُ (اُسْتُخْرِجَ
وَاُقْتُدِرَ). وَالْهَمْزَةُ تَتْبَعُ الْمَضْمُوْمَ إِنْ لَمْ تُدْرَجْ.

ترجمہ: فعل مالم یسم فاعلہ (فعل مجہول) وہ ہے جس کا فاعل حذف کیا گیا ہو اور مفعول کو اس کے قائم مقام بنا دیا گیا ہو۔ اور ماضی میں اس کی علامت یہ ہے کہ اس کا صرف پہلا حرف مضموم ہوگا اور آخر کا ماقبل مکسور ہوگا ان ابواب میں جس کی ابتداء میں نہ ہمزہ وصلی مکسورہ اور نہ تائے زائدہ ہو جیسے ضُرِبَ، دُحْرِجَ، اُکْرِمَ۔ اور جن کی ابتداء میں تائے زائدہ ہوگا تو اس کا پہلا اور دوسرا حرف مضموم اور آخر کا ماقبل اسی طرح مکسور ہوگا جیسے تُفُضِّلَ تُضُوْرِبَ۔ اور جس کی ابتداء میں ہمزہ وصلی ہو تو اس کا پہلا اور تیسرا حرف مضموم ہوگا اور آخر کا ماقبل اسی طرح مکسور ہوگا جیسے اُسْتُخْرِجَ، اُقْتُدِرَ اور اگر کلام میں ہمزہ ساقط نہ ہو تو یہ مضموم حرف کے تابع ہوگا۔

تشریح :- اس عبارت میں فعل مجہول کی تعریف بیان فرما رہے ہیں کہ فعل مجہول وہ ہوتا ہے کہ جس کا فاعل حذف کر دیا گیا ہو اور مفعول بہ اس کی جگہ قائم کر دیا گیا ہو جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ اصل میں تھا ضَرَبَ زَیْدٌ اور یہ فعل متعدی کے ساتھ خاص ہے۔

وعلامته فی المضارع یہاں مصنفؒ ماضی مجہول کا قانون بیان فرما رہے ہیں جس میں تین شقیں ہیں۔

شق (۱)...... وہ تمام ابواب جن کی ابتداء میں نہ ہمزہ وصلی مکسورہ ہو اور نہ تائے زائدہ مطردہ، ان ابواب کے فعل ماضی معلوم سے ماضی مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے حرف کو ضمہ دینا اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دینا واجب ہے، بشرطیکہ آخر کے ماقبل پر کسرہ نہ ہو، جیسے ضَرَبَ سے ضُرِبَ، اَکْرَمَ سے اُکْرِمَ، صَرَّفَ سے صُرِّفَ، قَاتَلَ سے قُوْتِلَ، دَحْرَجَ سے دُحْرِجَ۔

شق (۲)...... وہ ابواب جن کی ماضی کی ابتداء میں تائے زائدہ مطردہ ہو ان ابواب میں ماضی معلوم سے ماضی مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اور دوسرے حرف کو ضمہ دینا اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دینا واجب ہے، جیسے تَقَبَّلَ سے تُقُبِّلَ، تَقَابَلَ

سے تُقُوْبِلَ ، تَدَحْرَجَ سے تُدُحْرِجَ ۔

ش (۳)...... اس کے علاوہ جتنے بھی ابواب ہیں یعنی وہ ابواب جن کی ماضی کی ابتداء میں ہمزہ وصلی مکسورہ ہو ان تمام ابواب کے ماضی معلوم سے ماضی مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اور تیسرے حرف کو ضمہ اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دینا واجب ہے ، جیسے اِجْتَنَبَ سے اُجْتُنِبَ ، الخ۔

والهمزة تتبع المضموم ان لم تدرج الخ :۔ فرماتے ہیں کہ اگر ہمزہ وصلی کلام میں گرا نہ ہو تو یہ ماضی مجہول میں مضموم حرف کا اتباع کرے گا جیسے اُقْتُدِرَ میں تاء مضموم ہے تو ابتداء میں ہمزہ وصلی بھی مضموم ہے۔

وَفِیْ الْمُضَارِعِ اَنْ یَکُوْنَ حَرْفُ الْمُضَارَعَةِ مَضْمُوْمًا وَمَا قَبْلَ آخِرِهِ مَفْتُوْحًا نَحْوُ یُضْرَبُ یُسْتَخْرَجُ اِلَّا فِیْ بَابِ الْمُفَاعَلَةِ ، وَالْاِفْعَالِ ، وَالتَّفْعِیْلِ ، وَالْفَعْلَلَةِ ، وَمُلْحَقَاتِهَا الثَّمَانِیَةِ ، فَاِنَّ الْعَلَامَةَ فِیْهَا فَتْحُ مَا قَبْلَ الْاٰخِرِ ، نَحْوُ یُحَاسَبُ وَ یُدَحْرَجُ . وَفِی الْاَجْوَفِ مَاضِیْهِ . قِیْلَ ، وَ بِیْعَ ، وَ بِالْاِشْمَامِ نَحْوُ قِیْلَ وَ بِیْعَ ، وَبِالْوَاوِ نَحْوُ ؛ قُوْلَ ، وَ بُوْعَ وَ کَذَالِکَ اُخْتِیْرَ وَ اُنْقِیْدَ ، دُوْنَ اُسْتُخِیْرَ ، وَاُقِیْمَ ، لِفَقْدِ فُعِلَ فِیْهِمَا . وَفِی الْمُضَارِعِ تُقْلَبُ الْعَیْنُ اَلِفًا نَحْوُ یُقَالُ ، وَ یُبَاعُ ، کَمَا عَرَفْتَ فِی التَّصْرِیْفِ مُسْتَقْصیً .

ترجمہ: اور مضارع میں حرف مضارع مضموم ہوگا اور اس کا ماقبل مفتوح ہوگا جیسے یضرب یستخرج مگر یہ باب مفاعلہ ، افعال ، تفعیل ، فعللة اور اس کے آٹھ ملحقات میں کیونکہ ان کی علامت آخر کے ماقبل کا فتحہ ہے جیسے یحاسب اور یدخرج ۔ اور اجوف کے ماضی میں کہا جائے گا قیل اور بیع اور اشام کے ساتھ جیسے قیل اور بیع اور واو کے ساتھ جیسے قول اور بوع اور اسی طرح اختیر ، انقید نہ کہ استخیر اور اقیم کیونکہ ان دونوں میں فُعِلَ وزن کے نہ ہونے کی وجہ سے اور ان کے مضارع میں عین کلمہ الف سے بدل جاتا ہے جیسے یقال اور یباع جیسا کہ تو نے علم الصرف تفصیلاً جان لیا ہے۔

تشریح :۔ **والمضارع ان یکون الخ** :۔ یہاں سے مضارع مجہول کا قانون بیان فرما رہے ہیں مضارع مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے حرف کو ضمہ دیں گے اور آخر کے ماقبل کو فتحہ دیں گے جیسے یضرب و یستخرج مگر باب مفاعلہ افعال تفعیل ، فعللة اور فعللة کے آٹھ ملحقات میں چونکہ پہلا حرف پہلے سے مضموم تھا اس لئے ان ابواب کے آخر میں صرف آخر کے ماقبل کو فتحہ دیں گے جیسے یحاسب یدخرج وغیرہ۔

وَفِی الْاَجْوَفِ مَاضِیْهِ : یہاں سے فعل ماضی مجہول کو بیان فرما رہے ہیں تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ فُعِلَ کے وزن پر

Scanned with CamScanner

ہو جاتا ہے فعل حقیقی ہو یا فعل حکمی۔

پھر فُعِلَ حقیقی تین طریقوں سے پڑھا جاتا ہے (۱) قِیْلَ و بِیْعَ (۲) اِشمام (۳) قُول اور بوع

فعل حکمی کی مثال جیسے اختیر اور انقید فُعِلَ حکمی کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم ان کے پہلے دو حرفوں کو ہٹا دیں تو فُعِلَ کے وزن پر ہو جاتے ہیں جیسے اختیر سے ہمزہ اور خاء کو ہٹا دیں تو تُیِر باقی رہ جاتا ہے اور استخیر اور اقیم میں فُعِلَ کا وزن نہیں اس لئے کہ اگر ان میں ہمزہ اور سین کو ہٹا دیا تو قِیْلَ اور بِیْعَ کا وزن باقی نہیں رہتا۔

وفی مضارعه تقلب العین الفا :- اور اجوف میں فعل مضارع مجہول بنانے کا طریقہ یہی ہے البتہ فرق یہ ہے کہ اس میں عین کلمہ الف سے بدل جاتا ہے جیسے یقال اصل میں یقول تھا اور یباع اصل میں یبیع تھا۔

فَصْلٌ اَلْفِعْلُ اِمَّا مُتَعَدٍّ، وَهُوَ مَا يَتَوَقَّفُ فَهْمُ مَعْنَاهُ عَلٰى مُتَعَلِّقٍ غَيْرِ الْفَاعِلِ، كَـ ضَرَبَ، وَاِمَّا لَازِمٌ، وَهُوَ مَا بِخِلَافِهِ، كَـ، قَعَدَ) وقَامَ . وَالْمُتَعَدِّىْ قَدْ يَكُوْنُ اِلٰى مَفْعُوْلٍ وَّاحِدٍ، كَـ(ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا) .وَاِلٰى مَفْعُوْلَيْنِ ، كَـ(أَعْطٰى زَيْدٌ عمرًا درهمًا) . وَيَجُوْزُ فِيْهِ الْاِقْتِصَارُ عَلٰى أَحَدِ مَفْعُوْلَيْهِ، كَـ (أَعْطَيْتُ زَيْدًا) ،أَوْ اَعْطَيْتُ دِرْهَمًا ،بِخِلَافِ بَابِ عَلِمْتُ .وَاِلٰى ثَلَاثَةِ مَفَاعِيْلَ ، نَحْوُ:أَعْلَمَ اللّٰهُ زَيْدًا عَمْرًا فَاضِلًا . وَمِنْهُ أَرٰى وَأَنْبَأَ وَنَبَّأَ أَخْبَرَ وَخَبَّرَ وَحَدَّثَ.

وَهٰذِهِ السَّبْعَةِ مَفْعُوْلُهَا الْاَوَّلُ كَمَفْعُوْلَيْ اَعْطَيْتُ فِي جَوَازِ الْاِقْتِصَارِ عَلٰى اَحَدِهِمَا تَقُوْلُ اَعْلَمَ اللّٰهُ زَيْدًا وَالثَّانِيْ مَعَ الثَّالِثِ كَمَفْعُوْلَيْ عَلِمْتُ فِي عَدَمِ جَوَازِ الْاِقْتِصَارِ عَلٰى اَحَدِهِمَا فَلَا تَقُوْلُ اَعْلَمْتُ زَيْدًا خَيْرًا بَلْ تَقُوْلُ اَعْلَمْتُ زَيْدًا عَمْرًوا خَيْرَ النَّاسِ.

ترجمہ: فصل فعل یا متعدی ہوگا اور متعدی وہ فعل ہے جس کے معنی کا سمجھنا ایسے متعلق پر موقوف ہو جو فاعل کے علاوہ ہو جیسے ضَرَبَ اور یا لازم ہوگا اور لازم وہ فعل ہے جو اس کے برخلاف ہو جیسے قعد اور قام اور فعل کبھی ایک مفعول کی جانب متعدی ہوتا ہے جیسے ضرب زید عمروا اور کبھی دو مفعول کی جانب جیسے اعطی زید عمروا درھما، اور اس میں دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء کرنا جائز ہے جیسے اعطیت زیدا یا اعطیت درھما بخلاف باب علمت کے اور کبھی تین مفعولوں کی جانب متعدی ہوتا ہے جیسے اعلم اللہ زیدا عمروا فاضلا اور اسی قبیل سے اریٰ، انبا، نبا، اخبر، خبّر، حدث، ہیں اور ان سات افعال کا مفعول اول آخر کے دو مفعولوں کے ساتھ اَعطیتُ کے دو مفعولوں کی طرح ہے ان دونوں میں سے ایک پر

Scanned with CamScanner

اقتصار کے جائز ہونے میں، جیسے تو کہے اَعلَمَ اللّٰہ زیدا اور مفعول ثانی مفعول ثالث کے ساتھ علمتُ کے دو مفعولوں کی طرح ہے ان دونوں میں سے ایک پر اقتصار کے جائز نہ ہونے میں، پس تو نہیں کہہ سکتا اعلمتُ زیدا خیر الناس بلکہ تو کہے گا اعلمت زیدا عمروا خیر الناس۔

تشریح :- یہاں سے مصنفؒ فعل کی ایک اور تقسیم کو بیان فرما رہے ہیں۔

کہ فعل کی دو قسمیں ہیں (۱) فعل لازی (۲) فعل متعدی

فعل متعدی کی تعریف:۔ فعل متعدی وہ ہوتا ہے جس کے معنی کا سمجھنا موقوف ہو ایسے متعلق پر جو فاعل کے علاوہ ہو بالفاظ دیگر جو صرف فاعل کے ساتھ پورا نہ ہو بلکہ مفعول بہ کا تقاضا بھی کرے جیسے ضـــــرب صرف فاعل کے ساتھ پورا نہیں ہوتا بلکہ مفعول بہ کا تقاضا بھی کرتا ہے۔

فعل لازی وہ ہوتا ہے جس کے معنی کا سمجھنا ایسے متعلق پر موقوف نہ ہو جو فاعل کے علاوہ ہو بالفاظ دیگر جو صرف فاعل کے ساتھ پورا ہو مفعول بہ کا تقاضا نہ کرے جیسے قام اور قعد۔

والمتعدی قد یکون الخ:- یہاں سے مصنفؒ بیان فرماتے ہیں کہ فعل متعدی کبھی متعدی ہوگا ایک مفعول کی طرف اور کبھی متعدی ہوگا دو مفعولوں کی طرف۔

وہ فعل جو متعدی ہو ایک مفعول کی طرف جیسے ضَرَبَ زَیدٌ عَمْرواً۔ اگر دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو تو دونوں مفعولوں کا مصداق ایک ہوگا یا الگ الگ اگر دونوں کا مصداق الگ الگ ہو تو اس صورت میں سے ایک کا ذکر کرنا اور ایک کا حذف کرنا جائز ہوگا جیسے اَعطٰی اور وہ افعال جن کا معنی اس کی طرح ہو جیسے سَلَبْتُ اور کَسَوْتُ جیسے اَعطَیتُ زَیداً دِرهَماً اس کو اَعطَیتُ زَیداً پڑھنا جائز ہے۔

اگر دونوں کا مصداق ایک ہو تو اس صورت میں سے ایک کا ذکر کرنا اور ایک کا حذف کرنا جائز نہ ہوگا، جیسے علمت زیدا فاضلاً۔

یا وہ فعل متعدی ہوگا تین مفعولوں کی طرف اور وہ سات افعال ہیں جو یہ ہیں، اَعلَمَ ، اَرٰی ، اَنبَأَ ، اَخبَرَ ، خَبَّرَ ، نَبَّأَ ، حَدَّثَ۔ جیسے اَعلَمَ اللّٰہُ زَیداً عَمرواً فاضلاً (اللہ تعالیٰ نے جتوایا زید کو عمر کا فاضل ہونا)۔

وھذہ السّبعۃ الخ :- یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا افعال جو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں ان

Scanned with CamScanner

میں سے پہلا مفعول اعطیت کے مفعول کی طرح ہے اختصار کے اعتبار سے اور آخری دو مفعول اعطیت کے دوسرے مفعول کی طرح ہیں اختصار کے اعتبار سے۔ مطلب یہ کہ ایسا کر سکتے ہیں کہ تینوں مفعولوں میں سے پہلے ایک کو حذف کر لیں اور آخری دونوں کو باقی رکھیں تو جائز ہے جیسے اَعْلَمَ اللّٰہُ عَمْرًوا فَاضِلًا اور یا یہ کہ آخری دونوں کو حذف کریں اور اول کو باقی رکھیں تو یہ بھی جائز ہے جیسے اعلم اللہ زیداً۔ البتہ ان افعال کا دوسرا اور تیسرا مفعول اعطیت کے دو مفعولوں کی طرح ہیں حذف کرنے میں یعنی ان میں ایک کو حذف کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ دونوں مفعول بمنزلہ ایک کلمہ کے ہوتے ہیں، اگر ان میں ایک کو حذف کر دیا جائے تو لازم آئے گا کلمہ کی ایک جزء کو حذف کرنا اور یہ جائز نہیں۔ لہذا ان میں سے ایک کو حذف کرنا جائز نہیں۔

فَصْلٌ اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ:۔ عَلِمْتُ ٢۔ وَظَنَنْتُ ٣۔ وَحَسِبْتُ ٤۔ وَخِلْتُ ٥۔ وَرَأَيْتُ ٦۔ وَوَجَدْتُ ٧۔ وَزَعَمْتُ. وَهِيَ اَفْعَالٌ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَاِ وَالْخَبَرِ، فَتَنْصِبُهُمَا عَلَى الْمَفْعُوْلِيَّةِ نَحْوُ عَلِمْتُ زَيْدًا عَالِمًا .وَاعْلَمْ اَنَّ لِهٰذِهِ الْاَفْعَالِ خَوَاصَّ :

١۔ مِنْهَا اَنْ لَا يُقْتَصَرَ عَلٰى اَحَدِ مَفْعُوْلَيْهَا، بِخِلَافِ بَابِ اَعْطَيْتُ ،فَلَا تَقُوْلُ عَلِمْتُ زَيْدًا.

٢۔ وَمِنْهَا جَوَازُ الْاِلْغَاءِ اِذَا تَوَسَّطَتْ،نَحْوُ زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ اَوْ تَاَخَّرَتْ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ .

٣۔ وَمِنْهَا اَنَّهَا تُعَلَّقُ اِذَا وَقَعَتْ قَبْلَ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَقَبْلَ النَّفْيِ نَحْوُ عَلِمْتُ مَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَقَبْلَ الْاِبْتِدَاءِ نَحو عَلِمْتُ لَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ .

٤۔ وَمِنْهَا اَنَّهَا يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ فَاعِلُهَا وَمَفْعُوْلُهَا ضَمِيْرَيْنِ لِشَيْءٍ وَّاحِدٍ، نَحْوُ عَلِمْتُنِيْ مُنْطَلِقًا وظَنَنْتَكَ فَاضِلًا.وَاعْلَمْ اَنَّهُ قَدْ يَكُوْنُ ظَنَنْتُ بِمَعْنٰى اِتَّهَمْتُ، بِمَعْنٰى عَرَفْتُ ، وَرَأَيْتُ بِمَعْنٰى اَبْصَرْتُ وَ وَجَدْتُ بِمَعْنٰى اَصَبْتُ الضَّالَّةَ ۔ فَتَنْصِبُ مَفْعُوْلاً وَّاحِدًا فَقَطْ ، فَلَا تَكُوْنُ حِيْنَئِذٍ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ۔

ترجمہ۔ فصل افعال قلوب اور یہ افعال مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور دونوں کو مفعول ہونے کی بناء پر نصب دیتے ہیں جیسے علمت زیدا عالِمًا اور تو جان لے کہ ان افعال کی چند خصوصیات ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اقتصار نہیں کیا جاتا بخلاف باب اَعْطَيْتُ کے پس تو نہیں کہے گا عَلِمْتُ زَيْدًا، اور دوسرا ان کے عمل کو لغو کر دینا جائز ہے جب یہ وسط میں واقع ہوں جیسے زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ یا مؤخر ہوں جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ. اور ان کے خصوصیات میں سے ان کے

Scanned with CamScanner

عمل کا معلق ہونا ہے جب کہ یہ استفہام سے پہلے واقع ہوں جیسے عَلِمْتُ اَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو، اور نفی سے پہلے جیسے عَلِمْتُ مَازَیْدٌ فِی الدَّارِ ،اور لام ابتداء سے پہلے جیسے علمتُ لزید منطلق ،اوران میں سے ایک ان کے فاعل اور مفعول دونوں کا شئی واحد کے لئے ضمیر ہونے کا جائز ہونا ہے جیسے عَلِمْتُنِی مُنْطَلِقًا ،اور ظَنَنْتُکَ فاضلا اور تو جان لے کہ ظَنَنْتُ کبھی اِتَّھَمْتُ کے معنی میں ہوتا ہے اور عَلِمْتُ عَرَفْتُ کے معنی میں اور رَأَیْتُ اَبْصَرْتُ کے معنی میں اور وَجَدْتُ اَصَبْتُ الضَّالَّةَ کے معنی میں آتا ہے لہٰذا صرف ایک مفعول کو نصب دیں گے اور اس وقت افعال قلوب میں سے نہیں ہوں گے۔

تشریح :۔اس فصل میں مصنفؒ افعال قلوب اور افعال جوارح کو بیان فرمارہے ہیں۔

افعال قلوب وہ ہوتے ہیں جن کا تعلق دل کے ساتھ ہو اور افعال جوارح وہ ہوتے ہیں جن کا تعلق اعضاء و جوارح کے ساتھ ہو۔

افعال قلوب کل سات ہیں :عَلِمْتُ ، ظَنَنْتُ ، حَسِبْتُ ، خِلْتُ ، زَعَمْتُ ، رَأَیْتُ ،وَجَدْتُ۔ان میں سے عَلِمْتُ ، رَأَیْتُ ،وَجَدْتُ یقین کے لئے آتے ہیں،اور ظَنَنْتُ ، حَسِبْتُ اور خِلْتُ یہ گمان کے لئے آتے ہیں،اور زَعَمْتُ گمان اور یقین کے درمیان مشترک ہے۔

یہ افعال مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں دونوں کو نصب دے کر اپنے لئے مفعول بہ بناتے ہیں جیسے علمت زید الفاضلاً۔

واعلم ان لھذہ الخ :۔اس عبارت میں مصنفؒ افعال قلوب کے کچھ خواص بیان فرمارہے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء جائز نہیں،اس لئے کہ افعال قلوب کے دونوں مفعول بمنزلہ ایک کلمہ کے ہوتے ہیں،اگر ان میں ایک کو حذف کر دیا جائے تو لازم آئے گا کلمہ کی ایک جز کو حذف کرنا اور یہ جائز نہیں۔

ومنھا جواز الالغاء:۔ دوسرا خاصہ یہ ہے کہ افعال قلوب دو صورتوں میں لفظی اور معنوی عمل نہیں کریں گے(۱)جب یہ درمیان میں واقع ہوں جیسے زید ظننت قائم (۲)جب یہ آخر میں واقع ہوں جیسے زید قائم ظننت ۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ افعال قلوب عمل کرنے میں ضعیف ہیں جب اس کے مفعولوں میں ترتیب ہو تو یہ عمل کر سکتے ہیں لیکن خلاف ترتیب آئیں تو یہ عمل نہیں کر سکتے اس صورت میں ظننت ، ظن مصدر کے معنی میں ہوگا اور فی مقدر ہوگا یعنی زید فی ظنّی قائم یا زید قائم فی ظنّی ۔

ومنھا انھا:۔ تیسرا خاصہ یہ ہے کہ یہ افعال معلق ہوں گے یعنی لفظی عمل نہیں کریں گے اور معنوی عمل کریں گے اور یہ تین

Scanned with CamScanner

صورتوں میں ہوگا (۱) جب یہ استفہام سے پہلے واقع ہوں جیسے علمت ازید عند ام عمرو (۲) جب یہ نفی سے پہلے واقع ہو جیسے علمت ما زید فی الدار (۳) جب یہ لام ابتداء سے پہلے واقع ہوں جیسے علمت لزید منطلق۔

ان صورتوں میں عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تینوں کلمے صدارتِ کلام کا تقاضا کرتے ہیں اب اگر ان افعال کو عمل دیں تو ان کلمات کی صدارت ختم ہو جائے گی لہذا یہ افعال قلوب عمل نہیں کریں گے۔

ومنها ان انه الخ :- اور ایک چوتھی خاصیت یہ ہے کہ ان افعال میں فاعل اور مفعول اول دونوں ایک چیز کے لئے ضمیر متصل واقع ہوں یعنی صرف متکلم کے لئے یا صرف مخاطب کے لئے یا صرف غائب کے لئے جیسے علمتی منطلقاً (میں نے جانا آپ کو چلنے والا) تو اس میں ضمیر فاعل اور مفعول اول دونوں متکلم کی ضمیریں ہیں اور دونوں متکلم کی طرف لوٹ رہی ہیں۔ یا ظننتک فاضلاً (جانا تو نے اپنے آپ کو فاضل) اس میں ضمیر فاعل اور مفعول اول دونوں کی ضمیریں مخاطب کی طرف لوٹ رہی ہیں۔

واعلم انہ قد یکون الخ یہاں سے بیان فرمارہے ہیں کہ جب بعض افعال قلوب اپنے معنی پر نہ ہوں تو اس صورت میں وہ افعال قلوب نہیں ہوتے اور صرف ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں جیسے ظننت جب اتھمت کے معنی میں ہو علمت عرفت کے معنی میں ہو رایت اَبْصَرْتُ کے معنی میں ہو اور وجدت اصبت کے معنی میں ہو تو یہ افعال قلوب نہیں ہوں گے وجدت الضالۃ بمعنی اصبت الضالۃ (میں نے گمشدہ چیز کو پایا)۔

فَصْلٌ اَلْاَ فْعَالُ النَّاقِصَةُ هِيَ اَفْعَا لٌ وُضِعَتْ لِتَقْرِيْرِ الْفَاعِلِ عَلٰى صِفَةٍ غَيْرِ صِفَةِ مَصْدَرِهَا. وَهِيَ كَا نَ وَصَارَ وَظَلَّ وَبَاتَ اِلٰى آخِرِهَا. تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِ سْمِيَّةِ لِإِفَادَةِ نِسْبَتِهَا حُكْمَ مَعْنَاهَا فَتَرْفَعُ الْاَ وَّلَ وَتَنْصِبُ الثَّانِيَ فَتَقُوْلُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا . وَ كَانَ عَلٰى ثَـلَاثَةِ أَقْسَامٍ :

١ ـ نَـا قِـصَـةٌ: وَهِـيَ تَـدُلُّ عَـلٰـى ثُبُوْتِ خَبَرِ هَا لِفَاعِلِهَا فِي الْمَاضِي اِمَّا دَائِمًا، نَحْوُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْماً حَكِيماً ، أَوْ مُنْقَطِعًا نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ شَابًّا . ٢ ـ وَتَامَّةٌ وَهِيَ بِمَعْنٰى ثَبَتَ وَ حَصَلَ، نَحْوُ كَانَ الْقِتَالُ، اَىْ حَصَلَ الْقِتَالُ.

٣ ـ وَزَائِدَةٌ: وَهِيَ لَا يَتَغَيَّرُ بِإِ سْقَاطِهَا مَعْنَى الْجُمْلَةِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ:

جِيَادُ بَنِي أَبِي بَكْرٍ تَسَامٰى عَلٰى كَانَ الْمُسَوَّ مَةِ الْعِرَابِ

اَىْ عَلَى الْمُسَوَّمَةِ.

Scanned with CamScanner

ترجمہ: آٹھویں فصل افعال ناقصہ، اور افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو ایسی صفت پر ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں جو ان کے مصدر کے علاوہ ہو، اور افعال ناقصہ کان، صار، ظل، بات، الخ ہیں یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اپنے معنی کے حکم کا ان کی نسبت کو فائدہ دینے کے لئے، پس اوّل کو رفع اور ثانی کو نصب دیتے ہیں جیسے کَانَ زَیْدٌ قَائِماً۔ اور کان کی تین قسمیں ہیں، اوّل ناقصہ، اور وہ اپنے فاعل کے لئے اپنی خبر کے ماضی میں ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہے یا دائماً جیسے کان اللّٰہُ علیمًا، یا منقطعاً جیسے کا ن زیدٌ شَابًّا، دوم کان تامہ جو ثبت اور حصل کے معنی میں ہوتا ہے جیسے کَانَ القِتَالُ یعنی حَصَلَ القِتَال، سوم کان زائدہ جس کے ساقط کرنے سے جملہ کا معنی نہیں بدلتا جیسے شاعر کا قول شعر!

جیاد ابنی ابی بکر تسامٰی علی کان المسومۃ العُراب

یعنی علی المسومۃ۔

تشریح :- افعال کی دو قسمیں ہیں: (۱) افعال ناقصہ (۲) افعال تامہ۔

افعال تامہ: وہ ہوتے ہیں جو اپنے فاعل کے لئے اپنے مصدر والی صفت کو ثابت کرتے ہیں، جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ میں ضَرَبَ نے زَیْدٌ کے لئے ضاربیت کو ثابت کر دیا، اور افعال ناقصہ وہ ہوتے ہیں جو اپنے فاعل کے لئے اپنی مصدر والی صفت کے علاوہ کسی دوسری صفت کو ثابت کرتے ہیں جیسے کَانَ زَیْدٌ قَائِماً میں کَانَ نے زَیْدٌ کے لئے قیام کو ثابت کر دیا، جو کہ کَانَ کا مصدر نہیں۔

افعال تامہ کی وجہ تسمیہ: افعال تامہ کو تامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے فاعل کے ساتھ پورے ہوتے ہیں اس کو خبر کی ضرورت نہیں ہوتی۔

افعال ناقصہ کی وجہ تسمیہ: افعال ناقصہ کو ناقصہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے فاعل کے ساتھ پورے نہیں ہوتے بلکہ ان کو خبر کی بھی ضرورت ہوتی ہے، افعال ناقصہ کل سترہ ہیں: کَانَ، صَارَ، ظَلَّ، بَاتَ، اَصْبَحَ، اَضْحٰی، اَمْسٰی، عَادَ، اٰضَ، غَدَا، رَاحَ، مَازَالَ، مَاانْفَکَّ، مَابَرِحَ، مَا فَتِیَٔ، مَادَامَ، لَیْسَ۔

وتدخل علی الجملۃ الاسمیۃ :- اس عبارت میں افعال ناقصہ کا عمل بیان فرما رہے ہیں کہ یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر پہلے جزء کو رفع دیکر اپنا اسم بناتے ہیں اور دوسرے جزء کو نصب دے کر اپنی خبر بناتے ہیں، جیسے کان زیدٌ قائماً میں زیدٌ

Scanned with CamScanner

کان کا اسم ہے اور قائماً اس کی خبر ہے۔

وکان علی ثلثة اقسام الخ : اس عبارت میں مصنفؒ افعال ناقصہ کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے کان کے تین معانی واضح کرتے ہیں کہ کَانَ یہ تین معانی کے لئے آتا ہے۔ کبھی یہ ناقصہ ہوتا ہے جیسے کان زیدٌ قائماً، کان ناقصہ وہ ہوتا ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ میرے فاعل اور اسم کے لئے میری خبر ثابت ہے زمانہ ماضی میں۔

پھر کان ناقصہ کی دو قسمیں ہیں (۱) کان دائماً جیسے کان الله علیما حکیماً (۲) کان منقطع جیسے کان زیدشاباً۔

کبھی یہ کان تامہ ہوتا ہے جیسے کَانَ مَطَرٌ کان تامہ وہ ہوتا ہے جو ثبت یاحصل کے معنی میں ہو جیسے کان القتال ای حصل القتال ۔(۳) کبھی یہ زائدہ ہوتا ہے زائدہ وہ ہوتا ہے جس کے گرنے سے معنی تبدیل نہیں ہوتا اس اس کی دلیل میں ایک شعر کو پیش کیا ہے!

جیاد ابنی ابی بکر تسامی علی کان المسومة العراب

ترجمہ: میرے بیٹے ابوبکر کے عمدہ گھوڑے فوقیت رکھتے ہیں نشان لگے ہوئے عربی گھوڑوں پر۔

ترکیب: جیاد مضاف ابن مضاف ی ضمیر مجرور متصل اس کا مضاف الیہ مجرور محلا مضاف مضاف الیہ مل کر مبدل منہ ہوا ابی مضاف بکر مفرد منصرف صحیح اس کا مضاف الیہ مجرور بکسرہ لفظاً، مضاف مضاف الیہ مل کر بدل ہوا مبدل منہ بدل مل کر مضاف الیہ ہو جیاد مضاف کے لئے، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتداء ہوا، تسامی فعل ھی ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل علی جارہ کان زائدہ المسومة مجرور موصوف العراب جمع مکسر منصرف اس کی صفت، موصوف صفت مل کر مجرور ہوا علی جارہ کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق ہوا تسامی فعل کے لئے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتداء کے لئے، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

محل استشہاد:۔ اس شعر میں کان زائدہ ہے۔

وَ(صَارَ) لِلْاِنْتِقَالِ، نَحْوُ (صَارَزَيْدٌغَنِيًّا). وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰى تَدُلُّ عَلَى اِقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِتِلْكَ الْاَوْقَاتِ نَحْوُ اَصْبَحَ زَيْدٌ ذَاكِرًا اَىْ كَانَ ذَاكِرًا فِىْ وَقْتِ الصُّبْحِ وَتَكُوْنُ بِمَعْنٰى صَارَ نَحْوُ اَصْبَحَ زَيْدٌ غَنِيًّا وَتَكُوْنُ تَامَّةً بِمَعْنٰى صَارَ نَحْوُ اَصْبَحَ زَيْدٌ غَنِيًّاوَتَكُوْنُ تَامَّةً بِمَعْنٰى دَخَلَ فِى وَقْتِ الصَّبَاحِ وَالضُّحٰى وَالْمَسَاءِ

وَظَلَّ وَبَاتَ يَدُلَّانِ عَلٰى اِقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِوَقْتَيْهِمَا نَحْوُ ظَلَّ زَيْدٌ كَاتِبًا وَيَكُوْنَانِ بِمَعْنٰى صَارَ .

ترجمہ: اور صار انتقال کے لئے آتا ہے جیسے صار زید غنیا ،اور اصبح ، امسی ، اضحی مضمون جملہ کوان کے اوقات کے ساتھ ملانے پر دلالت کرتے ہیں جیسے اصبح زید ذاکرا ،(زید صبح کے وقت میں ذکر کرنے والا بن گیا)، اور صار کے معنی میں بھی آتے ہیں جیسے اَصْبَحَ زَيْدٌ غَنِيًّا ،اور تامہ بھی ہوتے ہیں دخل فی الصباح ، والضحی ،والمساء کے معنی میں اور ظل اور بات مضمون جملہ کو اپنے اوقات کے ساتھ ملانے پر دلالت کرتے ہیں جیسے ظَلَّ زَيْدٌ کاتبا اور صار کے معنی میں بھی آتے ہیں۔

تشریح :-صار یہ انتقال کے لئے آتا ہے یعنی ایک حالت سے دوسری حالت کو منتقل ہونے کے لئے آتا ہے، جیسے صَارَ زَيْدٌ غَنِيًّا (زید فقر سے مالداری کی طرف منتقل ہوا۔

واصبح و امسی و اضحی یہ تینوں مضمون جملہ کے مقترن یعنی شامل ہونے پر دلالت کرتے ہیں اپنے اپنے اوقات میں جیسے اَصْبَحَ زَيْدٌ ذاکراً ای کان ذاکراً فی وقت الصبح)زید صبح کے وقت ذاکر رہا۔

وبمعنی صار اور یہ تینوں صار کے معنی میں بھی آتے ہیں جیسے اصبح زید غنیا ای صار زید غنیاً(زید مالدار ہوگیا)۔

وتامۃ :- کبھی یہ تینوں تامہ بھی ہوتے ہیں اور اس وقت دخل کے معنی میں ہوں گے جیسے اصبح زید ای دخل زید .

ظَلَّ و بات: یہ دونوں مضمون جملہ کے مقترن ہونے پر دلالت کرتے ہیں اپنے اپنے اوقات میں ظل دن کے لئے آتا ہے اور بات رات کے لئے جیسے ظل زید کاتبا زید دن بھر لکھتا رہا اور کبھی صَارَ کے معنی میں ہوتا ہے۔

وَمَا زَالَ وَمَا فَتِئَ وَمَا بَرِحَ وَمَا انْفَكَّ تَدُلُّ عَلٰى اِسْتِمْرَارِ ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا مُذْ قَبِلَهُ نَحْوُ مَا زَالَ زَيْدٌ اَمِيْرًا،وَيَلْزَمُهَا اَلْحَرْفُ النَّفْيُ، وَمَا دَامَ يَدُلُّ عَلٰى تَوْقِيْتِ اَمْرٍ بِمُدَّةِ ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا نَحْوُ اَقُوْمُ مَا دَامَ الْاَمِيْرُ جَالِسًا.وَلَيْسَ يَدُلُّ عَلٰى نَفْيِ مَعْنَى الْجُمْلَةِ حَالاً وَقِيْلَ مُطْلَقًا نَحْوُ لَيْسَ زَيْدٌ قَائِمًا.وَقَدْ عَرَفْتَ بَقِيَّةَ اَحْكَامِهَا فِي الْقِسْمِ الْاَوَّلِ فَلَا نُعِيْدُهَا.

ترجمہ:-اور مازال ،مافتی ،مابرح،اور ماانفک اپنے فاعل کیلئے اپنے خبر کے ثبوت کے استمرار پر دلالت کرتے ہیں، جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے جیسے مازال زید امیرا،اور ان کو حرف نفی لازم ہے اور مادام کسی شی ء کی تعین پر اپنے فاعل کیلئے اپنی خبر کے ثابت ہونے کی مدت میں دلالت کرتا ہے جیسے اَقُوْمُ مَادام الامیرُ جالسًا اور لَيْسَ جملہ

کے معنی کی فی الحال نفی پر دلالت کرتا ہے۔اور کہا گیا ہے کہ مطلقا اور ان کے بقیہ احکام تم قسم اوّل میں جان چکے ہو پس ہم ان کا اعادہ نہیں کرتے۔

تشریح : مَازَالَ ، مَاانفَکَّ ، مَا بَرِحَ ، مَافَتِیٔ: یہ چاروں اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ہمارا خبر ہمیشہ کے لئے میرے فاعل کے واسطے ثابت ہے جب سے میرے خبر نے فاعل کو قبول کیا ہے جیسے مازال زید امیراً زید ہمیشہ کے لئے امیر رہا اور فرماتے ہیں کہ ان سب کو ما لازمی ہے۔

و مادام :۔ یہ کسی کام کی تعیین مدت کو بیان کرنے کے لئے آتا ہے جب تک اس کی خبر اس کے اسم کے لئے ثابت ہو جیسے جلست مادام زید جالساً۔

ولیس :۔ یہ حال کی نفی کے لئے آتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مطلقا نفی کے لئے آتا ہے۔باقی احکام اسم کے بحث میں گزر چکے ہیں۔

وَاَفْعَالُ الْمُقَارَبَةِ هِيَ اَفْعَالٌ وُضِعَتْ لِلدَّلَالَةِ عَلٰى دُنُوِّ الْخَبَرِ لِفَاعِلِهَا.وَهِيَ ثَلَاثَةُ اَقْسَامٍ اَلْاَوَّلُ لِلرَّجَاءِ وَهُوَ: عَسٰى: وَهُوَ فِعْلٌ جَامِدٌ لَايُسْتَعْمَلُ مِنْهُ غَيْرُ الْمَاضِي وَهُوَ فِي الْعَمَلِ مِثْلُ كَادَ اِلَّا اَنَّ خَبَرَهُ فِعْلٌ مُضَارِعٌ مَعَ :اَنْ: نَحْوُ عَسٰى زَيْدٌ اَنْ يَقُوْمَ. وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ الْخَبَرِ عَلٰى اِسْمِهٖ نَحْوُ عَسٰى اَنْ يَقُوْمَ زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ:اَنْ: نَحْوُ عَسٰى زَيْدٌ يَقُوْمُ. وَالثَّانِيْ لِلْحُصُوْلِ وَخَبَرُهُ مُضَارِعٌ دُوْنَ: اَنْ: نَحْوُ كَادَ زَيْدٌ يَقُوْمُ ،وَقَدْ تَدْخُلُ: اَنْ: نَحْوُ كَادَ زَيْدٌ اَنْ يَقُوْمَ .اَلثَّالِثُ لِلْاَخْذِ وَالشُّرُوْعِ فِي الْفِعْلِ وَهُوَ طَفِقَ وَجَعَلَ وَكَرُبَ وَاَخَذَ وَاسْتِعْمَالُهَامِثْلُ كَادَ نَحْوُ طَفِقَ زَيْدٌ يَكْتُبُ وَاَوْشَكَ وَاسْتِعْمَالُهَا مِثْلُ عَسٰى وَكَادَ.

ترجمہ:۔ترجمہ۔فصل افعال مقاربہ،یہ وہ افعال ہیں جو اپنے فاعل کے لئے خبر کے قریب ہونے پر دلالت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور اس کی تین قسمیں ہیں قسم اوّل رجاء (امید) کے لئے اور وہ عسی فعل جامد ہے اس سے ماضی کے علاوہ استعمال نہیں ہوتا اور وہ عمل میں کاد کے مثل ہے مگر یہ کہ اس کی خبر فعل مضارع مع ان کے آتی ہے جیسے عسی زید ان یقوم اور اس کی خبر کا اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے عسی ان یقوم زید اور کبھی ان کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے عسی زید یقوم اور قسم ثانی حصول کے لئے ہے،اور وہ کاد ہے اور اس کی خبر فعل مضارع بغیر ان کے ہوتی

Scanned with CamScanner

ہے جیسے کاد زید یقوم اور کبھی ان داخل ہوتا ہے جیسے کاد زید ان یقوم اور قسم ثالث فعل میں شروع کرنے کے معنی کے لئے آتا ہے اور وہ طفق ، جعل کرب اور اخذ ہیں اور ان کا استعمال کاد کی طرح جیسے طفق زید یکتب اور اوشک ہے اور اس کا استعمال عسیٰ اور کاد کے مثل ہے۔

تشریح : یہاں مصنفؒ افعال مقاربہ کو بیان فرمارہے ہیں۔

افعال مقاربہ کی تعریف:- یہ وہ افعال ہیں کہ اپنے فاعل اور اسم کے لئے اپنی خبر کے قریب ہونے پر دلالت کرے۔

اور یہ تین قسم پر ہیں۔

پہلی قسم امید کے لئے آتا ہے اور وہ عسٰی ہے یہ فعل جامد ہے۔ اس سے صرف ماضی استعمال ہوتا ہے اور عمل کرنے میں کاد کی طرح ہے یعنی جس طرح کاد کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے اسی طرح اس کی خبر بھی فعل مضارع ہوتی ہے۔ لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ کاد کے خبر پر ان ناصبہ داخل نہیں ہوتا اور عسٰی کے خبر پر اَنْ داخل ہوتا ہے جیسے عسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّقُوْمَ۔

ویجوز تقدیم الخبر الخ: فرماتے ہیں کہ عسٰی کی خبر اس کے اسم پر مقدم کرنا بھی جائز ہے جیسے عَسٰی اَنْ یَّقُوْمَ زَیْدٌ اور کبھی کبھی خبر سے اَنْ حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے عسٰی زَیْدٌ یقومُ۔

والثانی للحصول الخ :- قسم ثانی حصول کے لئے ہے یعنی یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خبر کا حصول فاعل کے لئے یقیناً قریب ہے نہ کہ بطور امید ہے اور وہ کاد ہے اور اس کی خبر فعل مضارع ہوگی بغیر اَنْ کے جیسے کَادَ زَیْدٌ یَقُوْم اور کبھی اس خبر پر اَنْ بھی داخل ہوتا ہے جیسے کَادَ زَیْدٌ اَنْ یَقُوم۔

والثالث للاخذ:- قسم ثالث طَفِقَ، جَعَلَ، کَرب اور اخذ ہیں یہ تینوں کسی کام میں شروع کے لئے آتے ہیں، ان کا استعمال بھی کاد کی طرح ہے۔ یعنی اُن کی خبر فعل مضارع بغیر اَنْ کے آتی ہے جیسے طفق زید یکتب یعنی زید نے لکھنا شروع کیا۔

اوران میں اوشک بھی ہے اور اس کا استعمال عسی اور کاد دونوں کی طرح ہے۔

فَصْلٌ فِعْلاَ التَّعَجُّبِ مَا وُضِعَ لِاِ نْشَاءِ التَّعَجُّبِ وَلَهُ صِيْغَتَانِ.

۱۔ (مَا اَفْعَلَه) نَحْوُ (مَا اَحْسَنَ زَیْدًا) اَیْ اَیُّ شَیءٍ اَحْسَنَ زَیْدًا. وَفِیْ (اَحْسَنَ) ضَمِیْرٌ وَهُوَ فَاعِلُهٗ .

۲ ۔ وَ(اَفْعِلْ بِه) نَحْوُ (اَحْسِنْ بِزَیْدٍ) وَلاَ یُبْنَیَانِ اِلاَّ مِمَّا یُبْنٰی مِنْهُ اَفْعَلُ التَّفْضِیْلِ. وَیُتَوَصَّلُ فِیْ

الْمُمْتَنِعِ بِمِثْلِ (مَا أَشَدَّ اِسْتِخْرَاجًا) فِي الْأَوَّلِ وَ(أَشْدِدْ بِاسْتِخْرَاجِهِ) فِي الثَّانِيْ كَمَا عَرَفْتَ اِسْمَ التَّفْضِيْلِ. وَلَا يَجُوْزُ التَّصَرُّفُ فِيْهِمَا بِتَقْدِيْمٍ وَلَا تَأْخِيْرٍ وَلَا فَصْلٍ. وَالْمَازِنِيُّ أَجَازَ الْفَصْلَ بِالظَّرْفِ نَحْوُ (مَا أَحْسَنَ الْيَوْمَ زَيْدًا).

ترجمہ:۔فصل تعجب کے دو فعل، فعل تعجب وہ ہے جس کو وضع کیا گیا ہو انشاء تعجب کیلئے اور اس کے دو صیغے ہیں (۱) ما افعله جیسے ما احسن زیداً (کس چیز نے زید کو اچھا بنایا) اور احسن میں ایک ضمیر ہے جو اس کا فاعل ہے (۲) وافعل به جیسے احسن بہ یہ دونوں نہیں بنائے جاتے مگر اسی فعل سے جس سے اسم تفضیل بنایا جاتا ہے، اور وسیلہ بنایا جائے گا ممتنع میں ما اشد استخراجاً اول میں اور دوسرے میں جیسا کہ آپ جان چکے ہیں اسم تفضیل میں، اور جائز نہیں تصرف کرنا ان دونوں میں تقدیم کے ساتھ اور نہ تاخیر اور فصل کے ساتھ، اور امام مازنی نے جائز قرار دیا ہے فصل کو ظروف میں جیسے ما احسن الیوم زیداً۔

تشریح :۔اس عبارت میں افعال تعجب کو بیان فرمارہے ہیں۔

لغوی و اصطلاحی تعریف: تعجب کا لغت میں معنیٰ ہوتا ہے: حیرانگی: اور اصطلاح میں افعال تعجب وہ ہوتے ہیں جن کو وضع کیا گیا ہو انشاء تعجب کے لئے بالفاظ دیگر ان کو کہتے ہیں جن کے ساتھ تعجب کا اظہار کیا جاتا ہے افعال تعجب کے دو صیغے ہیں، مَا اَفْعَلَه جیسے مَا اَحْسَنَ زَیْداً ای اَیُّ شیئٍ اَحْسَنَ زیداً (کیا ہی اچھا ہے زید) (۲) اَفْعِلْ بِہٖ جیسے اَحْسِنْ بِزَیْدٍ (کیا ہی خوبصورت ہے زید)۔

ما افعله میں جو ما ہے اس کے متعلق تین قول ہیں۔

(۱) امام فرّاءؒ کا۔ (۲) امام سیبویہؒ کا۔ (۳) اما اخفشؒ کا۔

امام فرّاءؒ کے نزدیک یہ ما استفہامیہ ساتھ معنیٰ ایُّ شیئٍ کے ہے، پھر ایُّ مبتدا مرفوع بضمہ لفظاً مضاف شیئ اس کا مضاف الیہ مجرور بالکسرہ لفظاً، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتداء ہوا، احسن زیداً جملہ اس کی خبر مرفوع محلاً پھر احسن صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم ھو ضمیر مستتر اس کا فاعل مرفوع محلاً، زیداً اس کا مفعولہ بہ منصوب بالفتحہ لفظاً، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر خبر ہوئی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

امام سیبویہؒ کے ہاں یہ ما نکرہ موصوفہ ساتھ معنیٰ شیئٍ عظیمٍ کے ہے پھر شیئ مبتدا مرفوع بضمہ لفظاً موصوف عظیمٌ اس کی صفت مرفوع بضمہ لفظاً، موصوف اپنے صفت کے ساتھ مل کر مبتداء بنا، احسن زیداً جملہ اس کی خبر مرفوع محلاً پھر احسن

Scanned with CamScanner

صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم ھو ضمیر مستتر اس کا فاعل مرفوع محلاً زیداً اس کا مفعول بہ منصوب بالفتحہ لفظاً، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر خبر ہوئی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

امام اخفشؒ کے نزدیک یہ ما موصولہ ساتھ معنی الذی کے ہے، پھر الذی موصولہ احسن زیداً جملہ اس کا صلہ، پھر احسن صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم ھو ضمیر مستتر اس کا فاعل مرفوع محلاً زیداً اس کا مفعول بہ منصوب بالفتحہ لفظاً، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا، موصول اپنے صلے سے مل کر مبتداء ہوا، شیئٌ عظیمٌ محذوف اس کی خبر مرفوع محلاً پھر شیئٌ مرفوع بضمہ لفظاً موصوف عظیمٌ اس کی صفت مرفوع بضمہ لفظاً، موصوف اپنی صفت کے ساتھ مل کر خبر بنا مبتداء کے لئے، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

احسن بزید کی تفصیل: -احسنْ صیغہ امر بمعنی فعل ماضی کے بـزید میں (ب) زائدہ زیدٍ اس کا فاعل مجرور لفظاً و مرفوع معناً تقدیری عبارت یوں تھی احسنَ زیدٌ۔

ولا یبنیان الا مما الخ :- اس عبارت میں فعل تعجب کے لئے شرط بیان فرمارہے ہیں کہ افعال تعجب کے لئے شرط یہ ہے کہ ثلاثی مجرد کے ان ابواب سے نہ ہو جن میں عیب اور رنگ کا معنی ہو۔ اگر ان ابواب سے ادا کرنا مقصود ہو تو اس کا طریقہ بھی اسم تفضیل کی طرح ہے کہ ثلاثی مجرد کے وہ ابواب جن میں شدت اور کثرت کا معنی ہو اس سے فعل تعجب کا معنی لاکر اس کو اس مصدر پر داخل کریں جس باب سے فعل تعجب ادا کرنا مقصود ہو جیسے ما اکثرہ استخراجًا۔

ولا یجوز التصرف فیھما الخ:- فرماتے کہ فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے تصرف کا مطلب یہ ہے کہ نہ اس کا معمول اس پر مقدم کرنا صحیح ہے اور نہ صیغے اور معمول کے درمیان فاصلہ صحیح ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ عمل کرنے میں ضعیف ہیں تو جب معمول میں ترتیب ہو عمل کر سکتے ہیں ورنہ نہیں کر سکتے۔

اور علامہ مازنیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تقدیم و تاخیر اور یہ فاصلہ ظروف میں جائز ہے اس لئے کہ ظروف میں وسعت ہوتی ہے جیسے ما احسن الیوم زیداً۔

فَصْلٌ اَفْعَالُ الْمَدْحِ وَالذَّمِّ مَا وُضِعَ لِاِنْشَاءِ مَدْحٍ اَوْذَمٍّ۔

ا ۔وَاَمَّا الْمَدْحُ فَلَهُ فِعْلَانِ :

ا ۔(نِعْمَ)، وَفَاعِلُهُ اِسْمٌ مُعَرَّفٌ بِاللَّامِ نَحْوُ (نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ) اَوْ مُضَافٌ اِلَى الْمُعَرَّفِ بِاللَّامِ

نَحْوُ (نِعْمَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ). وَقَدْ يَكُونُ فَاعِلُهُ مُضْمَرًا، وَيَجِبُ تَمْيِيزُهُ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوبَةٍ نَحْوُ (نِعْمَ رَجُلًا زَيْدٌ، أَوْ بِ(مَا) نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالٰى (فَنِعِمَّا هِيَ) أَيْ نِعْمَ شَيْئًا هِيَ ،وَ(زَيْدٌ) يُسَمّٰى الْمَخْصُوْصَ بِالْمَدْحِ .

ب ـ (وَحَبَّذَا) نَحْوُ(حَبَّذَا زَيْدٌ)،(حَبَّ) فِعْلُ الْمَدْحِ وَفَاعِلُهُ (ذَا) وَالْمَخْصُوْصُ بِالْمَدْحِ(زَيْدٌ).

وَيَجُوْزُ أَنْ يَقَعَ قَبْلَ مَخْصُوصِ (حَبَّذَا)أَوْ بَعْدَهُ تَمْيِيزٌ، نَحْوُ (حَبَّذَا رَجُلًا زَيْدٌ وَحَبَّذَا زَيْدٌ رَجُلًا)أَوْ حَالٌ ، نَحْوُ(حَبَّذَا رَاكِبًا زَيْدٌ ،وَحَبَّذَا زَيْدٌ رَاكِبًا).

۲ ـ وَأَمَّا الذَّمُّ فَلَهُ فِعْلَانِ أَيْضًا :

أ ـ (بِئْسَ) نَحْوُ(بِئْسَ الرَّجُلُ عَمْرٌو، وَبِئْسَ غُلَامُ الرَّجُلِ عَمْرٌو،وَبِئْسَ رَجُلًا عَمْرٌو).

ب ـ وَ(سَاءَ)نَحْوُ(سَاءَ الرَّجُلُ زَيْدٌ،سَاءَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ وَسَاءَ رَجُلًا زَيْدٌ.

وَسَاءَ مِثْلُ (بِئْسَ) فِيْ سَائِرِ الْأَقْسَامِ .

ترجمہ۔فصل افعال مدح وذم ۔اورافعال مدح وذم وہ افعال ہیں جوانشاء مدح وذم کے لئے وضع کئے گئے ہیں بہرحال مدح کے لئے دوفعل ہیں اوّل نعم اوراس کا فاعل وہ اسم ہوتا ہے جومعرف باللام ہوجیسے نِعمَ الرَّجل زَیْدٌ یامعرف باللام کی جانب مضاف ہوجیسے نعم غلام الرّجل زیدٌ اورکبھی اس کا فاعل ضمیر ہوتی ہے اورنکرہ منصوبہ کے ساتھ اس کی تمیزلانا واجب ہے جیسے نعم رجلا زید یاحرف ما کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فنعما ھی یعنی نِعْمَ شَیْئًا ھِیَ اورزیدٌ کا نام مخصوص بالمدح رکھاجاتا ہے۔ثانی حبذا جیسے حبذا زید فعل مدح ہے اور ذا اس کا فاعل ہے۔اورزید مخصوص بالمدح ہے ۔اورجائز ہے کہ مخصوص بالمدح سے پہلے یااس کے بعدکوئی تمیز مذکورہوجیسے حبذا رجلا زیداور حَبَّذا زَیدٌ رَجُلا یاحال مذکورہوجیسے حبذا راکبا زید اورحَبّذا زیدٌراکبًا اور بہرحال ذم پس اس کے لئے بھی دوفعل ہیں اوّل بئس جیسے بئس الرجل عمرو اوربئس غلام الرجل عمرو اور بئس رجلا عمر واورثانی ساء جیسے ساء الرجل زید اور ساء غلام الرجل زید اور ساء رجلا زیداورساء تمام اقسام میں بئس کے مثل ہے۔

تشریح :-اس فصل میں افعال مدح وذم کو بیان فرمارہے ہیں۔

تعریف:۔افعال مدح وہ ہوتے ہیں جوانشاء مدح وذم کے لئے آتے ہیں بالفاظ دیگرجن کے ساتھ تعریف بیان کی جائے،

Scanned with CamScanner

اور افعال ذم وہ ہوتے ہیں جن کے ساتھ کسی کی مذمت بیان کی جائے، جس کی تعریف بیان کی جائے اس کو مخصوص بالمدح کہتے ہیں اور جس کی مذمت بیان کی جائے اس کو مخصوص بالذم کہتے ہیں، مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم ان افعال کے فاعل کے بعد ہوتے ہیں، مخصوص بالمدح کی مثال جیسے نعم الرجل زیدٌ میں الرجل اس کا فاعل ہے اور زیدٌ مخصوص بالمدح ہے اور بئس الرجل زیدٌ میں الرجل اس کا فاعل اور زیدٌ مخصوص بالذم ہے۔

افعال مدح کل دو ہیں نعم اور حبّذا۔

پھر نعم کے فاعل کی تین صورتیں ہیں (۱) یا ان کا فاعل معرف باللام ہو جیسے نعم الرجل زیدٌ۔ (۲) یا ان کا فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے نِعْمَ صاحبُ القَومِ زیدٌ (۳) یا ان کا فاعل ایسی ضمیر ہو جس کی تمیز نکرہ منصوبہ بن رہی ہو جیسے نِعْمَ رَجُلاً زَیْدٌ۔ یہاں نعم میں ھو ضمیر مستتر ہے اور یا فاعل وہ ما ہوگی جو شیء کے معنی ہو جیسے فَنِعِمَّا ھی ای نعم شیأھِیَ۔

دوسرا حبّذا ہے جیسے حبذا زید اس میں حبذا فعل مدح ہے اور اس کا فاعل ذا ہے اور زید مخصوص بالمدح ہے۔

ویجوز ان یقع مخصوص الخ :- فرماتے ہیں کہ یہ بات جائز ہے کہ مخصوص بالمدح کے بعد یا پہلے تمیز واقع ہو جائے پہلے کی مثال جیسے حبذا رجلاً زید اور بعد کی مثال جیسے حبذا زید رجلاً۔ اور اسی طرح حال بھی واقع ہو سکتا ہے جیسے حبذا راکبا زید اور حبذا زید راکباً۔

واما الذم :- افعال ذم بھی کل دو ہیں بئس اور ساء ان دونوں کے فاعل کی بھی تین صورتیں ہیں جیسے بئس الرجل عمروٌ (۲) وبئس غلام الرجل عمرو (۳) وبئس رجلاً عمرواً. وساء الرّجل زیدٌ، وسَاء غلامُ الرَّجل زیدٌ، وسَاء رَجُلاً زَیْدٌ۔

اور فرماتے ہیں کہ ساء تمام احکام میں بئس کی طرح ہے۔

ترکیب: نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ:- (۱) فعل فاعل مل کر خبر مقدم، زیدٌ مبتداء مؤخر (۲) نعم الرجل فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ، اور زیدٌ خبر برائے مبتداء محذوف جو کہ ھو ہے۔ (۳) نعم فعل مدح الرجل مبین زیدٌ عطف بیان، مبین عطف بیان مل کر فاعل نعم کے لئے فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

Scanned with CamScanner

اَلْقِسْمُ الثَّالِثُ فِی الْحُرُوْفِ

وَقَدْ مَضٰی تَعْرِیْفُهٗ وَأَقْسَامُهٗ سَبْعَةَ عَشَرَ: ١ـ حُرُوْفُ الْجَرِّ ٢ـ وَالْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ ٣ـ وَحُرُوْفُ الْعَطْفِ ٤ـ وَحُرُوْفُ التَّنْبِیْهِ ٥ـ وَحُرُوْفُ النِّدَاءِ ٦ـ وَحُرُوْفُ الْإِیْجَابِ ٧ـ وَحُرُوْفُ الزِّیَادَةِ ٨ـ وَحَرْفَا التَّفْسِیْرِ ٩ـ وَحُرُوْفُ الْمَصْدَرِ ١٠ـ وَحُرُوْفُ التَّحْضِیْضِ ١١ـ وَحَرْفُ التَّوَقُّعِ ١٢ـ وَحَرْفَا الْاِسْتِفْهَامِ ١٣ـ وَحُرُوْفُ الشَّرْطِ ١٤ـ وَحَرْوْفُ الرَّدْعِ ١٥ـ وَتَاءُ التَّأْنِیْثِ السَّاکِنَةِ ١٦ـ وَالتَّنْوِیْنُ ١٧ـ وَنُوْنَا التَّأْکِیْدِ

ترجمہ:- تیسری قسم حروف کے بیان میں، اور تحقیق اس کی تعریف گزر چکی ہے۔ اور اس کی سترہ قسمیں ہیں۔ (١) حروف جر (٢) حروف مشبہ بالفعل (٣) حروف عطف (٤) حروف تنبیہ (٥) حروف نداء (٦) حروف ایجاب (٧) حروف زیادۃ (٨) حرفا التفسیر (٩) حروف مصدر (١٠) حروف تخصیص (١١) حروف توقع (١٢) حرفا الاستفهام (١٣) حروف شرط (١٤) حرف ردع (١٥) تاء تانیث ساکنہ (١٦) تنوین (١٧) تاکید کے دونوں۔

تشریح:- کلمہ کی تین قسمیں ہیں اس سے پہلے دو قسموں کو بیان فرمایا اب یہاں سے تیسری قسم حرف کو بیان فرما رہے ہیں۔

حرف کی تعریف پہلے گزر چکی ہے۔ حروف کی سترہ قسمیں ہیں۔

(١) حروف جارہ (٢) حروف مشبہ بالفعل (٣) حروف عطف (٤) حروف تنبیہ (٥) حروف نداء (٦) حروف ایجاب (٧) حروف زیادت (٨) حرف تفسیر (٩) حروف مصدریہ (١٠) حروف تخصیض (١١) حروف توقع (١٢) حروف استفهام (١٣) حروف شرط (١٤) حروف ردع (١٥) تاۓ تانیث ساکنہ (١٦) تنوین (١٧) نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ

فَصْلٌ حُرُوْفُ الْجَرِّ حُرُوْفٌ وُضِعَ لِإِفْضَاءِ فِعْلٍ أَوْ شِبْهِهٖ أَوْ مَعْنَی الْفِعْلِ إِلٰی مَا تَلِیْهِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَأَنَا مَارٌّ بِزَیْدٍ وَهٰذَا فِی الدَّارِ أَبُوْکَ أَیْ أُشِیْرُ إِلَیْهِ فِیْهَا. وَهِیَ تِسْعَةَ عَشَرَ حَرْفًا:

١ـ مِنْ: وَهِیَ لِابْتِدَاءِ الْغَایَةِ. وَعَلَامَتُهٗ أَنْ یَّصِحَّ فِیْ مُقَابَلَتِهِ الْاِنْتِهَاءُ کَمَا تَقُوْلُ سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ إِلَی الْکُوْفَةِ. وَلِلتَّبْیِیْنِ وَعَلَامَتُهٗ أَنْ یَّصِحَّ وَضْعُ لَفْظِ (الَّذِیْ) مَکَانَهٗ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی (فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ) وَلِلتَّبْعِیْضِ: وَعَلَامَتُهٗ أَنْ یَّصِحَّ لَفْظُ (بَعْضٍ) مَکَانَهٗ نَحْوُ (أَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ). وَزَائِدَةٌ وَعَلَامَتُهٗ أَنْ لَا یَخْتَلَّ الْمَعْنٰی بِإِسْقَاطِهَا نَحْوُ (مَا جَاءَنِیْ

Scanned with CamScanner

مِنْ اَحَدٍ). وَلَا تُزَادُ (مِنْ) فِی الْکَلَامِ الْمُوْجَبِ خِلَافًا لِلْکُوْفِیِّیْنَ وَاَمَّا قَوْلُهُمْ (قَدْ کَانَ مِنْ مَطَرٍ)وَشِبْهُهُ فَمُتَاَوَّلٌ.

۲۔ وَاِلٰی وَهِیَ لِاِنْتِهَاءِ الْغَایَةِ کَمَا مَرَّ وَبِمَعْنٰی (مَعَ) قَلِیْلًا کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی (فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ).

ترجمہ: فصل حرف جروہ ہیں جو فعل یا معنی فعل کو اس اسم تک پہچانے کے لئے وضع کئے گئے ہیں جس کے ساتھ یہ حروف ملے ہوئے ہیں جیسے مررتُ بزید اور انا مار بزیدٍ اور هذا فِی الدَّار اَبُوْکَ یعنی اُشِیْرَ اِلَیْهِ فِیْهَا ،اور حروف جر سترہ ہیں اوّل من اور وہ ابتدائے غایۃ کے لئے ہے۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں اِلٰی کالانا صحیح ہو جو انتہائے غایۃ کے لے ہے جیسے سرتُ من البصرة اِلَی الْکُوْفَة .اور بیان کیلئے آتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے اس کی جگہ میں لفظ الذی کالانا صحیح ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فاجتنبوا الرجس من الاوثان تبعیض کے لئے آتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ میں لفظ بعض کالانا صحیح ہو جیسے اخذتُ من الدراهم اور زائدہ ہوتا ہے اور اس کی علامت یہ اس کے ساقط کرنے سے معنی فاسد نہ ہوں جیسے مَاجَاءَ نِیْ مِنْ اَحَدٍ اور من کلام موجب میں زائد نہیں ہوتا بخلاف کوفیین کے اور بہر حال ان کا قول قَدْ کَانَ مِنْ مطرٍ اور اس کی مشابہ دوسری مثالیں تو ان میں تاویل کی گئی ہے۔

۲: اور الی اور وہ مسافت کی انتہاء کیلئے آتا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور مع کے معنی میں آتا ہے مگر بہت کم جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَکُم وَاَیْدِیَکُم اِلَی الْمَرَافِقِ.

تشریح:- حروف جارہ کی تعریف:- یہ وہ حروف ہیں کہ فعل، شبہ فعل یا معنی کو اس چیز تک پہنچانے کیلئے وضع کئے ہوں جو اس کے ساتھ متصل ہے۔ فعل کی مثال جیسے مررت بزید میں باجارہ نے مرور کا معنی زید تک پہنچایا ہے کہ گزرا میں اس جگہ سے جہاں سے زید قریب تھا۔ شبہ فعل کی مثال جیسے اَنَامَارٌ بِزَیْدٍ، اور معنی فعل کی مثال جیسے هٰذا فِی الدَّارِ اَبُوْکَ اس کا معنی ہے اُشِیْرُ اِلَیْهِ فِی الْبَیْتِ.

حروف جارہ کی تعداد: حروف جارہ کل سترہ ہیں جو اس شعر میں جمع ہیں۔

بَا وتا وکاف ولام وواؤ منذ ومذ خلا :: ربَّ حاشا من عدا فی عن علی حتّٰی اِلٰی

حروف جارہ میں سے پہلا من ہے یہ چار معانی کے لئے آتا ہے۔

Scanned with CamScanner

پہلا معنی یہ ہے کہ ابتداء غایہ کے لئے آتا ہے یعنی اس چیز کی ابتداء بتلانے کے لئے آتا ہے جس کی انتہاء ہو، اور اس کا مجرور وہ محل ہوگا جس سے ابتداء ہو خواہ وہ مکان ہو جیسے سِرْتُ مِنَ الْبَصرۃِ (چلا میں بصرہ سے) یا وہ زمان ہو جیسے صمت من یوم الجمعۃ۔

وعلامتہ ان یصح الخ :۔من ابتداء کی علامت یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں الی یا جو الی کے معنی میں ہو لانا صحیح ہو، الی کے صحیح ہونے کی مثال جیسے سرت من البصرۃ الی الکوفۃ اور معنی الی کی مثال جیسے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم یہاں اعوذ باللہ کے معنی التجیٔ الیہ کے ہے۔

وللتبیین :۔من کا دوسرا معنی ہے تبیین، تبیین کا لغت میں معنی ہے بیان کرنا اور اصطلاح میں کہتے ہیں کہ جو اس بات پر دلالت کرے کہ میرا مدخول کسی امر مبہم سے پوشیدگی کو دور کر رہا ہے۔

وعلامتہ :۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ الذی موصولہ لانا درست ہو جیسے فاجتنبوا الرجس من الاوثان ای الذی ھو الاوثان الرِّجس میں ابہام ہے کہ اس سے کیا مراد ہے من تبیینیہ نے اس ابہام کو دور کیا کہ اس سے مراد الاوثان یعنی بت ہیں۔

وللتبعیض :۔من کا تیسرا معنی تبعیض ہے اس کا لغوی معنی ہے ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور اصطلاح میں من تبعیضیہ وہ ہوتا ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ میرا مدخول کسی چیز کا بعض حصہ بنتا ہے۔

اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ لفظ بعض لانا درست ہوگا جیسے اَخذتُ مِنَ الدّراھم ای بَعْضَ الدراھم۔

زائدۃ:۔ اور من کا چوتھا معنی یہ ہے کہ یہ زائدہ بھی ہوتا ہے، زائدہ کا لغت میں معنی ہوتا ہے زائد ہونا اور اصطلاح میں من زائدہ وہ ہوتا ہے جس کا کلام میں ہونا اور نہ ہونا برابر ہو اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے ساقط ہونے پر کلام کے معنی میں خلل پیدا نہیں ہوتا جیسے مَا جَاءَ نی مِنْ اَحَدٍ اَیْ اَحَدٌ۔

ولا تزاد فی کلام العرب الموجب : یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ بصریین حضراتؒ کا کہنا ہے کہ من زائدہ کلام موجب میں نہیں آتا جب کہ کوفیین حضرات کا کہنا ہے کہ کلام موجب میں آتا ہے۔

کوفیین حضرات کی دلیل یہ ہے کہ قد کان من مطر اور اس قسم کی دیگر مثالیں۔ لیکن بصریین کا کہنا ہے کہ اس کی تاویل کریں گے اور وہ اس طرح کہ اس مثال میں من زائدہ نہیں بلکہ تبعیضیہ ہے ای قد کان بعض مطر ، یا تبیینیہ ہے

Scanned with CamScanner

یعنی قَدْ کَانَ شَیئٌ مِنْ مَطَرٍ۔

الی وھی لانتھاء الغایۃ ۔حروف جارہ میں سے دوسرا الیٰ یہ انتہاء مسافت کے لئے آتا ہے جیسے سِرْت من البصرۃ الی الکوفۃ اس کا استعمال مع کے معنی میں بھی ہے لیکن قلیل ہے جیسے فَاغْسِلُوا وُجُوْھَکُم وَ اَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ ای مَعَ الْمَرَافِقِ .

۳۔وَحَتّٰی وَھِیَ مِثْلُ(اِلٰی) نَحْوُ (نِمْتُ الْبَارِحَۃَ حَتَّی الصَّبَاحِ) وَبِمَعْنٰی(مَعَ) کَثِیْرًا،نَحْوُ :قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّی الْمُشَاۃِ).وَلَا تَدْخُلُ اِلَّا عَلَی الظَّاھِرِ ، فَـلَایُقَالُ حَتَّاہُ .وَقَوْلُ الشَّاعِرِ:

فَلَا وَاللّٰہِ لَا یَبْقٰی اُنَاسٌ فَتًی حَتَّاکَ یَاابْنَ اَبِیْ زِیَادٍ

شَاذٌّ.

۴۔وَفِیْ وَھِیَ لِلظَّرْفِیَّۃِ نَحْوُ(زَیْدٌ فِی الدَّارِ) وَ(اَلْمَاءُ فِی الْکُوْزِ).وَبِمَعْنٰی (عَلٰی) قَلِیْلًا نَحْوُ قَوْلِہٖ تَعَالٰی:(وَلَأُصَلِّبَنَّکُم فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ).

ترجمہ:-اور حَتّٰی اور وہ اِلٰی کے مثل ہے جیسے نِمْتُ البَارِحَۃَ حَتَّی الصَّبَاحِ اور مع کے معنی میں کثرت سے آتا ہے قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّی الْمُشَاۃ اور حتی صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے پس حتاہ نہیں کہا جائے گا بخلاف مبرد کے اور شاعر کا قول شعر فلا وَاللّٰہ لایبْقٰی اُنَاسٌ فَتًی حَتَّاکَ یَا ابْنَ اَبِیْ زِیادٍ شاذ ہے۔

اور فی اور وہ ظرفیت کیلئے آتا ہے جیسے زَیْـدٌ فِی الدّار اور اَلْـمَـاءُ فِی الْکُوْزِ اور عَلٰی کے معنی میں کم آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ولاصلبنکم فی جذوع النخل .

تشریح :- حروف جارہ میں سے حتی بھی ہے یہ بھی انتہاء مسافت کے لئے آتا ہے جیسے نِمْتُ الْبارِحَۃَ حَتی الصباحِ میں رات کو صبح تک سوتا رہا۔

الی اور حتی میں دو طرح کا فرق ہے(۱) الی کا استعمال مع کے معنی میں قلیل ہے جب کہ حتی کا استعمال مع کے معنی میں کثیر ہے۔

(۲) الی اسم ضمیر اور اسم ظاہر دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسے اِلَی اللّٰہِ اور الیہ اور حتّٰی صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے جیسے حتّٰی راسِھا البتہ حتاہ نہیں کہہ سکتے امام مبرد فرماتے ہیں کہ یہ اسم ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے اور اس کی دلیل میں شعر پیش کرتے ہیں:

فلا واللہ لا یبقی أنــاس

فتی حتاک یاابن ابی زیاد

ترجمہ:۔نہیں اللہ کی قسم کوئی بھی جوان باقی نہیں رہے گا یہاں تک کہ تو بھی اے عبداللہ ابن ابی زیاد (جو تو اتنا مغرور ہے اپنی جوانی پر)

محل استشہاد۔اس شعر میں حتیٰ حروف جارہ میں سے ہے اور کاف اسم ضمیر پر داخل ہے۔

جمہور اس کا جواب دیتے ہیں کہ شاذ ہے۔

ترکیب:۔فا عاطفہ،لا زائدہ،واو قسمیہ جارہ لفظ اللہ مفرد منصرف صحیح درحالت جری اس کا مجرور بکسرہ لفظاً،جار مجرور مل کر متعلق ہوا أقسم فعل محذوف کے لئے،اقسم صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم،انا ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل مرفوع محلاً فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ قسم ہوا،لایبقی الخ اس کا جواب قسم،پھر لا نافیہ یبقی صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منفی معلوم،اناس اس کا فاعل مرفوع بضمہ لفظاً معطوف علیہ،فتی اس کا معطوف،معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر فاعل ہوا لا یبقی فعل کے لئے،حتی جارہ کاف ضمیر مجرور متصل اس کا مجرور محلاً،جار مجرور مل کر متعلق ہوا لا یبقی فعل کے لئے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جواب قسم ہوا،قسم اپنے جواب قسم سے مل کر مقصود بالنداء مقدم ہوا،یا حرف نداء قائم مقام ادعو فعل کے،پھر ادعو صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم،انا ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل مرفوع محلاً،ابن مفرد منصرف صحیح درحالت نصبی منصوب بالفتحہ لفظاً مضاف،ابی اسم من اسماء ستہ مکبرہ درحالت جری اس کا مضاف الیہ مجرور بالیائے لفظاً مضاف،زیاد مفرد منصرف صحیح درحالت جری اس کا مضاف الیہ مجرور بکسرہ لفظاً،مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ ہوا ابن مضاف کے لئے،مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ مفعول بہ ہوا ادعو فعل کے لئے،فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ منادی سے مل کر جملہ نداء مؤخر ہوا جملہ نداء اپنے مقصود بالنداء سے مل کر جملہ انشائیہ ندائیہ قسمیہ ہوا۔

فی:۔چوتھا حروف جارہ میں سے فی ہے اس کے دو معانی ہیں (۱) یہ ظرفیت کے لئے آتا ہے۔

ظرف کا لغت میں معنی ہے برتن اور اصطلاح میں کہتے ہیں جو اس بات پر دلالت کرے کہ میرا مدخول میرے ماقبل کے لئے ظرف بن رہا ہے۔چاہے وہ ظرف حقیقی ہو جیسے زید فی الدار،الماء فی الکوز یا ظرف مجازی ہو جیسے النجاۃ فی الصدق۔

وبمعنی علی:۔ فی کبھی علی کے معنی میں آتا ہے لیکن اس معنی کا استعمال قلیل ہے جیسے ولاصلبنکم فی جذوع النخل ای علی جذوع النخل۔

Scanned with CamScanner

۵۔ وَالْبَاءُ وَهِيَ لِلْاِلْصَاقِ نَحْوُ (مَرَرْتُ بِزَيْدٍ) أَيْ اِلْتَصَقَ مُرُوْرِيْ بِمَوْضِعٍ يَقْرُبُ مِنْهُ زَيْدٌ، وَلِلْاِسْتِعَانَةِ نَحْوُ (كَتَبْتُ بِالْقَلَمِ). وَقَدْ يَكُوْنُ لِلتَّعْلِيْلِ كَقَوْلِهِ تَعَالٰى (اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ) وَلِلْمُصَاحَبَةِ كَـ (خَرَجَ زَيْدٌ بِعَشِيْرَتِهِ). وَلِلْمُقَابَلَةِ كَـ (بِعْتُ هٰذَا بِذَاكَ)، وَلِلتَّعْدِيَةِ كَـ (ذَهَبْتُ بِزَيْدٍ)، وَلِلظَّرْفِيَّةِ كَـ (جَلَسْتُ بِالْمَسْجِدِ). وَزَائِدَةٌ قِيَاسًا فِي خَبَرِ النَّفْيِ نَحْوُ (مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ)، وَفِي الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ (هَلْ زَيْدٌ بِقَائِمٍ). وَسَمَاعًا فِي الْمَرْفُوْعِ نَحْوُ (بِحَسْبِكَ زَيْدٌ)، أَيْ حَسْبُكَ زَيْدٌ، و (كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا، أَيْ كَفَى اللّٰهُ، وَفِي الْمَنْصُوْبِ نَحْوُ (اَلْقٰى بِيَدِهٖ) أَيْ اَلْقٰى يَدَهٗ.

ترجمہ:۔اور باء اور وہ الصاق کیلئے آتا ہے جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ (میرا گزرنا ایسے جگہ سے ملا ہوا ہے جس سے زید قریب ہے) اور استعانت کیلئے آتا ہے جیسے کتبت بالقلم اور کبھی تعلیل کیلئے ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل اور مصاحبۃ کیلئے آتا ہے جیسے خَرَجَ زَيْدٌ بِعَشِيْرَتِهٖ اور مقابلہ کیلئے آتا ہے جیسے بعت هذا بذالک اور تعدیہ کیلئے آتا ہے جیسے ذهبت بزید اور ظرفیت کیلئے آتا ہے جیسے جلست بمسجد اور قیاسا زائد ہوتا ہے نفی کے خبر میں جیسے ما زید بقائم اور استفہام میں جیسے هل زید بقائم اور سماعا زائد ہوتا ہے مرفوع میں جیسے بحسبک زید یعنی حسبک زید اور کفی باللہ شهیدا یعنی کفی اللہ اور منصوب میں جیسے القی بیدہ یعنی القی یدہ۔

تشریح:۔ پانچواں حروف جارہ میں سے باء ہے یہ کئی معانی کے لئے آتی ہے۔

(۱) اِلْصَاق: الصاق باب افعال سے مصدر ہے لازمی اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے لغوی معنی ہے، ملنا ملانا، چپکنا چپکانا۔

اور اصطلاح میں باء الصاق وہ ہوتی ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ میرے مدخول اور مجرور کے ساتھ کوئی چیز ملی ہوئی ہے، خواہ وہ ملنا حقیقتاً ہو یا مجازاً ہو۔ حقیقتاً کی مثال "به داءٌ" "اس کو بیماری لگی ہے۔ اب یہ بیماری اس کے ساتھ حقیقتاً ملی ہوئی ہے۔ مجازاً کی مثال "مررت بزید" "گزرا میں زید کے ساتھ ای التصق مروری بِمَكَانٍ يَقْرُبُ مِنْهُ زَيْدٌ۔ (ملا میرا گزرنا ایسی جگہ کے ساتھ جہاں زید قریب تھا)

(۲) وَ لِلْاِسْتِعَانَةِ: باء کا دوسرا معنی استعانت ہے استعانۃ باب استفعال سے مصدر ہے اصل میں اِسْتِعْوَانٌ

Scanned with CamScanner

تھا الامۃ والے قانون سے استعانۃ ہوگیا استعانت کا لغت میں معنی ہے مدد چاہنا، اور اصطلاح میں بائے استعانۃ وہ ہوتی ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ میرا مدخول اور مجرور فعل مذکور کے لئے آلہ بن رہا ہے جیسے کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ (لکھا میں نے قلم کی مدد سے)۔

(۳) وَ قَدْ تَكُوْنُ لِلتَّعْلِيْلِ: باء کا تیسرا معنی تعلیل ہے تعلیل باب تفعیل سے مصدر ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے "کسی چیز کی علت بیان کرنا" اور اصطلاح میں باء تعلیل وہ ہوتی ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ میرا مدخول اور مجرور میرے ماقبل کے لئے علت اور سبب بن رہا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل (ترجمہ) تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا بسبب پکڑنے تمہارے بچھڑے کو معبود۔ اس میں اتخاذ العجل سبب اور علت بن رہا ہے ظلم کے لئے۔

(۴) وَ لِلْمُصَاحِبَۃِ: باء کا چوتھا معنی مصاحبت ہے۔ مصاحبت باب مفاعلہ سے مصدر ہے لغوی معنی ہے ساتھی بننا شریک بننا۔ اور اصطلاح میں بائے مصاحبۃ وہ ہوتی ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ میرے متعلق کا معمول اور میرا مدخول دونوں ایک حکم میں شریک ہیں جیسے خرج زید بعشیرتہ (زید اپنے خاندان کے ساتھ نکلا) اس مثال میں متعلق کا معمول زید ہے اور باء کا مدخول عشیرۃ (خاندان) ہے اور دونوں خروج میں شریک ہیں۔

(۵) و للمقابلۃ:۔ مقابلہ باب مفاعلہ سے مصدر ہے لغوی معنی ہے؛ آمنے سامنے ہونا۔
اور اصطلاح میں بائے مقابلہ وہ ہوتی ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ کوئی چیز میرے مدخول و مجرور کے مقابلے میں واقع ہوئی ہے۔ جیسے ھذا بذاک ای بعت ھذا بذاک یعنی میں اس چیز کو اُس چیز کے بدلے میں بیچا، یا جیسے اِشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ بِالْفَرَسِ (میں نے غلام کو گھوڑے کے بدلے میں خریدا)۔ بائے مقابلۃ چونکہ اعواض واثمان پر داخل ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو بائے عوض اور بائے بدل بھی کہتے ہیں۔

(۶) و للتعدیۃ: تعدیت کا لغت میں معنی ہوتا ہے "تجاوز کرنا" اور اصطلاح میں بائے تعدیت وہ ہوتی ہے جو فعل لازمی کو متعدی بنا کر اپنے مدخول تک پہنچاتی ہے۔ جیسے ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ۔ ﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ ان کی روشنی کو لے گئے۔ اور جیسے ذھب بزید میں زید کو لے گیا۔ اور ذَھَبَ زیدکا معنٰی ہے (زید چلا گیا)۔

(۷) و للظرفیۃ :۔ باء کا نواں معنی ہے ظرفیۃ، ظرفیۃ کا لغت میں معنی ہے قرار پکڑنا اور اصطلاح میں بائے ظرفیہ وہ ہوتی ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ میرا مدخول و مجرور میرے ماقبل کے لئے ظرف بن رہا ہے چاہے وہ ظرف مکان ہو جیسے

Scanned with CamScanner

جَلَسْتُ بِالمَسْجِد اس مثال میں تا ضمیر متکلم کے لئے ظرف مکان بن رہا ہے یا وہ ظرف زمان ہو۔ جیسے نَجَّيْنٰهُم بِسَحَرٍ میں سحر، ھُم ضمیر کیلئے ظرف زمان بن رہا ہے۔

(۸) وللزیادۃ: باء کا دسواں معنیٰ زیادت ہے زیادت کا لغت میں معنیٰ آتا ہے زیادہ ہونا اور اصطلاح میں باء کے زیادت وہ ہوتی ہے جس کے نہ ہونے سے کلام کے اصلی معنی میں خلل نہ آجائے۔ بالفاظ دیگر اصطلاح میں بائے زیادت وہ ہوتی ہے جس کا کلام میں ہونا اور نہ ہونا برابر ہو۔

پھر یہ بـاء کا زائد ہونا یا قیاسی ہوگا یا سماعی اگر قیاسی ہو تو یہ نفی کی خبر میں واقع ہوگی یا استفہام کی خبر میں نفی کی مثال جیسے ما زید بقائم، استفہام کی خبر بننے کی مثال جیسے ھل زید بقائم اور اگر باء زائدہ سماعی ہو تو مرفوع میں بھی ہوگا اور منصوب میں بھی ہوگا مرفوع میں زائدہ ہونا عام ہے خواہ وہ مرفوع مبتداء ہو یا وہ مرفوع خبر ہو مبتداء کی مثال جیسے بحسبک زید (تجھ کو زید کافی ہے) اس میں باء زائدہ ہے اور حسبک مرفوع ہے مبتدء واقع ہے اور زید مرفوع ہے بنا بر خبریت یعنی یہ خبر بن رہا ہے حسبک کے لئے خبر کی مثال جیسے حسبک بزید اس مثال میں بزید میں باء زائدہ ہے اور زید خبر ہے مبتداء کے لئے اور خواہ وہ فاعل ہو جیسے کفٰی باللّٰہ شھیدا اس مثال میں لفظ اللّٰہ پر جو باء داخل ہے وہ زائدہ ہے۔

منصوب کی مثال جیسے اَلْقٰی بِيَدِہٖ اس میں ید پر داخل ہونے والی باء زائدہ ہے اَیْ اَلْقٰی یَدَہٗ۔

﴿فائدہ﴾ مذکورہ معنی کے علاوہ باء کے اور معانی بھی ہیں۔

استعطاف: باء کا ایک معنی ہے استعطاف، استعطاف باب استفعال سے مصدر ہے لغوی معنی ہے مہربانی طلب کرنا اور اصطلاح میں بائے استعطاف وہ ہوتی ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ میرے مدخول و مجرور کو مہربانی کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے اِرْحَم بزید میں باء برائے استعطاف ہے یعنی زید پر رحم کر۔

تَبْعِیض: یعنی باء کے مدخول سے بعض مراد لینا کقولہ تعالیٰ وَامْسَحُوْا بِرُؤُسِكُم اَی بَعْضَ رُؤُسِكُم

تفدیہ: یعنی باء کے مدخول کو کسی چیز پر فدا کرنا جیسے بِاَبِیْ . اَنْتَ وَ اُمِّی یَا رَسُولَ اللہ۔

بمعنی عن کقولہ تعالیٰ سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ اَی عَن عَذَاب .

بمعنی مِنْ کقولہ تعالیٰ وَ یَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالغَمَامِ ای مِنَ الغَمَام .

بِمَعْنیٰ عَلیٰ کَقَوْلِہٖ تَعَالیٰ وَ مِنْهُمْ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ یُؤَدِّہٖ اِلَیْکَ اَیْ عَلیٰ قِنْطَارٍ۔

Scanned with CamScanner

٦ ـ وَاللَّامِ وَهِيَ لِلِاخْتِصَاصِ نَحْوُ (اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ) وَ(اَلْمَالُ لِزَيْدٍ). وَلِلتَّعْلِيْلِ كَـ(ضَرَبْتُهُ لِلتَّادِيْبِ). وَزَائِدَةً كَقَوْلِهِ تَعَالٰى (رَدِفَ لَكُمْ) اَيْ رَدِفَكُمْ، وَبِمَعْنٰى (عَنْ) اِذَا اسْتُعْمِلَ مَعَ الْقَوْلِ كَقَوْلِهِ تَعَالٰى (وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَا اِلَيْهِ). وَفِيْهِ نَظَرٌ وَ بِمَعْنَى الْوَاوِ فِي الْقَسَمِ لِلتَّعَجُّبِ، كَقَوْلِ الْهُذَلِيْ

لِلّٰهِ يَبْقٰى عَلَى الْاَيَّامِ ذُوْ حِيَدٍ ﴿ بِمُشْمَخِرٍّ بِهِ الظَّيَّانُ وَالْآسُ

ترجمہ۔ اور لام اور وہ اختصاص کے لئے آتا ہے جیسے الجُلُّ للفرس اور المال لزید اور تعلیل کے لئے آتا ہے جیسے ضَرَبْتُه لِلتادِیْب اور زائدہ ہوتا ہے جیسے ردف لکم یعنی ردفکم اور عن کے معنی میں آتا ہے جب قول کے ساتھ استعمال کیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد، قَالَ الَّذِین کَفَرُوا لِلَّذین آمنوا لَوْ کَانَ خَیْرًا مَا سَبَقُوْنَا اِلَیْهِ، اور واو کے معنی میں آتا ہے قسم میں تعجب کے لئے جیسے ہزلی کا قول شعر:

لِلّٰہ یَبْقٰی عَلَی الایّام ذُو حِیَد ﴿ بِمُشْمَخرٍ به الظَّیانُ وَالآسُ۔

تشریح :- حروف جارہ میں سے چھٹا حرف لام ہے۔

لام کے مصنف نے پانچ معانی ذکر فرمائے ہیں۔

(۱) للاختصاص: اختصاص باب افتعال سے مصدر ہے، اس کا لغوی معنی ہے ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ خاص کرنا اور اصطلاح میں لام اختصاص وہ ہوتا ہے، جو اس بات پر دلالت کرے کہ میرے مدخول و مجرور کے ساتھ کسی چیز کا تعلق اور ربط ہے۔

پھر اس تعلق کی چار صورتیں ہیں۔ (۱) بطور استحقاق جیسے اَلْجُلُّ للفرس (جھول گھوڑے کے لئے ہے) اس طور پر کہ اس کا حق ہے۔ (۲) ملکیت یعنی یا تو وہ تعلق بطور ملکیت کے ہوگا جیسے اَلْمَالُ لِزَیْدٍ، مال زید کا ہے، یعنی مال کا مالک زید ہے۔ (۳) تملیک یا وہ تعلق و ربط بطور تملیک کے ہوگا۔ جیسے وَهبتُ دِینارا لِزَیْد، میں نے زید کو دینار دیا یعنی میں نے زید کو دینار کا مالک بنادیا۔ (۴) نسبت یعنی وہ تعلق بطور نسبت کے ہوگا۔ جیسے الابن لزید بیٹا زید کے لئے ہے۔

(۲) و للتعلیل: تعلیل کا لغت میں معنی ہوتا ہے کسی چیز کی علت یا سبب بیان کرنا اور اصطلاح میں لام تعلیل وہ ہوتا ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ میرا مدخول اور میرا مجرور میرے ماقبل کے لئے علت اور سبب بن رہا ہے جیسے ضَرَبْتُه للتادیب (میں

Scanned with CamScanner

نے اس کو مارا ادب دینے کے لئے)

(۳) وللزیادة: لام کا دوسرا معنیٰ زیادت ہے زیادۃ کا لغت میں معنیٰ ہے زیادہ ہونا اور اصطلاح میں لام زیادت وہ ہوتا ہے جس کا کلام میں ہونا نہ ہونا برابر ہو جیسے رَدِفَ لکم میں لام زائدہ ہے ای رَدِفَکُمْ۔ ردف لکم اور ردفکم دونوں کا ایک ہی معنیٰ ہے وہ تمھارے پیچھے ہوا۔

(۴) وبمعنی عن: لام کبھی کبھی عن کے معنیٰ میں بھی آتا ہے جب اس کا استعمال قول یا قول کے مشتقات کے ساتھ ہو جیسے قال الذین کفروا للذین آمنوا ای عن الذین آمنوا۔

(۵) وبمعنی واو، لام کبھی واو قسمیہ کے معنیٰ میں بھی آتا ہے جب جواب قسم امور عظیمہ میں سے ہو جیسے شاعر کا قول ہے کہ:

لِلّٰہِ یَبْقٰی علی الْاَیَّامِ ذُوحِیَد بِمُشْمَخِرٍّ به الظَّیَانُ وَالْآسُ

ترجمہ: اللہ کی قسم باقی نہیں رہے گی دنوں کے گزر جانے پر جنگلی سینگوں والی بکری ایسے پہاڑوں پر جس پر خوشبودار گھاس اور گل ریحان ہے۔

محل استشہاد:۔ اس شعر میں محل استشہاد یہ ہے کہ اس میں للّٰہ کا لام واو قسمیہ کے معنیٰ میں ہے یعنی واللّٰہ۔

ترکیب:۔ لـلّٰہ میں لام بمعنیٰ واو قسمیہ جارہ لفظ الـلـه مفرد منصرف صحیح در حالت جری اس کا مجرور بکسرہ لفظاً، جار مجرور مل کر متعلق ہوا اقسم فعل محذوف کے لئے، اقسم صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم انا ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل مرفوع محلاً فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ قسم ہوا، لایبقی الخ اس کا جواب قسم، پھر لا نافیہ محذوف، یبقی صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منفی معلوم، علی جارہ مرور (محذوف) اس کے لئے مجرور پھر مضاف مجرور بکسرہ لفظاً، الایام جمع مکسر منصرف اس کا مضاف الیہ مجرور بکسرہ لفظاً، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور ہوا علی جار کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق ہوا یبقی فعل کے لئے، ذو حید، ذو اسم مضاف حید اس کا مضاف الیہ مجرور بکسرہ لفظاً، مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل ہوا یبقی فعل کے لئے۔ با جارہ، مشمخر مفرد منصرف صحیح اس کا مجرور بکسرہ لفظاً موصوف، بہ ظرف مستقر خبر مقدم مرفوع محلاً الظیان، جمع مکسر منصرف معطوف علیہ واو عاطفہ، الاس اس کا عطوف، معطوف علیہ، معطوف مل کر مبتداء مؤخر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر صفت ہوئی موصوف کے لئے، موصوف صفت مل کر مجرور ہو با جار کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق ثانی ہوا یبقی فعل کے لئے فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جواب قسم ہوا، جملہ قسم اپنے جواب قسم کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ قسمیہ ہوا۔

وَرُبَّ :وَهِيَ لِلتَّقْلِيْلِ كَمَاأَنَّ كَمْ اَلْخَبَرِيَّةَ لِلتَّكْثِيْرِ ،وَتَسْتَحِقُّ صَدْرَالْكَلَامِ ،وَلَا تَدْخُلُ إِلَّا عَلٰى نَكِرَةٍ مَوْصُوْفَةٍ، نَحْوُ(رُبَّ رَجُلٍ كَرِيْمٍ لَقِيْتُهُ)،أَوْمُضْمَرٍ مُبْهَمٍ مُفْرَدٍ مُذَكَّرٍ أَبَدًا ،مُمَيَّزٍ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ نَحْوُ(رُبَّهُ رَجُلًا وَ رُبَّهُ رَجُلَيْنِ ورُبَّهُ رِجَالًا،وَرُبَّهُ اِمْرَأَةً كَذٰلِكَ. وَعِنْدَ الْكُوْفِيِّيْنَ يَجِبُ الْمُطَابَقَةُ نَحْوُ(رُبَّهُمَارَجُلَيْنِ ، وَرُبَّهُمْ رِجَالًا وَرُبَّهَا اِمْرَأَةً). وَقَدْتَلْحَقُهَا(مَاالْكَافَّةُ)، فَتَدْخُلُ عَلٰى الْجُمْلَتَيْنِ نَحْوُ(رُبَّمَا قَامَ زَيْدٌ،رُبَّمَازَيْدٌ قَائِمٌ).وَلَا بُدَّلَهَامِنْ فِعْلٍ مَاضٍ لِاَنَّ (رُبَّ)لِلتَّقْلِيْلِ الْمُحَقَّقِ وَهُوَلَا يَتَحَقَّقُ اِلَّابِهٖ،وَيُحْذَفُ ذَالِكَ الْفِعْلُ غَالِبًا، كَقَوْلِكَ(رُبَّ رَجُلٍ أَكْرَمَنِيْ)فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ هَلْ لَقِيْتَ مَنْ اَكْرَمَكَ ؟ أَيْ رُبَّ رَجُلٍ أَكْرَمَنِيْ لَقِيْتُه ،ف(أَكْرَمَنِيْ) صِفَةُ الرَّجُلِ ولَقِيْتُهٗ فِعْلُهَا وَهُوَ مَحْذُوْفٌ .

ترجمہ:۔اور رُبَّ اوروہ تقلیل کے لئے آتا ہے جس طرح کم خبریہ تکثیر کے لئے آتا ہے اورصدرکلام کا مستحق ہوتا ہے اور صرف نکرہ موصوفہ پرداخل ہوتا ہے جیسے رب رجل کریم لقیتہ یا مضمر مبہم پر داخل ہوتا ہے جو مفرد ہو ہمیشہ مذکر ہو جس کی تمیز لائی گئی ہو نکرہ منصوبہ کے ساتھ جیسے ربہ رجلا ، ربہ رجلین ، ربہ رجالا اورامرأۃ اسی طرح اورکوفیین کے نزدیک مطابقت واجب ہے۔جیسے ربھما رجلین ، ربھم رجالا اور ربھما امرأۃ اورکبھی ربّ ماکافہ لاحق ہوتی ہے پس وہ دوجملوں پرداخل ہوتا ہے جیسے ربما قام زید اور ربما زید قائم اوراس کے لئے فعل ماضی ضروری ہے کیونکہ رب تقلیل واقعی کے لئے آتا ہے اوروہ ماضی کے ساتھ ہی متحقق ہوتی ہے۔اوراس فعل کو اکثر حذف کردیا جاتا ہے جیسے تیر اقول رب رجل اکرمنی اس شخص کے جواب میں جس نے کہاھل لقیت من اکرمک یعنی رب رجل اکرمنی لقیتہ پس اَکرَمَنِیْ رَجُل کی صفت ہے اور لقیتہ اس کا فعل ہے اوروہ محذوف ہے۔

تشریح :- یہاں سے حروف جارہ میں سے رُبَّ کو بیان فرمارہے ہیں حروف جارہ میں سے ساتواں ''رُبَّ'' ہے۔

لفظ''رُبَّ''میں کل تین باتیں ہیں

(۱)ان کے لغات کے بارے میں (۲)رُبَّ کا معنی ۔ (۳) رُبَّ کے استعمال کے لئے شرائط۔

پہلی بات:-رب میں کئی لغات ہیں۔ رُبَّ ، رُبُّ ، رُبَ ، رُبُ ،رَبَّ ، رَبُّ، رَبَ، رُبَّتَ، رَبَّتَ ، رُبَتَ ، رَبَتَ ، رُبْتَ وغیرہ۔

دوسری بات: ﴿رُبَّ کا معنی﴾ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ رب تقلیل کے لئے آتا ہے جیسا کہ کم خبریہ تکثیر کے لئے آتا ہے۔

اس کے معانی کے بارے میں مزید اقوال بھی ہیں جو فائدے کی خاطر لکھے جاتے ہیں۔

(۱) عند البعض یہ ہمیشہ تکسیر کے لئے آتا ہے۔

(۲) عند البعض یہ تکثیر اور تقلیل دونوں کے لئے آتا ہے لیکن تکثیر کے لئے زیادہ آتا ہے اور تقلیل کے لئے کم۔

(۳) عند البعض یہ تکثیر اور تقلیل دونوں کے لئے آتا ہے لیکن تقلیل کے لئے زیادہ آتا ہے اور تکثیر کے لئے کم۔

ولا تدخل الاعلی نکرة موصوفة:- یہاں سے مصنفؒ اس کے استعمال کے لئے شرائط بیان فرماتے ہیں۔

کہ اس کے استعمال کے لئے دو شرائط ہیں۔

پہلی شرط اس کے مدخول کے اعتبار سے ہے، اور دوسری شرط اس کے متعلق کے اعتبار سے جس کو مصنفؒ ولا بد لها من فعل ماض سے بیان فرمائیں گے بہر حال شرط اول یہ ہے کہ اس کا مدخول و مجرور نکرہ موصوفہ ہو۔ جیسے رب رجل کریم لقیته۔ اس مثال میں رجل نکرہ موصوفہ ہے۔ اور یا اس کا مدخول و مجرور ایسی ضمیر مبہم ہو جس کی تمیز نکرہ موصوفہ ہو اور یہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہوگی خواہ اس کی تمیز تثنیہ ہو خواہ جمع ہو خواہ مذکر ہو خواہ مؤنث ہو جیسے ربه رجلاً میں رجلاً تمیز مفرد مذکر ہے، ربه رجلین میں رجلین تمیز اور تثنیہ ہے، ربه رجال میں رجال تمیز ہے اور جمع ہے اسی طرح مؤنث میں ربه امرأتین اور جمع مؤنث میں ربه نساء کہنا صحیح ہوگا۔

وعند الکوفیین الخ :- اس سے پہلے ذکر کیا کہ ضمیر مبہم جس کی تمیز نکرہ موصوفہ واقع ہوگی وہ ہمیشہ مفرد مذکر ہوگی اس کی تمیز کے ساتھ مطابقت ضروری نہیں تو یہ بصریین کا مسلک ہے البتہ کوفیین کا کہنا ہے کہ اس صورت میں ضمیر اور تمیز میں مطابقت ضروری ہے یعنی اس طرح کہیں گے کہ ربه رجلاً، ربهما رجلین، ربهم رجال اور ربها امرأة، ربهما امرأتان، اور ربهن نساء۔

وقد تلحقها :- یہاں سے مصنف فرماتے ہیں کہ کبھی رُبَّ کے ساتھ ما کافه بھی لاحق ہوتا ہے جو رُبَّ کو عمل کرنے سے روکتا ہے اس صورت میں یہ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ جیسے ربما قام زید اور ربما زید قائم۔ مصنفؒ کے عبارت فتدخل علی الجملتین میں جملتین سے مراد جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ ہیں۔

ولابد لها من فعل ماض:- یہاں سے رُبَّ کے متعلق کو بیان فرما رہے ہیں بالفاظ دیگر رُبَّ کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ اس کا متعلق فعل ماضی ہی ہوگا۔ جیسے رُبَّ رَجُلٍ کَرِیْمٍ لَقِیْتُهٗ۔ اس مثال میں رُبَّ کا متعلق فعل ماضی ہے، وجہ اس کی یہ

Scanned with CamScanner

ہے کہ رُبَّ تقلیل محقق کے لئے وضع کیا گیا ہے، اور یہ صرف ماضی میں ہی متصور ہے۔

اعتراض:۔ کسی نے اعتراض کیا کہ آپ نے کہ کہا کہ رُبَّ صرف فعل ماضی کے ساتھ متعلق ہوگا حالانکہ قرآن کریم میں مضارع پر بھی داخل ہے جیسے ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی تاویل کی گئی ہے کہ یہ بمعنی ود فعل ماضی کے ہے کہ وعدہ چونکہ سچا ہونے والا ہے تو وہ بمنزلہ ثابت شدہ کے ہے کہ گویا کہ وہ ہو ہی گیا۔

ویحذف الفعل غالباً:۔ فرماتے ہیں کہ رب جس فعل کو متعلق ہوتا ہے وہ عموماً حذف کیا جاتا ہے جیسے کوئی پوچھے کہ هلْ لقِيتَ من اَكْرَمَكَ تو آپ اس کے جواب میں کہیں کہ رُبَّ رجلٍ اَكْرَمَنِي ای رُبَّ رجلٍ مَن اَكْرَمَنِي لقِيتُه ،اس مثال میں رُب کا متعلق فعل محذوف ہے۔

مصنف نے غالباً فرمایا اس لئے کہ اس کا فعل کبھی مذکور بھی ہوتا ہے جیسے رُبَّ رَجُلٍ شَرِيفٍ لقِيتُهُ۔

۸۔ وَوَاوُ (رُبَّ) وَهِيَ الْوَاوُ الَّتِيْ يُبْدَأُ بِهَا فِي أَوَّلِ الْكَلَامِ، كَقَوْلِ الشَّاعِرِ :

وَبَلْدَةٍ لَيْسَ بِهَا أَنِيسٌ اِلَّا الْيَعَافِيْرُ وَاِلَّا الْعِيْسُ

وَوَاوُ الْقَسَمِ وَهِيَ تُخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ نَحْوُ وَاللهِ وَالرَّحْمٰنِ لَاضْرِبَنَّ فَلَا يُقَالُ: وَكَ .

ترجمہ:اور واو رب اور یہ وہ واو ہے جس کے ذریعہ اوّل کلام میں ابتداء کی جاتی ہے جیسے شاعر کا قول شعر!

وبلدة لیس بها انیس . الا الیعافیر والا العِیس.

اور واو قسم اور وہ اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے وَاللّٰه، وَالرّحمن لا ضْرِبَنّ پس نہیں :وَكَ:کہا جائے گا۔

تشریح :۔ حروف جارہ میں سے آٹھواں لفظ واو رُبَّ ہے۔ واو رُبَّ کا معنی یہ ہے کہ جس سے کلام کی ابتداء کی جائے جیسے شاعر کا قول ہے:

وبلدة لیس بها انیس الاالیعافیر والاالعیس

ترجمہ:۔ میں نے بہت سے شہروں کو طے کیا کہ اس میں سوائے یعافیر اور عیس کے کوئی دوست نہیں ہے۔

یعافیر جمع ہے یعفور کی، مٹیالے رنگ کے ہرنی کو کہتے ہیں اور عیس بکسر العین جمع ہے اَعْيَسُ کی بمعنی بھورے رنگ کا اونٹ یا عمدہ قسم کا اونٹ۔

Scanned with CamScanner

محل استشہاد:۔اس شعر میں واو رُبَّ کے معنی میں ہے۔

ترکیب:۔واو بمعنی رُبَّ جارہ بلدۃ مفرد منصرف صحیح اس کا مجرور بکسرہ لفظاً موصوف، لیس بھا الخ اس کی صفت مجرور محلاً پھر لیس فعل از افعال ناقصہ باء جارہ ھا ضمیر مجرور متصل اس کا مجرور محلاً جار مجرور مل کر متعلق ہوا ثبت یا ثابت صیغہ اسم فاعل کے لئے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر یا صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر مقدم، انیس مفرد منصرف صحیح اسم مؤخر مرفوع بضمہ لفظاً مستثنیٰ منہ، الا حرف استثناء الیعافیر جمع غیر منصرف بحکم منصرف بوجہ الف لام معطوف علیہ، واو عاطفہ العیس جمع مکسر منصرف اس کا معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مستثنیٰ ہوا، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر اسم ہوا لیس کا، لیس اپنے اسم اور خبر مقدم سے مل کر صفت ہوا موصوف بلدۃ موصوف کے لئے، موصوف صفت مل کر مجرور ہوا واو جارہ کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل محذوف وطیت کے لئے، وطیت صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم تُ ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل مرفوع محلاً فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

واو القسم:۔ حروف جارہ میں سے نواں حرف واو قسم ہے۔

یہ اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے جیسے وَاللّٰہ ،والرَّحمٰنِ لاضْرِبَنَّ۔

واو قسم کے لئے تین شرطیں ہیں۔

(۱) اس کا متعلق محذوف ہو لہٰذا اقسم و اللہ کہنا جائز نہیں کیونکہ واو قسمیہ فعل محذوف کا عوض ہے۔اب اگر فعل محذوف کو ذکر کریں گے تو عوض اور معوض عنہ کا اجتماع لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں۔

(۲) جواب قسم سوال نہ ہو لہٰذا و اللہ اَخبِرْنِیْ کہنا جائز نہیں۔

(۳) یہ اسم ظاہر پر داخل ہوتی ہے اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتی لہٰذا وَکَ کہنا جائز نہیں۔

۱۰۔ وتَاءُ الْقَسَمِ وَهِيَ تَخْتَصُّ بِ(اللّٰه) وَحْدَهُ فَلَايُقَالُ (تَالرَّحْمٰنِ). وَقَوْلُهُمْ (تَرَبِّ الْكَعْبَةِ) شَاذٌّ.

۱۱۔ وَبَاءُ الْقَسَمِ وَهِيَ تَدْخُلُ عَلَى الظَّاهِرِ وَالْمُضْمَرِ نَحْوُ(بِاللّٰهِ) وَ(بِالرَّحْمٰنِ) وَ(بِكَ)وَلَا بُدَّ لِلْقَسَمِ مِنَ الْجَوَابِ،وَهِيَ جُمْلَةٌ تُسَمَّى الْمُقْسَمُ عَلَيْهَا،فَإِنْ كَانَتْ مُوْجَبَةً، يَجِبُ دُخُوْلُ اللَّامِ فِي الْاِسْمِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ، نَحْوُ(وَاللّٰهِ لَزَيْدٌ قَائِمٌ، وَ(وَاللّٰهِ لَأَفْعَلَنَّ كَذَا)،وَ(اِنَّ) فِي الْاسْمِيَّةِ نَحْوُ(وَاللّٰهِ اِنَّ

زَیْدًا لَقَائِمٌ).وَاِنْ کَانَتْ مَنْفِیَّۃً وَجَبَ دُخُوْلُ(مَا)وَ (لَا)نَحْوُ(وَاللّٰہِ مَا زَیْدٌ بِقَائِمٍ)وَ(وَاللّٰہِ لَا یَقُوْمُ زَیْدٌ.

وَاعْلَمْ اَنَّہٗ قَدْ یُحْذَفُ حَرْفُ النَّفْیِ لِزَوَالِ اللُّبْسِ،کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی :(تَاللّٰہِ تَفْتَؤُ تَذْکُرُ یُوْسُفَ)،اَیْ لَا تَفْتَأُ .وَیُحْذَفُ جَوَابُ الْقَسَمِ اِنْ تَقَدَّمَ مَا یَدُلُّ عَلَیْہِ، نَحْوُ(زَیْدٌ قَائِمٌ وَاللّٰہِ)اَوْتَوَسَّطَ الْقَسَمُ نَحْوُ(زَیْدٌ وَاللّٰہِ قَائِمٌ).

ترجمہ:-اور تاء قسم اور یہ صرف لفظ اللہ کے ساتھ خاص ہے پس تـا الـرحمن نہیں کہا جائے گا اور اہل عرب کا قول تر ب ا لـکعبۃ شاذ ہے اور باء قسم اور وہ اسم ظاہر اور ضمیر دونوں پر داخل ہوتی ہے جیسے بـالـلہ ، بالر حمن اور بکـ اور قسم کے لئے جواب قسم ضروری ہے اور جواب قسم ایک جملہ ہوتا ہے جس کا نام مقسم علیہا رکھا جاتا ہے پس اگر وہ جملہ موجبہ ہو تو جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ میں لام کا داخل ہونا واجب جیسے واللہ لزید قا ئم اور واللہ لا افعلن کذ ا اور ان جملہ اسمیہ میں داخل ہوتا ہے واللہ ا ن زید ا لقائم اور اگر منفی ہو تو ما اور لا کا داخل ہونا واجب ہے جیسے واللہ ما زید بقائم اور وَاللّٰہِ لا یقُومُ زیدٌ

اور تو جان لے کہ کبھی حرف نفی کو حذف کر دیا جاتا ہے التباس کے زائل ہونے کی وجہ سے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول تـالـلـہ تفتؤ تَذْکُرُ یُوْسُفَ یعنی لا تَفْتَؤُ اور کبھی جواب قسم کو حذف کر دیا جاتا ہے اگر اس سے مقدم ایسی چیز ہو جو اس پر دلالت کرتی ہو جیسے زَیدٌ قَائِم وَاللّٰہ یا قسم وسط کلام میں ہو جیسے زَیْدٌ وَاللّٰہ قَائِمٌ .

تشـریح :-حروف جارہ میں سے دسواں تاء ہے۔اس کا ایک ہی معنی ہے قسم۔اس کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے و ھی لا تـدخـل الاعلی اسم اللہ تعالی نحو تاللہ لاضربن زیدا. اس تاء کے لئے بھی وہی تین شرطیں ہیں جو واو قسم کے لئے تھیں لیکن اس کیلئے ایک شرط اور ہے،وہ یہ ہے کہ تاء اسماء ظاہرہ میں سے صرف لفظ اللہ پر داخل ہوتی ہے۔لہٰذا تـا الـرحمٰن کہنا جائز نہیں تا قسمیہ کی مثال تاللہ لاضربن زیدا اس مثال میں تاء لفظ اللہ پر داخل ہے۔

اعتراض:۔کسی نے کہا کہ اہل عرب سے تـر ب الـکعبۃ منقول ہے حالانکہ آپ نے کہا کہ تاء صرف لفظ اللہ کے ساتھ خاص ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شاذ ہے۔

حروف جارہ میں گیارھواں باء قسـم ہے:قسم کا لغوی معنی ہے قسم اٹھانا اور اصطلاح میں بائے قسمیہ وہ ہوتی ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ میرے مدخول ومجرور کو مُقْسَمٌ بہ بنایا گیا ہے۔جیسے باللہ لَاَفْعَلَنَّ کذا اس میں لفظ اللہ کو مقسم بہ بنایا گیا ہے۔ یہ اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتی ہے جیسے باللہ اور بالرحمن اور بکـ۔

Scanned with CamScanner

ولابد للقسم من :- مصنف فرماتے ہیں کہ قسم کے لئے جواب قسم کا ہونا ضروری ہے۔اس کو مقسم علیھا کہتے ہیں پھر یہ جواب قسم یا تو جملہ مثبتہ ہوگا یا منفیہ، اگر مثبتہ ہو تو چاہے اسمیہ ہو یا فعلیہ ہو اس پر لام ابتداء کا داخل کرنا ضروری ہے جیسے واللہ لزید قائم ،اور واللہ لافعلن کذا ،اور صرف اسمیہ میں إنّ مکسورہ بھی داخل کر سکتے ہیں جیسے واللہ اِن زیداً لقائم ،اور اگر جملہ مقسم علیھا منفیہ ہو تو اس صورت میں ما اور لا کا داخل کرنا ضروری ہے جیسے واللہ مَا زَیْدٌ قَائِمٌ اور وَاللہ لا یَقُوْمُ زَیْدٌ۔

﴿فائدہ﴾ جہاں قسم ہو وہاں چار چیزیں ہوں گی۔(۱) مُقْسِمْ قسم اٹھانے والا (۲) مُقْسَمٌ بہ جس کے ساتھ قسم اٹھائی جائے۔ (۳) حرف قسم جس حرف کے ساتھ قسم اٹھائی جائے۔(۴) جواب قسم جس مقصد کے لئے قسم اٹھائی جائے مثلاً مذکورہ مثال میں مقسم متکلم ہے مُقْسَمْ بلفظ اللہ ہے باء حرف جر قسم ہے اور لافعلن کذا جواب قسم ہے۔

واعلم انہ قد یحذف:- فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی جواب قسم سے ما اور لا حرف نفی حذف بھی کئے جاتے ہیں جب کلام مثبت اور کلام منفی میں التباس نہ ہو جیسے تاللہ تفتو تذکر یوسف اصل میں تھا لا تفتؤ لیکن لا کو اس لئے حذف کیا کہ التباس پیدا نہیں ہوتا وہ اس طرح کہ جب جواب قسم فعل مضارع پر داخل ہو تو اس پر لام ابتداء داخل کرنا ضروری ہے لیکن یہاں مضارع پر لام ابتداء نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ کلام مضارع منفی ہے اور حرف نفی محذوف ہے۔

ویحذف جواب القسم الخ :- یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جواب قسم دو صورتوں میں حذف کیا جاتا ہے۔

(۱) جب قسم پر وہ چیز مقدم ہو جو جواب قسم پر دلالت کرتی ہو جیسے زید قائم واللہ اس مثال میں زَیدٌ قائمٌ جواب قسم پر دلالت کرتا ہے اور وہ قسم سے مقدم ہے۔

(۲) جب قسم ایسے دو چیزوں کے درمیان واقع ہو جائے جو جواب قسم پر دلالت کرتے ہوں جیسے زَیْدٌوَاللہ قَائِمٌ۔

وَعَنْ لِلْمُجَاوَزَةِ نَحْوُ رَمَیْتُ السَّھْمَ عَنِ الْقَوْسِ اِلَی الصَّیْدِ .وَعَلٰی لِلْاِسْتِعْلَاءِ ،نَحْوُ زَیْدٌعَلَی السَّطْحِ .وَقَدْ یَکُوْنُ عَنْ وَ عَلٰی اِسْمَیْنِ اِذَدَخَلَ عَلَیْھِمَا مِنْ کَمَا تَقُوْلُ جَلَسْتُ مِنْ عَنْ یَمِیْنِہٖ ،وَ نَزَلْتُ مِنَ عَلَی الْفَرَسِ .

ترجمہ:- اور عن مجاوزۃ کیلئے آتا ہے جیسے رمیتُ السھم عن القوس الی الصّید اور علیٰ استعلاء کیلئے آتا ہے جیسے زَیْدٌ عَلَی السَّطْحِ اور کبھی عن اور علیٰ اسم بن جاتے ہیں جب ان پر من داخل ہو جیسے جَلَسْتُ مِنْ عَنْ یَمِیْنِہٖ اور نَزَلْتُ

Scanned with CamScanner

مِنْ عَلَى الْفَرَسِ۔

تشریح :عن، حروف جارہ میں بارھواں حرف عن ہے۔

عن کا مصنف نے ایک معنی بیان کیا ہے لِلْبُعْدِ وَالْمُجَاوَزَةِ بعد کا لغوی معنی ہے دور ہونا اور مجاوزت کا لغوی معنی ہے آگے بڑھ جانا اور اصطلاح میں عن بمعنی بعد یہ اور عن مجاوزت وہ ہوتا ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ کوئی چیز میرے مدخول اور مجرور سے آگے بڑھ گئی ہے اور دور ہوگئی ہے جیسے رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ (میں تیر کو کمان کے آگے سے پھینک دیا)۔

﴿فائدہ ۱﴾ مجاوزت کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) کوئی چیز عن کے مدخول سے زائل ہو جائے اور کسی تیسری چیز تک پہنچ جائے جیسے رميت السهم عَنِ الْقَوسِ إِلَى الصَّيدِ (میں نے تیر کو کمان سے پھینکا شکار تک)۔اس مثال میں رمی کی وجہ سے تیر عن کے مدخول (قوس) سے زائل ہو کر صید تک پہنچا ہے۔(۲) کوئی چیز عن کے مدخول سے زائل تو نہ ہو لیکن تیسری چیز تک پہنچ جائے جیسے اَخَذْتُ عَنْهُ الْعِلْمَ (میں نے اس سے علم حاصل کیا) اس مثال میں عن کے مدخول (ہ ضمیر) سے علم متکلم تک تو پہنچا لیکن عن کے مدخول سے زائل نہیں ہوا۔ بلکہ علم اس کے پاس بھی رہا (۳) کوئی چیز عن کے مدخول سے زائل تو ہو جائے لیکن کسی تیسری چیز تک نہ پہنچے جیسے اَدَّيْتُ عَنْهُ الدَّيْنَ (میں نے اس کی طرف سے قرض ادا کر دیا) اس مثال میں عن کے مدخول (ہ ضمیر) سے قرض تو اتر گیا لیکن ادا کرنے والے پر چڑھا نہیں۔

﴿فائدہ ۲﴾ عن کے اور معنی بھی آتے ہیں۔ بمعنی بَعْدَ کقوله تعالیٰ لَتَرْكَبُنَّ طَبقًا عَنْ طَبَقٍ اَیْ حَالًا بَعْدَ حَالٍ. بمعنی علی کقوله تعالی و مَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهِ اَیْ عَلٰى نَفْسِه .

بمعنی من کقوله تعالیٰ وهُو الَّذی يَقْبَلُ التَّوبَةَ عَنْ عِبَادِه ای مِنْ عِبَادِه .

بمعنی تعلیل کقوله تعالیٰ و ما نَحْنُ بِتَارِكی الِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ ای لِقَوْلِكَ .

بمعنی بدل کقوله تعالیٰ واتقوا یومًا لا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ اَیْ بَدَلَ نَفْسٍ .

﴿فائدہ نمبر ۳﴾ عن کی تین قسمیں ہیں۔(۱) جارہ (۲) مصدریہ (۳) اسمیہ

(۱) جارہ کی تحقیق اوپر گزر چکی ہے۔(۲) عن مصدریہ یعنی عن حرف مصدر ہو اور یہ صرف قبیلہ بنو تمیم کی لغت ہے جیسے اعجبنی عَنْ تَفْعَلَ اَیْ اَنْ تَفْعَلَ۔

Scanned with CamScanner

وعلٰی: لِلا سْتِعْلاءِ نَحْوُ زيدٌعلى السطح .وَقَدْ يَكُوْنُ عَنْ وَ عَلٰى اِسْمَيْنِ اِذَادَخَلَ عَلَيْهِمَا مِنْ ،كَمَا تَقُوْلُ جَلَسْتُ مِنْ عَنْ يَمِيْنِهٖ ،وَنَزَلْتُ مِنْ عَلَى الْفَرَسِ.

ترجمہ:اور علی استعلاء کیلئے ہے جیسے زید علی السطح اور کبھی عن اور علی اسم ہوں گے جب ان دونوں پر من جارہ داخل ہو جائے جیسے آپ کہیں کہ جَلَسْتُ مِنْ عَنْ يَمِيْنِهٖ ،وَنَزَلْتُ مِنْ عَلَى الْفَرَسِ۔

تشریح :۔ حروف جارہ میں سے تیرھواں حرف علٰی ہے یہ استعلاء کے لئے آتا ہے استعلاء باب استفعال سے مصدر ہے بمعنی بلندی طلب کرنا۔اور اصطلاح میں علی استعلائیہ وہ ہوتا ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ میرے مدخول پر کوئی چیز بلند ہوئی ہے۔خواہ وہ بلندی حقیقی ہو جیسے زَيْدٌ عَلَى السَّطْحِ (زید چھت کے اوپر ہے) اور خواہ وہ بلندی مجازی ہو جیسے عَلَيْهِ دَيْنٌ (اس پر قرضہ چڑھا ہوا ہے)۔

وَقَدْ يَكُوْنُ عَنْ وَعَلٰى اِسْمَيْنِ :۔ یہاں سے مصنف بیان فرماتے ہیں کہ عن اور علی جب اس پر من جارہ داخل ہو جائے تو اس صورت میں یہ دونوں اسم ہوں گے عن جانب کے معنی میں ہوگا اور علی فوق کے معنی میں ہوگا جیسے جَلَسْتُ مِنْ عَنْ يَمِيْنِهٖ اى مِنْ جَانِبِ يَمِيْنِه ۔اور علٰی کی مثال جیسے نَزَلْتُ مِنْ عَلَى الْفَرَسِ اَىْ مِنْ فَوْقِ الْفَرس یعنی میں گھوڑے کے اوپر سے اترا۔

﴿فائدہ﴾ علی مزید کئی معانی کے لئے آتا ہے جیسے

بمعنی الباء جیسے مَرَرْتُ عَلَيْهِ اَىْ مَرَرْتُ بِه (۳) اور کبھی علٰی بمعنی فی بھی آتا ہے کَقَوْلِه تعالٰى اِنْ كُنْتُم عَلٰى سَفَرٍ اَىْ فِى سَفَرٍ (۳) بمعنی مع کقولہ تعالٰی وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّه اَىْ مَعَ حُبِّه (۴) بمعنی عن جیسے اِذا رَضِيَتْ عَلَىَّ بَنو قشير اى اذا رضيتْ عَنِّى (٦) بمعنی من کقوله تعالٰی اِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ اَىْ مِنَ النَّاسِ . بمعنی تَعْلِيْل كَقَوْلِه تَعَالٰى وَ لِتُكَبِّرُ اللهَ عَلٰى مَا هَدَاكُم اَىْ لِهِدَايَتِهٖ اِيَّاكُمْ ۔

وَالْكَافُ لِلتَّشْبِيْهِ نَحْوُ (زَيْدٌ كَعَمْرٍو) .وَزَائِدَةٌ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى(لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ) .وَقَدْ تَكُوْنُ اِسْمًا كَقَوْلِ الشَّاعِرِ!

يَضْحَكْنَ عَنْ كَالْبَرْدِ الْمُنْهَمِّ.

ترجمہ:۔اور کاف تشبیہ کیلئے آتا ہے جیسے زَيْدٌ كَعَمْرٍو اور زائدہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اور

Scanned with CamScanner

کبھی اسم ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول یضحکن عن کالبرد المنہم

تشریح:- حروف جارہ میں سے چودھواں کاف ہے یہ تشبیہ کے لئے آتا ہے۔

تشبیہ باب تفعیل سے مصدر ہے لغوی معنی ہے شریک ہونا۔ اور اصطلاح میں کاف تشبیہ وہ ہوتا ہے۔ جو اس بات پر دلالت کرے کہ کوئی چیز میرے مدخول کے ساتھ کسی وصف مشہور میں شریک ہے۔

پھر تشبیہ کے لئے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ مُشَبَّہ ، مُشَبَّہٌ بِہٖ ،وجہ تشبیہ ، حرف تشبیہ۔

مشبّہ جس کو شریک کرے۔ مشبّہ بہ جس کے ساتھ شریک کرے۔ وجہ تشبیہ جس وصف میں شریک کرے۔ حرف تشبیہ جس حرف کے ساتھ شریک کرے۔ جیسے زید کالاسد۔ (زید شیر طرح ہے۔) اس مثال میں زید مشبہ ہے۔ اور اسد مشبہ بہ ہے اور بہادری وجہ تشبیہ ہے اور کاف حرف تشبیہ ہے۔

اور کاف کبھی زائد بھی ہوتا ہے۔ کقولہ تعالیٰ لیس کمثلہ شیٔ (اس کے مثل کوئی چیز نہیں) اس مثال میں کاف حرف زائد ہے۔ لیکن اس کے بارے میں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں کوئی حرف زائد نہیں اور اس مثال کی وہ تاویل کرتے ہیں کہ مثل بمعنی صفت ہے۔ ای لیس کَصِفَتِہٖ شیٔ۔ اس صورت میں کسی کو زائد ماننے کی ضرورت نہیں، اور عند البعض مثل بمعنی ذات ہے۔ ای لیس کذاتہ شیٔ۔ اس صورت میں بھی کسی کو زائدہ ماننے کی ضرورت نہیں۔

اور کاف جارہ کبھی کبھی اسم ہوتا ہے بمعنی مثل جب اس پر حرف جر داخل ہو کقول الشاعر

یَضْحَکْنَ عَنْ کَالْبَرْدِ الْمُنْھَمِ ای مثل البرد

ترجمہ:۔ وہ عورتیں پگھلے ہوئے اولوں جیسے دانتوں سے ہنستی ہیں۔

محل استشہاد:۔ اس مثال میں کاف جارہ اسمی ہے بمعنی مثل کے اور اصل عبارت یوں بنے گی کہ یَضْحَکْنَ عَنْ اَسْنَانٍ مِثْلَ الْبَرْدِ الْمُنْھَمِ۔

ترکیب:۔ یضحکن صیغہ جمع مؤنث غائب فعل مضارع معلوم، ن ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل مرفوع محلاً عن جارہ اسنان جمع مکسر منصرف اس کا مجرور بکسرہ لفظاً، مثل مضاف البرد اس کا مضاف الیہ مجرور بکسرہ لفظاً موصوف المنہم اس کی صفت مجرور بکسرہ لفظاً، موصوف صفت مل کر مضاف الیہ مثل مضاف کے لئے، مضاف مضاف الیہ مل کر صفت ہوا موصوف کے لئے مجرور ہوا عن جارہ کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق ہوا یضحکن فعل کے لئے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

Scanned with CamScanner

۱۵۔ ومُذ (۱۶) وَ مُنذُ: لِلزَّمَانِ اِمَّا لِلْاِبْتِدَاءِ فِی الْمَاضِیْ کَمَا تَقُوْلُ فِی شَعْبَانَ (مَا رَأَیْتُهٗ مُذْ رَجَبَ)، أَوْ لِلظَّرْفِیَّةِ فِی الْحَاضِرِ، نَحْوُ (مَارَأَیْتُهٗ مُذْ شَهْرِنَا وَمُنْذُ یَوْمِنَا)، أَیْ فِیْ شَهْرِنَا وَفِیْ یَوْمِنَا.

۱۷ وَخَلاَ، ۱۸ ۔ وَعَدَا، ۱۹ ۔ وَحَاشَا : لِلْاِسْتِثْنَاءِ، نَحْوُ (جَاءَ نِی الْقَوْمُ خَلاَ زَیْدٍ، وَحَاشَا عَمْرٍو، وَعَدَا بَکْرٍ).

ترجمہ:- اورمذ اور منذ زمانہ کیلئے آتے ہیں یاتو ماضی میں فعل کی ابتداء کو بیان کرنے کیلئے آتے ہیں جیسے تو شعبان میں کہے مَا رَأَیْتُهٗ مُذْ رَجَبَ یاحاضر میں ظرفیت کیلئے آتے ہیں جیسے مارأیتہ مذ شھرنا اور منذ یومنا یعنی فی شھرنا اور یومنا اور خلا ،عدا، اور حاشا استثناء کیلئے آتے ہیں جیسے جاء نی القوم خلازید اور حاشا عمرٍو اور عدا بکر ۔

تشریح :- حروف جارہ میں سے پندرھواں مذ اور منذ ہیں یہ دونوں کبھی زمانہ ماضی میں کسی کام کی ابتدائی مدت بیان کرنے کے لئے آتے ہیں۔ جیسے کوئی شعبان کے مہینے میں کہے ما رایتہٗ مذ یوم رجب یعنی میں نے اس کو رجب سے نہیں دیکھا۔ اور کبھی یہ دونوں کسی کام کے جمیع مدت بیان کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے ما رایتہٗ مذ یومین اور منذ یومین (میں نے اس کو دو دن سے نہیں دیکھا) ای جمیع مدۃ انقطاع رویتی ایاہ یومان یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی پوری مدت دو دن ہے۔

﴿فائدہ﴾ مذ اور منذ کبھی یہ دونوں اسم ہوتے ہیں اور کبھی حرف۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ان کا استعمال تین طرح کا ہے (۱) ان کا بعد والا اسم مرفوع ہو جیسے ما رایتہٗ مذ یومُ الجمعۃ (میں نے اس کو جمعہ والے دن نہیں دیکھا) (۲) ان کے بعد فعل ہو جیسے جئتُ مُذ دَعیٰ میں آیا جب سے اس نے بلایا۔ (۳) ان کے بعد اسم مجرور ہو جیسے مَا رَاَیْتُهٗ مُذْ یَوْمِ الْجُمْعَةِ پہلی دونوں صورتوں میں یہ اسم ہے اور تیسری صورت میں حرف جر ہے۔

وخلا وعدا وحاشا: حروف جارہ میں خلا، عدا اور حاشا تینوں استثناء متصل کے لئے آتے ہیں یعنی یہ تینوں اپنے مابعد کو اپنے ماقبل کے حکم سے خارج کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ خلا زَیْدٍ (میرے پاس پوری قوم آئی سوائے زید کے) و جَاءَ نی القومُ حَاشا عَمْرٍو . اورجاء نی القَوْمُ عَدا بَکْرٍ اس صورت میں ان تینوں کا مدخول لفظاً مجرور ہوگا۔

فَصْلٌ اَلْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ سِتَّةٌ:

۱۔ اِنَّ ۲۔ واَنَّ ۳۔ وَکَاَنَّ ۴۔ ولٰکِنَّ ۵۔ وَلَیْتَ ۶۔ وَلَعَلَّ.

Scanned with CamScanner

هٰذِهِ الْحُرُوْفُ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ تَنْصِبُ الْاِسْمَ وَ تَرْفَعُ الْخَبَرَ كَمَا عَرَفْتَ نَحْوُ (اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ). وَقَدْ يَلْحَقُهَا (مَا) الْكَافَّةُ فَتَكُفُّهَا عَنِ الْعَمَلِ، وَحِيْنَئِذٍ تَدْخُلُ عَلَى الْاَفْعَالِ تَقُوْلُ (اِنَّمَا قَامَ زَيْدٌ)۔

ترجمہ: دوسری فصل حروف مشبہ بالفعل کے بیان میں، حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں، اِنَّ ، اَنَّ ، كَاَنَّ ، لٰكِنَّ ، لَيْتَ اور لَعَلَّ یہ تمام حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو رفع دیتے ہیں جیسا کہ تم پہچان چکے ہو جیسے اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ اور کبھی ان کے ساتھ مـا کافہ بھی لاحق ہوتا ہے پس وہ ان کو عمل سے روک دیتا ہے اور اس وقت یہ فعل پر داخل ہوتے ہیں جیسے اِنَّمَا قَامَ زَيْدٌ .

تشریح :- یہاں سے مصنف حروف کی دوسری قسم حروف مشبہ بالفعل کو بیان فرما رہے ہیں۔

حروف مشبہ بالفعل میں چند باتیں ہیں۔

پہلی بات: ان کی تعداد کے بارے میں یہ کل چھ ہیں۔اِنَّ ، اَنَّ ، كَاَنَّ ، لٰكِنَّ ، لَيْتَ ، لَعَلَّ

دوسری بات: ان کے اسماء اور وجہ تسمیہ کے بارے میں۔ان کے دو نام ہیں (۱) حروف مشبہ بالفعل (۲) حروف نواسخ

﴿حروف مشبہ بالفعل کی وجہ تسمیہ﴾ ان کو حروف مشبہ بالفعل اس لئے کہتے ہیں کہ ان کی مشابہت ہوتی ہے فعل کے ساتھ لفظا بھی اور معنا بھی۔لفظی مشابہت اس طور پر ہے کہ جس طرح فعل ثلاثی، رباعی اور مبنی برفتحہ ہوتا ہے۔اسی طرح ان میں بھی بعض ثلاثی ہوتے ہیں جیسے اِنَّ ، اَنَّ لَيْتَ اور بعض رباعی ہوتے ہیں جیسے كَاَنَّ ، لٰكِنَّ لَعَلَّ اور یہ سب مبنی برفتحہ ہوتے ہیں۔

﴿معنوی مشابہت﴾ اس طرح ہے کہ اِنَّ اَنَّ حققْتُ کے معنی میں ہے۔كَاَنَّ، شَبَّهْتُ کے معنی میں ہے۔اور لٰکن استدرَكْتُ کے معنی میں ہے۔ليت تَمَنَّيْتُ کے معنی میں ہے، اور لعل تَرَجَّيْتُ کے معنی میں ہے۔

اور حروف نواسخ نام رکھنے کی وجہ، نواسخ جمع ہے ناسخ کی، ناسخ باب فتح سے اسم فاعل کا صیغہ ہے نسخ کا لغت میں معنی ہوتا ہے منسوخ کرنا، ختم کرنا اور یہ بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اس میں عامل معنوی کے عمل کو ختم کر کے اپنا عمل کرتے ہیں اس لئے ان کو حروف نواسخ کہتے ہیں۔

﴿تیسری بات﴾ ان کا عمل وَ هِيَ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَاءِ وَالْخَبَرِ الخ یہ حروف مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں۔مبتدا کو نصب دے کر اپنا اسم بناتے ہیں۔اور خبر کو رفع دے کر اپنی خبر بناتے ہیں جیسے ان زیدا قائم۔

Scanned with CamScanner

وقد یلحقها ماالکافۃ فتکفہاعن العمل مذکورہ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کبھی کبھی حروف مشبہ بالفعل پر ما کافۃ داخل ہوتا ہے۔اور یہ ما کافۃ حروف مشبہ بالفعل کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے جیسے انماقام زیدٌ۔

ما "کافۃ" یہ کَفٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی روکنے والا اور چونکہ یہ ما بھی حروف مشبہ بالفعل کو عمل کرنے سے روکتا ہے اس لئے اس کو ما کافہ کہتے ہیں۔

﴿فائدہ﴾ما کافہ حرف ہے یا اسم عند الجمهور یہ حرف ہے اور عندالبعض یہ اسم ہے اس طور پر کہ یہ نکرہ مبہمہ بمنزلہ ضمیر شان ہے اور بعدوالا جملہ اس کی خبر ہے۔

وَاعْلَمْ أَنَّ(أَنَّ)المَکْسُوْرَۃَ الْهَمْزَۃَ لَا تُغَیِّرُ مَعْنٰی الْجُمْلَۃِ بَلْ تُؤَکِّدُهَا.وَ(أَنَّ) الْمَفْتُوْحَۃَ الْهَمْزَۃَ مَعَ مَا بَعْدَهَا مِنَ الْاِسْمِ وَالْخَبَرِفِیْ حُکْمِ الْمُفْرَدِ،وَلِذٰلِکَ یَجِبُ الْکَسْرُاِذَاکَانَ فِیْ اِبْتِدَاءِ الْکَلَامِ نَحْوُ(اِنَّ زَیْدًاقَائِمٌ)وَبَعْدَالْقَوْلِ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی(یَقُوْلُ اِنَّهَابَقَرَۃٌ)وَبَعْدَالْمَوْصُوْلِ نَحْوُ(مَارَأَیْتُ الَّذِیْ اِنَّهٗ فِی الْمَسَاجِدِ)،وَاِذَاکَانَ فِیْ خَبَرِهَااللَّامُ نَحْوُ(اِنَّ زَیْدًالَقَائِمٌ).

ترجمہ:اور تو جان لے کہ اِنَّ مکسورہ جملہ کے معنی کو نہیں بدلتا بلکہ اس کو مؤکد کر دیتا ہے اور اَنَّ مفتوحہ اپنے مابعد اسم اور خبر کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے کسرہ واجب ہے جب وہ ابتدائے کلام میں واقع ہو جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ اور قول کے واقع ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول یقول انها بقرۃ اور موصول کے بعد واقع ہو جیسے مَا رَأَیت الّذی انه فی المَسَاجد ، اور جب اس کی خبر میں لام داخل ہو جیسے انَّ زیدًا لَقَائِمٌ۔

تشریح :-فرماتے ہیں کہ اِنَّ مکسورہ جملہ کو جملہ کی حیثیت میں رکھ کر مضمون جملہ کی تاکید کرتا ہے جملہ کے معنی کو نہیں بدلتا۔اور اَنَّ مفتوحہ جملہ کو معنی مفرد کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔اس تعریف کی رو سے اِنَّ اور اَنَّ میں فرق پیدا ہوا اور یہاں مصنفؒ ان دونوں کے مقامات کو بیان فرمارہے ہیں۔

اس میں تو اتفاق ہے کہ اِنَّ اور اَنَّ جملہ اسمیہ کے مضمون جملہ کی تحقیق کرنے کے لئے آتے ہیں۔لیکن کہاں اِنَّ (مکسورہ)استعمال ہوگا اور کہاں اَنَّ مفتوحہ؟ تو اس لئے مصنفؒ ان دونوں کے مقامات بیان فرمارہے ہیں۔

اِنَّ مکسورہ کے مقامات:

نمبر ا:کلام کے شروع میں اِنَّ آئے گا جیسے اِنَّ زَیدًاقَائمٌ، وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ جملے کی تاکید کے لئے آتا ہے اور کلام کی

ابتداء بھی جملہ کا موضع ہے مفرد کا نہیں۔

نمبر۲۔ قَوْل اور اس کے مشتقات کے بعد اِنَّ واقع ہوگا کقولہ تعالیٰ یَقُوْلُ اِنَّھَابَقَرَۃٌ صَفْرَآءُ ، وجہ اس کی یہ ہے کہ قول اور اس کے مشتقات کے بعد مقولہ ہوتا ہے اور وہ جملہ ہوتا ہے۔

نمبر۳۔ اسم موصول کے بعد اِنَّ مکسورہ ہوگا۔ جیسے مَارَأَیْتُ الَّذِی فِی الْمَسَاجِد ، وجہ اس کی یہ ہے کہ اسم موصول کے بعد صلہ ہوتا ہے اور صلہ جملہ ہوتا ہے مفرد نہیں ہوتا۔

نمبر۴۔ جب اس کی خبر پہ لام ابتداء داخل ہو تو بھی اِنَّ مکسورہ ہوگا جیسے اِنَّ زَیْدًا لَقَائِم ۔

﴿فائدہ﴾ مصنفؒ نے یہ چار مقامات ذکر کیے ہیں لیکن اس کے علاوہ اور بھی مقامات ہیں جو بطور فائدہ کے لکھے جاتے ہیں۔

نمبر۱۔ جب یہ (اِنَّ) اپنے مابعد والے اسم اور خبر کے ساتھ مل کر ماقبل کے لئے صفت بن رہی ہو۔ جیسے جَاءَ رَجُلٌ اِنَّہٗ فاضل اس مثال میں رجل موصوف ہے۔ اور ان اپنے اسم ہٗ ضمیر اور اپنی خبر فاضل سے مل کر رجل کے لئے صفت ہے۔

نمبر۲۔ جب یہ اِنَّ اپنے مابعد والے اسم اور خبر سے مل کر جواب قسم واقع ہو، جیسے وَاللّٰہِ اِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ ۔

نمبر۳۔ جب یہ حیث کے بعد واقع ہو، جیسے اِجْلِسْ حَیْثُ اِنَّ الْعِلْمَ مَوْجُوْدٌ ۔ نمبر۴۔ جب یہ اذ کے بعد واقع ہو، جیسے جئتک اِذْ اِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ ۔

نمبر۵۔ جب یہ حتی ابتدائیہ کے بعد واقع ہو جیسے مَرِضَ فُلَانٌ حَتّٰی اِنَّھُم لا یرجونہٗ. نمبر۶۔ جب حروف تنبیہ کے بعد واقع ہو۔ کقولہ تعالیٰ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لا خَوْفٌ عَلَیْھِم وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ نمبر۷۔ جب یہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر ماقبل کے لئے حال واقع ہو رہا ہو جیسے جِئْتُ وَ اِنَّ الشَّمْسَ تَغْرُبُ نمبر۸۔ نداء کے بعد بھی اِنَّ آئے گا کقولہ تعالیٰ یا بُنَیَّ ان اللّٰہ اصطفیٰ لکم الدِّیْن . نمبر۹۔ حروف تصدیق کے بعد بھی اِنَّ ہوگا جیسے کوئی آپ سے کہے اَزَیْدٌ فَاضِلٌ آپ جواب میں کہیں نَعَم اِنَّہٗ فاضِلٌ.

وَیَجِبُ الْفَتْحُ حَیْثُ تَقَعُ فَاعِلًا نَحْوُ (بَلَغَنِیْ اَنَّ زَیْدًا قَائِمٌ) وَحَیْثُ تَقَعُ مَفْعُوْلًا نَحْوُ (کَرِھْتُ اَنَّکَ قَائِمٌ) وَحَیْثُ تَقَعُ مُبْتَدَأً نَحو عِنْدِیْ اَنَّکَ قَائِمٌ . وَحَیْثُ تَقَعُ مُضَافًا اِلَیْہِ نَحْوُ (عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ اَنَّ بَکْرًا قَائِمٌ) وَحَیْثُ تَقَعُ مَجْرُوْرًا، نَحْوُ عَجِبْتُ مِنْ اَنَّ بَکْرًا قَائِمٌ وَبَعْدَ لَوْ نَحْوُ لَوْ اَنَّکَ عِنْدَنَا لَاَکْرَمْتُکَ . وَبَعْدَ لَوْلَا نَحْوُ لَوْ لَا اَنَّہٗ حَاضِرٌ لَغَابَ زَیْدٌ . وَیَجُوْزُ الْعَطْفُ عَلٰی اِسْمِ اِنَّ

Scanned with CamScanner

الْمَكْسُوْرَةِ بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ بِاعْتِبَارِ الْمَحَلِّ وَاللَّفْظِ مِثْلُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو و عَمْرًوا.

ترجمہ: اور فتحہ واجب ہے جب فاعل واقع ہو جیسے (بَلَغَنِيْ أَنَّ زَيْدًا قَائِمٌ) اور جب مفعول واقع ہو جیسے كَرِهْتُ أَنَّكَ قَائِمٌ) اور جب مبتداء واقع ہو جیسے عِنْدِيْ أَنَّكَ قَائِمٌ اور جب مضاف واقع ہو جیسے (عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ أَنَّ بَكْرًا قَائِمٌ) اور جب مجرور واقع ہو جیسے عَجِبْتُ مِنْ أَنَّ بَكْرًا قَائِم اور لو کے بعد جیسے لَوْ أَنَّكَ عِنْدَنَا لَاَكْرَمْتُكَ اور لولا کے بعد جیسے لَوْ لَا أَنَّهُ حَاضِرٌ لَغَابَ زَيْدٌ، اور انّ مکسورہ کے اسم پر رفع اور نصب کے ساتھ محل اور لفظ کے اعتبار سے جیسے اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو و عَمْرًوا.

تشریح: یہاں سے اَنَّ کے مقامات بیان فرما رہے ہیں۔

(۱) جہاں اَنَّ اپنے بعد والے اسم اور خبر سے مل کر فاعل واقع ہو رہا ہو۔ جیسے بَلَغَنِي اَنَّ زَيْدًا قائم۔

(۲) جہاں یہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مفعول بہ واقع ہو رہا ہو جیسے كَرِهْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ (۳) جہاں اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مبتداء واقع ہو رہا ہو۔ عِنْدِيْ انک قَائِمٌ (۴) جہاں اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مضاف الیہ واقع ہو رہا ہو عَجِبْتُ مِنْ طُوْل اَنَّ بكرا قَائِم۔ (۵) جہاں اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مجرور واقع ہو رہا ہو جیسے عجبت من اَنَّ بكرا قائم۔ (۶) لَوْ کے بعد بھی اَنَّ آئے گا جیسے لَوْ انک عِنْدِيْ لَاَكْرَمْتُكَ۔ (۷) لَوْلَا کے بعد بھی اَنّ ہوگا جیسے لَوْلَا اَنَّه حَاضِر لغَابَ زَيْدٌ۔

﴿فائدہ﴾ مصنف نے یہ مقامات ذکر کیے ہیں لیکن اس کے علاوہ اور بھی مقامات ہیں جہاں اَن مفتوحہ لایا جائے گا۔

(۱) جہاں اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر نائب فاعل واقع ہو رہا ہو كَقَوْلِهٖ تَعَالىٰ قل اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّه اسْتَمَعَ نَفَرٌ من الجِنِّ۔ (۲) جہاں اَنّ اپنے اسم اور خبر کے ساتھ مل کر مفعول معہ واقع ہو رہا ہو۔ جیسے يُعْجِبُنِي جُلُوْسُكَ وَ اَنَّكَ تحدثنا اي مع انك تُحَدِّثُنَا۔ (۳) جہاں اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مستثنیٰ واقع ہو رہا ہو۔ جیسے يُعْجِبُنِي اُمُوْرُكَ اِلَّا اَنَّكَ تَشْتِمُ النَّاسَ۔

﴿فائدہ﴾ وہ مقامات جہاں اِنَّ اور اَنَّ دونوں کا آنا جائز ہے۔

(۱) اذا مفاجاتیہ کے بعد جیسے خَرَجْتُ فَاِذَا اِنَّ سَعِيْداً وَاقِفٌ.

(۲) فا جزائیہ کے بعد جیسے اِنْ تَجْتَهِدْ فَاِنَّكَ تُكْرَمُ۔

(۳) لا جَرَمَ کے بعد جیسے لا جَرَمَ اَنَّ اللهَ يَعْلَمُ (۴) مقام تعلیل میں جیسے اَكْرِمْهُ اِنَّه مُسْتَحِقُّ الْاِكْرَامِ۔

Scanned with CamScanner

ویجوز لاعطف الخ:۔ اس کا عطف وَیَجِبُ الْکَسْر پر ہے یہاں سے مصنفؒ ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں کہ جب اِنَّ مکسورہ کے اسم پر کسی اسم کا عطف کیا جائے تو اس صورت میں اس اسم کا مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے اور منصوب پڑھنا بھی جائز ہے جیسے ان زیداً قائم و عمرو تو اس کو مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے اور اِن زیداً قائم و عمرواً پڑھنا بھی جائز ہے منصوب پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ اس اِن کا اسم لفظاً منصوب ہے اور اس کا عطف اِن کے اسم پر ہے تو یہ بھی منصوب ہوگا اور مرفوع پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ اس کا عطف اِنَّ کے اسم پر ہے اور ان کا اسم باعتبار محل کے مبتداء ہے تو اس وجہ سے مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ(اِنَّ) الْمَكْسُوْرَةَ يَجُوْزُ دُخُوْلُ اللَّامِ عَلٰى خَبَرِهَا،وَقَدْ تُخَفَّفُ فَيَلْزَمُهَا اللَّامُ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى(وَاِنْ كُلًّا لَّمَا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ)وَحِيْنَئِذٍ يَجُوْزُ اِلْغَاءُ هَا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَاِنْ كُلٌّ لَّمَا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ).وَيَجُوْزُ دُخُوْلُهَا عَلَى الْاَفْعَالِ عَلَى الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ)وَقَوْلُهٗ:(وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ).

وَكَذٰلِكَ(اَنَّ) الْمَفْتُوْحَةُ قَدْ تُخَفَّفُ،فَحِيْنَئِذٍ يَجِبُ اِعْمَالُهَا فِيْ ضَمِيْرِ شَاْنٍ مُقَدَّرٍ، فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ ، نَحْوُ(بَلَغَنِيْ اَنْ زَيْدٌ قَائِمٌ) اوفعلية نَحْوُ(بَلَغَنِيْ اَنْ قَدْقَامَ زَيْدٌ)وَيَجِبُ دُخُوْلُ السِّيْنِ اَوْ (سَوْفَ)اَوْ حَرْفِ النَّفْيِ عَلَى الْفِعْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى (عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى) وَالضَّمِيْرُ الْمُسْتَتَرُ اِسْمُ (اَنْ) وَالْجُمْلَةُ خَبَرُهَا.

ترجمہ: اور تو جان لے کہ اِنَّ مکسورہ کی خبر پر لام کا داخل ہونا جائز ہے اور کبھی ان مکسورہ کو مخفف کر دیا جاتا ہے پس اس کو لام لازم ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وان کلا لما لیوفینهم ،اور اس وقت اس کو لغو کر دینا بھی جائز ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وانْ کلٌّ لَّما جمیعٌ لدینا مُحضرون ،اور اس کا ان افعال پر داخل ہونا جائز ہے جو مبتداء اور خبر پر داخل ہوں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وانْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ،اور اسی طرح ان مفتوحہ بھی کبھی مخفف کر دیا جاتا ہے پس اس وقت اس کو ضمیر شان مقدر میں عامل بنانا واجب ہے، پس وہ جملہ پر داخل ہوتا ہے اسمیہ ہو جیسے بَلَغَنِي اَنْ زَيْدٌ قَائِمٌ یا فعلیہ ہو جیسے بلغنی ان قد قام زید اور سین،سوف،قد، یا حرف نفی کا فعل پر داخل ہونا واجب ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى اور مستتر ان مخففہ کا اسم اور جملہ اس کی خبر ہوگا۔

Scanned with CamScanner

1 **تشریح** : یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اِنَّ مکسورہ کے خبر پر لام ابتداء داخل کرنا جائز ہے جیسے اِنَّ زیداً لقائم وجہ اس کی یہ ہے کہ اِنَّ بھی تاکید کے لئے آتا ہے اور لام بھی تاکید کے لئے آتا ہے۔

وقد تخفف:۔ مصنف نے فرمایا کہ اِنَّ مکسورہ کے خبر پر لام ابتداء داخل کرنا جائز ہے۔لیکن اب فرماتے ہیں کہ اِنَّ مکسورہ کو کبھی کثرت استعمال کی وجہ سے مخففہ کرلیا جاتا ہے اس صورت میں اس کے ساتھ لام ابتداء لازم ہے خواہ اِنْ مکسورہ کو عمل دیا جائے یا نہ دیا جائے جیسے وإنْ کُلاًلمّا لَیُوَفِّیَنّھم اور عمل نہ دینے کی مثال جیسے وَاِنْ کُلٌّ لَمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ۔یہ لام ابتدا کا داخل کرنا اس لئے لازم ہے کہ ان نافیہ اور ان مخففہ کے درمیان فرق واضح ہوجائے۔

ویجوز دخولها : یہاں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اِنْ مکسورہ ان افعال پر بھی داخل ہوتا ہے جو مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں جیسے افعال ناقصہ اور افعال مقاربہ وغیرہ جیسے وان کنت من قبلہ لمن الغفلین اور وإنْ نظنک لمن الکاذبین ۔

وکذالک ان المفتوحة قد تخفف الخ :۔اس عبارت میں فرمارہے ہیں کہ کبھی کبھی اَنَّ مفتوحہ کو بھی مخففہ بنالیا جاتا ہے اس وقت یہ ضمیر شان مقدر میں عمل کرے گا اور یہ ضمیر شان مقدر اس کے لئے اسم ہوگا اور وہ جملہ جو ضمیر شان کی تفسیر کرتا ہے وہ اس کے لئے خبر ہوگی اور یہ اَنْ جملہ پر داخل ہوگا خواہ جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ ہو اسمیہ کی مثال جیسے بَلَغَنِی اَنْ زَیْدٌ قَائِمٌ اصل عبارت یوں تھی بَلَغَنِیْ اَنَّه زَیْدٌ قَائِمٌ اور جملہ فعلیہ کی مثال جیسے بَلَغَنِی اَنْ قَامَ زَیْدٌ ۔

ویجب دخول سین الخ :۔ فرماتے ہیں کہ ان مخففہ جس فعل متصرف پر داخل ہوجائے تو اس فعل پر سین ،سوف ،قد ،اور حرف نفی کا داخل کرنا واجب ہے تاکہ اَنْ مخففہ اور اَنْ مصدریہ میں فرق واضح ہوجائے کیونکہ اَنْ مصدریہ سین ،سوف اور قد کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا جیسے علم ان سیکون منکم مرضی الایة اس مثال میں ضمیر شان مقدر اَنْ کے لئے اسم ہے اور جملہ خبر ہے۔لیکن حرف نفی اَنْ مخففہ اور اَنْ مصدریہ میں فرق نہیں ہوسکتا اس میں فرق کرنے کے لئے دیکھنا پڑے گا کہ فعل منصوب ہے یا مرفوع اگر منصوب ہے تو اَنْ مصدریہ اور اگر مرفوع ہے تو مخففہ ، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اَوَلَا یَرَوْنَ اَنْ لَایَرْجِعُ اِلَیْھِمْ اس میں یرجع مرفوع ہے تو یہ اَنْ مخففہ ہے۔

وَ(کَاَنَّ)لِلتَّشْبِیْهِ نَحْوُ(کَاَنَّ زَیْدًا اَلْاَ سَدُ).وَهُوَ مُرَکَّبٌ مِنْ کَافِ التَّشْبِیْهِ وَ(اِنَّ الْمَکْسُوْرَةِ)وَاِنَّمَا فُتِحَتْ لِتَقَدُّمِ الْکَافِ عَلَیْهَا تَقْدِیْرُهُ(اِنَّ زَیْدًا کَالْاَ سَدِ)وَقَدْ تُخَفَّفُ فَتُلْغٰی نَحْوُ(کَاَنْ زَیْدٌ اَسَدٌ).

ترجمہ:اور کَاَنَّ تشبیہ کے لئے آتا ہے جیسے کَاَنَّ زیداالا سد، کَاَنَّ کاف تشبیہ اور اِنَّ مکسورۃ سے مرکب ہے اور بے شک

Scanned with CamScanner

اس کو فتحہ دیا گیا ہے کاف کے اس پر مقدم ہونے کی وجہ سے اس کی تقدیری عبارت اِنَّ زَیْدًا کالا سد ہے، اور کبھی کبھار ہوتا ہے پس عمل سے لغو کر دیا جاتا ہے جیسے کَاَنْ زَیْدٌ اَسَدٌ۔

تشریح: حروف مشبہ بالفعل میں سے تیسرا حرف کَاَنَّ ہے، یہ انشاء تشبیہ کے لئے آتا ہے جیسے کان زیدًا اسدٌ۔ اکثر نحات کے نزدیک یہ کاف تشبیہ اور اَنَّ سے مرکب ہے اور بعض نحات کے نزدیک یہ مستقل لفظ ہے کسی سے مرکب نہیں۔
اس پر کسی نے اعتراض کیا کہ جب یہ کاف حرف تشبیہ اور اَنَّ سے مرکب ہے تو پھر اِنَّ مکسورہ ہونا چاہئے حالانکہ یہ مفتوح ہے، اس کا جواب مصنفؒ نے انما فُتِحَتْ سے دیا ہے کہ اس لئے مفتوح ہے کہ اس میں کاف حرف جارہ ہے اور اس کے بعد اَنَّ مفتوحہ ہوتا ہے۔

وَ لٰكِنَّ لِلْاِسْتِدْرَاكِ وَيَتَوَسَّطُ بَيْنَ كَلَامَيْنِ مُتَغَايِرَيْنِ فِي الْمَعْنٰى نَحْوُ(مَا جَاءَنِيْ الْقَوْمُ لٰكِنَّ عَمْرًا جَاءَ، وَغَابَ زَيْدٌ لٰكِنَّ بَكْرًا حَاضِرٌ) وَيَجُوْزُ مَعَهَا الْوَاوُ، نَحْوُ(قَامَ زَيْدٌ وَلٰكِنَّ عَمْرًا قَاعِدٌ).وَقَدْ تُخَفَّفُ فَتُلْغٰى نَحْوُ(مَشٰى زَيْدٌ لٰكِنْ بَكْرٌ عِنْدَنَا). و (لَيْتَ)لِلتَّمَنِّي نَحْوُ (لَيْتَ هِنْدًا عِنْدَنَا) وَاَجَازَ الْفَرَّاءُ (لَيْتَ زَيْدًا قَائِمًا) بِمَعْنٰى(اَتَمَنّٰى).وَ(لَعَلَّ) لِلتَّرَجِّي كَقَوْلِ الشَّاعِر

اُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِي صَلَاحًا

وَشَذَّ الْجَرُّ بِهَا نَحْوُ(لَعَلَّ زَيْدٍ قَائِمٌ). وفي (لَعَلَّ) لُغَاتٌ عَلَّ) و (عَنَّ) وَ(اَنَّ) وَ (لَاَنَّ) و (لَعَنَّ).
وَعِنْدَ الْمُبَرِّدِ اَصْلُهُ (عَلَّ) زِيْدَ فِيْهِ اللَّامُ وَالْبَوَاقِيْ فُرُوْعٌ.

ترجمہ: اور لکن استدراک کے لئے آتا ہے اور ایسے دو کاموں کے درمیان واقع ہوتا ہے جو معنی میں ایک دوسرے کے متغائر ہوں جیسے غَابَ زَيْدٌ لٰكِنَّ بَكْرًا حَاضِرٌ اور اس کے ساتھ واو کالانا جائز ہے جیسے قَامَ زَيْدٌ وَلٰكن عَمْرٌو قَاعِدٌ، اور کبھی مخففہ ہوتا ہے پس عمل سے لغو کر دیا جاتا ہے جیسے مَشٰى زَيْدٌ لٰكِنْ بَكْرٌ عِنْدَنَا اور لیت تمنی کیلئے آتا ہے جیسے لیت هندا عندنا، اور فراء نے لیت زیدا قائما کو اتمنی کے معنی میں جائز قرار دیا ہے۔ اور لعل ترجی کیلئے آتا ہے جیسے شاعر کا قول

اُحبُّ الصالحین ولستُ منهم لعل الله یرزقنی صلاحا

اور اس کے ذریعہ سے جر دینا شاذ ہے جیسے لعل زید قائم اور لعل میں چند لغات ہیں علّ، عنّ، انّ، لانّ، اور لعنّ اور مبرد کے نزدیک اصل علّ ہے جس میں لام کو زائد کیا گیا ہے اور باقی اس کی فرع ہیں۔

Scanned with CamScanner

تشریح: چوتھا حروف مشبہ بالفعل میں سے لکن ہے۔ یہ استدراک کے لئے آتا ہے استدراک باب استفعال سے مصدر ہے بمعنی کسی چیز کو پالینا اور کسی چیز کو دریافت کرنا۔ اصطلاحی معنی مصنف نے خود بیان کیا ہے یعنی کلام سابق سے جو وہم پیدا ہو رہا تھا۔ یہ اس وہم کو دور کرنے کے لئے آتا ہے۔ جیسے زید اور عمرو کے درمیان دوستی تھی آپ نے کہا جَاءَ نِیْ زَیْدٌ تو اس سے یہ وہم پیدا ہو رہا تھا کہ شاید عمرو بھی آیا ہو پھر جب آپ نے لٰکِن عَمْرواً لَمْ یَجِئْ کہا تو اس سے یہ وہم دور ہو گیا زید تو آیا ہے لیکن عمرو نہیں آیا۔

لکن ایسے دو کلاموں اور جملوں کے درمیان آتا ہے جو مفہوم کے اعتبار سے نفی اور اثبات میں متغایر ہوں خواہ یہ تغایر لفظاً ہو یا معنی۔ معنی تغائر ہونے کی مثال غَابَ زَیدٌ لٰکِن بَکراً حَاضِرٌ (زید غائب ہے لیکن بکر حاضر ہے) لفظاً تغایر ہونے کی مثال (ما جَاءَ نِیْ زَیْدٌ لکن عمرواً جاء نی) میرے پاس زید نہیں آیا لیکن عمرو میرے پاس آیا۔

وقد تخفف فتلغی الخ :۔ اور کبھی کبھی لکن مثقلہ، مخفف بھی ہوتا ہے اور اس وقت اس کا عمل باطل ہوگا جیسے مثلی زَیْدٌ لٰکِنْ بکرٌ عِنْدَنَا ۔

لیت وھی للتمنی: اور لیتَ تمنی کے لئے آتا ہے تمنی باب تفعل سے مصدر ہے بمعنی آرزو کا اظہار کرنا۔ اور اصطلاح میں تمنیہ وہ جملہ ہوتا ہے جس میں متکلم اپنی آرزو کا اظہار کرتا ہے جیسے لَیْتَ ھِنْداً عِنْدَنَا. اور امام فراء فرماتے ہیں کہ لَیت، اَتَمَنّٰیتُ یا اَتَمَنّٰی کے معنی میں ہے اور اس کے بعد مبتداء اور خبر دو مفعول ہیں جیسے لَیْتَ زَیْداً قَائِماً۔

و لَعَلَّ و ھی للتَّرجی الخ: حروف مشبہ بالفعل میں سے چھٹا حرف لعل ہے یہ ترجی کیلئے آتا ہے ترجی باب تفعل سے مصدر ہے بمعنی امید کرنا اور اصطلاح میں ترجیہ وہ جملہ ہوتا ہے جس کے ذریعے متکلم اپنی امید کا اظہار کرتا ہے مصنفؒ نے اس کی مثال میں ایک شعر پیش کیا ہے۔

أُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهَ یَرْزُقُنِیْ صَلاحاً

ترجمہ:۔ میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں حالانکہ میں ان میں سے نہیں ہوں شائد کہ اللہ تعالیٰ مجھے صلاحیت دیدے۔

محل استشہاد:۔ اس میں لعل ترجی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

ترکیب نحوی:۔ اُحب صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم، انا ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل مرفوع محلا، الصَّالِحِیْنَ جمع مذکر سالم اس کا مفعول بہ منصوب بیائے لفظاً، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ معطوف علیہا ہوا، واو عاطفہ لَسْتُ

فعل ناقص ت ضمیر مرفوع متصل اس کا اسم مرفوع محلاً، علیھم ظرف مستقر اس کی خبر مرفوع محلاً، من جارہ، ھم ضمیر مجرور متصل اس کا مجرور محلاً، جار مجرور مل کر ظرف مستقر متعلق ہوا، ثابتۃ صیغہ اسم فاعل کے لئے صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر ہوئی لیست فعل ناقص کے لئے، لیست فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا، جملہ معطوف علیہا اپنے جملہ معطوفہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ لعل حرف از حروف مشبہ بالفعل ناصب الاسم رافع الخبر، لفظ اللہ اس کا اسم منصوب بالفتحہ لفظاً، یہدی صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم، ھو ضمیر مرفوع محلاً، نون وقایہ، ی ضمیر منصوب متصل اس کا مفعول بہ اول منصوب محلاً، ضلالۃ مفعول بہ ثانی منصوب بالفتحہ لفظاً فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہوئی لعل کے لئے، لعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ انشائیہ ترجیہ ہوا۔

وشذ الجر بھا :- اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ لعلّ حرف جارہ میں سے اور یہ اپنے مابعد والے اسم کو جر دے گا لیکن فاضل مصنف فرماتے ہیں کہ یہ شاذ ہے اور لعل اپنے بعد والے اسم کو جر نہیں دیتا۔

فرماتے ہیں کہ لعلّ میں اور لغات بھی ہیں جیسے عَلَّ و عَنَّ و أنَّ و لأنَّ و لعَنَّ اور امام مبرد فرماتے ہیں کہ اس کا اصل عَلَّ تھا پھر اس کی ابتداء میں لام بڑھا یا تو لعلَّ ہو گیا اور باقی اس عَلَّ کے فروع ہیں۔

﴿فائدہ﴾ تمنی اور ترجی میں دو طرح کا فرق ہے (۱) تمنی کا استعمال ممکنات (ممکن چیزیں) اور ممتنعات (ناممکن) چیزوں دونوں میں ہوتا ہے۔

تمنی فی الممکن کی مثال (لیت زیدا قائمٌ) اور تمنی فی الممتنع کی مثال (لیت الشباب یعودُ) کاش جوانی کسی طرح لوٹ آئے (۲) اور ترجی کا استعمال صرف ممکن چیزوں میں ہوتا ہے لهذا لعلّ الشبابَ یعودُ (امید ہے کہ جوانی لوٹ آئے نہیں کہا جائے گا)۔

فصلٌ حروفُ العطفِ عشرةٌ: ۱۔الواوُ ۲۔والفاءُ ۳۔وثُمّ ۴۔وحتّی ۵۔وأوْ ۶۔وإمّا ۷۔وأمْ ۸۔ولا ۹۔وبلْ ۱۰۔ولکنْ

فالأربعةُ الأُولیٰ للجمعِ، فالواوُ للجمعِ مُطلقًا نحوُ (جاءَنی زیدٌ وعمرٌو)، سواءٌ کانَ زیدٌ متقدّمًا فی المجیءِ أو عمرٌو. والفاءُ للترتیبِ بلا مُهلةٍ نحوُ (قامَ زیدٌ فعمرٌو) إذا کانَ زیدٌ متقدّمًا وعمرٌو متأخّرًا بلا مُهلةٍ. و(ثُمّ) للترتیبِ بمُهلةٍ، نحوُ (دخلَ زیدٌ ثُمّ عمرٌو) إذا کانَ

Scanned with CamScanner

زَیْدٌ مُتَقَدِّمًا وَبَیْنَهُمَا مُهْلَةٌ. وَ حَتّٰی کَ (ثُمَّ) فِی التَّرْتِیْبِ وَالْمُهْلَةِ، اِلَّا اَنَّ مُهْلَتَهَا اَقَلُّ مِنْ مُهْلَةِ (ثُمَّ)، وَیُشْتَرَطُ اَنْ یَکُوْنَ مَعْطُوْفُهَا دَاخِلًا فِی الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ. وَهِیَ تُفِیْدُ قُوَّةً فِی الْمَعْطُوْفِ نَحْوُ (مَاتَ النَّاسُ حَتَّی الْاَنْبِیَاءُ)، اَوْ ضَعِیْفًا نَحْوُ (قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّی الْمُشَاةُ).

ترجمہ: فصل، حروف عطف دس ہیں واو، فا، ثم، حتی، او، اما، ام، لا، لکن، بل، پس پہلے چار جمع کیلئے آتے ہیں پس واؤ تو مطلق جمع کیلئے آتا ہے جیسے جائنی زید و عمرو برابر ہے کہ آنے میں زید مقدم ہو یا عمرو مقدم ہو، اور فا ترتیب کیلئے آتا ہے بلا مہلت کے جیسے قام زید فعمرو جبکہ زید مقدم ہو اور عمر مؤخر ہو بغیر مہلت کے، اور ثم ترتیب کیلئے آتا ہے مہلت کے ساتھ جیسے دخل زید ثم عمرو جبکہ زید مقدم ہو اور ان دونوں کے درمیان مہلت ہو، اور حتی، ثم کی طرح ہے ترتیب میں اور مہلت میں مگر اس کی مہلت ثم کی مہلت سے کم ہوتی ہے اور شرط یہ ہے کہ اس کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہو اور وہ معطوف میں قوت کا فائدہ دیتا ہے جیسے مات الناس حتی الانبیاء، یا ضعف کا فائدہ دیتا ہے جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ۔

تشریح: اس فصل میں مصنف حروف عاطفہ بیان فرمار ہے ہیں۔

عطف کا لغت میں معنی ہوتا ہے مائل کرنا: یہ حروف عطف بھی معطوف کو حکم اور اعراب میں معطوف علیہ کی طرف مائل کر دیتے ہیں۔ اس لئے ان کو حروف عطف کہتے ہیں، یہ کل دس حروف ہیں: وَاؤ، فَا، ثُمَّ، حَتّٰی، اِمَّا، اَوْ، اَمْ، لَا، بَلْ، لٰکِنْ۔

وَاؤ: یہ معطوف اور معطوف علیہ کو مطلقاً جمع کرنے کے لئے آتا ہے، خواہ معطوف اور معطوف علیہ میں ترتیب ہو یا نہ ہو جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ وَعَمْرٌو (میرے پاس زید اور عمرو آئے) قطع نظر اس سے کہ کون پہلے اور کون بعد میں آیا۔

والفاء للترتیب :- فَا یہ بغیر مہلت کے ترتیب کے لئے آتا ہے، جیسے قَامَ زَیْدٌ فَعَمْرٌو (زید کھڑا ہوا پس عمرو) یعنی زید کے فوراً بعد عمرو کھڑا ہوا۔

ثُمَّ للترتیب بمهلة :ثُمَّ ترتیب کے لئے آتا ہے لیکن مہلت کے ساتھ، جیسے دَخَلَ زَیْدٌ ثُمَّ بَکْرٌ (داخل ہوا زید پھر بکر) یعنی زید کے کچھ دیر بعد بکر داخل ہوا۔

وحَتّٰی کَ ثُمَّ الخ: یہ ثم کی طرح ترتیب اور مہلت کے لئے آتا ہے لیکن حَتّٰی میں بنسبت کے ثُمَّ مہلت کم ہوتی ہے۔

ویشترط ان یکون الخ :- حَتّٰی عاطفہ کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہو۔

وھی تفید قوۃ الخ:- فرماتے ہیں کہ حتی معطوف علیہ میں قوۃ یا ضعف کا فائدہ دے گا یعنی اس کا معطوف کبھی معطوف علیہ

Scanned with CamScanner

کے اجزاء سے قوی ہوتا ہے جیسے مَاتَ النَّاسُ حَتَّی الْاَنْبِیَاءُ (لوگ مر گئے یہاں تک کہ انبیاء بھی وفات پا گئے) اور کبھی معطوف معطوف علیہ سے ضعیف ہوتا ہے جیسے قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّی الْمُشَاۃُ (حاجی آ گئے یہاں تک کہ پیدل چلنے والے بھی آ گئے)۔

وَ اَوْ وَ اِمَّا وَ اَمْ ثَلَاثَتُهَا لِثُبُوْتِ الْحُكْمِ لِأَحَدِ الْاَمْرَیْنِ مُبْهَمًا لَا بِعَیْنِهٖ نَحْوُ (مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَوْ اِمْرَأَةٍ)، وَ(اِمَّا) اِنَّمَا تَكُوْنُ حَرْفَ الْعَطْفِ اِذَا تَقَدَّمَتْهَا (اِمَّا) اُخْرٰی نَحْوُ (اَلْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ وَاِمَّا فَرْدٌ). یَجُوْزُ اَنْ یَتَقَدَّمَ (اِمَّا) عَلٰی (اَوْ) نَحْوُ (زَیْدٌ اِمَّا كَاتِبٌ اَوْ اُمِّیٌّ)

وَ(اَمْ) عَلٰی قِسْمَیْنِ :

۱۔ مُتَّصِلَةٌ : وَهِیَ مَا یُسْأَلُ بِهَا عَنْ تَعْیِیْنِ اَحَدِ الْاَمْرَیْنِ ،وَالسَّائِلُ بِهَا یَعْلَمُ ثُبُوْتَ اَحَدِهِمَا مُبْهَمًا،بِخِلَافِ (اَوْ) وَ(اِمَّا) فَاِنَّ السَّائِلَ بِهِمَا لَا یَعْلَمُ ثُبُوْتَ اَحَدِهِمَا اَصْلًا۔وَتُسْتَعْمَلُ بِثَلَاثَةِ شَرَائِطَ:

اَلْاَوَّلُ اَنْ یَقَعَ قَبْلَهَا هَمْزَةٌ نَحْوُ اَزَیْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو.

اَلثَّانِیْ اَنْ یَقَعَ قَبْلَهَا لَفْظٌ مِثْلُ مَا یَلِی الْهَمْزَةَ، اَعْنِیْ اِنْ كَانَ بَعْدَ الْهَمْزَةِ اِسْمٌ فَكَذٰلِكَ بَعْدَ (اَمْ) كَمَا مَرَّ، وَاِنْ كَانَ بَعْدَ الْهَمْزَةِ فِعْلٌ فَكَذٰلِكَ بَعْدَ هَا نَحْوُ (اَقَامَ زَیْدٌ اَمْ قَعَدَ) فَلَا یُقَالُ اَرَأَیْتُ زَیْدًا اَمْ عَمْرًا .

ترجمہ۔ اور او ،اما،ام یہ تینوں حروف دو امور میں سے ایک کیلئے حکم کو ثابت کرنے کیلئے آتے ہیں مبہم طور پر نہ کہ متعین طور پر جیسے مررتُ برجل او امرأۃ اور اما حرف عطف ہوتا ہے جب کہ اس سے پہلے دوسرا امّا مقدم مذکور ہو جیسے ھذا العدد امّا زوج وامّا فرد اور جائز ہے کہ امّا او پر مقدم مذکور ہو جیسے زید اما کاتب او اُمّیّ اور ام دو قسم پر ہے ایک متصلہ اور ام متصلہ وہ حرف ہے جس سے امرین مذکورین میں سے ایک کی تعیین کا سوال کیا جائے اور ام کے ذریعہ سوال کرنے والا ان دونوں میں سے ایک کے ثبوت کو مبہم طور پر جانتا ہے بخلاف ا۔۔ ۔ پس بیشک ان دونوں کے ذریعہ سوال کرنے والا دونوں میں سے ایک کے ثبوت کو بالکل نہیں جانتا اور ام متصلہ تین شرطوں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے اول شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے ہمزہ واقع ہو جیسے أزید عندک ام عمرو اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس سے ایسا لفظ ملا ہوا ہو جو اس لفظ کے ہو جو ہمزہ سے ملا ہوا ہے میری مراد یہ ہے کہ اگر ہمزہ کے بعد اسم ہو تو ام کے بعد بھی اسی طرح اسم واقع ہو کہ گزر چکا۔ اور اگر ہمزہ کے بعد فعل واقع ہو تو ام کے بعد بھی اسی طرح فعل واقع ہو جیسے أقام زید ا م قعد پس نہیں کہا جائے گا أرأیت زیدا ام عمروا۔

تشریح : یہ تینوں اس بات پر دلالت کرنے کے لئے آتے ہیں کہ حکم معطوف علیہ اور معطوف میں سے ایک کے لئے غیر معین طور پر ثابت ہے جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَوْ اِمْرَأَةٍ (میں ایک مرد یا ایک عورت کے پاس سے گذرا) یعنی دونوں میں سے کسی ایک کے پاس گزرنا غیر معین طور پر ثابت ہے۔

ان تینوں میں اِمَّا یہ اس وقت عطف کے لئے آتا ہے جب اس سے پہلے ایک اور اِمَّا ہو جیسے هٰذَا الْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ وَاِمَّا فَرْدٌ (یہ عدد جفت ہے یا طاق)۔ اِمَّا کا اَوْ پر تقدیم بھی جائز ہے جیسے زَیْدٌ اِمَّا کَاتِبٌ اَوْ اُمِّیٌّ (زید یا کاتب ہے یا ان پڑھ ہے)۔

اَمْ علی قسمین : یہاں سے ام کی دو قسمیں بیان فرمارہے ہیں کہ اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) متصلہ (۲) منقطعہ اَمْ متصلہ وہ ہوتا ہے جس کے ذریعے سوال کیا جائے دو چیزوں میں سے کسی ایک کی تعیین کا اور سائل دونوں میں سے ایک مبہم غیر معین کے ثبوت کو جانتا ہو جیسے اَضَرَبْتَ زَیْدًا اَمْ اَکْرَمْتَ یعنی تو زید کو مارا یا اس کا اکرام کیا تو سائل کہتا ہے کہ تم نے زید کے ساتھ دو کاموں میں سے ایک کام ضرور کیا ہے کہ یا مارا ہے یا اس کی عزت کی ہے لیکن میں متعین کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے کیا کیا ہے؟

وتستعمل بثلاثة شرائط :—اَمْ متصلہ کے لئے تین شرائط ہیں (۱) جس سے پہلے ہمزہ استفہامیہ ہو جیسے اَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو. یا ہمزہ تسویہ ہو جیسے سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ (برابر ہے آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں)۔ (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ اس کے بعد ایسا لفظ واقع ہو کہ جو ہمزہ کے بعد واقع ہو یعنی اگر ہمزہ کے بعد اسم واقع ہے تو ام کے بعد بھی اسم ہو جیسے اَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو (زید ہے تیرے پاس یا عمرو ہے؟) اور ہمزہ کے بعد فعل واقع ہو تو ام کے بعد بھی فعل واقع ہو جیسے اَقَامَ زَیْدٌ اَمْ قَعَدَ (کیا زید کھڑا ہے یا بیٹھا ہے) اس شرط کی وجہ سے اَرَأَیْتَ زَیْدًا اَمْ عَمْرًوا نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہمزہ کے بعد فعل ہے اور اَمْ کے بعد اسم ہے۔

وَالثَّالِثُ: أَنْ يَّكُوْنَ أَحَدُ الْأَمْرَيْنِ الْمُسْتَوِيَيْنِ مُحَقَّقًا، وَإِنَّمَا يَكُوْنُ الْإِسْتِفْهَامُ عَنِ التَّعْيِيْنِ فَلِذٰلِكَ يَجِبُ أَنْ يَّكُوْنَ جَوَابُ (أَمْ) بِالتَّعْيِيْنِ، دُوْنَ (نَعَمْ) أَوْ (لَا) فَإِذَا قِيْلَ (أَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرٌو)، فَجَوَابُهُ بِتَعْيِيْنِ أَحَدِهِمَا، أَمَّا إِذَا سُئِلَ بِ (أَوْ) وَ (إِمَّا) فَجَوَابُهُ (نَعَمْ) أَوْ (لَا).

ترجمہ۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ دو مساوی امور میں سے ایک محقق ہو اور استفہام صرف تعیین کے لئے کیا گیا ہو پس اسی لئے واجب ہے کہ ام کا جواب تعیین کے ساتھ دیا جائے نہ کہ نعم یا لا کے ساتھ پس جب کہا جائے أزید عند ک أم عمر

و تو اس کا جواب دونوں میں سے کسی ایک کی تعین کے ساتھ ہوگا بہر حال جب ا و یا اِما سے سوال کیا جائے تو اس کا جواب نعم یالا کے ساتھ ہوگا۔

تشریح: یہاں سے تیسری شرط بیان فرمارہے ہیں وہ یہ ہے کہ امرین متساویین میں سے کوئی ایک محقق وثابت ہو یعنی معطوف علیہ اور معطوف میں سے ایک متکلم کے نزدیک ثابت ہے لیکن متکلم مخاطب سے تعیین کے بارے میں سوال کرتا ہے اس وجہ سے اس کے جواب میں کسی ایک کو متعین کرنا ضروری ہے صرف نعم یالا کہنا صحیح نہیں جیسے پوچھا کہ ازید عندک ام عمرو تو جواب میں زید یا عمرو کسی ایک کو متعین کرنا ضروری ہے نعم یالا کے ساتھ جواب دینا صحیح نہیں بخلاف او اور اما کے کہ اس کے ذریعے سوال کرنے والا دو میں ایک چیز کے ثبوت کو بالکل نہیں جانتا۔

٢۔ وَمُنْقَطِعَةٌ: وَهِيَ مَا تَكُوْنُ بِمَعْنٰى (بَلْ)مَعَ الْهَمْزَةِ كَمَا رَأَيْتَ شَبَحًا مِنْ بَعِيْدٍ، قُلْتَ (اِنَّهَا لَاِبِلٌ) عَلٰى سَبِيْلِ الْقَطْعِ ،ثُمَّ حَصَلَ لَكَ شَكٌّ اَنَّهَا شَاةٌ، فَقُلْتَ(اَمْ هِيَ شَاةٌ)تَقْصُدُ الْاِعْرَاضَ عَنِ الْاِخْبَارِ الْاَوَّلِ، وَالْاِسْتِئْنَافَ بِسُوَالٍ آخَرَ مَعْنَاهُ بَلْ أَهِيَ شَاةٌ.

وَاعْلَمْ اَنَّ(اَمْ اَلْمُنْقَطِعَةَ)لَا تُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِي الْخَبَرِ كَمَا مَرَّ، وَفِي الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ(اَعِنْدَكَ زَيْدٌ اَمْ عَمْرٌو)سَاَلْتَ اَوَّلًا عَنْ حُصُوْلِ زَيْدٍ ثُمَّ اَضْرَبْتَ عَنِ السُّوَالِ الْاَوَّلِ، وَاَخَذْتَ فِي السُّوَالِ عَنْ حُصُوْلِ عَمْرٍو.وَ(لَا)وَ(بَلْ)وَ(لٰكِنْ)جَمِيْعُهَا لِثُبُوْتِ اَحَدِ الْاَمْرَيْنِ مُعَيَّنًا.اَمَّا (لَا) فَلِنَفْيِ مَا وَجَبَ لِلْاَوَّلِ عَنِ الثَّانِيْ نَحْوُ(جَاءَنِيْ زَيْدٌ لَا عَمْرٌو)۔

ترجمہ: اور دوسرا ام منقطعہ ہے، اَم منقطعہ وہ حرف ہے جو بل کے معنی میں ہو ہمزہ کے ساتھ جیسے جب تو نے دور سے کوئی شبیہ (صورت) دیکھی تو تو نے کہا وہ یقینی طور پر اونٹ ہے پھر تجھے شک واقع ہوا کہ وہ بکری ہے تو تو نے کہا ام ھی شاۃ کہ تو پہلی خبر سے اعراض کا ارادہ کر رہا ہے اور دوسرے سوال کے ساتھ استیناف کا ارادہ کر رہا ہے اس کے معنی ہیں بل ھی شاۃ۔

اور جان لے کہ ام منقطعہ استعمال نہیں کیا جاتا مگر خبر میں جیسا کہ گزر گیا اور استفہام میں جیسے اعندک زید ام عمرو کہ تو نے اوّلا زید کے حصول کا سوال کیا پھر تو نے سوال اوّل سے اعراض کیا اور عمرو کے حصول کے بارے میں سوال اختیار کیا، اور حرف لا ، بل ،اور لکن ،دو امروں میں سے کسی ایک کے لئے معین طور پر حکم کو ثابت کرنے کے لئے ہیں، بہر حال لا پس وہ ثانی سے اس چیز کی نفی کے لئے ثابت ہوا ہے جو اول کیلئے ثابت ہے جیسے جآء نی زید لا عمرو

Scanned with CamScanner

تشریح : یہاں سے اَمْ کے دوسرے قسم ام منقطعہ کو بیان فرمارہے ہیں۔

اَمْ منقطعہ وہ ہوتا ہے جو بمعنی بل اور ھمزہ ہوتا ہے، اور یہ بَلْ کی طرح اِضْرابْ کے لئے آتا ہے جیسے آپ دور سے ایک جسم کو دیکھ کر کہیں "اِنَّھَا لَاِبِلٌ" (تحقیق وہ اونٹ ہے) قریب جاکر پتہ چلا کہ یہ تو بکری ہے تو آپ نے پہلے کلام سے اعراض کیا اور دوسرا سوال کیا کہ اَمْ ھِیَ شَاۃٌ اَیْ بَلْ ھِیَ شَاۃٌ (بلکہ کیا وہ بکری ہے)۔

واعلم ان ام المنقطعة لاتستعمل الخ:- اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ام منقطعہ خبر کے بعد استعمال ہوتا ہے اسی طرح استفہام کے بعد بھی استعمال ہوتا ہے، خبر کی مثالیں پہلے گزریں استفہام کی مثال جیسے اَعِنْدَکَ زَیْدٌ اَمْ عَمْرٌو (تمہارے پاس زید یا عمرو) پہلے زید کے حصول کے بارے میں سوال کیا لیکن موجود نہ تھا تو اپنے ماقبل کلام سے اعراض کیا اور کہا کہ کیا عمرو ہے آپ کے پاس؟

لَا، بَلْ، لٰکِنْ جمیعھالثبوت الحکم لاحد الامرین الخ :لا، بل، لکن یہ تینوں اس بات پر دلالت کرنے کے لئے آتے ہیں کہ حکم معطوف علیہ اور معطوف میں سے کسی ایک کے لئے متعین طور پر ثابت ہے۔

لا: لا معطوف سے اس حکم کی نفی کے لئے آتا ہے جو معطوف علیہ کے لئے ثابت ہو باالفاظ دیگر لا عاطفہ تب ہوگا جب اس کا ما بعد ماقبل کی ضد ہو جیسے جَاءَ نِیْ زَیدٌ لَا عَمرٌو۔ اس مثال میں مجیت کا حکم صرف معطوف علیہ کے لئے ہے نہ کہ معطوف کے لئے۔

وَ(بَلْ)لِلْاِضْرَابِ عَنِ الْاَوَّلِ وَالْاِثْبَاتِ لِلثَّانِیْ نَحْوُ(جَاءَ نِیْ زَیْدٌ بَلْ عَمْرٌو) مَعْنَاہُ بَلْ جَاءَ نِیْ عَمْرٌو ،وَ(مَا جَاءَ بَکْرٌ بَلْ خَالِدٌ)مَعْنَاہُ بَلْ مَاجَاءَ خَالِدٌ .

ترجمہ:- اور بل اوّل سے اضراب اور ثانی کے اثبات کے لئے ہے جیسے جآء نی زید بل عمرو اس کا معنی ہے بل جآء نی عمرو اور ما جآء بکرٌ بل خالدٌ اس کے معنی ہیں بل ماجآء خالد۔

تشریح :بَلْ اِضرَاب کے لئے آتا ہے یعنی یہ حکم کو جزء اول (معطوف علیہ) سے پھیر کر جزء ثانی (معطوف) کے لئے ثابت کر دیتا ہے یعنی معطوف علیہ سے حکم کو پھیر کر معطوف کیلئے ثابت کرتا ہے جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ بَلْ عَمْرٌو اس میں مجیت کا حکم زید سے نفی کر کے عمرو کیلئے ثابت کیا ہے اور جملہ منفیہ کی مثال مَا جَاءَ بَکْرٌ بَلْ خَالِدٌ اس میں عدم مجیت کا حکم بکر سے منفی کر کے خالد کیلئے ثابت کیا ہے کہ میرے پاس بکر نہیں بلکہ خالد نہیں آیا۔

Scanned with CamScanner

پھر اس کے بعد یا تو جملہ آئے گا یا مفرد آئے گا اگر مفرد ہو تو یہ عاطفہ ہوگا جیسے مَا جَاءَ نِیْ زَیْدٌ بَلْ عَمْرٌو اور اگر جملہ ہو تو استینافیہ ہوگا کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ۔ اس مثال میں بل کے بعد جملہ ہے اور یہ جملہ استینافیہ ہے۔

وَ(لٰکِنْ) لِلْاِسْتِدْرَاکِ، وَیَلْزَمُھَا النَّفْیُ قَبْلَھَا نَحْوُ مَا جَاءَ نِیْ زَیْدٌ لٰکِنْ عَمْرٌو جَاءَ) اَوْبَعْدَھَا، نَحْوُ (قَامَ بَکْرٌ لٰکِنْ خَالِدٌ لَمْ یَقُمْ).

ترجمہ: اور حرف لکن استدراک کے لئے آتا ہے اور اس کو اس سے پہلے نفی لازم ہے جیسے مَا جَآءَ نِیْ زَیْدٌ لکن عَمْرو جآء، یا اس کے بعد جیسے قام بکر و لکن خالد لَم یقُم۔

تشریح : لکِنْ استدراک کے لئے آتا ہے یعنی لکِنْ سے پہلے والے کلام میں جو وہم پیدا ہو رہا تھا یہ اس کو دور کرنے کے لئے آتا ہے اور اس کو نفی لازم ہے نفی کے بغیر مستعمل نہیں ہوتا حرف نفی یا اس سے پہلے ہوگا جیسے ماجاء نی زیدلکن عمرٌو جاء اور یا حرف نفی لکن کے بعد ہو جیسے قَام بکرٌ لکنْ خالدٌ لَم یقُمْ۔

فَصْلٌ حُرُوْفُ التَّنْبِیْہِ: ثَلَاثَۃٌ: ۱۔ اَلَا ۲۔ وَاَمَا ۳۔ وَھَا.

وُضِعَتْ لِتَنْبِیْہِ الْمُخَاطَبِ لِئَلَّا یَفُوْتَہٗ شَیْءٌ مِنَ الْکَلَامِ.

فَـ(اَلَا) وَ(اَمَا) لَا تَدْخُلَانِ اِلَّا عَلَی الْجُمْلَۃِ اِسْمِیَّۃً کَانَتْ نَحْوُ قَوْلِہٖ تَعَالٰی (اَلَا اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ) وَقَوْلِ الشَّاعِرِ:

اَمَا وَالَّذِیْ اَبْکٰی وَاَضْحَکَ وَالَّذِیْ ۔۔۔ اَمَاتَ وَاَحْیَا وَالَّذِیْ اَمْرُہُ الْاَمْرُ

اَوْفِعْلِیَّۃً نَحْوُ (اَمَا لَا تَفْعَلْ) وَ(اَلَا تَضْرِبُ). وَالثَّالِثُ (ھَا) تَدْخُلُ عَلَی الْجُمْلَۃِ الْاِسْمِیَّۃِ نَحْوُ (ھَا زَیْدٌ قَائِمٌ)، وَالْمُفْرَدُ نَحْوُ (ھٰذَا وَھٰؤُلَاءِ)۔

ترجمہ: فصل حروف تنبیہ تین ہیں الا ، اما، اور ھا جو مخاطب کو متنبہ کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں تاکہ اس کلام میں سے کوئی بات فوت نہ ہو پس الا اور اما صرف جملہ داخل ہوتے ہیں اسمیہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد الا انھم ھم المفسدون اور شاعر کا قول شعر:

اَمَا وَالَّذِیْ اَبْکٰی وَاَضْحَکَ وَالَّذِیْ ۔۔۔ اَمَاتَ وَاَحْیَا وَالَّذِیْ اَمْرُہُ الْاَمْرُ

Scanned with CamScanner

یافعلیہ ہو جیسے اما لا تفعل اور الا لا تضرب اور تیسرا ھا ہے جو جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے ھا زید قائم اور مفرد پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے ھذا اور ھؤلاء۔

تشریح :اس فصل میں مصنف حروف تنبیہ کو بیان فرمارہے ہیں۔

فصل حروف التنبیه :- حروف تنبیہ کل تین حروف ہیں یہ اس لئے وضع کئے گئے ہیں تاکہ اس کے ذریعے مخاطب کو آگاہ کیا جائے تاکہ اس سے کوئی چیز فوت نہ ہو یہ دونوں جملے پر داخل ہوتے ہیں چاہے جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ ہو جملہ اسمیہ کی مثال جیسے قول باری تعالیٰ اَلَآ اِنَّھُم ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ اس میں ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ جملہ اسمیہ ہے اور شاعر کا یہ قول!

اَمَاوَالَّذِی اَبْکٰی وَاَضْحَکَ وَالَّذِیْ اَمَاتَ وَاَحْیٰی وَالَّذِی اَمْرُہُ الْاَمْرُ

ترجمہ:۔ آگاہ ہو جاقسم ہے اس ذات کی جو رلاتا ہے اور ہنساتا ہے اور اس ذات کی قسم جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور قسم اس ذات کی جس کا حکم حکم ہے۔

محل استشہاد:اس میں اَمَا حرف تنبیہ جو جملہ اسمیہ پر داخل ہے واو قسم کی ہے اور باقی کلام موصولات کے صلات ہیں۔
اور جملہ فعلیہ کی مثال جیسے اَمَا لَا تَفْعَل (آگاہ رہو تو مت کر)۔

ترکیب:اَمَا حرف تنبیہ، واو قسمیہ جارہ،الذی اسم موصول،ابکی صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم، ھو ضمیر مرفوع متصل مستتر اس کا فاعل مرفوع محلاً،فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ،واو عاطفہ،اضحک فعل بافاعل معطوف،معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ ہوا،موصول صلہ مل کر معطوف علیہ،واو عاطفہ الذی اسم موصول،امات فعل بافاعل معطوف علیہ، واو عاطفہ ،احیی فعل بافاعل معطوف،معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ،موصول صلہ مل کر معطوف اول ہوا او عاطفہ،الذی اسم موصول،امر ہ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتداء،الامر اس کی خبر مرفوع بضمہ لفظاً،مبتدا اپنی خبر سے مل کر صلہ ہوا،موصول صلہ مل کر معطوف ثانی،معطوف علیہ اپنے دونوں معطوف سے مل کر مجرور ہوا واو جارہ کا،جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل محذوف اقسم کا،فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ قسمیہ ہوا۔

والثَّالِثُ ھَا تَدْخُلُ الخ :- حروف تنبیہ میں سے تیسرا حرف ھا تنبیہ ہے یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے ھَا زَیْدٌ قَائِمٌ خبردار زید کھڑا ہے اور مفرد پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے ھٰذا اور ھؤلاء۔

Scanned with CamScanner

فَصْلٌ حُرُوْفُ النِّدَاءِ خَمْسَةٌ:

۱۔یَا ۲۔وَأَیَا ۳۔وَھَیَا ۴۔وَأَیْ ۵۔وَالْھَمْزَةُالْمَفْتُوْحَةُ.

فـ(أَیْ) وَالْھَمْزَةُ لِلْقَرِیْبِ ، وَ أَیَا وَ ھَیَا لِلْبَعِیْدِ ، وَ یَا لَھُمَا وَلِلْمُتَوَسِّطِ.وَقَدْ مَرَّ أَحْکَامُ الْمُنَادٰی .

ترجمہ:فصل،حروف نداءکل پانچ حروف ہیں یا، ایا ،ھیا ،ای ،ھمزہ مفتوحہ ،ای اورھمزہ مفتوحہ قریب کے لئے آتے ہیں اورایــااور ھیــا بعید کے لئے اور یاعام ہےقریب اوربعید دونوں اورمتوسط کے لئے آتا ہے۔اور منادیٰ کے احکام بحث میں گزر چکے ہیں۔

تشریح :-اس فصل میں حروف نداءکو بیان فرمارہے ہیں۔

حروف نداءکل پانچ حروف ہیں یا، ایا ،ھیا ،ای ،ھمزہ مفتوحہ ان میں سےای اورھمزہ مفتوحہ قریب کے لئے آتے ہیں اورایااور ھیا بعید کے لئے اور یاعام ہےقریب ،بعیداورمتوسط کیلئے آتا ہے۔

باقی اس کی مکمل تفصیل اوراس کے احکام منصوبات میں منادی کی بحث میں گزر چکے ہیں۔

فَصْلٌ حُرُوْفُ الْإِیْجَابِ سِتَّةٌ:

۱۔نَعَمْ ۲۔وَبَلٰی ۳۔وَأَجَلْ ۴وَجَیْرِ ۵۔وَإِنَّ ۵۔وَإِیْ.

أَمَّا(نَعَمْ)فَلِتَقْرِیْرِ کَلَامٍ سَابِقٍ مُثْبَتًا کَانَ أَوْ مَنْفِیًّا ،نَحْو أَجَاءَ زَیْدٌ ؟ قُلْتَ :نَعَمْ و أَمَاجَاءَ زَیْدٌ ؟ قُلْتَ : نَعَمْ . وَ بَلٰی تُخْتَصُّ بِاِیْجَابِ مَا نُفِیَ اِسْتِفْھَامًا،کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی : أَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُو بَلٰی ، أَوْخَبَرًا، کَمَا یُقَالُ لَمْ یَقُمْ زَیْدٌ قُلْتَ بَلٰی أَیْ قَدْقَامَ .

وَ أَیْ لِلْاِثْبَاتِ بَعْدَ الْاِسْتِفْھَامِ ، وَیَلْزَمُھَا الْقَسَمُ کَمَااِذَاقِیْلَ ھَلْ کَانَ کَذَا؟ ،قُلْتَ أَیْ وَاللّٰهِ .وَ أَجَلْ وَ(جَیْرِ)و اِنَّ لِتَصْدِیْقِ الْخَبَرِ ،کَمَا اِذَاقِیْلَ جَاءَ زَیْدٌ قُلْتَ أَجَلْ أَوْ جَیْرِ أَوْ اِنَّ ،أَیْ أُصَدِّقُکَ فِیْ ھٰذَاالْخَبَرِ .

ترجمہ:۔فصل،حروف ایجاب چھ ہیں، نعم ، بلی ، اجل ، جیر ، اِنَّ اورای ،بہرحال نعم کلام سابق کوثابت کرنے کیلئے آتا ہےخواہ مثبت ہوجیسے أجاء زید تو آپ نے جواب میں کہانعم، اورأما جآء زید تو آپ نے کہانعم ،اوربلی اس چیز کے ساتھ خاص ہےجس کی نفی بطوراستفہام کے کی گئی ہوجیسے اللہ تعالیٰ کاقول اَلَسْتُ بـربـکـم قــالو ا بلی ،یا

Scanned with CamScanner

بصورۃ خبر نفی کی گئی ہو جیسے کہا جائے لَم یَقُم زَیدٌ تو آپ نے کہا بلیٰ یعنی قد قام، اور اِیْ استفہام کے بعد اثبات کے لئے آتا ہے اور اس کو قسم لازم ہے جیسے جب کہا جائے ھَل کَانَ کذا تو آپ کہیں اِیْ وَاللہ، اور اجل، جیر اور اِنَّ، خبر کی تصدیق کے لئے آتے ہیں جیسے جب کہا جائے جیسے جاء زید تو آپ کہیں، اجل یا جیر یا اِنَّ یعنی میں اس خبر میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔

تشریح:- اس فصل میں حروف ایجاب کو بیان فرمارہے ہیں۔

ایجاب کا لغت میں معنی ہوتا ہے ثابت کرنا اور ان کو حروف ایجاب اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے ماقبل والے جملے کو ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں، یہ کل چھ حروف ہیں (۱) نَعَمْ (۲) بَلٰی (۳) اَجَلْ (۴) اِیْ (۵) جَیْرِ (۶) اِنَّ۔

نَعَمْ: یہ ماقبل والے جملے کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے، چاہے وہ جملہ خبریہ ہو یا جملہ انشائیہ ہو چاہے مثبتہ ہو یا منفیہ جیسے آپ سے کوئی پوچھے اَجَاءَ زَیْدٌ (کیا زید آگیا) اس کے جواب میں آپ کہیں نَعَمْ (ہاں! بیشک زید آگیا) اور نفی کی مثال جیسے کوئی پوچھے کہ اماجاء زید (کیا زید نہیں آیا) تو آپ جواب میں کہیں کہ نَعَمْ (جی ہاں نہیں آیا)

وبَلٰی تُخْتَصُّ :بلی اپنے ماقبل والے جملے کی نفی کو توڑ کر مثبت کے معنی میں کر دیتا ہے چاہے وہ نفی باعتبار استفہام کے ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) اس کے جواب میں کہا گیا بَلٰی (کیوں نہیں! بے شک آپ ہمارے ربّ ہیں)۔ یا یہ کہ باعتبار خبر کے نفی ہوئی ہو جیسے کوئی کہے لَمْ یقُم زَیدٌ تو جواب میں کہے کہ بَلٰی۔

اِیْ لاثْبَات الخ: یہ استفہام کے بعد اثبات کے لئے آتا ہے اور اس کو قسم لازم ہے لیکن فعل قسم کبھی بھی اس کے ساتھ مذکور نہیں ہوتا جیسے کہا جائے ھَلْ کَانَ کَذَا؟ (کیا ایسا ہوا تھا؟) اور آپ جواب میں کہیں اِیْ وَاللہِ (ہاں! بخدا ایسا ہوا تھا)۔

اَجَلْ، جَیْرِ، اِنَّ: یہ تینوں خبر کی تصدیق کے لئے آتے ہیں خواہ وہ خبر مثبت ہو خواہ منفی ہو، استفہام کے بعد نہیں آتے، جیسے کہا جائے، جَاءَ زَیْدٌ (زید آیا) اس کے جواب میں اَجَلْ یا جَیْرِ یا اِنَّ آئے گا (ہاں! واقعی زید آیا)۔

فَصْلٌ

حُرُوْفُ الزِّيَادَةِ سَبْعَةٌ:

۱۔ اِنْ ۲۔ وَاَنْ ۳۔ وَمَا ۴۔ وَلَا ۵۔ وَمِنْ ۶۔ وَالْبَاءُ ۷۔ وَاللَّامُ.

فـ(اِنْ) تُـزادُمَعَ (مَا النَّافِيَةِ)، نَحْوُ (مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ) وَمَعَ (مَا الْمَصْدَرِيَّةِ) نَحْوُ (اِنْتَظِرْ مَا اِنْ يَجْلِسُ

Scanned with CamScanner

الْاَمِیرُ)، وَمَعَ (لَمَّا)، نَحْوُ (لَمَّا اِنْ جَلَسْتَ جَلَسْتُ. وأَنْ تُزَادُ مَعَ (لَمَّا) كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى (فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیرُ)، وَبَیْنَ (لَو) وَالْقَسَمِ الْمُتَقَدِّمِ عَلَیْهَا نَحْوُ (وَاللّٰهِ اَنْ لَوْ قُمْتَ قُمْتُ وَ(مَا) تُزَادُ مَعَ (اِذَا وَمَتٰى وَاَیِّ وَاَنّٰى وَاَیْنَ وَاِنْ) شَرْطِیَّاتٍ، كَمَا تَقُوْلُ: (اِذَامَاصُمْتَ صُمْتُ)، وَكَذَا الْبَوَاقِیْ. وَبَعْدَ بَعْضِ حُرُوْفِ الْجَرِّ، نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ) وَ(عَمَّاقَلِیلٍ لَّیُصْبِحُنَّ نٰدِمِیْنَ) وَ(مِمَّا خَطِیْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا)، وَ(زَیْدٌصَدِیقِیْ كَمَا اَنَّ عَمْرًا اَخِیْ). وَ(لَا) تُزَادُ مَعَ الْوَاوِ. بَعْدَ النَّفْیِ نَحْوُ (مَا جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَلَا عَمْرٌو)، وَبَعْدَ (اَنْ) الْمَصْدَرِیَّةِ، نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (مَامَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ)، وَقَبْلَ الْقَسَمِ، كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى (لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ) بِمَعْنٰى اُقْسِمُ. وَاَمَّا (مِنْ) وَالْبَاءُ وَاللَّامُ فَقَدْمَرَّ ذِكْرُهَا فِی حُرُوْفِ الْجَرِّ فَلَا نُعِیْدُهَا.

ترجمہ:۔ فصل، حروف زیادت سات ہیں اِن ، اَنْ ، مَا، لا، مِنْ ، بَا اور لام، پس اِنْ ما نافیہ کے ساتھ زائدہ ہوتی ہے جیسے مَا اِنْ زَیْدٌ قَائِم اور ما مصدریہ کے ساتھ جیسے انتظر ما ان یجلس الامیر اور لما کے ساتھ جیسے لما ان جلست جلستُ اور اَنْ لَمَّا کے ساتھ زائدہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فلما ان جآء البشیر ،اور لو اور اس قسم کے درمیان جو اس لو پر مقدم ہو اِن زائدہ ہوتا ہے جیسے واللّٰہ اِن لو قمت قمتُ ،اور ما زائدہ ہوتا ہے اذا متی ، ای ، ان ، این اور شرطیات کے ساتھ جیسے تو کہے اذا ما صمت صمتُ اور اسی طرح باقی ہیں، اور حروف جر کے بعد جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فبما رحمۃ من اللہ اور عما قلیل لیصبحن نادمین ،اور ممّا خطیئتہم اُغرقوا فا دخلوا نارا اور زید صدیقی کمّاان عمْرا اَخی ،اور کے ساتھ نفی کے بعد زائدہ ہوتا ہے جیسے مـا جـآءَ نی زَیْدٌ ولا عمرو ،اور ان مصدریہ کے بعد جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ما منعک ان لا تسجد اور اور قسم سے پہلے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول لا اقسم بهذا البلد اُقْسِمُ کے معنی میں ہے اور بہر حال من ،باء اور لام ،ان کا ذکر حروف جر میں گزر چکا ہے پس ہم ان کا اعادہ نہیں کرتے۔

تشریح:۔ اس فصل میں حروف زیادت کو بیان فرما رہے ہیں۔

زیادت کا معنی یہ ہے کہ اگر ان کو کلام سے حذف کر دیا جائے تو کلام کے اصل معنی میں کوئی خلل واقع نہ ہو یہ مطلب نہیں کہ یہ بے فائدہ ہوتے ہیں۔ یہ کل سات حروف ہیں: اِنْ ،اَنْ ،مَا، لا ،مِنْ ، با ،لام۔

فَاِنْ الخ :۔ فرماتے ہیں کہ اِنْ اکثر مَا نافیہ کے ساتھ زیادہ ہوتا ہے اور نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے مَا اِنْ زیدٌ قائمٌ۔(

زید کھڑا نہیں ہے)۔ اَنْ: یہ لَمَّا کے ساتھ زائد ہوتا ہے جیسے فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ (جب خوشخبری دینے والا آیا)۔اسی طرح اَنْ لَوْ اور اس قسم کے درمیان بھی زائد ہوتا ہے جو اس سے پہلے ہو جیسے وَاللّٰہِ اَنْ لَوْ قُمتَ قُمتُ ۔

مَا یہ اِذَا، مَتٰی، اَیِّ، اَنّٰی ، اَیْنَ اور اِنْ کے ساتھ زائد ہوتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ یہ شرط کے معنی میں ہوں جیسے اِذَا مَا صُمْتَ صُمْتُ ۔(جب تو روزہ رکھے گا تو میں بھی روزہ رکھوں گا) اور باقی اس پر قیاس کریں۔اور بعض حروف جارہ کے بعد بھی ما زائدہ ہوتی ہے جیسے با کے بعد فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ ،عَنْ کے بعد جیسے عَمَّا قَلِيْلٍ لَيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ مِنْ کے بعد جیسے مما خطيئتهم اُغْرِقُوا فَاُدْخِلُوا نَارًا،کاف کے بعد جیسے زَيْدٌ صديقي كما اَنَّ عمرًو اَخي .

وَلَا: یہ عام طور پر اس واؤ عاطفہ کے بعد زائد ہوتا ہے جو نفی کے بعد واقع ہو جیسے مَاجَاءَ نِيْ زَيْدٌ وَلَا عمرٌو (میرے پاس نہ زید آیا اور نہ عمرو) اور اَنْ مصدریہ کے بعد بھی لا زائد ہوتا ہے جیسے مَا مَنَعَكَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ اور کبھی قسم سے پہلے زائد ہوتا ہے جیسے لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ای اقسم بهذا البلد (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں)۔

وَمِنْ: یہ نفی کے بعد زائد ہوتا ہے جیسے مَاجَاءَ نِيْ مِنْ اَحَدٍ (میرے پاس کوئی نہیں آیا)۔بَا: یہ ما نافیہ کے بعد زائد ہوتا ہے جیسے مَازَيْدٌ بِقَائِمٍ (زید کھڑا نہیں ہے)۔لام: جیسے رَدِفَ لَكُمْ اَىْ رَدِفَكُمْ (وہ تمہارے پیچھے ہوا)۔

فَصْلٌ حَرْفَا التَّفْسِيْرِ: ١ ـ اَىْ ٢ ـ وَاَنْ. فَ(اَىْ) كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى :(وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ)،اَىْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ كَاَنَّكَ تُفَسِّرُهُ اَهْلَ الْقَرْيَةِ. وَ(اَنْ)اِنَّمَا يُفَسَّرُبِهَا فِعلٌ بِمَعْنَى الْقَوْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَنَادَيْنَاهُ اَنْ يَّا اِبْرَاهِيْمُ)فَلَا يُقَالُ قُلْتُ لَهٗ اَنْ اَكْتُبْ،اِذْ هُوَ لَفْظُ الْقَوْلِ لَا مَعْنَاهُ.

ترجمہ:۔فصل،تفسیر کے دو حرف ہیں ای اور ان پس ای تو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول واسئل ا لقریۃ ای اهل القريۃ ،گویا تو اس کی تفسیر اهل القریۃ سے کررہا ہے،اور ان بلاشبہ اس کے ذریعہ اس فعل کی تفسیر کی جاتی ہے جو قول کے معنی میں ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ونادینه ان یا ابراهیم ،پس نہیں کہا جاتا قلت له ان اکتب ،اس وجہ سے کہ یہ لفظ قول ہے نہ کہ معنی قول۔

تشریح:۔حروف تفسیر یہ دو حرف ہیں (١) اَیْ (٢) اَنْ .

اَیْ: یہ ماقبل والے جملے کی پوشیدگی کو دور کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ واسئل الْقَرْيَةَ اَىْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ .

یہ مفرد کی بھی تفسیر کرتا ہے اور جملہ کی بھی،مفرد کی مثال جَاءَ نِيْ اَبُو التُّرَابِ اَىْ عَلِيٌّ ، جملہ کی مثال قُطِعَ

Scanned with CamScanner

رزقه أى مات.

اَنْ یہ اس فعل کی تفسیر کرتا ہے جو معنی قول ہو جیسے امر، نداء اور کتابت وغیرہ پس وہ نہ تو لفظ قول کے بعد واقع ہوگا اور نہ اس کے بعد جو قول کے معنی میں نہ ہو اور یا کو مفعول مقدر کی تفسیر کرتا ہے جیسے نَادَيْنَاهُ اَنْ يَّا اِبْرَاهِيْمُ (ہم نے پکارا یعنی ہم نے کہا اے ابراہیم) یہاں نَـادَيْنَـا، قُلْنَا کے معنی میں ہے کیونکہ نداء قول کے بغیر نہیں ہوتی اور یہاں ان مفعول مقدر کی تفسیر کرتا ہے کہ نادیناه بلفظ هو قولنا یاابراهیم اور یا جیسے کتبت له ان ایت یہاں کتبت قول کے معنی میں ہے اور اس میں ان مفعول مقدر کی تفسیر کرتا ہے کہ کتبت له بشئ هو ایت ، چونکہ ان اس فعل کے بعد آتا ہے جو قول کے معنی میں ہو لہذا ایسا نہیں کہہ سکتے کہ قُلْتُ لَهٗ اَنْ اُكْتُبْ میں نے اس کو کہا کہ لکھ دے وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ لفظ قول ہے قول کا معنی نہیں ہے۔

فَصْلٌ حُرُوْفُ الْمَصْدَرِ ثَلَاثَةٌ : ١ ـ مَا ٢ . وَاَنْ ٣ ـ وَاَنَّ.

فَالْاَوَّلَانِ لِلْجُمْلَةِ الْفِعْلِيَّةِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ)اَىْ بِرُحْبِهَا. وَقَوْلُ الشَّاعِرِ:

يَسُرُّ الْمَرْءَ مَاذَهَبَ اللَّيَالِيْ وَكَانَ ذَهَابُهُنَّ لَهٗ ذَهَابًا

وَ(اَنْ) نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلَّا اَنْ قَالُوْا)،اَىْ قَوْلُهُمْ .وَ(اَنَّ) لِلْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ،نَحْوُ:(عَلِمْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ)اَىْ قِيَامَكَ

ترجمہ فصل، حروف مصدر تین ہیں ما، ان ، اور ان پس پہلے دو جملہ فعلیہ کے لئے آتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وضاقت علیهم الا رض بما رحبت یعنی بر حبها اور شاعر کا قول شعر:

يسر المرء ما ذهب الليالي وكان ذها بهن له ذهابا

اور ان کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے فما كان جواب قومه الا ان قالو ا يعنى قولهم، اور انّ جملہ اسمیہ کیلئے آتا ہے جیسے علمتُ انک قائم یعنی قیامک۔

تشریح :- یہ حروف مابعد والے جملے کو مصدر کی تاویل میں کر دیتے ہیں اور یہ تین حروف ہیں: مَا ، اَنْ ، اَنَّ۔

مَا اور اَنْ جملہ فعلیہ پر داخل ہو کر اس کو مصدر کی تاویل میں کر دیتے ہیں جیسے باری تعالیٰ کا ارشاد ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اَىْ بِرُحْبِهَا اور جیسے شاعر کا یہ قول

یسر المرأ ما ذھب اللیالی وکان ذھابھن لہ ذھابا

ترجمہ:۔ راتوں کا گزرنا آدمی کو خوش کردیتا ہے حالانکہ راتوں کا گزرنا اس کا گزرنا ہے۔

محل استشہاد:۔ اس شعر میں ما ذھب میں ما مصدریہ ہے اور فعل پر داخل ہے۔

ترکیب:۔ یسر صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم، المرأ مفرد منصرف صحیح اس کا مفعول بہ مقدم منصوب بالفتحہ لفظاً، ما مصدریہ، ذھب صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم، اللیالی جمع مکسر منصرف اس کا فاعل مؤخر مرفوع بضمہ تقدیراً ذوالحال، واو حالیہ کان فعل از افعال ناقصہ، ذھاب مصدر مفرد منصرف صحیح اس کا اسم مرفوع بضمہ لفظاً مضاف، ھن ضمیر مجرور متصل اس کا مضاف الیہ مجرور محلاً، مضاف مضاف الیہ مل کر اسم ہوا کان کا، ذھاباً مصدر مفرد منصرف صحیح اس کی خبر منصوب بالفتحہ لفظاً، کان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال ہوا ذوالحال کے لئے، حال ذوالحال مل کر فاعل مؤخر ہوا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

اور اَنَّ جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اس کو مصدر کی تاویل میں کردیتا ہے جیسے عَلِمْتُ اَنَّکَ قَائِمٌ اَیْ قِیَامَکَ (میں نے تیرے کھڑے ہونے کو جانا)۔

فَصْلٌ حُرُوْفُ التَّحْضِیْضِ أَرْبَعَةٌ:

۱۔ ھَلَّا ۲۔ وَاَلَّا ۳۔ وَلَوْلَا ۴۔ وَلَوْمَا.

لَھَا صَدْرُ الْکَلَامِ وَمَعْنَا ھَا حَضٌّ عَلَی الْفِعْلِ اِنْ دَخَلَتْ عَلَی الْمُضَارِعِ نَحْوُ (ھَلَّا تَأْکُلُ)، وَ لَوْمٌ اِنْ دَخَلَتْ عَلَی الْمَاضِیْ نَحْوُ (ھَلَّا ضَرَبْتَ زَیْدًا). وَحِیْنَئِذٍ لَا تَکُوْنُ تَحْضِیْضًا اِلَّا بِاِعْتِبَارِ مَا فَاتَ. وَلَاتَدْخُلُ اِلَّا عَلَی الْفِعْلِ کَمَا مَرَّ. وَاِنْ وَقَعَ بَعْدَ ھَا اِسْمٌ فَبِاِضْمَارِ فِعْلٍ کَمَا تَقُوْلُ لِمَنْ ضَرَبَ قَوْمًا: (ھَلَّازَیْدًا)، أَیْ (ھَلَّاضَرَبْتَ زَیْدًا). وَجَمِیْعُھَا مُرَکَّبَةٌ، جُزْءُ ھَا الثَّانِیْ حَرْفُ النَّفْیِ وَالْأَوَّلُ حَرْفُ الشَّرْطِ أَوْاِسْتِفْھَامٍ أَوْ حَرْفُ الْمَصْدَرِ وَلِ(لَوْلَا) مَعْنًی آخَرُ، ھُوَ اِمْتِنَاعُ الْجُمْلَةِ الثَّانِیَةِ لِوُجُوْدِ الْجُمْلَةِ الْأُوْلٰی، نَحْوُ(لَوْلَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ). وَحِیْنَئِذٍ تَحْتَاجُ اِلَی الْجُمْلَتَیْنِ أُوْلَاھُمَا اِسْمِیَّةٌ أَبَدًا.

ترجمہ۔ فصل، حروف تحضیض چار ہیں، ھلا، الا، لولا، اور ما، ان کے لئے صدر کلام ضروری ہے اور ان کا معنیٰ فعل پر ابھارنا

Scanned with CamScanner

ہے اگر یہ فعل مضارع پر داخل ہوں جیسے ھلا تا کل ،اور ملامت کرتا ہے اگر ماضی پر داخل ہوں جیسے ھلا ضربت زیدا،اور اس وقت تحضیض نہیں ہوگی مگر ما فات کے اعتبار سے۔اور ھلا صرف فعل پر داخل ہوتا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور اگر اس کے بعد اسم واقع ہو تو فعل کے اضمار کے ساتھ ہوتا ہے جیسے تو اس شخص سے کہے جس نے کسی قوم کو مارا، ھلا زیدا یعنی ھلا ضربت زیدا ،اور تمام حروف تحضیض مرکب ہیں ان کا دوسرا جزء حرف نفی ہے اور پہلا جزء حرف شرط یا حرف استفہام یا حرف مصدر ہے اور لولا کے لئے ایک دوسرے معنی بھی ہے اور وہ پہلے جملہ کے پائے جانے کی وجہ سے دوسرے جملہ کا ممتنع ہونا ہے۔جیسے لو لا علیؓ لھلک عمرؓ ،اس وقت وہ دو جملوں کا محتاج ہوتا ہے ان میں پہلا جملہ ہمیشہ اسمیہ ہوتا ہے۔

تشریح : فصل حروف تحضیض :یہ چار حروف ہیں، اَلَّا ، ھَلَّا ، لَوْلَا ، لَوْمَا یہ چاروں ہمیشہ کلام کے شروع میں آتے ہیں۔

تحضیض کا لغت میں معنی آتا ہے برانگیختہ کرنا،ابھارنا اور آمادہ کرنا، اور ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں خواہ فعل مضارع ہو یا ماضی،جب فعل مضارع پر داخل ہوتے ہیں تو ابھارنے کے لئے آتے ہیں جیسے ھَلَّا تَاْکُلُ (تو کیوں نہیں کھاتا)۔جب یہ ماضی پر داخل ہوتے ہیں تو ملامت کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے ھَلَّا ضَرَبْتَ زیداً(تو نے زید کو کیوں نہیں مارا)جب یہ فعل ماضی پر داخل ہوں تو اس صورت میں تحضیض باعتبار مافات کے ہوگی تا کہ آئندہ احتیاط ہو کیونکہ ملامت کرنا گزرے ہوئے فعل پر ہوتا ہے۔

وجمیعھا مرکبۃ الخ: فرماتے ہیں کہ یہ چاروں مرکب ہیں پہلا جزء ان میں یا کلمہ شرط ہے جیسے لولا اور لوما ان دونوں میں لو حرف شرط ہے ایک میں پہلا کلمہ استفہام ہے جیسے ھلا اس میں ھل کلمہ استفہام ہے اور ایک میں پہلا جزء مصدر یہ ہے جیسے الا اس میں پہلا جزء اَنْ مصدریہ ہے۔

وللوما:۔۔فرماتے ہیں کہ لولا کا ایک اور معنی ہے کہ لَوْلَا یہ ایسے دو کلاموں پر داخل ہوتا ہے جن میں سے پہلے کلام کا موجود ہونا دوسرے کلام کے منتفی ہونے کا سبب بنتا ہے جیسے لَوْلَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ (اگر علیؓ نہ ہوتے تو حضرت عمرؓ ہلاک ہو جاتے) چونکہ حضرت علیؓ موجود تھے اس لئے عمرؓ ہلاک نہ ہوئے ،پس علیؓ کا موجود ہونا سبب ہوا حضرت عمرؓ کے ہلاک نہ ہونے کا۔اس صورت میں یہ دو جملوں کا محتاج ہوگا پہلا جملہ ان میں سے جملہ اسمیہ ہوگا اور دوسرا جملہ عام ہے چاہے جملہ اسمیہ یا جملہ فعلیہ ہو۔

فَصْلٌ حَرْفُ التَّوَقُّعِ :(قَدْ)وَھِیَ فِی الْمَاضِی لِتَقْرِیْبِ الْمَاضِیْ اِلَی الْحَالِ نَحْوُ(قَدْ رَکِبَ الْاَمِیْرُ)اَیْ قُبَیْلَ ھٰذَا . وَلِاَجْلِ ذٰلِکَ سُمِّیَتْ حَرْفَ التَّقْرِیْبِ اَیْضًا،وَلِھٰذَا تَلْزَمُ الْمَاضِیَ لِیَصْلُحَ اَنْ

Scanned with CamScanner

يَقَعَ حَالًا وَقَدْ تَجِيْءُ لِلتَّاكِيْدِ إِذَا كَانَ جَوَابًا لِمَنْ يَسْأَلُ(هَلْ قَامَ زَيْدٌ؟)تَقُوْلُ (قَدْ قَامَ زَيْدٌ).وَفِي الْمُضَارِعِ لِلتَّقْلِيْلِ نَحْوُ(إِنَّ الْكَذُوْبَ قَدْ يَصْدُقُ)،وَ إِنَّ الْجَوَادَ قَدْ يَبْخَلُ.وَقَدْتَجِيْءُ لِلتَّحْقِيْقِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى(قَدْيَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ).

وَيَجُوْزُ الْفَصْلُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْفِعْلِ بِالْقَسَمِ نَحْوُ(قَدْوَاللّٰهِ أَحْسَنْتَ).وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ بَعْدَ (قَدْ)عِنْدَ الْقَرِيْنَةِ،كَقَوْلِ الشَّاعِرِ:

أَفِدَ التَّرَحُّلُ غيرَ أَنَّ رِكَابَنَا لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَكَأَنْ قَدِنْ

أَيْ وَكَأَنْ قَدْ زَالَتْ.

ترجمہ۔فصل حرف توقع قد ہےاوروہ ماضی میں داخل ہوتا ہے ماضی کوحال سے قریب کرنے کیلئے جیسے قد رکب الامیر یعنی قبیل ھذا ،اوراسی وجہ سے اس کا نام حرف قریب بھی رکھا جاتا ہےاوراسی وجہ سے یہ فعل ماضی کولازم ہوتا ہے تاکہ وہ حال واقع ہونے کے قابل بن سکےاورکبھی تاکید کیلئے آتا ہے جب کہ اس شخص کے جواب میں واقع ہوجوسوال کرے ھل قام زید تو آپ جواب میں کہیں قد قام زیداورفعل مضارع میں تقلیل کیلئے آتا ہے جیسے انّ الکذوب قد یصدق اور انّ الجواد قد یبخل اورکبھی تحقیق کیلئے آتا ہے قد یعلم اللّٰہ المعو قین اور قد اورفعل کے درمیان قسم کے ساتھ فصل لانا جائز ہے قد واللّٰہ اَحسنت اورکبھی قد کے بعد قرینہ کے موجود ہونے کے وقت فعل کوحذف کردیا جاتا ہے جیسے شاعر کا قول شعر!

أَفِدَ التَّرَحُّلُ غيرَ أَنَّ رِكَابَنَا لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَكَأَنْ قَدِنْ

یعنی وکان قد زالت۔

تشریح :-یہاں سے حروف توقع کو بیان فرمارہے ہیں۔

حرف تَوَقُّعْ :توقع باب تفعُّل سے مصدر ہے جس کا معنی ہے امید کرنا،یہ صرف ایک ہی حرف ہے یعنی قَدْ۔

یہ جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو تحقیق مع التقریب کے لئے آتا ہے،تقریب کا مطلب یہ ہے کہ ماضی کوحال کے قریب کردیتا ہے جیسے اس شخص کوکہو جوامیر کے سوار ہونے کی امید رکھتا ہوکہ قَدْ رَکِبَ الامیر (تحقیق امیر محترم سوار ہوگئے ہیں)یعنی ابھی سے کچھ دیر پہلے امیر محترم سوار ہوگئے۔

Scanned with CamScanner

جب یہ ماضی کو حال کے قریب کرنے کے لئے آتا ہے تو اس لئے اس کو حرف تقریب بھی کہتے ہیں اور اس کو ماضی لازم ہے

تا کہ ماضی میں حال واقع ہونے کی صلاحیت پیدا ہو۔

وقد یجیئ للتاکید :۔فرماتے ہیں کہ قد جب کسی ماضی کے سوال کے جواب میں واقع ہو تو اس صورت میں تاکید کے

لئے آئے گا جیسے کوئی پوچھے کہ هَلْ قَامَ زَيْدٌ آپ جواب میں کہیں کہ قَدْ قَامَ زَيْدٌ تو یہاں قَدْ تاکید کے لئے ہے۔

وفی المضارع للتقلیل :۔اور جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو تحقیق مع التقلیل کے آتا ہے جیسے اِنَّ الْكَذُوْبَ قَدْ

يَصْدُقُ (تحقیق جھوٹا کبھی کبھی سچ بولتا ہے) اور یا اِنَّ الْجَوادَ قَدْ يبخل یعنی سخی آدمی کبھی کبھی بخل سے کام لیتا ہے، اور کبھی

تحقیق کے لئے آتا ہے جیسے قد يعلَمُ اللهُ الْمُعَوِّقِيْنَ (تحقیق اللہ تعالیٰ جانتا ہے)۔

وَيَجُوْزُ الفَصْلُ بَيْنَهما الخ فرماتے ہیں کہ قَدْ اور فعل کے درمیان قسم کے ساتھ فاصلہ لانا بھی جائز ہے جیسے قَدْ وَاللّٰهِ

اَحْسَنْتَ اور کبھی قرینہ کی وجہ سے اس فعل کو حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے شاعر کہتا ہے کہ!

اَفِدَ التَّرَحُّلُ غَيْرَ اَنَّ رِكَابَنَا لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَكَاَنْ قَدِنْ

اَفِدَ باب سمع سے قریب ہونا تَرَحُّل باب تفعل سے مصدر ہے کوچ کرنا، تزل اصل میں تھا تزول، واو لَمْ يَقُلْ

والے قاعدہ سے گر گیا۔

ترجمہ:۔کوچ قریب ہو گیا مگر تحقیق ہمارے اونٹ ہمارے کجاووں کے ساتھ رہے (یعنی انہوں نے کوچ نہیں کیا) گویا وہ

سواریاں عنقریب زائل ہو جائیں گی (کیونکہ کوچ کرنے کا پختہ ارادہ ہے)۔

محل استشہاد:۔اس شعر میں قد کے بعد فعل محذوف ہے اصل عبارت یہ تھی کَاَنْ قَدْ زَالَتْ ۔

ترکیب: اَفِدَ صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم، التَرَحُّل مفرد منصرف صحیح اس کا فاعل مرفوع بضمہ لفظاً مستثنیٰ منہ، غیر

حرف استثناء ان حرف از حروف مشبہ بالفعل ناصب الاسم ورافع الخبر، رکاب جمع مکسر منصرف اس کا اسم منصوب محلاً مضاف، نا

ضمیر مجرور متصل اس کا مضاف الیہ مجرور محلاً، مضاف مضاف الیہ مل کر اسم ہوا، لما جازمہ تزل صیغہ واحد مؤنث غائب فعل

مضارع معلوم ھی ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل مرفوع محلاً ذوالحال، با جارہ رحال جمع مکسر منصرف اس کا مجرور بکسرہ

لفظاً مضاف نا ضمیر مجرور متصل اس کا مضاف الیہ مجرور محلاً مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور ہوا با جار کے لئے، جار مجرور مل کر

متعلق ہوا لما تزل فعل کے لئے، واو زائدہ، کان مخففہ من المثقلہ، ھی ضمیر منصوب متصل اس کا اسم منصوب محلاً محذوف

Scanned with CamScanner

قلدن اصل میں تھا قد زالت، قد حرف تحقیق زالت صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معلوم، ھی ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل مرفوع محلا فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر ہوئی کسان کے لئے کسان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر حال ہوا ذوالحال کے لئے، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل ہوا فعل اپنے فاعل اور متعلق کے ساتھ مل کر خبر ہوئی ان کے لئے ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر مستثنیٰ ہوا، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر فاعل ہوا اللہ فعل کے لئے فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

فَصْلٌ حَرْفَا الْاِسْتِفْهَامِ ١ ـ اَلْهَمْزَةُ ٢ ـ وَهَلْ .

لَهُمَا صَدْرُ الْكَلَامِ ، وَتَدْخُلَانِ عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ (أَزَيْدٌ قَائِمٌ ؟)، أَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ (هَلْ قَامَ زَيْدٌ؟). وَدُخُوْلُهُمَا عَلَى الْفِعْلِيَّةِ أَكْثَرُ إِذِ الْاِسْتِفْهَامُ بِالْفِعْلِ أَوْلٰى. وَقَدْ تَدْخُلُ الْهَمْزَةُ فِيْ مَوَاضِعَ لَا يَجُوْزُ دُخُوْلُ (هَلْ). فِيْهَا نَحْوُ (أَزَيْدًا ضَرَبْتَ ؟) و(أَتَضْرِبُ زَيْدًا وَهُوَ أَخُوْكَ؟)، وَ(أَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرٌو؟)،(أَوَمَنْ كَانَ)،و(أَثُمَّ إِذَامَا وَقَعَ)وَلَا تُسْتَعْمَلُ (هَلْ)فِيْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ. وَهٰهُنَا بَحْثٌ.

ترجمہ۔ فصل استفہام کے دو حرف ہمزہ اور ھـل ہے ان دونوں کیلئے صدر کلام ضروری ہے اور دونوں جملہ پر داخل ہوتے ہیں اسمیہ ہو جیسے أزید قائم یا فعلیہ ہو ھل قام زید اور ان دونوں کا جملہ فعلیہ پر داخل ہونا اکثر ہے اسلئے کہ فعل کہ ذریعے استفہام اولیٰ ہے اور کبھی ہمزہ ان مقامات میں داخل ہوتا ہے جن میں ھـل کا داخل ہونا جائز نہیں ہے جیسے أزید ضربت اور أتضرب زیدا وھو اخوک اور أزید عندک أم عمرو اور اومن کان اور افمن کان اور أثم اذا ما وقع اور ھل ان جگہوں میں استعمال نہیں ہوتا اور اس جگہ بحث ہے۔

تشریح :۔اس فصل میں حروف استفہام کا بیان فرمارہے ہیں۔

یہ کسی چیز کے دریافت کرنے کے لئے آتے ہیں اور یہ کل دو حرف ہیں: ھمزہ ، ھَلْ یہ حروف جملہ کے شروع میں آتے ہیں خواہ جملہ اسمیہ ہو جیسے اَزَیْدٌ قَائِمٌ (کیا زید کھڑا ہے) اور خواہ جملہ فعلیہ ہو جیسے ھَلْ قَامَ زَیْدٌ (کیا زید کھڑا ہے) لیکن بنسبت جملہ اسمیہ کے جملہ فعلیہ پر حرف استفہام کا داخل ہونا زیادہ ہے کیونکہ فعل کے ساتھ استفہام اولیٰ ہے۔

وقد تدخل الھمزۃ :۔ فرماتے ہیں کہ بعض مواضع ایسے ہیں جن میں ہمزہ داخل ہوسکتا ہے اور ھل داخل نہیں ہوسکتا اور وہ کل چار مواضع ہیں۔

Scanned with CamScanner

(۱) فعل کی موجودگی میں اسم پر ہمزہ داخل ہو جیسے اَزَیْدًا ضَرَبْتَ یہاں ھَلْ زَیْدًا ضَرَبْتَ کہنا جائز نہیں۔

(۲) ہمزہ کو فعل کے انکار کے لئے لانا جائز ہے ھَل نہیں جیسے اَتَضْرِبُ زَیْدًا وَھُوَ اَخُوْکَ۔

(۳) اَمْ متصلہ کے ساتھ ہمزہ آتا ہے ھَل نہیں جیسے اَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو۔

(۴) حروف عاطفہ پر ہمزہ داخل ہوتا ہے ھَلْ نہیں جیسے اَوَمَنْ کَانَ ،اَفَمَنْ کَانَ ،اَثُمَّ وغیرہ۔

وھٰھُنَا بَحْثٌ:- یہاں فرماتے ہیں کہ بعض مواضع ایسے ہیں جہاں ھَلْ تو داخل ہو سکتا ہے لیکن ہمزہ نہیں۔

(۱) ھَلْ پر عطف ہوتا ہے ہمزہ پر نہیں جیسے فَھَلْ اَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔

(۲) اَمْ کے بعد بھی ھَلْ آتا ہے ہمزہ نہیں۔

(۳) ھَـلْ نفی کا فائدہ دیتا ہے حتی کہ اس کے بعد اِلاَّ اثبات کے لئے لانا جائز ہے اور ہمزہ میں ایسا نہیں ہوتا جیسے ھَـلْ جَـزَاءُ الاحْسَانِ اِلَّا الاحْسَانِ (نہیں ہے احسان کا بدلہ مگر احسان)۔

(۴) اس مبتداء کے بعد جو ھَـل کے بعد ہو اس پر حرف باء نفی کی تاکید کے لئے آتی ہے جبکہ ہمزہ میں ایسا نہیں ہوتا جیسے ھَـلْ زَیْدٌ بِقَائِمٍ ؟

فَصْلٌ حُرُوْفُ الشَّرْطِ : ۱ ۔اِنْ ۲ ۔وَلَوْ ۳۔ وَأَمَّا

لَهَـا صَـدْرُ الْـكَلامِ وَيَـدْخُلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهَا عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ اِسْمِيَّتَيْنِ كَانَتَا أَوْفِعْلِيَّتَيْنِ أَوْمُخْتَلِفَتَيْنِ .فَ(اِنْ) لِلْاِسْتِقْبَالِ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِيْ نَحْوُ(اِنْ زُرْتَنِي أُكْرِمْتُكَ).وَ(لَوْ)لِلْمَاضِيْ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمُضَارِعِ،نَحْوُ (لَوْتَزُوْرُنِيْ أَكْرَمْتُكَ).وَيَلْزَمُهُمَا الْفِعْلُ لَفْظًا كَمَا مَرَّ ،أَوْ تَقْدِيْرًا نَحْوُ(اِنْ اَنْتَ زَائِرِيْ فَأَنَا أُكْرِمُكَ).

وَاعْلَمْ أَنَّ(اِنْ)لَاتُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِي الْأُمُوْرِ الْمَشْكُوْكَةِفَلا يُقَالُ (آتِيْكَ اِنْ طَلَعَتِ الشَّمْس) بَلْ يُقَالُ (آتِيْكَ اِذَاطَلَعَتِ الشَّمْسُ).

وَ(لَوْ) تَدُلُّ عَلَى نَفْيِ الْجُمْلَةِ الثَّانِيَةِ بِسَبَبِ نَفْيِ الْجُمْلَةِ الْأُوْلٰى، كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى (لَوْكَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا).

ترجمہ: فصل حروف شرط: اِنْ اَمَّـــا، لَـوْ ان کے لئے صدر کلام ضروری ہے ان میں سے ہر ایک دو جملوں پر داخل ہوتا ہے

Scanned with CamScanner

چاہے دونوں جملے اسمیہ ہوں یافعلیہ یادونوں مختلف ہوں اگر چہ ماضی پر داخل ہو جیسے ان زرتنی اکرمتک ۔اور لو ماضی کیلئے ہے اگر چہ مضارع پر داخل ہو جیسے لَوْ تَزُوْرُنِیْ أَکْرَمْتُکَ اوران دونوں کوفعل لازم ہے یالفظا جیسے ماقبل میں گزرایا تقدیراًجیسے اِنْ اَنْتَ زَائِرِیْ فَاَنَا اُکْرِمُکَ.

اور جان لے کہ ان کا استعمال صرف مشکوک امور میں ہی ہوتا ہے پس نہیں کہا جائے گا آتِیْکَ اِنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ بلکہ کہا جائے گا آتِیْکَ اِذَاطَلَعَتِ الشَّمْسُ۔

اور لو دلالت کرتا ہے جملہ ثانیہ کے منتفی ہونے پر بسبب جملہ اولیٰ کے منتفی ہونے کے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول! لَوْ کَانَ فِیْھِمَا آلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَ تَا)

تشریح :اس فصل میں حروف شرط کو بیان فرمارہے ہیں یہ کل تین حرف ہیں: اِنْ اَمَّا، لَوْ.

ان میں سے ہر ایک دو جملوں پر داخل ہوتا ہے چاہے دونوں جملے اسمیہ ہوں یافعلیہ یادونوں مختلف ہوں یعنی ایک جملہ اسمیہ دوسرا جملہ فعلیہ ہو۔

ان استقبال کے لئے آتا ہے اگر چہ ماضی میں پر داخل ہو جیسے اِنْ زُرْتَنِیْ اُکرمک ، اور لو ماضی کے لئے آتا ہے اگر چہ مضارع پر داخل ہو جیسے لَوْ تَزُوْرُنِیْ اَکْرَمْتُکَ (اگر میرے پاس آتا تو میں آپ کا اکرام کرتا)۔

ویلزمھاالفعل :- فرماتے ہیں کہ اِنْ اور لَوْ کے لئے فعل لازمی ہے یہ دونوں فعل پر داخل ہوں گے چاہے وہ فعل لفظاً ہو جیسے گزشتہ مثالوں میں اور چاہے فعل تقدیراً ہو جیسے اِنْ اَنْتَ زَائِرِیْ فَاَنَا اُکْرِمُکَ اس مثال میں اِنْ کے بعد فعل مقدر ہے اصل میں عبارت یوں تھی ان کنت زائری فانا اکرمک .

واعلم ان ان الخ :- فرماتے ہیں کہ معلوم ہونا چاہئے کہ اِنْ کا استعمال امور مشکوکہ میں ہوگا یعنی جن امور کے وجود اور عدم میں شک ہو پس آتِیْکَ اِنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ نہیں کہا جائے گا کیونکہ سورج طلوع ہونا امر یقینی ہے بلکہ اس صورت میں آتِیْکَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ کہا جائے گا۔

ولو تَدُلُّ عَلٰی نَفْیِ الْجُمْلَۃ :-لَوْ یہ کلمہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جملہ ثانیہ منتفی ہے جملہ اولیٰ کے منتفی ہونے کی وجہ سے کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی: 'لَوْکَانَ فِیْھِمَا اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا' (اگر زمین وآسمان میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو وہ دونوں (زمین وآسمان) ضرور تباہ ہو جاتے)اس آیت میں کلمہ لَــــوْ نے اس بات پر دلالت کی ہے کہ فسادِ عالم منتفی ہے

Scanned with CamScanner

تعدد آلھۃ کے منتفی ہونے کی وجہ سے یعنی الٰہ زیادہ نہیں ہیں اس لئے کائنات میں بگاڑ نہیں ہے۔

وَإِذَا وَقَعَ الْقَسَمُ فِيْ أَوَّلِ الْكَلَامِ ، وَتَقَدَّمَ عَلَى الشَّرْطِ ، يَجِبُ أَنْ يَّكُوْنَ الْفِعْلُ الَّذِيْ يَدْخُلُ عَلَيْهِ حَرْفُ الشَّرْطِ مَاضِيًا لَفْظًا، نَحْوُ (وَاللّٰهِ إِنْ أَتَيْتَنِيْ لَأُكْرِمَنَّكَ)، أَوْمَعْنًى نَحْوُ (وَاللّٰهِ إِنْ لَمْ تَأْتِنِيْ لَأَهْجُرَنَّكَ). وَحِيْنَئِذٍ تَكُوْنُ الْجُمْلَةُ الثَّانِيَةُ فِي اللَّفْظِ جَوَابًا لِّلْقَسَمِ لَا جَزَاءً لِلشَّرْطِ فَلِذٰلِكَ وَجَبَ فِيْهَا مَا وَجَبَ فِيْ جَوَابِ الْقَسَمِ مِنَ اللَّامِ وَنَحْوِ هَا، كَمَا رَأَيْتَ فِي الْمِثَالَيْنِ. أَمَّا إِنْ وَقَعَ الْقَسَمُ فِيْ وَسْطِ الْكَلَامِ ، جَازَ أَنْ يُّعْتَبَرَ الْقَسَمُ ، بِأَنْ يَّكُوْنَ الْجَوَابُ لَهُ نَحْوُ (إِنْ أَتَيْتَنِيْ وَاللّٰهِ لَآتِيَنَّكَ)وَجَازَ أَنْ يُّلْغٰى نَحْوُ (إِنْ تَأْتِنِيْ وَاللّٰهِ آتِكَ).

ترجمہ: جب قسم کلام کے شروع میں واقع ہو اور شرط پر مقدم ہو تو اس وقت ضروری ہے کہ وہ فعل جس پر حرف شرط داخل ہے وہ لفظاً ماضی ہو جیسے واللّٰہ اِنْ آتیتنیْ لاکرمتک ، اور یا معناً ماضی ہو جیسے وَاللّٰہ اِنْ لَمْ تَأْتِنِي لاھجرک۔ اور اس وقت دوسرا جملہ جواب قسم ہوگا جزاء نہیں ہوگا شرط کیلئے اور اسی وجہ سے اس میں وہ ضروری ہے جو جواب قسم میں ضروری ہیں یعنی لام وغیرہ جیسا کہ آپ نے دونوں مثالوں میں دیکھا، اور اگر قسم وسط کلام میں واقع ہو تو جائز ہے کہ اعتبار کیا جائے قسم کا اس طور پر کہ اس دوسرا جملہ اس کیلئے جواب ہے جیسے اِنْ اَتَیْتَنِیْ وَاللّٰہِ لَآ تِیَنَّکَ ، اور جائز ہے کہ ملغی عن العمل بنا دیا جائے جیسے اِنْ تَأْتِنِیْ وَاللّٰہِ آتِکَ.

تشریح :۔فرماتے ہیں کہ جب قسم کلام کے شروع میں واقع ہو اور شرط پر مقدم ہو تو اس وقت ضروری ہے کہ کلمہ شرط جس فعل پر داخل ہوا ہے وہ فعل ماضی ہو واللّٰہ اِنْ آتیتنیْ لاکرمتک ، اور یا معناً ماضی ہو جیسے وَاللّٰہ اِنْ لَمْ تَأْتِنِي لاھجرک۔ اور اس وقت دوسرا جملہ جواب قسم ہوگا شرط کیلئے جزاء نہیں ہوگا۔

فلذلک وجب الخ پہلے گزرا کہ دوسرا جملہ جواب قسم ہوگا اس لئے دوسرے جملے میں وہ تمام شرائط لازم ہوں گے جو جواب قسم میں واجب ہوتی ہیں یعنی لام وغیرہ۔

امّاان وقع فی القسم فی الخ :۔اور جب قسم جملہ کے درمیان میں واقع ہو تو یہ بھی جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کیا جائے اس طور سے کہ دوسرا جملہ جواب قسم ہے جیسے اِنْ آتیتنی وَاللّٰہ لآتینک اس میں لآتینک جواب قسم ہے اس لئے اس پر لام داخل کیا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ قسم کو ملغی عن العمل بنا دیا جائے جیسے ان تأتنی وَاللّٰہ آتِکَ اس میں قسم ملغی عن العمل

Scanned with CamScanner

ہے اس لئے آپکے پر لام داخل نہیں۔

وَ(اَمَّا) لِتَفْصِيلِ مَا ذُكِرَ مُجْمَلاً نَحْوُ(اَلنَّاسُ سَعِيْدٌ وَشَقِيٌّ فَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ وَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ). وَيَجِبُ فِيْ جَوَابِهَا الْفَاءُ وَاَنْ يَكُوْنَ الْاَوَّلُ سَبَبًا لِلثَّانِيْ وَاَنْ يُحْذَفَ فِعْلُهَا مَعَ اَنَّ الشَّرْطَ لَا بُدَّ لَهُ مِنْ فِعْلٍ، وَذٰلِكَ لِيَكُوْنَ تَنْبِيْهًا عَلٰى اَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِهَا حُكْمُ الْاِسْمِ الْوَاقِعِ بَعْدَهَا نَحْوُ(اَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ) تَقْدِيْرُهُ(مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْءٍ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ). فَحُذِفَ الْفِعْلُ وَالْجَارُّ وَالْمَجْرُوْرُ وَاُقِيْمَ (اَمَّا) مَقَامَ (مَهْمَا) حَتّٰى بَقِيَ (اَمَّا فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ). وَلَمَّا لَمْ يُنَاسِبْ دُخُوْلُ حَرْفِ الشَّرْطِ عَلٰى فَاءِ الْجَزَاءِ نَقَلُوْا الْفَاءَ اِلَى الْجُزْءِ الثَّانِيْ، وَوَضَعُوْا الْجُزْءَ الْاَوَّلَ بَيْنَ (اَمَّا) وَالْفَاءِ عِوَضًا عَنِ الْفِعْلِ الْمَحْذُوْفِ. ثُمَّ ذٰلِكَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ اِنْ كَانَ صَالِحًا لِلْاِبْتِدَاءِ فَهُوَ مُبْتَدَأٌ كَمَا مَرَّ وَاِلَّا فَعَامِلُهُ مَا يَكُوْنُ بَعْدَ الْفَاءِ كَ(اَمَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ). فَـ(مُنْطَلِقٌ) عَامِلٌ فِيْ (يَوْمَ الْجُمُعَةِ) عَلَى الظَّرْفِيَّةِ.

ترجمہ: اور اما اس کی تفصیل کیلئے ہے جو اجمال کے ساتھ ذکر کیا گیا ہو جیسے (اَلنَّاسُ سَعِيْدٌ وَشَقِيٌّ فَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ، وَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ) اور اس کے جواب میں فا کا لانا واجب ہے اور یہ کہ اول ثانی کیلئے سبب ہو اور یہ کہ اس کا فعل محذوف ہو باوجود یہ کہ شرط کیلئے فعل لازمی ہے اور یہ اس لئے تا کہ تنبیہ ہو اس بات پر کہ اس سے مقصود اس اسم کا حکم ہے جو اسکے بعد واقع ہے جیسے اَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ اس کی تقدیر ایسے مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْءٍ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ پس فعل اور جار و مجرور حذف کر دیئے گئے اور اما کو مہما کے قائم مقام بنا دیا گیا یہاں تک کہ باقی رہا اَمَّا فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ اور جب فاء جزائیہ پر حرف شرط کا داخل ہونا مناسب نہیں تھا تو اس فاء جزء ثانی کی طرف منتقل کر دیا گیا اور جزء اول کو اما اور فا کے درمیان رکھ دیا فعل محذوف کے بدلے میں پھر اگر یہ جزء اول مبتداء بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو مبتداء ہوگا جیسا کہ گذر چکا ورنہ پھر اس کا عامل وہ ہوگا جو فا کے بعد ہو جیسے اَمَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ پس منطلق عامل ہے یوم الجمعہ میں ظرفیت کی بنا پر۔

تشریح:- اَمَّا یہ سابقہ اجمال کی تفصیل کے لئے آتا ہے کقولہ تعالیٰ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ (ان میں سے بعض بد بخت ہوں گے اور بعض نیک بخت ہوں گے ان میں شَقِيٌّ اور سَعِيْدٌ مجمل تھے، اَمَّا لا کر تفصیل کی گئی۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ (جو بد بخت ہوں گے وہ آگ میں ہیں) وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ (اور جو نیک بخت کئے گئے ہیں وہ جنت میں ہیں)۔

Scanned with CamScanner

ویجب فی جوابھا الفاء الخ:۔اس اَمّا کے لئے تین شرائط ہیں۔

(۱)اس کے جواب میں فاء آئے گا جیسے اَمّا الَّذِیْنَ سُعِدُو فَفِی الْجَنَّۃ الایۃ۔

(۲)اس کا پہلا جزء دوسرے جزء کے لئے سبب ہوگا جیسے مذکورہ مثال میں سعادت مندی جنت میں جانے کے لئے سبب ہے۔

(۳)اس اَمّا کا فعل حذف ہوگا حالانکہ ضابطہ یہ ہے کہ شرط کے لئے فعل لازمی ہے جیسے اَمّا زَیْدٌ فَمُنْطَلِقٌ۔

وذالک لیکون الخ :۔اوراس فعل کا حذف کرنا اس لئے ہے تا کہ اس فعل کے حذف سے اس امر پر تنبیہ ہو جائے کہ اما سے جو تفسیر ہوئی ہے،اس سے مقصود وہ اسم ہے جو اما کے بعد واقع ہے وہ نہیں جو مذکور ہے جیسے مذکورہ مثال میں تقدیری عبارت یہ تھی کہ مَھْمَا یکن من شئ فزید منطلق (یعنی جو کچھ بھی ہے زید چلنے والا ہے)اس مثال میں یکن فعل،اور جار مجرور کو حذف کر دیا گیا اور مھما کی جگہ اَمّا کو لایا گیا۔

ولما لم یناسب الخ فرماتے ہیں کہ جب اما حرف شرط کا فا جزائیہ پر داخل ہونا مناسب نہیں تھا تو نحاۃ نے جزء اول یعنی زید سے فاء کو منتقل کیا جزء ثانی یعنی منطلق کی طرف اور جزء اول یعنی زید کو اما حرف شرط اور فا جزائیہ کے عوض میں رکھ دیا تا کہ حرف شرط اور اما جزائیہ کے درمیان اتصال نہ ہو تو اَمّا زَیْد فَمُنْطَلِقٌ ہو گیا۔

ثم ذالک الجزء الاول الخ :۔پھر دیکھیں گے کہ جزء اول مبتداء بننے کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں تو اگر مبتداء بننے کی صلاحیت رکھتا ہے تو یہ مبتداء ہوگا جیسے گزشتہ مثالوں میں یہ واضح ہے اور اگر یہ مبتداء بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو اس صورت میں اس کا عامل وہ ہوگا جو فاء کے بعد ہے جیسے اما یوم الجمعۃ فزید منطلق ،اس مثال میں جزء اول یعنی یوم مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے مبتداء بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے یہ منصوب ہوگا فاء کے بعد والے عامل یعنی منطلق کی وجہ سے۔

فَصْلٌ حَرْفُ الرَّدْعِ (کَلَّا) وُضِعَتْ لِزَجْرِ الْمُتَکَلِّمِ وَرَدْعِهٖ عَمَّا یَتَکَلَّمُ بِهٖ، کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی (وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ ، فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَهَانَنِ کَلَّا) اَیْ لَا یَتَکَلَّمُ بِهٰذَا، فَاِنَّهٗ لَیْسَ کَذٰلِکَ هٰذَا؛ بَعْدَ الْخَبَرِ،وَقَدْ تَجِیْءُ بَعْدَ الْاَمْرِ اَیْضًا،کَمَا اِذَاقِیْلَ لَکَ(اِضْرِبْ زَیْدًا فَقُلْتَ (کَلَّا) اَیْ لَااَفْعَلُ هٰذاقَطُّ .وَقَدْ تَجِیْءُ بِمَعْنٰی حَقًّا کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی کَلَّاسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ وَحِیْنَئِذٍ تَکُوْنُ اِسْمًا یُبْنٰی لِکَوْنِهٖ مُشَابِهًالِکَلَّاحَرْفًا.وَقِیْلَ تَکُوْنُ حَرْفًااَیْضاًبِمَعْنٰی : اِنَّ: لِتَحْقِیْقِ مَعْنَی الْجُمْلَةِ نَحْوُ کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی بِمَعْنٰی اِنَّ.

Scanned with CamScanner

ترجمہ: فصل حرف ردع حرف ردع اور وہ کلا ہے اس کو وضع کیا گیا ہے متکلم کو زجر کرنے اور اس چیز سے روکنے کیلئے جس کا متکلم تکلم کررہا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو قول و اما اذا ما ابتلاہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن ، کلا یعنی متکلم اس کا تکلم نہ کرے کیونکہ واقعہ ایسا نہیں ہے۔ یہ خبر کے بعد ہوگا اور کبھی امر کے بعد بھی آتا ہے جیسے جب تجھ سے کہا جائے اضرب زیداً تو تو کہے کلاً یعنی میں یہ کام ہرگز نہیں کروں گا اور کبھی حقاً کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول کلا سوف تعلمون اور اس وقت یہ کلا حرفی کی مشابہت کی وجہ سے اسم مبنی ہوگا اور کہا گیا ہے کہ حرف کبھی انّ کے معنی میں ہوتا ہے جملے کی تحقیق کیلئے جیسے کلاان الانسان لیطغیٰ بمعنی انّ۔

تشریح: اس فصل میں مصنف حروف ردع کو بیان فرمارہے ہیں۔

ردع کا لغت میں معنی ہوتا ہے جھڑکنا، روکنا، اور یہ کلا حرف ردع بھی جھڑکنے اور اس چیز سے روکنے کے لئے وضع کیا گیا ہے جس پر متکلم تکلم کررہا ہے۔ جیسے اَمَا اِذامَا ابتَلاہُ فَقَدرعلیہ رِزْقَہ فَیَقُولَ رَبّی اَھَانَنْ (لیکن جب اللہ تعالیٰ اس کی آزمائش کرتا ہے اور اس پر رزق تنگ کردیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کلاً (وہ ہرگز ایسا نہ کہے) یعنی وہ اس طرح تکلم نہ کرے کیونکہ معاملہ ایسا نہیں بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے ہاں ذلیل ہیں اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو فراخ رزق عطا فرماتا ہے اور ایسے لوگ بھی ہیں کہ ان کی روزی تنگ ہے حالانکہ وہ لوگ اللہ کے مقرب ہیں، یہ تفصیل خبر کے بعد ہوگی۔

وقد یجیی بعد الخ :- لیکن کبھی یہ امر کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے آپ سے کوئی کہے اِضْرِبْ زَیداً (مار تو زید) تو آپ کہیں کہ کلاً (میں ہرگز ایسا نہیں کرسکتا) اس صورت میں یہ روکنے اور باز آنے کے لئے آتا ہے۔

وقد یجیی بمعنی حقًا الخ :- اور کبھی کلا، حقاً کے معنی ہوتا ہے اس صورت میں تحقیق کے لئے آتا ہے جیسے کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (تحقیق عنقریب تم جان لوگے) جب کلا حقاً کے معنی میں ہو تو اس صورت میں کلا اسم ہوگا اور مبنی ہوگا کیونکہ اس کی مشابہت ہے کلاً حرفی کے ساتھ۔

لیکن بعض فرماتے ہیں کہ کلا حرف ہوگا اسم نہیں ہوگا اور ان کے معنی میں ہوگا اور جملہ کی تحقیق کے لئے آئے گا جیسے کلاً ان الانسان لیطغیٰ اس میں کلا انّ کے معنی میں ہے۔

Scanned with CamScanner

فَصْلٌ تَاءُ التَّأْنِيْثِ السَّاكِنَةِ تَلْحَقُ الْمَاضِيَ لِتَدُلَّ عَلٰى تَأْنِيْثِ مَا اُسْنِدَ اِلَيْهِ الْفِعْلُ نَحْوُ ضَرَبَتْ هِنْدٌ وَقَدْ عَرَفْتَ مَوَاضِعَ وُجُوْبِ اِلْحَاقِهَا. وَاِذَالَقِيَهَا سَاكِنٌ بَعْدَهَاوَجَبَ تَحْرِيْكُهَابِالْكَسْرِ لِاَنَّ السَّاكِنَ اِذَاحُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ نَحْوُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ وَحَرَكَتُهَا لَا تُوْجِبُ رَدَّ مَا حُذِفَ لِاَجْلِ سُكُوْنِهَا فَلَا يُقَالُ رَمَاتِ الْمَرْأَةُ لِاَنَّ حَرَكَتَهَا عَارِضِيَّةٌ وَاقِعَةٌ لِرَفْعِ اِلْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ فَقَوْلُهُمْ اَلْمَرْاَتَانِ رَمَاتَاضَعِيْفٌ. وَاَمَّا اِلْحَاقُ عَلَامَةِ التَّثْنِيَةِ وَجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فَضَعِيْفٌ فَلَا يُقَالُ قَامَاالزَّيْدَانِ وَقَامُوْا الزَّيْدُوْنَ وَقُمْنَ النِّسَاءُ. وَبِتَقْدِيْرِ اِلْحَاقِ لَا تَكُوْنُ الضَّمَائِرَ لِئَلَّايَلْزَمُ اِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ بَلْ عَلَامَاتٌ دَالَّةٌ عَلٰى اَحْوَالِ الْفَاعِلِ كَتَاءِ التَّأْنِيْثِ.

ترجمہ: فصل تاء تانیث ساکنہ ماضی میں لاحق ہوتی ہے تا کہ دلالت کرے اس چیز کی تانیث پر جس کی طرف فعل کی اسناد کی گئی ہے جیسے ضربت ھند اور آپ نے اس کے وجوباً لاحق کرنے کی جگہوں کو پہچان لیا ہے، اور جب تاء ساکنہ کے بعد ساکن حرف اس سے ملا ہوا ہو تو اس کو کسرہ کی حرکت دینا واجب ہے کیونکہ ساکن کو جو حرکت دی جاتی ہے تو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے جیسے قد قامت الصلوۃ، اور اس کی حرکت اس چیز کے لوٹانے کو واجب نہیں کرتی جو اس کی سکون کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے پس رمات المرأۃ نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس کی حرکت عارضی ہے جو التقائے ساکنین کو دور کرنے کیلئے واقع ہوئی ہے پس ان کا قول المرأتان رماتا ضعیف ہے۔ اور بہرحال تثنیہ جمع مذکر اور جمع مؤنث کی علامت کا لاحق کرنا ضعیف ہے پس نہیں کہا جائے گا قَامَاالزَّيْدَانِ وَقَامُوْا الزَّيْدُوْنَ وَقُمْنَ النِّسَاء، اور الحاق کی صورت میں یہ ضمیریں نہیں ہوں گی تا کہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے بلکہ وہ علامات ہوں گی جو فاعل کے احوال پر دلالت کرنے والی ہیں جیسے تاء تانیث۔

تشریح: اس فصل میں مصنف تاء تانیث ساکنہ کو بیان فرمارہے ہیں۔

تعریف:۔ تاء تانیث ساکنہ وہ ہوتی ہے کہ جو فعل ماضی کے آخر میں لگتی ہوتا کہ اس چیز کے مؤنث ہونے پر دلالت کرے جس کی طرف فعل کی نسبت ہو یعنی فاعل یا نائب فاعل جیسے ضربت ھندٌ۔

واذا لقیتھا ساکن بعدھا الخ فرماتے ہیں کہ جب تائے تانیث ساکنہ کے ساتھ ایسا ساکن لاحق ہوجائے جو اس کے بعد واقع ہو تو اس تاء کو کسرہ کی حرکت دینا واجب ہے تا کہ التقائے ساکنین لازم نہ آئے اور اس ساکن کو حرکت اس لئے دیں گے کہ مشہور قاعدہ ہے کہ **الساکن اذا حرک حرک بالکسر** یعنی ساکن کو جب بھی حرکت دی جائے گی تو کسرہ کی حرکت دی

Scanned with CamScanner

جائے گی جیسے قد قامتِ الصّلوۃ اصل میں تھا قد قامتْ (بسکون التاء) تو جب اس کے ساتھ الصلوۃ کا صاد لاحق ہوا تو تائے ساکنہ کو کسرے کی حرکت دیدی۔

وحر كتها لا توجب الخ :۔فرماتے ہیں کہ اس تائے ساکنہ کی حرکت اس چیز کو واپس کرنا واجب نہیں کرتا کہ جو اس تاء کے سکون کی وجہ سے حذف کی گئی ہو یہ عبارت اصل میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال کیا ہے اس کو سمجھنے سے پہلے ایک تعلیل سمجھیں۔

تعليل -رَمَت اصل میں تھا رَمَیَتْ قال اور باع والے قاعدے کی رو سے یاء کو الف سے تبدیل کر دیا تو رمات بن گیا پھر التقائے ساکنین آیا الف اور تاء کے درمیان تو اس میں سے الف کو گرادیا تو بن گیا رَمَتْ پھر اس کے ساتھ جب لفظ المرأة لاحق ہوا تو رمتْ اَلْمَرْأۃُ ہو گیا، پھر التقائے ساکنین سے بچنے کے لئے تاء کو قاعدے کی مطابق کسرے کی حرکت دے دی تو رَمَتِ الْمَرْأۃُ ہو گیا۔

اس تعلیل کو سمجھنے کے بعد اب معترض کا سوال یہ ہے کہ دیکھو جب رَمَتْ اصل میں تھا رَمَاتْ اس سے الف التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا تو جب اَلْـمَـرْأۃ اس کے آخر میں لگا دیا تو اس تاء کو کسرہ کی حرکت دی اب التقائے ساکنین کا خطرہ ختم ہو گیا تو وہ الف جو التقائے ساکنین کی وجہ سے گرا تھا اس کو واپس لانا چاہئے کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ حرف علت جو کسی سبب کی وجہ سے گر جائے جب وہ سبب ختم ہو جائے تو وہ حرف علت دوبارہ آجائے گی اور یہاں الف التقائے ساکنین کی وجہ سے گرا تھا جب التقائے ساکنین کی علت ختم ہوگئی تو اس الف کو واپس لانا چاہئے۔

مصنفؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ کہ تاء کی حرکت حذف کئے گئے حرف کو واپس نہیں لاسکتا وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کی حرکت عارضی ہے اور التقائے ساکنین کو ختم کرنے کے لئے واقع ہے اور یہاں یہ حرکت سکون کی طرح ہے مطلب یہ کہ اگر المرأة کو ہٹادیں تو دوبارہ رمت سکون کے ساتھ رہ جائے گا۔اور باقی اہل عرب کا یہ کہنا کہ امرأتان رماتا تو یہ ضعیف ہے۔

واما الحاق علامته الخ :– یہ عبارت بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ جس طرح تائے تانیث ساکنہ فعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرنے کے لئے فعل کے آخر میں آتی ہے جیسے ضربت اسی طرح علامت تثنیہ وجمع بھی فعل کے آخر فعل کے تثنیہ اور جمع پر دلالت کرنے کے لئے لانا چاہئے کیونکہ یہ بھی تائے تانیث کی طرح فعل کے تثنیہ اور جمع ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

اس کا جواب مصنفؒ نے یہ دیا ہے کہ تثنیہ اور جمع کے علامات کا لگنا ضعیف ہے کیونکہ اگر اسم ظاہر کی موجودگی میں یہ علامات

Scanned with CamScanner

لگادیں تو دو خرابیاں لازم آئیں گی (۱) فاعل کا متعدد ہونا یعنی ایک فاعل اسم ظاہر ہوگا اور ایک اسم ضمیر (۲) اور دوسرا اضمار قبل الذکر اس لئے علامت تثنیہ اور جمع فعل کے آخر میں نہیں لگا سکتے۔

وبتقدیر الکاف الخ فرماتے ہیں کہ بالفرض یہ علامات فعل کے آخر میں لگا بھی دیں تو اس صورت میں یہ تائے تانیث کی طرح یہ فاعل نہیں ہوں گے بلکہ فاعل پر دلالت کرنے کے لئے ہوں گے تو بھی مقصود حاصل نہیں ہوتا اس لئے فعل کے آخر میں تثنیہ اور جمع کی علامت نہیں لگاتے۔

فَصْلٌ اَلتَّنْوِیْنُ نُوْنٌ سَاکِنَةٌ تَتْبَعُ حَرَکَةَ آخِرِ الْکَلِمَةِ لَا لِتَأْکِیْدِ الْفِعْلِ وَهِیَ خَمْسَةُ اَقْسَامٍ اَلْاَوَّلُ لِلتَّمَکُّنِ وَهُوَ مَایَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الْاِسْمَ مُتَمَکِّنٌ فِیْ مُقْتَضَی الْاِسْمِیَّةِ اَیْ اَنَّهٗ مُنْصَرِفٌ نَحْوُ زَیْدٌ وَ رَجُلٌ .وَالثَّانِیْ لِلتَّنْکِیْرِ وَهُوَ مَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الْاِسْمَ نَکِرَةٌ نَحْوُ صَهٍ اَیْ اَسْکُتْ سُکُوْتًا مَّا فِیْ وَقْتٍ مَّا،وَاَمَّا صَهْ بِالسُّکُوْنِ فَمَعْنَاهُ اُسْکُتِ السُّکُوْتَ الْآنَ وَالثَّالِثُ لِلْعِوَضِ وَهُوَ مَایَکُوْنُ عِوَضًا عَنِ الْمُضَافِ اِلَیْهِ نَحْوُ حِیْنَئِذٍ وَسَاعَتَئِذٍ وَیَوْمَئِذٍ اَیْ حِیْنَ اِذْ کَانَ کَذَا وَالرَّابِعُ لِلْمُقَابَلَةِ وَهُوَ التَّنْوِیْنُ الَّذِیْ فِیْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمِ نَحْوُ مُسْلِمَاتٍ وَهٰذِهِ الْاَرْبَعَةُ تَخْتَصُّ بِالْاِسْمِ وَالْخَامِسُ لِلتَّرَنُّمِ هُوَ الَّذِیْ یُلْحَقُ آخِرَ الْاَبْیَاتِ وَالْمَصَارِیْعِ کَقَوْلِ الشَّاعِرِ

اَقِلِّی اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ وَقُوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

وَکَقَوْلِهٖ یَا اَبَتَا عَلَّکَ اَوْ عَسَاکَنْ .وَقَدْ یُحْذَفُ مِنَ الْعَلَمِ اِذَا کَانَ مَوْصُوْفًا بِابْنٍ اَوْ اِبْنَةٍ مُضَافًا اِلٰی عَلَمٍ آخَرَ نَحْوُ جَاءَ نِیْ زَیْدُ بْنُ عَمْرٍو وَهِنْدُ ابْنَةُ بَکْرٍ .

ترجمہ: فصل تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کے آخر والی حرکت کے تابع ہوتی ہے اور فعل کی تاکید کیلئے نہیں ہوتی اور اس کی پانچ قسمیں ہیں پہلی قسم تمکن کیلئے اور یہ وہ ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسم اسمیت کے تقاضے میں راسخ ہے یعنی منصرف ہے جیسے زید اور رجل، اور دوسری قسم تنکیر کیلئے اور یہ وہ ہے جو دلالت کرے اس بات پر کہ اسم نکرہ ہے جیسے صہ یعنی کسی نہ کسی وقت میں خاموش ہوجا اور بہرحال صہ سکون کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے ابھی خاموش ہوجا۔ اور قسم سوم عوض کیلئے ہے اور تنوین عوض وہ تنوین ہے جو مضاف الیہ کے عوض میں لائی جائے جیسے حینئذ ، ساعتئذ اور یومئذ یعنی حین اذ کان کذا اور چوتھی قسم مقابلہ کیلئے ہے اور یہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم میں ہوتی ہے اور یہ چاروں تنوین اسم کے ساتھ خاص ہیں ۔اور

Scanned with CamScanner

پانچویں قسم ترنم کیلئے ہے اور تنوین ترنم وہ تنوین ہے جو ابیات اور مصرعوں کے آخر میں آتی ہے جیسے شاعر کا قول ہے شعر ا.

اَقِلِّي اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ وَقُوْلِيْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

اور جیسے اس کا قول یا ابت علک او عسا کن ۔اور کبھی تنوین کو علم سے حذف کیا جاتا ہے جب وہ ایسے ابن اور ابنۃ کا موصوف واقع ہو جو دوسرے علم کی طرف مضاف ہو جیسے جاء نی زید ابن عمرو اور هند ابنة بکر۔

تشریح: اس فصل میں مصنف نون تنوین اور اس کی اقسام کو بیان فرمار ہے ہیں۔۔

تنوین باب تفعیل سے مصدر ہے اس کا لغت میں معنی ہے: نون دینا۔

اور اصطلاح میں تنوین وہ نونِ ساکن ہوتا ہے جو کلمہ کے آخر والی حرکت کے تابع ہو اور فعل کی تاکید کے لئے نہ ہو۔

پھر تنوین کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) تنوین تمکن: وہ ہوتی ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اس کا اسم اسمیت کے تقاضے میں مضبوط ہے یعنی جو اسم متمکن ہونے پر دلالت کرے جیسے زَیْدٌ ۔

(۲) تنوین تنکیر وہ ہوتی ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے جیسے صہٍ اس کا معنی ہے اُسْكُتْ سُكُوْتًا فِيْ وَقْتٍ مَّا (کسی وقت خاموش ہو جا) اور اگر اس کے آخر میں تنوین نہ ہو تو اس کا معنی ہوگا اُسْكُتِ السُّكُوْتَ الْآنَ (ابھی خاموش ہو جا)۔

(۳) تیسری قسم تنوین عوض ہے یہ وہ تنوین ہے جو مضاف پر آتی ہے مضاف الیہ کے بدلے میں جیسے ساعَتَئِذٍ ، یَوْمَئِذٍ اور حِیْنَئِذٍ اصل میں تھا حِیْنَئِذٍ اصل میں تھا حِیْنَ اِذْ كَانَ كَذَا، اس میں اِذْ مضاف ہے اور اگلا جملہ كَانَ كَذَا مضاف الیہ ہے مضاف الیہ کو حذف کر کے اس کے عوض میں مضاف کے آخر میں تنوین لگا دی گئی۔

(۴) چوتھی قسم تنوین مقابلہ ہے یہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم کے آخر میں جمع مذکر سالم والے نون کے مقابلے میں آتی ہے جیسے مُسْلِمَاتٍ ۔ یہ چاروں اقسام اسم کے ساتھ خاص ہیں۔

(۵) پانچویں قسم تنوین ترنم ہے۔ تَرَنُّم کا لغت میں معنی ہوتا ہے گانا، اور اصطلاح میں تنوین ترنم وہ ہے جو اشعار اور مصرعوں کے آخر میں تحسین صوت کے لئے آئے جیسے:

اَقِلِّي اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ وَقُوْلِيْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

ترجمہ: اے ملامت کرنے والی ملامت اور عتاب کو کم کر اور اگر میں اچھا کام کروں تو کہہ دیا کر کہ اس نے اچھا کام کیا ہے۔

Scanned with CamScanner

محل استشہاد:- اس مثال میں عتاب اسم ہے اور اَصاب فعل ہے اور ان دونوں کے آخر میں تنوین ترنم ہے۔

تنوین ترنم اسم، فعل اور حرف سب کے آخر میں لگتی ہے۔

ترکیب:-اقلی اللوم عاذل و العتابن اصل میں ہے یا عاذلۃ اقلی اللوم و العتابن

یا حرف ندا قائم مقام ادعو فعل کے، انا ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل، عاذلۃ اس کا منادی مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور منادیٰ مفعول بہ سے مل کر جملہ نداء ہوا، اقلی صیغہ واحد مؤنث غائب فعل امر حاضر معلوم، ی ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل مرفوع محلا، اللوم اس کا مفعول بہ منصوب بالفتحہ لفظاً، معطوف علیہ، واو عاطفہ، العتاب اس کا معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مفعول بہ ہوا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ کے ساتھ مل کر جملہ مقصود بالنداء ہوا، پھر جملہ نداء مقصود بالنداء کے ساتھ مل کر جملہ معطوفہ علیہا ہوا۔

دوسرا مصرعہ اصل میں ہے اِنْ اَصَبْتُ قُوْلِیْ لَقَدْ اَصَابَنْ

ترکیب:-واو عاطفہ، ان شرطیہ اَصَبْتُ صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم، تُ ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل مرفوع محلا فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط ہوا، قُوْلِیْ صیغہ واحد مؤنث مخاطب فعل امر حاضر معلوم، ی ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل مرفوع محلا فعل اپنے فاعل سے مل کر قول ہوا، لام برائے تاکید، قد حرف تحقیق، اصاب صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم، ھو ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل مرفوع محلا فعل اپنے فاعل سے مل کر مقولہ ہوا، قول مقولہ مل کر جزاء ہوا، شرط جزاء مل کر جملہ فعلیہ خبریہ معطوفہ ہوا۔

مصرعہ کی مثال جیسے یَا اَبَتَا عَلَّکَ اَوْ عَسَاکَنْ

ترجمہ: اے ابا جان شائد تو رزق پالے یا عنقریب تو پالے گا۔

محل استشہاد:- اس مصرعہ میں عَسَاکَنْ فعل ہے اور اس پر تنوین داخل ہے۔

اس مصرعہ میں یَااَبَتَا اصل میں تھا یَا ابی ، یاء کو حذف کر کے اس کے بدلے میں تاء اور الف لے کر آئے عَلَّکَ اصل میں لعلک نیز عساکن اصل میں تھا عساک عسی فعل ہے اور کاف ضمیر ہے عَسٰی اور لَعَلَّ دونوں کی خبر محذوف ہے۔

ترکیب:-یا حرف نداء قائم مقام اَدْعُو فعل کے الخ، اَبَتَا مضاف مضاف الیہ مل کر منادی مفعول بہ ہوا، فعل اپنے فاعل اور منادی مفعول بہ سے مل کر جملہ نداء ہوا، لعل حرف از حروف مشبہ بالفعل، کاف ضمیر اس کا اسم رزق محذوف اس کی خبر

Scanned with CamScanner

مرفوع بالفتحہ لفظاً، لعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر معطوف علیہ، او عاطفہ عسی فعل، کاف ضمیر اس کا اسم، رزقاً محذوف اس کی خبر، عسی اپنے اسم اور خبر سے مل کر معطوف ہوا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مقصود بالنداء ہوا، جملہ نداء مقصود بالنداء سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ندائیہ ہوا۔

وَقَدْ یُحْذَفُ من العَلَمِ الخ - فرماتے ہیں کہ جب عَلَم موصوف ہو ابن یا ابنۃ اس کے لئے صفت واقع ہوں اور یہ ابن اور ابنۃ جب کسی دوسرے علم کی طرف مضاف ہوں تو اس صورت میں علم سے تنوین حذف کیا جاتا ہے جیسے کیا جاتا جیسے زید ابن عمرٍو، ہِنْد ابنۃ بکر۔

فَصْلٌ نُوْنُ التَّأْكِيْدِ وَهِيَ وُضِعَتْ لِتَأْكِيْدِ الْاَمْرِ وَالْمُضَارِعِ اِذَا كَانَ فِيْهِ طَلَبٌ بِاِزَاءِ قَدْ لِتَاْكِيْدِ الْمَاضِيْ. وَهِيَ عَلٰى ضَرْبَيْنِ (۱) خَفِيْفَةٌ اَيْ سَاكِنَةٌ اَبَدًا نَحْوُ اِضْرِبَنْ (۲) وَثَقِيْلَةٌ اَيْ مُشَدَّدَةٌ وَهِيَ مَفْتُوْحَةٌ اَبَدًا اِنْ لَمْ يَكُنْ مَاقَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَنَّ وَمَكْسُوْرَةٌ اِنْ كَانَ مَاقَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَانِّ وَاِضْرِبْنَانِّ.

ترجمہ: فصل نون تاکید اور نون تاکید وہ نون ہے جو امر اور مضارع کی تاکید کیلئے وضع کیا گیا ہے جب اس میں طلب کا معنی ہو اس قد کے مقابلے میں جو ماضی کی تاکید کیلئے ہے۔ اور یہ دو قسم پر ہے خفیفہ اور یہ ہمیشہ ساکن ہوتا ہے جیسے اضربن اور دوم ثقیلہ یعنی مشددہ، اور یہ ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اگر اس سے پہلے الف نہ ہو جیسے اضربن اور اگر اس سے پہلے الف ہو تو مکسور ہوتا ہے جیسے اضربان اور اضربنان۔

تشریح:- اس فصل میں نون تاکید کو بیان فرمارہے ہیں۔

نون تاکید وہ نون ہے جو امر اور فعل مضارع کی تاکید کے لئے وضع کیا گیا ہے جب اس میں طلب ہو اور یہ قد کے مقابلے میں ہے یعنی جس طرح قَدْ ماضی کی تاکید کے لئے ہے اسی طرح نون تاکید امر اور مضارع کی تاکید کیلئے ہے۔

اس کی دو قسمیں ہیں (۱) نون تاکید خفیفہ (۲) نون تاکید ثقیلہ

نون خفیفہ ہمیشہ ساکن ہوتا ہے جیسے اِضْرِبَنْ اور نون ثقیلہ کا ماقبل اگر الف نہ ہو تو مفتوح ہوگا جیسے اِضْرِبَنَّ، اور اگر اس کا ماقبل الف ہو تو اس صورت میں مکسور ہوگا جیسے اِضْرِبَانِّ اِضْرِبْنَانِّ۔

وَتَدْخُلُ فِي الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالتَّمَنِّيْ وَالْعَرْضِ جَوَازًا لِاَنَّ فِيْ كُلٍّ مِنْهَا طَلَبًا نَحْوُ

Scanned with CamScanner

اِضْرِبَنَّ وَلَا تَضْرِبُنَّ وَ هَلْ تَضْرِبَنَّ وَلَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ وَاَلَا تَنْزِلَنَّ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا ۔وَقَدْ تَدْخُلُ فِي الْقَسَمِ وُجُوْبًا لِوُقُوْعِهٖ عَلٰى مَا يَكُوْنُ مَطْلُوْبًا لِلْمُتَكَلِّمِ غَالِبًا فَاَرَادُوْا اَنْ لَّا يَكُوْنَ آخِرُ الْقَسَمِ خَالِيًا عَنْ مَعْنَى التَّاْكِيْدِ كَمَا لَا يَخْلُوْ اَوَّلُهٗ مِنْهُ نَحْوُ وَاللّٰهِ لَاَ فْعَلَنَّ كَذَا. وَاعْلَمْ اَنَّهٗ يَجِبُ ضَمُّ مَا قَبْلَهَا فِيْ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ نَحْوُ اِضْرِبُنَّ لِيَدُلَّ عَلَى الْوَاوِ الْمَحْذُوْفَةِ .

ترجمہ:اورنون تاکید(ثقیلہ وخفیفہ) امر نہی استفہام اور عرض میں بھی داخل ہوتے ہیں کیونکہ ان سب میں طلب ہوتی ہے جیسے اِضْرِبَنَّ وَلَاتَضْرِبَنَّ وَهَلْ تَضْرِبُنَّ وَلَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ وَاَلَاتَنْزِلَنَّ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا۔اور کبھی جواب قسم میں وجوباً داخل ہوتا ہے متکلم کے مقصود پر واقع ہونے کی وجہ سے غالباً پس انہوں نے ارادہ کیا کہ اسم کا آخر بھی تاکید سے خالی نہ ہو جیسا کہ اس کا اول خالی نہیں ہے اس سے جیسے واللہ لافعلن کذا۔اور جان لو کہ جمع مذکر میں اس کے ماقبل کو ضمہ دینا واجب ہے جیسے اضربن تاکہ دلالت کرے واو محذوفہ پر۔

تشریح:۔فرماتے ہیں کہ نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ امر نہی استفہام اور عرض میں بھی داخل ہوتے ہیں کیونکہ ان سب میں طلب ہوتی ہے، بالترتیب سب کی مثالیں یہ ہیں، اِضْرِبَنَّ وَلَاتَضْرِبَنَّ وَهَلْ تَضْرِبُنَّ وَلَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ وَاَلَاتَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا۔

وَقَدْ تَدْخُلُ فِي الْقَسَمِ الخ :۔فرماتے ہیں کہ نون تاکید کبھی کبھی قسم پر بھی داخل ہوتا ہے لیکن یہاں قسم سے جواب قسم مراد ہے،اور جواب قسم پر داخل ہونا وجوباً ہوگا جب قسم مثبت ہو۔وجہ اس کی یہ ہے کہ جواب قسم ہمیشہ اس جگہ واقع ہوتا ہے جہاں متکلم کو طلب ہو چونکہ جواب قسم میں تاکید ہوتا ہے اس لئے نحاۃ نے چاہا کہ اس کا آخر بھی تاکید سے خالی نہ ہو اس لئے جواب قسم پر وجوباً نون تاکید داخل ہوگا جیسے وَاللّٰهِ لَاَضْرِبَنَّ زَيْدًا.

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ يَجِبُ الخ : اس عبارت میں مصنفؒ نون تاکید کے ماقبل کی حالت بیان فرما رہے ہیں کہ اس کا ماقبل کے ساتھ ہوگا تو فرمایا کہ جمع مذکر چاہے غائب ہو یا حاضر تو اس میں نون کا ماقبل مضموم ہوگا، جیسے اِضْرِبُنَّ ،تاکہ یہ ضمہ اس واو محذوفہ پر دلالت کرے جو التقائے ساکنین کی وجہ گرا ہے۔

وَكَسْرُ مَا قَبْلَهَا فِي الْمُخَاطَبَةِ نَحْوُ اِضْرِبِنَّ لِيَدُلَّ عَلَى الْيَاءِ الْمَحْذُوْفَةِ وَفَتْحُ مَا قَبْلَهَا فِيْ مَا عَدَاهُمَا.

اَمَّا فِي الْمُفْرَدِ فَلِاَنَّهٗ لَوْ ضُمَّ لَالْتَبَسَ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَلَوْ كُسِرَ لَالْتَبَسَ بِالْمُخَاطَبَةِ ،وَاَمَّا فِي الْمُثَنّٰى وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فَلِاَنَّ مَا قَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَانِّ وَاِضْرِبْنَانِّ وَزِيْدَتْ اَلِفٌ قَبْلَ النُّوْنِ فِي

Scanned with CamScanner

جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِكَرَاهَةِ اِجْتِمَاعِ ثَـلَاثِ نُوْنَاتٍ نُوْنُ الضَّمِيْرِ وَنُوْنَا التَّاكِيْدِ .وَالنُّوْنُ الْخَفِيْفَةِ لَا تَدْخُلُ فِي التَّثْنِيَةِ اَصْلاً ،وَلَا فِيْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِاَنَّهُ لَوْ حَرَّكْتَ النُّوْنَ لَمْ تُبْقِ خَفِيْفَةً فَلَمْ تَكُنْ عَلَى الْاَصْلِ وَاِنْ اَبْقَيْتَهَا سَاكِنَةً يَلْـزَمُ اِلْتِقَاءُ السَّاكِنَيْنِ عَلٰى غَيْرِ حَدِّهٖ وَ هُوَ غَيْرُ حَسَنٍ .

ترجمہ: اور واجب ہے اس کے ماقبل کو کسرہ دینا واحد مؤنث مخاطب کے صیغے میں جیسے اضربن تا کہ دلالت کرے یاء محذوفہ پر اور اس کے علاوہ میں ماقبل کو فتحہ دینا واجب ہے، مفرد میں تو اس لئے کہ اگر اس کو ضمہ دیا جائے تو التباس آئے گا جمع مذکر کے ساتھ اور کسرہ دیا جائے تو واحد مؤنث مخاطب کے ساتھ التباس آئے گا، اور تثنیہ اور جمع مؤنث میں اس لئے کہ اس سے پہلے الف ہے جیسے اضربان اور اضربنان اور جمع مؤنث میں نون سے پہلے الف زائد کیا گیا تین نونوں کے اجتماع کے مکروہ ہونے کی وجہ سے ایک نون ضمیر کی اور دو نون تاکید، اور نون خفیفہ تثنیہ میں کبھی بھی داخل نہیں ہوتا اور نہ جمع مؤنث میں کیونکہ اگر آپ اس کو حرکت دیں گے تو وہ خفیفہ نہیں رہے گا پس اپنی اصل پر نہیں رہے گا اور اگر آپ اس کو ساکن باقی رکھیں تو لازم آئے گا التقائے ساکنین علی غیر حدہ اور وہ مستحسن نہیں ہے۔

تشریح :-فرماتے ہیں کہ اگر صیغہ واحد مؤنث مخاطب کا ہو تو اس صورت میں اس کا ماقبل مکسور ہوگا جیسے اِضْرِبِنْ تا کہ یہ کسرہ اس یاء پر دلالت کرے جو التقائے ساکنین کی وجہ سے گری ہے۔

وفتح ما قبلها فیما الخ :-فرماتے ہیں کہ ان دو صورتوں کے علاوہ جہاں بھی نون تاکید ہوگا تو اس کا ماقبل مفتوح ہوگا چاہے مفرد کے صیغے ہوں یا تثنیہ کے صیغے ہوں، مفرد میں تو اس لئے مفتوح ہوگا کہ اگر ہم اس کو ضمہ دیں تو التباس آئے گا جمع مذکر کے ساتھ اور اگر کسرہ دیں واحد مؤنث مخاطب کے ساتھ التباس آئے گا اس لئے اس کا ماقبل مفتوح ہوگا۔

واما فی المثنی الخ: -تثنیہ اور جمع مؤنث میں اس لئے اس کا ماقبل مفتوح ہوگا وجہ اس کی یہ ہے کہ اس سے پہلے الف ہے اور الف فتحہ کے حکم میں ہوتا ہے، اور جمع مؤنث میں اس لئے کہ جب ہم نے جمع مؤنث کے آخر میں نون تاکید ثقیلہ لگایا تو اس کے آخر میں تین نون جمع ہو گئے ایک جمع مؤنث کا اور دونوں تاکید (کیونکہ ایک نون ثقیلہ دو نون تاکید ہیں)، تین نونوں کا اجتماع ممنوع ہے اس لئے ان کے درمیان الف کا فاصلہ لے کر آئے تا کہ تین نون جمع نہ ہوں اور کراہت لازم نہ آئے۔

ونُوْنُ الْخَفِيْفَةِ لا تَدْخُل الخ :-فرماتے ہیں کہ نون خفیفہ تثنیہ کے صیغوں میں بالکل نہیں آتا کیونکہ پھر الف تثنیہ اور نون تاکید خفیفہ کے درمیان التقائے ساکنین آتا ہے۔

Scanned with CamScanner

اور جمع مؤنث کے صیغوں میں بھی نون خفیفہ بالکل نہیں آتا کیونکہ اگر ہم جمع مؤنث کے صیغے میں نون خفیفہ لگادیں تو بن جائے گا اِضْرِبنْ ۔ یا تو ہم نون خفیفہ کو فتحہ دیں گے یا ساکن چھوڑیں گے اگر فتحہ دیں تو اس صورت میں نون اپنے اصل پر نہیں رہے گا اور اگر ہم اس کو ساکن چھوڑ دیں تو التقائے ساکنین علی غیر حدہ لازم آئے گا جو کہ غیر مستحسن ہے اگر الف کو حذف کردیں تو پھر تثنیہ کا التباس آئے گا مفرد کے ساتھ اس لئے تثنیہ اور جمع مؤنث کے صیغوں میں نون تاکید خفیفہ نہیں آئے گا۔

تـمّت بعَون المَلک العزیز العَــلام وللّٰه المَنُّ وَالفَضْلُ وَبِیَدِه زِمامُ الامُور

اللّٰھُم صَلّ علیٰ محمَّد کَمالانھایة لِکَمالِکَ وَ عددَ کَمَالِه

ابومحمد بہار علی صوابی

مدرس مدرسہ ابن عباس تخت بھائی

ربیع الثانی 1437ھ

Scanned with CamScanner

خوشنویسی سیکھنے کیلئے بہترین رہنماء اور مشقی کتاب

بہارِ خوشنویسی

خط نستعلیق، خط ثلث، خط نسخ، انگلش
مفردات ومرکبات کے ساتھ
مع اصول وہدایات

بقلم

ابو محمد مولانا بہار علی صوابی
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
استاذ مدرسہ ابن عباس تخت بھائی

مکتبۃ الاحرار مردان

Scanned with CamScanner

استاذ محترم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی مشہور کتاب
درس ارشاد الصرف ونحو میر میں دیے گئے نحوی تمارین کی مکمل نحوی ترکیب

توضیح النحو

فی حل

تمارین النحو

ضبط و ترتیب

ابو محمد مولانا بہار علی صوابی
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
استاذ مدرسہ ابن عباس تخت بھائی

مکتبہ ابن عباس تخت بھائی
اندرون مدرسہ ابن عباسؓ تخت بھائی مردان
0336-9559130

Scanned with CamScanner

ایسی کتاب جس میں تیسیر المنطق کے اسباق کو انتہائی آسان اور عام فہم انداز میں کتاب کی ترتیب کو مدنظر رکھتے ہوئے پیش کیا گیا ہے۔

توضیح المنطق

تسہیل

تیسیر المنطق

ترتیب

ابو محمد مولانا بہار علی صوابی

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

استاذ مدرسہ ابن عباس تخت بھائی

مکتبہ ابن عباس تخت بھائی

اندرون مدرسہ ابن عباسؓ تخت بھائی مردان

0336-9559130

Scanned with CamScanner

کلمات بابرکات

جامع المعقول والمنقول نمونہ اسلاف شیخ الحدیث حضرت مولانا **مغفور اللہ** صاحب دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث دیوبند ثانی **جامعہ دارالعلوم حقانیہ** اکوڑہ خٹک (ضلع نوشہرہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد!

مولانا بہار علی صاحب قابل صد تحسین ہیں کہ حضرت مولانا [illegible] ونحو میں مہارت رکھتے ہیں اور تعارف کے محتاج نہیں، کے افادات کو بڑی محنت وکوشش [illegible]

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس مجموعہ کو علمائے کرام وطلباء کرام کے لئے نافع بنائے اور موصوف کے لئے ذریعہ نجاتِ آخرت بنائے۔ امین

ویرحم اللہ عبداقال آمینا

العبد الاحقر مغفور اللہ مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

042-37241355

مکتبہ ابن عباس تخت بھائی
اندرون مدرسہ ابن عباسؓ تخت بھائی مردان 0336-9559130



Scanned with CamScanner